

**TO THE READER.**

**K**INDLY use this book very carefully. If the book is disfigured or marked or written on while in your possession the book will have to be replaced by a new copy or paid for. In case the book be a volume of set of which single volumes are not available the price of the whole set will be realised.



Class No. 891.553

Book No. D 23 K2

Accession No. 10501



الحمد لله (56)

9 JAN 2006



**SRI PRATAP COLLEGE LIBRARY**  
**SRINAGAR (Kashmir)**

DATE LOANED

Class No. \_\_\_\_\_ Book No. \_\_\_\_\_

Acc. No. \_\_\_\_\_

This book may be kept for 14 days. An over - due charge will be levied at the rate of 10 Paise for each day the book is kept over - time.

[illegible]



لذتِ بادۂ لعش زمیں مستِ مہرِ ذوقِ این موشنای بختِ تاجِ پتی  
الحمد والمنة کہ ان نوں ترجمہ کتابِ لاجواب کشف المحجوب مصنفہ ہر مستِ بادۂ  
توحیدِ سرورِ نوشِ میخانہ تجریدِ عقائے قافِ قدرتِ شہبازِ آشیانہ قربت  
عالمِ اکملِ فاضلِ اہلِ حضرتِ مخدومِ سید علی ہجویری ثم اللہ ہوی لقلب  
حضرتِ داتا گنج بخش صاحبِ رضی اللہ عنہ موسوم بہ کتاب

# ظہیر المطلب

ترجمہ اردو

## کشف المحجوب

۱۹۲۵ء

مترجمہ المرحی فاضلِ لونی جنابِ لانا حافظ حکیم شاہ ظہیر محمد صاحبِ ظہیری السہوا  
مقیم بدایون المخاطبِ ظہیر العلماء

حسنِ مایش  
محب الفقراء مقبول الی اللہ حامی من متین حاجی چراغ الدین سراج الدین  
صاحبِ تاجران کتب شہر لاہور کشمیری بازار  
مطبع اسلامیت لاہور کی دیوارہ بام شمس محمد لائق خان صاحب



مختصر فہرست موجود کتب خارجی چراغ الدین سراج الدین تاج الدین کتب خانہ کشمیری لاہور

طہارۃ لکھن تہجد اور فقہیہ لطائف

دین مہم منوی شیخ گان طریق محمدی ہمنے بڑی کوشش اور  
جہاد کا ہی و عرق ریزی اور صرف زر کثیر کے ساتھ اس کتاب کا  
ترجمہ اردو طبع کر لیا ہے۔ یہ کتاب اللہ والوں کو توحید والوں کے  
رستہ بتانے والی ہے۔ خدا کی مہمانی ہے۔ دنیا داروں  
کے واسطے اس میں ہر قسم کا خزانہ موجود ہے جس سے ہمیشہ کیوں  
بہبود کتاب کیلئے ہم غنیمت کا دریابہ رہا ہے جو کچھ حاجی  
چاہے اس میں سب کے سب بہانے کے لئے۔ شریعت اور طہارت  
دونوں کے ذریعے سے محمود۔ اگر اس کو ہر بابا بے رحم  
دین دنیا دونوں چھوڑیں۔ وہ ڈر و اور سکوتا کھڑے  
ہو۔ در نہ ایک تہ تک کھانسیوں ملنا پڑے گا۔

مبدأ فیاض بھر دیتا ہے کشتی بے سوا  
بحر رحمت کو جواب کہ نہ دے کیا غرض

بایں بہ بجز فائدہ عام قیمت صرف

محقق الامان اردو مصنفہ خان بھاڑیاں

اس کتاب کا شہرہ میں عظیم بڑا ہے۔ یہ کتاب اپنی طرز  
میں بالکل نئی ہے مصنف موصوف فی بیچری و ہر عقیدہ  
کی تائید ہے۔ بحال زبور۔ قرآن مجید کتب اہل ہندو کی کوالہ آیات  
تردید کی ہے اور معجزات انبیاء و کرامت اولیاء مقربین و حال  
دوزخ و بہشت و یوم نشور کا بیان ستمہ کتابوں سے کیا ہے  
اہل شوق بہت جلد سنا کر مطالعہ فرمائیں۔ قیمت صرف

قانونی طبع نجابی منظوم

خاک لے نے بڑی محنت سے عام فہم نجابی نظم میں اس کا  
ترجمہ کیا ہے۔ اہل زبان بلحاظ قدر وانی خرید کر کے مشکور  
فرما دیں قیمت صرف سات آنہ

نجم البرکات و نجومی

کلمے دین کو نجومی بہ تصنیف بنیظیر مولانا مولوی  
محمد زبیر صاحب بھروی۔ یہ نئی کتاب نجابی نظم میں  
موصوف نے شائقین دین کیلئے تیار کی ہے جس میں فضائل و  
شرعیات استغفار و نیکو درج ہیں۔ ہر ایک مسلمان کے  
گھر میں یہ کتاب ضرور ہونی چاہیے۔ قیمت

ترجمہ کنز الدقائق اردو

ترجمہ بنی مسائل فقہیہ قدوری عربی و اردو میں اس  
غرض سے ترجمہ کیا گیا ہے تاکہ طالب علمان

بہرہ یاب ہوں۔ قیمت بعض افادہ عام

مشاہدۃ لطائف فارسی

اس کتاب کی مصنفہ صاحبہ نے یہ کتاب دینی تصوف  
اور مسائل فقہیہ پر مبنی ہے۔

علامہ فی اس و تنہک کے مسائل و بیان  
مسائل فقہیہ و تصوف کا استنباط کر کے دونوں  
اپنی خیال میں خوش ہو جاتے ہیں۔ قیمت صرف



SRI PRATAP COLLEGE LIBRARY,  
SRINAGAR

891.553

D23K2

Accession: 10501

## ترجمہ کشف المحجوب

یعنی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مقدمہ تالیخ تصوف معہ حالات پیری علی مخدوم ابوبیری  
مصنف کتاب کشف المحجوب

دلیح ہو کہ تصوف یعنی وردشی اور مراقبہ پسندی سب مذاہب اور سب قوموں میں رہی ہے جب قدر  
انسان کے علانیہ جسمانی اور افکار و بیوی کم ہوتے جاتے ہیں اور تہذیب اور اخلاقی اور تزکیہ نفس  
حاصل ہوتا جاتا ہے اسی قدر وہ خلوت گزینی اور مراقبہ کو بہترین کمالات انسانی سمجھ کر اختیار کرتا جاتا  
ہے۔ مگر مدارج تصوف ہر شخص اور ہر قوم کے خصائص طبعی کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں  
یعنی جس قوم اور جس شخص کو کتنی استعداد ظاہر اور باطن اور مجرد و مادی میں تمیز کرنے کی ہوتی  
ہی اتنا درجہ اسکا تصوف میں ہوتا ہے مثلاً ہندوؤں کا اعتقاد یہ ہے کہ مشرہی شرف و فضیلت  
انسان کا یہ ہے کہ عالم لاہوت و ماسوت میں پہنچ کر خدا سے مل جائے اسی غرض سے سنیاسی لوگ  
ایک ہی مقام پر جمے رہتے ہیں اور جنبش نہیں کرتے اور بالکل بے حس و حرکت ہو جاتے ہیں جب ایک  
غیر متناہی اور غیر مری چیز کے تصور میں وہ منہمک رہتے ہیں۔



پر پیشتر اور برہمن میں امتیاز نہیں کر سکتے آخر کو یہ نوبت پہنچتی ہے کہ مختلف مخلوقات کو  
 مظہر کبریا تصور کر کے اُن میں اور اُن کے خالق میں تمیز نہیں کر سکتے اور ہمہ اوست کا  
 دم بھرنے لگتے ہیں اور پھر جو اس خیال میں ترقی ہوتی جاتی ہے اور مراقبہ کا زور ہوتا جاتا ہے  
 تو اُن کو یقین کلی ہو جاتا ہے کہ خالق اور مخلوق ایک چیز ہے جیسا بھاگوت گیتا سے ظاہر ہے  
 پس اس معلوم ہوا کہ جب ہمہ اوست کا اعتقاد منتہی کو پہنچ جاتا ہے تو شرک و بت پرستی  
 کا باعث ہوتا ہے اور جتنے اعتقادات خدا کے باب میں ہیں اُن سب سے پیشتر یہ ہی  
 اعتقاد بت پرستی کا ہوا تھا اور اس کا باعث یہ ہوا تھا کہ اتہار خلقت میں انسان کے  
 دل میں کوئی روحانی خیال نہ آتا تھا جس میں خوف اور ہیبت شریک ہوتی ہو جب وہ بڑی  
 بڑی جنگلوں کو دیکھتا تھا جن پر انسان کا دسترس کبھی نہیں ہوا ہے اور بڑی بڑی عظیم الشان  
 پہاڑ اُس کو دُور سے دکھائی دیتے تھے اور شب تیرہ و تار میں مہیب صورتیں اُڑتی نظر  
 آتی ہوئی دیکھتا تھا اور جنگل و بیابان میں ہوا کا سناٹا سنتا تھا تو ان سب باتوں سے اُس  
 کے دل میں ایک عجیب خوف اور ہیبت پیدا ہوتی تھی اور جس ماویٰ چیز کو اپنے سے زیادہ  
 قوی پاتا تھا یا اُس کے قریب جو اور چیزیں ہوتی تھیں اُن سے زبردست دیکھتا تھا اُسی  
 کی پرستش کرنے لگتا تھا۔ رفتہ رفتہ ان تمام مخلوقات خدا میں ایک حانیت اُس نے قرار  
 دے لی اور ان روحانیت کو سزاوار پرستش سمجھنے لگا۔ پھر حیدر عہد کے بعد ان سب حانیات  
 کو باہم خلط ملط کر کے ایک روح قرار دے لی جو تمام عالم پر محیط اور حاوی اور سب کائنات  
 میں ساری و طاری ہے۔

بت پرستی ایک مقدمہ توحید اور حلول کا ہے اور جب یہ تینوں اعتقادات ہوا کو پہونچ جاتے ہیں  
 تو باہم خلط ملط ہو کر ایک اعتقاد ہو جاتا ہے زمانہ سلف میں مذہب زردشت میں حلول اعتقاد  
 بہت کم تھا اور یزدانی مذہب اُس کے بعد پیدا ہوا تھا۔  
 اور مذہب افلاطونی خود مشرقی خیالات سے پیدا ہوا تھا اور اُس کی تاثیر دین حنی پر بہت کچھ



ہوئی غالباً عشر ربانی کا اعتقاد عیسائیوں نے اپنے فلسفہ افلاطونی یعنی حکمت اشراقیہ سے اخذ  
 کیا ہے۔ قرن اول وسط میں جو صوفی یورپ میں ہوئی ان کے مسلک کا دار و مدار صرف اسی مسئلہ  
 پر تھا۔ مشائخ یورپ میں سے فقط ایک شخص جو ٹائٹس اسکٹس اس سے مستثنیٰ تھا جس مسلک  
 کا نام تصوف ہی یعنی جذبہ معرفت الہی اس کو یورپ میں مسلمانوں ہی نے جاری کیا تھا۔ اور  
 مسلمانوں میں تصوف کا مآخذ اور منشأ وہ احادیث نبوی ہیں جن میں آنحضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے باری تعالیٰ کی نسبت فرمایا ہے کہ اُس کی قدرت کا ماہ اور حکمت بالغہ از ثراے  
 تاثر یا سب اشیا میں ساری طاری ہے اور جس خضوع و خشوع اور حضور قلب اور محویت  
 اور وجد کے ساتھ حضور علیہ السلام عبادت خدا فرماتے تھے وہی اس مسلک کی مؤید ہے  
 الغرض ان وجوہ سے مسلمانوں میں فلسفہ اشراقیہ پیدا ہوا جس کا نام تصوف ہے اور  
 بلاد مغربی میں مسلمانوں میں فلسفہ اشراقیہ یعنی افلاطون کے اقوال کا جاری ہونا اس مسلک  
 تصوف کا اور زیادہ معین ہوا۔ اور ممالک ایشیا میں امام ابو حامد محمد غزالی صاحب احیاء  
 العلوم اور ممالک یورپ میں ابن طفیل بہت بڑے عالم اور پیشوا فلسفہ اشراقیہ یعنی  
 تصوف کے گذرے ہیں۔ امام غزالی کو جب کسی فلسفہ سے اطمینان نہ ہوا جس کی  
 بنیاد مشاہدہ اور عقل پر تھی تو تصوف کو بے خدشہ سمجھ کر اس مسلک کو اختیار کر لیا۔ پس  
 اُس وقت سے انہوں نے فلاسفہ کو برا سمجھ کر اور اُس کے اقوال کی چہار شروع کر دی  
 امام غزالی کے اعتراضات اکثر شیخ الرئیس ابو علی ابن سینا اور مشائخ پر ہیں۔ اور انہیں  
 کے زور قلم سے یہ مسلک ممالک مشرقی کے مسلمانوں میں شائع ہوا اس اجمال کی تفصیل اُس تفسیر  
 سے خوب ظاہر ہے کہ جو خواجہ عبید اللہ نے تفسیر حسینی میں سورۃ الفاتحہ کے بیان کی  
 ہے اشدنا الصراط المستقیم یعنی تباہے ہم کو وہ راستہ جس سے تجھ تک پہنچ جائیں  
 اور اپنی محبت ہمارے دل میں پیدا کر کہ خود تیرا جو ہر محبت ہے اور خلاص کر ہم کو ہر چیز سے  
 جو ہم کو تجھ سے دور رکھتی ہو اور ہم کو وہ راہ تباہے جس میں ہم تیری سوا کسی کو نہ دیکھیں

۱۰  
 یہ رائے مانیں کہ اس فلسفہ  
 و مذاکرہ کی جو صورتیں  
 و تفسیریں مذکور ہیں  
 منقذی ہوں کہ اس میں  
 علوم و فنون کے اسرار  
 اس میں غیبی باتیں  
 یورپ میں مسلمانوں  
 اور اندلس میں مسلمانوں  
 کا یہ فلسفہ اشراقیہ تھا۔  
 اس کے حکماء اندلس کے  
 یہ فلسفہ جو مسلمانوں  
 میں ۱۰۱۲ء

امام کا تصوف



اور تیرے سوا کسی کو نہ ٹھیں اور تیری سوا کسی کا عشق نہ رکھیں اور امام غزالی کو بعد  
بڑے بڑے علماء اور مشائخ صوفیہ گذرے، اور ممالک شریفی کے مسلمانوں میں جو سب سے  
زیادہ کامل العقل تھے انہوں نے فلسفہ اشراقیہ یعنی تصوف اختیار کیا مولانا جلال الدین رومی  
جن کی مثنوی کی شرف و فیضیت کے اظہار کو یہ شعر کافی ہے۔

مثنوی مولوی مثنوی چہست قرآن و زبان پہلوی و حکیم ثنائے جن کو خود مولانا رومی نے  
اپنے اوپر ترجیح دی ہے۔ فرید الدین عطار شمس الدین حافظہ خاقانی معلم الاخلاق۔  
شیخ سعدی شیرازی ملک الشعراء مولانا نظامی علیہ الرحمہ یہ سب صوفی تھے بعض نے  
خود سی کو بھی گروہ صوفیہ میں لکھا ہی چونکہ صوفیہ کے ایک اخلاق کا دار و مدار بالکل عشق خدا  
پر ہے اور اس اعتقاد کو وہ مکروہ جانتے ہیں کہ احکام و عبادات شرعیہ کی اصل خوف جہنم ہے  
ایک صوفی سے کسی نے پوچھا کہ بڑے لوگ کون ہیں تو اُس نے جواب دیا کہ وہ لوگ جو خدا  
کی عبادت طمع ثواب یا خوف عذاب سے کرتے ہیں۔ تب سائل نے پوچھا کہ آپ  
کس نیت سے خدا کی عبادت کرتے ہیں اُس صوفی نے جواب دیا کہ اُس کے عشق سے  
اور اس دعوے کی دلیل اُس حدیث کو گردانا جس میں آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
نے فرمایا ہے کہ خدائے عشق کو تلو حصوں میں منقسم کیا اُن میں سے ۹۹ حصے اپنے  
لئے مخصوص رکھے اور ایک حصہ بنی آدم کو عطا فرمایا چنانچہ دنیا میں حسب قدر عشق ہے۔  
وہ اُسی ایک جزو سے پیدا ہوا ہے اور اُسی جزو کی برکت سے بنی آدم ایک دوسرے  
منیت رکھتے ہیں اور سب سے زیادہ تقرب بندہ کو اپنے پیوند سے اس وقت حاصل ہوتا ہے جب  
اُس کا دل عشق خدا میں بالکل محو ہوتا ہے۔

سب سے پہلے کون شخص صوفی کہلا یا۔

حضرت مولانا جامی علیہ الرحمہ نفحات میں فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت ابوالشام رحمۃ اللہ علیہ  
صوفی کے نام سے مشہور ہوئے جو کوفہ کے رہنے والے تھے اور شام میں شیخ وقت تھے



اور ہم عصر حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر ابو ہاشم صوفی نہ ہوتے اور  
 وقائق ریا کے بیان نہ فرماتے تو مجھے کو وقائق ریا کی معرفت نہ ہوتی اور ابو ہاشم کے دیکھنے  
 سے پہلے میں نہ جانتا تھا کہ صوفی کیا ہوتا ہے پہلے اُن سے جو بزرگ ہوئے وہ زہد و رعب  
 اور طریق توکل اور محبت میں اچھے معاملات رکھتے تھے لایہ نام نہ رکھتے تھے اور سبک  
 پہلے جو صوفی نام ہوا وہ ابو ہاشم رحمۃ اللہ علیہ کا ہوا اور انہوں نے ہی رملہ شام میں۔  
 صوفیوں کیلئے خانقاہ بنوائی انتہی۔ اور حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ جو بڑے محب  
 الہی اور مقبول بارگاہ نامتناہی ولی کامل اور صوفی مکمل تھے جن کے نام مبارک سے  
 ایک جہان واقف ہی اور جو شاگرد حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اور مرید  
 حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ اور تربیت یافتہ حضرت علی بن موسیٰ رضا رحمۃ اللہ علیہ  
 کے تھے اور مرشد حضرت سرسی سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے یعنی دادا پیر سید الطائفہ حضرت جنید  
 بغدادی کے تھے جنکا وصال ۲۸۰ ہجری میں ہوا وہ تصوف کے باب میں فرماتے  
 ہیں التّصوّف الاخذ بالحقائق والیاس ممافی ابیدی الخلاق یعنی تصوف گرفتن  
 حقائق است و گفتن وقائق و نومید شدن از آنچه در دست خلائیق است یعنی تصوف  
 حقائق کا پانا اور پکڑنا اور وقائق کا کہنا اور جو کچھ خلائیق کے ہاتھ میں ہو اُس کی طرف  
 نظر نہ کرنا اور اُس سے ناامید ہونا یہ کلمہ الاخذ بالحقائق بڑا پر مغزا اور پر معنی ہے اور  
 قابل اس کے ہے کہ اس کی تشریح کا حلقہ کی جائے مگر فرصت قلیل قتل کے لاکھوں۔  
 امیدوار قائل خلیل وار کہ ہر ہو کہ ہر نہ ہو۔

علم تصوف کیا ہے اور صوفی کس کو کہتے ہیں

اب ہم کو یہ بتا دینا چاہیے کہ علم تصوف کیا ہے اور صوفی کسے کون لوگ مراد ہیں حضرت  
 ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ سے کسی نے پوچھا کہ صوفیہ کون لوگ ہیں تو آپ نے اس کے  
 جواب میں فرمایا ہمد قوم انفسہم اللہ عنہ وجعل علی کل شیء قاضیاً لہما للہ عنہ وجعل



علی کل شئی یعنی وہ لوگ ہیں جنہوں نے خدائے پاک کو ساری چیزوں پر اختیار کیا ہے  
 اور خدائی پاک نے اُن کو ساری چیزوں سے چُن لیا ہے اور اپنا مقبول بنا لیا ہے۔ دوسرے  
 موقع پر آپ فرماتے ہیں کہ صوفی مرد بیت کہ خدائے ربہمہ چیز گزیند یعنی صوفی وہ ہے  
 جو خدائی غرور جل کو ساری چیزوں پر اختیار کرے۔ اور حضرت عبداللہ شری علیہ الرحمۃ سے  
 کسی نے دریافت کیا کہ صوفی کس کو کہتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ صوفی اُن است کہ صاف بود  
 از کد و پر شود از فکر و در قرب خدا منقطع شود از بشر و یکساں شود در چشم او خاک و زر یعنی  
 صوفی وہ ہے کہ تمام کد و رتوں سے صاف ہو جائے اور فکر سے پُر ہو جائے اور خدائے  
 پاک کے قرب میں (او صاف) بشریت سے منقطع ہو جائے اور اُس کی نظر میں مٹی اور سونا  
 یکساں ہووے۔ اور حضرت ابو حفص خدا و رحمۃ اللہ علیہ نے اس علم کی تعریف اس مختصر  
 جملے میں ادا فرمائی ہے کہ ہمہ اوست یعنی تصوف ہمہ اوست کا نام ہے اور حضرت  
 جنید بغدادی علیہ الرحمۃ نے ایک موقع پر صوفی کی یہ تعریف فرمائی ہے کہ صوفی اُنست کہ  
 دل او چوں ابراہیم سلامت یافتہ باشد از دوستی دنیا و بجا آردہ فرمان خدا بود و تسلیم او  
 چوں تسلیم اسمعیل۔ و اندوہ او چوں اندوہ داؤد۔ و فقر او چوں فقر عیسیٰ۔ و صبر او چوں  
 صبر یوب۔ و شوق او چوں شوق موسیٰ در وقت مناجات اخلاص او چوں اخلاص محمد  
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یعنی صوفی وہ ہے کہ اُس کا دل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح دنیا  
 کی دوستی سے سلامت ہو اور خدائی پاک کے فرمان کا بجالانے والا ہو اور اُس کی تسلیم  
 حضرت اسمعیل علیہ السلام کی طرح ہو۔ اور اُن کا اندوہ مثل اندوہ حضرت داؤد علیہ السلام کی  
 ہو۔ اور اُن کا فقر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مانند ہو۔ اور صبر حضرت یوب کی طرح ہو۔ اور  
 شوق میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح وقت مناجات کے ہو۔ اور اُن کا اخلاص ان حضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم کی مانند ہو جب صوفی ہے والا نہیں۔ اور حضرت خواجہ مرعش  
 رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تصوف حسن خلق است یعنی تصوف خلق حسن کا نام ہے



دوسرے موقعہ پر فرماتے ہیں کہ تصوف حالتیست کہ غائب گردانند صاحب آل را از گفتگو و دمی  
برود تا خدا۔ و از اینجا بیرون گردانند تا خدا بماند و نیست شود۔ یعنی تصوف ایک حالت ہے  
کہ جس پر وہ (حالت) طاری ہو اس کو گفتگو سے غائب کر دیتی ہے اور خدا تعالیٰ تک  
پہنچاتی ہے اور وہاں سے اُس وقت واپس لاتی ہے کہ وہ شخص انیست ہو جائے۔ اور  
خدا تعالیٰ ہی رہ جائے مطلب یہ کہ فنا فی اللہ ہو جائے۔ حضرت عمر بن عثمان مکی علیہ الرحمۃ  
نے تصوف کی تعریف یوں فرمائی ہے تصوف آنست کہ بندہ در ہر وقت مشغول کچیزے  
بود کہ در آن وقت اولے تر بود۔ یعنی تصوف وہ ہے کہ بندہ ہر وقت میں ایسی چیز کے ساتھ  
مشغول ہو جو اُس وقت میں سب سے اولے تر ہو۔ یعنی خدائے پاک کی یاد۔ اور حضرت  
بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ صوفی آنست کہ دل صاف دارد با خدا یعنی  
صوفی وہ ہے کہ خدا کے ساتھ دل صاف رکھے یعنی دل میں ماسوی اللہ کو جگہ نہ دی۔ اور  
حضرت ابوالحسن نوری علیہ الرحمۃ نے کھلے کھلے لفظوں میں یہ تفصیل فرمادیا کہ تصوف نہ علوم  
است نہ رسوم۔ اگر علوم بودی بہ تعلیم حاصل شدی۔ و اگر رسوم بودی بحجابہ بدست آمدی۔  
بلکہ اخلاق است تخلقوا باخلاق اللہ و تخلق خدا بیرون آمدن نہ بر رسوم دست دہنہ معلوم  
یعنی تصوف نہ علوم ہیں نہ رسوم کیونکہ اگر علوم ہوتا تو پڑھنے سے حاصل ہو جاتا اور اگر  
رسوم ہوتا تو مجاہد کے ساتھ حاصل ہو جاتا بلکہ تصوف نام اخلاق کا ہے یعنی خدائے  
پاک کے خلق کے ساتھ ہر ایک سے پیش آنا یہ تصوف نہ رسوم سے ہاتھ آتا ہی نہ علوم سے  
حاصل ہوتا ہے۔

حضرت خواجہ عبید اللہ احرار علیہ الرحمۃ نے تصوف کا خلاصہ ان چند اور مختصر الفاظ میں  
فرمایا کہ علوم متداولہ کا خلاصہ علم تفسیر اور حدیث اور فقہ ہے اور ان تینوں علموں کا خلاصہ  
علم تصوف ہی اس سے ثابت ہوا کہ علم تصوف علم شریعت کا مغز ہے۔ اور حضرت ابوعبید اللہ  
مہربن الفضل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صوفی آنست کہ صافی شود از بلا و غائب شود



از جملہ عطا ہائے صوفی وہ ہے جو تمام بلاؤں سے صاف ہو جائے اور خدائے پاک کی عطاؤں میں غائب ہو جائے۔

حضرت ابوالحسن خرقانی رحمہ کا قول ہے کہ صوفی آنست ہر سخنے کہ گوید شنودہ آن خدا را بیند یعنی صوفی وہ ہے کہ جب کلام کرے تو سننے والی کو معرفت الہی حاصل ہو جائے۔ یعنی ہر بات میں خدائے تعالیٰ کا ادب ملحوظ رکھے۔

حضرت منصور صلاح کو جب سولی پر چڑھانے لگے تو حضرت شبلی علیہ الرحمۃ بھی سامنے کھڑے تھے آپ نے حضرت منصور صلاح سے پوچھا کہ یا تصوف یا صلاح۔ یعنی اسے صلاح تصوف کیا ہے آپ نے فرمایا کہ کترین آن این است کہ مے بیند۔ یعنی سب کم درجہ یہ ہے کہ جو تم دیکھ رہے ہو۔ حضرت شبلی نے پھر سوال کیا کہ بلند تر کدام است یعنی اُس کا اعلیٰ درجہ کونسا ہے۔ حضرت منصور نے جواب دیا کہ شمال البراں راہ نیست یعنی تمکو وہاں تک رسائی نہیں ہے اس سے معلوم ہوا کہ تصوف کوئی سہل امر نہیں ہے بلکہ بہت سخت ایک راہ دشوار گزار ہے جس کی ادائے ادائے گھائیوں میں بڑے بڑے ادوی العزم اولیاء اللہ ہلاک ہو گئے اور کچھ تپانہ چلا حضرت غوث الثقلین قطب الکونین مولانا شیخ غیب القادر حیدرانی رضی اللہ عنہ کے مروجی ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں ایک پہاڑ کی گھاٹی میں عبادت خداوند جل و علما میں مشغول تھا اور رات کا وقت تھا کیا دیکھتا ہوں کہ یکایک تمام عالم انوارات سے منور ہو گیا اور اُس کی کچھ ایسی روشنی تھی کہ نہ آسمان تھا نہ زمین تھی بلکہ ایک صورت نورانی نمودار تھی میں اُس کو دیکھ کر عالم حیرت میں پڑ گیا کہ یکایک اُس صورت نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا کہ اے عید القادر ہننے پیری کل عبادتیں قبول کیں اس جملہ پر مجھ کو کمال درجہ مسترت حاصل ہوئی اور ساتھ ہی اسکے کہا کہ اے عید القادر ہننے منہیات شرعیہ تجھ پر حلال کیں اس کو شکر میں نے فوراً لا حول پڑھی کیا دیکھتا ہوں کہ آن واحد ہیں وہ صورت نورانی شکل ظلمانی ہو کر زمین پر گری اور متادعی غیب نے ندا دی کہ شاہ با شش



عبدالقادر کہ یہ تیرا ہی کام تھا کہ جو اس مقام سے بجزیرت گذرا اور نہ بڑے بڑے اولیاء اللہ  
مائے پڑے ہیں اس حکایت سے معلوم ہوا کہ تصوف کے واسطے علم کا ہونا بھی شرط  
ہے جیسا کہ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ بے علم نتوان خدا را شناخت۔

بوجہ طوالت ہم اقوال صوفیہ کو پورے طور پر نہ لکھ سکے اور نہ ہمارا ارادہ تھا کہ ہم سب  
اقوال صوفیہ کہیں اب ہمیں یہ دکھانا ہی کہ صوفیہ کے نزدیک مسئلہ وجود کی کیا حقیقت ہے  
گو یہ بحث بھی بہت طوالت کے ساتھ کتب تصوف میں موجود ہی مگر فی ہمارا مذاق  
تصوف ہم کو اجازت دیتا ہے کہ ہم اس مقدمہ کتاب کشف المحجوب کے ترجمہ میں اول تاریخ تصوف  
اور علی مخدوم ہجویری مصنف کتاب کشف المحجوب کے کچھ مختصر حالات سے بھی اپنے  
ناظرین کو آگاہی دیں کہ علم تصوف میں یہ کس پایہ کی کتاب ہے اور مصنف علیہ الرحمۃ کس رتبہ  
کا ولی اللہ ہے اور ہم نے ترجمہ اردو کس محنت سے حسب اشارت فیض بنیاد و لطائف مجتہد ماوانی  
مخلصان جناب حاجی چراغ الدین و سراج الدین صاحب تاجر کتب لاہور کشمیری بانار  
کے اصرار سے کیا کہ ترجمہ کو اصل کتاب بنادیا اور اسی رعایت سے ہم نے اس ترجمہ کا نام  
برعایت اپنے نام کے ظہیر المطلب فی ترجمہ کشف المحجوب لکھا خدا تعالیٰ قبول عام فرمائے  
بمنہ و کرمہ۔ العبد

خادم الفقرا فقیر ظہیر احمد شاہ ظہیری السہسوانی مقیم بدایوں مولوی محمد مستقیم  
کتاب کشف المحجوب ۲۳ جون ۱۹۰۶ء مطابق ۱۲ جمادی الثانی ۱۳۲۶ھ

## مسئلہ وحدۃ الوجود

صوفیہ کے نزدیک یہ مسئلہ تین قسم پر ہے اول واجب الوجود وہ کہ جانب وجودی ضروری ہو  
اور جانب عدمی محال ہو۔ دوم ممکن کہ جس کا عدم ضروری ہو اور وجود مستلزم محال کو ہو  
سوم ممکن وہ کہ وجود و عدم ہر دو برابر ہوں یعنی نہ وجود ضروری ہو نہ عدم اور اصطلاح



صوفیہ میں واجب الوجود کے واسطے تنزلات خمسہ ہیں تعین اول کا نام وحدت ہے اور  
ثانی تعین کا نام احدیت ہے اور تعین ثالث کا نام تعین روحی اور تعین رابع کا نام مثالی  
اور تعین خامس کا نام تعین جسدی ہے اور تعین اول کہ جسکو وحدت کہتے ہیں وہ علم اجمالی سے  
عبارت ہے جس کی صفت یہ ہے کہ منشار ہو واسطے علم تفصیلی کے معنی ایک شے بسیط جس میں  
صلاحیت کثرت کے پیدا کرنے کی ہو اسکو علم اجمالی کہتے ہیں اور تعین ثانی احدیت کی عبارت  
ہی علم تفصیلی سے اور نیز اس تعین ثانی کو ایمان ثابتہ و حقائق ممکنات بھی کہتے ہیں یعنی یہ تعین  
کہ عبارت ہے علم تفصیلی سے جو حقائق ممکنات کی ہے یہی ثلثہ باقیہ عبارت ہے عکس یعنی  
پرتوہ حقائق ممکنات و ایمان ثابتہ سے اور تعین اول و ثانی مرتبہ و جوب کو ثابت کرتی ہے  
کیونکہ وہ عبارت علم سے ہے تو منشار و جوب کا ہوں گے اور تعینات ثلثہ باقیہ کو تعینات  
خارجیہ کہتے ہیں یعنی تعین روحی و تعین مثالی و تعین جسدی کہ مرتبہ و جوب میں کچھ دخل  
نہیں بلکہ مرتبہ و جوب سے خارج ہیں کیونکہ یہ تعینات عبارت ہے ضد واجب و ضد علم  
واجب سے اور یہی تعینات ثلثہ مرتبہ امکان میں ہوتی ہیں گسواسطے کہ یہ تعینات درجہ  
و علم واجب کے غیر ہیں اور غیر واجب نہیں ہوتا مگر ممکن اور نزدیک اصحاب صوفیہ کے یہ  
تعینات خارجہ جو کہ منشا امکان ہیں محل ترتب آثار اور محل تکلیف احکام ثواب و عذاب  
کا ہے اور جزا و سزا ان ہی تعینات خارجہ کو ہوتی ہے بخلاف تعین وحدت و احدیت کے  
کہ وہ عین واجب تبارک کے ہیں وہ محل ترتب آثار خارجہ و محل تکلیف احکام ثواب و عذاب  
کے نہیں ہو سکتا اور تعینات خارجہ یعنی تعین روحی و مثالی و جسدی عین ذات ممکن کے  
ہیں اور ذات ممکن ہی مصداق تکلیف احکام ثواب و عذاب کے واسطے مقرر ہوئی ہے  
اور واضح ہو کہ اصطلاح صوفیہ میں جو کہ کلمہ حمد دست و وحدہ قال جو کہ شہور ہے وہ باغیہ  
مرتبہ تعین وحدت و احدیت کے ہے جو کہ مرتبہ تعین وحدت کا منشار ہوتا ہے۔ واسطے  
امور کثیرہ کے ابتدا امور کثیرہ کو عین واجب کہتے ہیں یا غلبہ منشار واحد کے اور مرتبہ احدیت



میں باعتبار تفصیل کرنے کے اتحاد ہی حکم و اعیان ثابتہ و حقائق ممکنات سے تعبیر کرتے ہیں  
 اور غنیت موافق صور علیہ کے ہے اور صوفیہ کی یہ مراد ہمہ اوست سے نہیں ہے کہ جمیع  
 موجودات خارجہ عین واجب تعالیٰ کی ہیں کیونکہ یہ موجودات خارجہ محل تربت عذاب  
 و ثواب کا ہے۔ اور واجب مراد میرا ہی کہ محل ہو ثواب عذاب کا تو معلوم ہوا کہ موجودات  
 خارجہ عین واجب تعالیٰ کے نہیں ہو سکتی بخلاف تعین وحدت و احدیت کے کہ وہ عین  
 واجب تعالیٰ کے ہیں کیونکہ ہر دو مرتبہ مانند باری تعالیٰ کے ہیں باعتبار عدم ہونے  
 محل ثواب و عذاب کے اور اس معنی کے موافق صوفیہ ہمہ اوست کہتے ہیں اور اس میں کچھ  
 خرابی نہیں ہے اور جو لوگ مسئلہ وحدۃ الوجود کو مخالف شرع کے کہتے ہیں یہ صحیح نہیں کیونکہ  
 بوجہ بے خبر ہونے اُن کے علم عقلیہ سے لفظ مخالفت کا کہتے ہیں چونکہ علوم عقلیہ سے  
 واقف نہیں ہوتے اس لئے مسئلہ وحدۃ الوجود کا پوری طور سے اُن کی عقل میں نہیں۔  
 آسکتا بلکہ تا وقتیکہ علوم عقلیہ منطقی و فلسفہ وغیرہ میں واقفیت نہ ہو اس مسئلہ کو سمجھنا نہایت  
 مشکل ہے حضرت شیخ محی الدین ابن اعزلی قدس سرہ جو کہ مقتدرائی و امام صوفیہ متاخرین کے  
 ہیں فرماتے ہیں کہ اسماء و صفات واجب کے عین ذات واجب تعالیٰ کے ہیں۔ اور  
 اسی طرح صفات کو بھی اتحاد آپس میں ہے مثلاً علم و قدرت عین ذات واجب کے ہیں۔ تو  
 آپس میں بھی ایک دوسرے کے عین ہو گا یعنی عالم عین قدرت کے ہے اور قدرت علم  
 کے پس ذات واجب صفات و اسماء میں کسی طرح کی جدائی نہیں ہے اور نہ کثرت و نہ تباہی  
 ہے بلکہ تباہی باعتبار تعین مرتبہ کے ہے اگر تمیز اجمالی ہے تو اس کا نام وحدت ہے اور اسکو  
 ہی حقیقت محمدیہ کہتے ہیں اور اگر تمیز تفصیلی ہے تو اس کا نام احدیت ہے اور اسکو حقائق  
 و ممکنات و اعیان ثابتہ کہتے ہیں اور اُن ہر دو وحدت و احدیت کے واسطے وجوب  
 کا ثبوت ہے اور یہ کثرت کہ خارج ہیں موجود ہے اس اعیان ثابتہ کا عکس ہی یعنی پرکھ ہے  
 اور کثرت خارجہ کی تین قسمیں ہیں قسم اول روحی دوم قسم تعین مثال قسم سوم تعین جلدی



کہ ساتھ جسم کے تعلق رکھے اور ان تعینات کو خارجہ بھی کہتے ہیں اور ان ہی کے واسطے  
 امکان کا ثبوت ہے۔ ان پانچوں تعینات کو اصطلاح صوفیہ میں تنزلات خمسہ کہتے ہیں۔  
 اور چونکہ صوفیہ کے نزدیک غیر علم واجب کے اور غیر اسما صفات واجب تعالیٰ کے کسی کا وجود  
 نہیں ہے اسی واسطے کلمہ ہمدوست و وحدۃ الوجود کا کہتے ہیں اور حکم ساتھ اتحاد کے کرتے ہیں حال  
 یہ ہے کہ صورت اس زید کی عین مطابق اُس زید کے ہو جو کہ اعیان ثابتہ و حقائق ممکنات  
 میں موجود ہے جسکو صورت علیہ کہتے ہیں بعینہ صورت زید وہاں موجود ہے اسی طرح صورت جمیع  
 موجودات خارجہ کی موافق صورت موجودہ اعیان ثابتہ کے ہے یعنی مرتبہ تعین احدیت میں  
 جیسی صورت ہوتی ہے اسی طرح کی صورت موجودات خارجہ میں ہوتی ہے یہی موافقت  
 ہر دو صورت کی سبب ہمدوست کہنے کا ہے لیکن یہ مراد نہیں ہے کہ موجودات خارجہ اور  
 اعیان ثابتہ شے واحد ہے کیونکہ موجودات خارجہ امکان کو مستلزم ہے اور اعیان ثابتہ  
 وجوب کو اور درمیان وجوب امکان کے اتحاد محال ہے پس تصریح مذہب شیخ  
 محی الدین ابن اعربی کی یہ ہے کہ نزدیک صوفیہ کرام کے یہ موجودات خارجہ امکانیہ عکس  
 یعنی پرتوہ اعیان ثابتہ کا ہیں اور اعیان ثابتہ عبارت ہے صورت علیہ عبارت ہے  
 علوم تفصیلی سے اور علم نہ عین ذات اللہ تعالیٰ کا ہے بحسب المفہوم کے اور نہ غیر باعتبار وجود  
 کے یعنی ممکن زید موجود خارجی کہ عکس و پرتوہ اعیان ثابتہ کا ہے کہ عبارت علم سے ہے اور  
 وہ علم نہ تو عین ذات اللہ تعالیٰ کا ہے باعتبار مفہوم کے کیونکہ مفہوم واجب کا ہے یہی کہ جو ذات  
 مستجمع ہو جمیع صفات کمال کو اُسکو واجب کہتے ہیں اور مفہوم علم کا دانستن ہی ان ہر دو  
 مفہوم میں مغایرت ظاہر ہے عنایت محال ہے اور علم واجب کا واجب کے عین ہے۔  
 باعتبار وجود کے کیونکہ واجب کا وجود علیحدہ نہیں ہے علم اپنے سے بلکہ جو وجود واجب تعالیٰ  
 کا ہے وہی وجود علم واجب کا ہے پس عنایت باعتبار وجود کے ظاہر ہے بعد تمہید مقدمہ ہذا کے  
 معلوم ہوا کہ عمل کرنا علم واجب کا ذات واجب پر صحیح ہے کیونکہ عمل کی یہ تعریف ہے کہ وہ



دو شے جو کہ مفایر باعتبار مفہوم کے ہوں اُن کا متحد ہونا باعتبار وجود کے تو یہ کہنا صحیح ہے ہر واجب  
 لا علم یعنی واسطے واجب کے علم ہی مراد ہے کہ علم واجب واجب پر باعتبار حمل اشتقاقی کے  
 جو کہ بواسطہ ذوالہ و فی کے ہوتا ہے محمول ہونا جائز ہے نوجہ علم واجب واجب پر محمول  
 ہو سکتا ہے تو ممکن جو کہ عکس پر توہ علم واجب تعالیٰ کا ہی اس کا بھی حمل صحیح ہو گا تو ہم کہہ سکتے  
 ہیں کہ یہ زیر شخص خارجی موجود بعینہ مطابق اُس زیر کے ہے جو کہ علم واجب میں موجود ہے  
 اس مطابقت کی وجہ سے ہمہ اوست کا کہنا صحیح ہے اور یہی مذہب حضرت مجدد الف ثانی  
 صاحب جو کہ پیر شاہ ولی اللہ صاحب شاہ عبدالغزیز صاحب کے تھے اپنی مکتوبات میں  
 اس طرح تحریر فرماتے ہیں بطریق نقل مذہب اصحاب وحدۃ الوجود کہ بقول اکثر صوفیہ علی الخصوص  
 متاخران ایشان ممکن را عین واجب تعالیٰ دانستہ اند و صفات و افعال آنہا عین صفات  
 و افعال او تعالیٰ انگاشتہ میگونید و اللہ ہمہ اوست ثم باللہ ہمہ اوست اور شاہ  
 عبدالغزیز صاحب نے تحفۃ اشنا عشریہ میں لکھا ہے کہ مسئلہ وحدۃ الوجود کی نسبت طرف شیخ  
 فرید الدین عطار اوجہ می و شمس الدین نیریزی کے حکیم ثنائی و مولانا روم و حافظ شیراز  
 و حضرت خواجہ قطب الدین دہلوی کے ہی اور یہی مذہب امام شافعی کا بھی ہے اور فقیر  
 ظہیر احمد ظہیری سہسوانی مترجم کتاب کا تو یہ مذہب ہی جیسا کہ اُس نے اپنی رباعی  
 سے ظاہر کیا ہے اور اس مذہب کو اُس نے اپنی کتاب حجۃ الشہود فی وحدۃ الوجود میں شرح  
 و مفصل لکھا ہے اور وہ رباعی یہ ہے رباعی فقیر ظہیری مترجم کتاب

عین است عیاں بہرہ ماہست در دیر بدل بجان کجہ ہمہ اوست  
 لا حول ولا قوۃ الا باللہ باللہ ہمہ اوست ثم باللہ ہمہ اوست

اور جو لوگ مسئلہ وحدۃ الوجود کو خلاف شرع کہتے ہیں وہ غلطی میں ہیں اور وہ بالکل علوم  
 عقیدہ سے بے بہرہ ہیں کیونکہ ممکن کے واسطے دو وجود ہیں ایک وجود اجمالی دوسرا تفصیلی اور  
 ممکن باعتبار وجود اجمالی اپنی کے جو کہ منشاء و سبب وجود تفصیلی کا ہوتا ہے اسی اعتبار سے عین



ذات واجب تعالیٰ کا ہے اور کلمہ ہمہ اوست باعتبار وجود اجمالی کے ہی کہنا درست ہی مثلاً زید  
 موجود کا حمل کرنا ذات واجب پر درست ہی یعنی یہ کہنا کہ ہمہ اوست زید واجب خدا ایک ہیں۔  
 باعتبار وجود اجمالی کے جو کہ محل ترتیب احکام ثواب عذاب کا ہی اس اعتبار سے ممکن کو عین واجب  
 کہنا کفر ہی کیونکہ ممکن اس وجود تفصیلی سے قابل جزا و سزا کا ہے بخلاف واجب تعالیٰ کے کہ وہ  
 منزہ و مبرا ہی جزا و سزا سے اسی ہی اعتبار سے محل ممکن کا واجب پر صحیح نہیں خلاصہ یہ کہ  
 ممکن حادث کے دو وجود ہیں اجمالی و تفصیلی لہذا ممکن باعتبار وجود اجمالی کے کہ عبارت منشار  
 سے ہی عین واجب تعالیٰ کے ہے جیسا کہ صوفیہ وجود یہ کہتے ہیں اور ممکن باعتبار وجود  
 تفصیلی کے مغایر بالذات واجب کے ہی محل ممکن کا واجب پر غیر جائز ہے جیسا کہ شہود یہ  
 کہتے ہیں پس نزاع فریقین میں لفظی ہی نہ معنوی ہی یہی صوفیہ کرام کا مذہب ہے اور  
 تقریر ہمہ اوست کی باعتبار اصحاب منطق و فلاسفہ کے یہ ہی کہ تقریر ہمہ اوست موقوف ہے  
 تحقیق وجود پر لہذا اول ہم وجود کو بیان کرتے ہیں واضح ہو کہ وجود کی دو قسمیں ہیں ایک  
 وجود مصدری جس کا ترجمہ بودن یعنی ہونے کے ساتھ ہوتا ہے اور یہ وجود مصدری شری غیر واقعیہ  
 سے ہی اس کا خارج میں ثبوت نہیں بلکہ یہ ایک امر اعتباری ہی کہ وجود حقیقی سے موجود ہوتا ہے  
 اور وجود حقیقی کے عدم سے معدوم ہوتا ہے اور یہ وجود مصدری کسی پر محمول بالمواطات  
 نہیں ہوتا یعنی بغیر واسطہ ذوالہ و فی کے کسی وجود مصدری کا ثبوت نہیں ہے اور اس سے  
 ہی وجود مصدری کو اصطلاح معقول میں وجود ظلی یعنی پرتوہ وجود حقیقی کہتے ہیں اور یہ وجود  
 بدیہی ہی اور محتاج طرف دلیل برہان کے نہیں ہے اور تمام ممکنات میں شریک ہے۔ یعنی  
 تمام ممکنات کو وجود مصدری عارض ہوتا ہے۔

دوم وجود حقیقی جو کہ منشار انتزاع وجود مصدری کا ہو یعنی جو کہ مصداق اس امر کا ہو کہ  
 وجود مصدری اُس سے سمجھ میں آئے اُس کو وجود اصلی کہتے ہیں اور یہ وجود حقیقی ایک  
 واقعیہ ہی خارج میں بغیر فرض فارض کے موجود ہے اور یہ وجود حقیقی منطری ہی کیونکہ آج تک



نہیں معلوم ہوا کہ عالم کا وجود حقیقی کون ہے حاصل کلام یہ ہے کہ اطلاق وجود کا دو معنی پر ہر  
 ایک وجود مصدری کہ تعبیر کیا جاتا ہے لفظاً و دن سے اور یہ وجود مقولات ثانیہ سے ہے  
 یعنی ظرف عرض اس کا ذہن ہوتا ہے یہ کلام متقدمین سے ثابت ہے دوسرا مصداق  
 و منتشر انتزاع وجود مصدری کا ہے اور اس ثانی وجود کو وجود حقیقی و وجود خاص کیساتھ  
 تعبیر کرتے ہیں اور درمیان اصحاب فلاسفہ کے نزاع واقع ہوا ہے کہ آیا وجود بدیہی تصور ہے  
 یا نظری ایک جماعت اس امر کی فائل ہوئی کہ تصور وجود کا بدیہی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ نظری  
 لیکن امر حق یہ ہے کہ ہر دو فریق میں نزاع لفظی ہی نہ معنوی بلکہ جو وجود کو بدیہی کہتے ہیں وہ  
 وجود مصدری ہے یہ سب ہونے وجود مصدری کے انتزاعات سے اور شے انتزاعی کی حقیقت  
 نہیں ہوتی مگر جو چیز ذہن میں حاصل ہو وہ ہی حقیقت وجود مصدری کی ہے اور جو لوگ نظری  
 کہتے ہیں یا ممتنع التصوُّن کی مراد وجود سے وجود حقیقی ہے جیسا کہ مولانا صدر الدین شیرازی نے  
 حاشیہ شرح شجریدہ میں لکھا ہے دوم یہ کہ بعد اتفاق امر بذاتہ کہ وجود مصدری مشترک ہے درمیان  
 جمیع موجودات کے اور اختلاف ہوا کہ وجود حقیقی آیا زائد ہو اختلاف موجودہ پر یا عین حقائق  
 موجودہ ہے یا مشترک پس ایک جماعت اشاعرہ و معتزلہ اس طرف گئی کہ وجود مشترک ہے۔  
 درمیان موجودات اشعار کے اور قائل ہوئی کہ ابوالحسن الاشعری اس امر کے کہ وجود نفس  
 حقیقت واجب و ممکن کے ہے اور یہی مذہب ابوالحسن بصری کا ہے پس موجودات موافق مذہب  
 ہذا کے حقائق متخالفہ متکثرہ باعتبار ذات کے ہیں اور ہر موجود کا وجود عین اس کی حقیقت  
 کے ہے اور حکماء مشائیین اس امر کے قائل ہوئے کہ وجود نفس ثابتہ واجب کے ہے اور  
 زائد ممکن میں بطور انضمام کے پس وجود واجب کے عین حقیقت ہے اور جمیع ممکنات میں مشترک  
 معنوی ہے باعتبار انضمام کے اور ممکنین کا مذہب ہے کہ وجود صفت قائمہ منضمہ ہر طرف ہریت کے  
 خواہ واجب ہو یا ممکن لہذا جمہور حکماء نے اس امر پر اتفاق کیا کہ وجود مفہوم واحد مشترک  
 ہے وجودات میں لیکن نزدیک متکلیفین کے حقیقت واحد مختلف ہوتی ہے ساتھ قیود اضافت کے



پس وجود معنی زائد ماہیت پر ہے اور ماہیت واجب و ممکن کو وجود منضم ہے یعنی خارج سے وجود ملتا ہے اور نزدیک فلاسفہ کے وجود واجب کا مخالف ہے وجود ممکن کو باعتبار حقیقت کے اور شرکت مفہوم کون میں ہے پس وجود خاص واجب میں عین حقیقت واجب کے ہے اور ممکن میں وجود خارج زائد سے وجود ماہیت ممکن کو ملتا ہے اور حکما اشرقیین کا یہ مذہب ہے کہ وجود حقیقت واحدہ کل موجودات میں ہی مختلف ہوتا ہے ساتھ کمال نقصان کے اور حمل وجود کا اپنی احوال پر موافق تشکیک کے ہے اور گیسو سید محقق طرف اس کے کہ شخص خاص جزئی واجب لذات ہے اور وجود اشبار کا جب ہوتا ہے کہ اول اشبار کی نسبت طرقت کذا نہ کے ہو جیسا کہ شرح مواقف میں مذکور ہے۔ حاصل مراد صوفیہ کے وحدۃ الوجود سے یہ ہے کہ نفس الامریہ یا واجب الوجود ہے یعنی جسکا وجود ضروری ہو یا متمنع الوجود جسکا وجود منع ہو یا ممکن الوجود جسکا عدم وجود برابر ہو اور نفی کے واسطے پانچ مرتبہ ہیں مرتبہ اول ذات واجب تعالیٰ مجرد و خالی ہو ملاحظہ صفات سے جسکو احادیث کہتے ہیں اور باعتبار علم کے اس کو حقیقت محمدی و ملاحظہ صفت وحدت کہتے ہیں مرتبہ دوم عبارت ہی ہونی مرتبہ اول علت و مبداء اسماء و صفات اس ہی مرتبہ دوم کو واجب و قدیم کہتے ہیں اور چونکہ اسماء و صفات اپنی ظہور میں محتاج طرف روح کے ہیں جس کو مثال کہتے ہیں یہ امر مراد ثانیہ ہے اور مقام برزخ جو کہ درمیان ارواح و اجساد کے ہے مرتبہ رابع ہے اور وجود اجساد کو مرتبہ خامس کہتے ہیں یہ تین مرتبہ واسطے ممکن و حادث کے ہیں اور حمل ممکن کا ذات واجب پر باعتبار مراتب ہذا کے محال ہے کس واسطے کہ حمل موطنی اتحاد و معمول کو ساتھ موضوع کے واجب کرتا ہے اور واجب و ممکن میں مغایرت قائم مراتب ہذا کے ہے لیکن باعتبار مرتبہ اول و ثانی کے ممکن واجب میں اتحاد ہے اور اصطلاح صوفیہ میں مقام لا ہوت عبارت نفس ذات واجب تعالیٰ سے ہے اور مقام جبروت عبارت صفات واجب تعالیٰ سے ہے اور مقام ناسوت مراد حقائق امکانیہ سے ہے اب اس بحث محققانہ کو ہم یہاں پر ختم کرتے ہیں اور



گروہ صوفیہ کے دوسرے طبقہ کی طرف متوجہ ہوتی ہیں جن کا یہ خیال ہے کہ جو لوگ مظہر علم و قدرت  
 الہی کے ہوئے اور حضرت وجود کا فیض ناقصا ہی پایا وہ حضرات انبیاء اور گروہ اولیاء ہیں جو  
 چیزوں کے جاننے اور کاموں کے کرنے میں محتاج اسباب اور غیب کے نہیں ہیں۔ چونکہ انبیاء علیہم  
 السلام اُس نور ازل کے ظہور مظہر اکمل ہیں اُن کو کسی طرح اسباب ظاہری کا وسیع نہیں ہی بلکہ اس مظہر  
 وجود کے علم و قدرت کا اُن میں ظہور ہی اُس علم کا نام وحی ہے اور قدرت کا نام معجزہ ہے اور  
 اولیاء کا نور اس اکمل ظہور سے جالمتا ہے اور اُن کے علم اور قدرت کا غنچہ بھی اسی نور ازل کی  
 ہوا سے کھلتا ہے اُن کے علم کا نام الہام ہے اور قدرت کا نام کرامت ہے مگر یہ مقتدر غیر کنہیہ  
 ہوتے اور جو عجائب اور غرائب کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء عظام سے ظاہر ہوں۔ لائق  
 تعجب نہیں کیونکہ یہ تو خدا ہی کے علم و قدرت ہی انبیاء و اولیاء کا تو محض نام ہی اور اس کے  
 سمجھنے میں سب کا کام تمام ہی چونکہ صوفیائے کرام کا مذہب ہی کہ وجود حقیقت واحدہ کا نام ہی  
 اور موجودات پہ کلئہ محیط ہے اور اس کے مقابلہ میں عدم بتلاتی ہیں جس کے وجود کا تحقق مشکل  
 ہے اب رہا موجودات عالم اُس کی دو صورتیں ہیں ایک موجودات وجود مطلق جس سے متلون  
 ہوں دوسرے عدم صرف سے آلاستہ ہوں گو یہ صورت غیر متحقق ہی کیونکہ موجودات کے  
 احکام و آثار مرتب ہوتے ہیں اور جس شے کے آثار و احکام نہ ترتیب پذیر ہوتے ہیں وہ عدم محض  
 نہیں ہو سکتے یہی صورت اول وہ ممکن بلکہ واقع ہی اور اُس کی یہ شان ہے کہ وجود مطلق  
 موجودات آئندہ کی صورت میں متمثل ہوتا رہتا ہی اور حسب موقعہ اور محل ظہور پذیر ہوتا ہے  
 اسی مقام سے تجد و امثال کا مسئلہ پیدا ہوتا ہے جس کو حق سبحانہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں نہیں  
 مراتب کی نسبت ارشاد فرمایا ہے وہو معکم اینما کنتم اور مایکون من بخوی ثلثۃ الا ہو  
 لایبھمہ اور اصحاب ظاہر کا عقیدہ ہی کہ ذات واجب الوجود ضرور ذات کے ساتھ موجود ہے اور  
 غیر متناہی صفات سے متصف ہی اس صورت میں اگر موجود کو بحیثیت مجموعہ موثر مانا جائے  
 تو ترکیب لازم آتی ہی اور اگر واجب کو ایسی ذات قرار دیں کہ وجود کا اختیار و لحاظ نہ کیا جائے



تو ممکن پافاض نور کیسے ہو سکتا ہے اس واسطے کہ جب خزانہ میں ذخیرہ ہی نہ ہو گا تو داد و دہش کیونکر ہو سکتی ہے اور اگر وجود کو موجود قرار دیں اور اُس میں ذات کا اعتبار نہ کریں تو ایسی حالت میں یہ الزام آتا ہے کہ موقر حقیقی ہو کر قائم بہ نفس نہ ہو کیونکہ وجود بنفسہ بغیر ذات کے غیر قائم ہے۔ اب یہ کہنا باقی رہا کہ وجود کی علت خود ذات ہے یا غیر ذات ہے یا محض ذات چو گنگہ جہت سے میرا ہی موثر اور علت نہیں ہو سکتی اور غیر ذات علت وجودیوں قائم نہیں ہو سکتی کہ ذات اپنی تحقیق و ثبوت میں اپنی غیر کی جانب محتاج ٹھہرتی ہو اور محتاج میں کبھی واجب ہونے کی قابلیت پیدا نہیں ہوتی لہذا ذات معہ اپنی تبعین اول کے جو جہات مختلفہ سے جہت ہے وہی علت وجود ہے۔ اسی وجہ سے مسئلہ وحدۃ الوجود کی نسبت اہل اسلام کا ایمان یومنون بالغیب پر ہے اسکا فیصلہ خود خدا کے تعالیٰ نے اپنے قرآن پاک کی سورۃ اخلاص میں فرمادیا ہے صاحب تفسیر خازن کہیں اس سورہ کی شانِ قرآن میں تین سبب بتلاتے ہیں ایک سوال مشرکین کا کہ بتلائے (امی محمد) آپ کا رب کس چیز کا ہے آیا چاندی کا یا سونے کا (۲) یہود نے کہا کہ یہ سر توالہ کا بنایا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ کو کس نے بنایا (۳) نصاریٰ نے بخران نے اللہ تعالیٰ کی ماہیت پوچھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ سورۃ نازل ہوئی یعنی قل هو اللہ احد ۱ اللہ الصمد ۲ لم یلد ۳ ولم یولد ۴ ولم یکن له کفو ۵ احد ۶ مفسرین کہتے ہیں کہ اخذ خبر ہے معرفت نہ لائے کہ دلالت کرے وحدۃ عظمیٰ پر جو منتہا ہی فہم سے اعلیٰ تر ہو پھر وحدۃ نہ اجزائے کثرت سے ہر نہ جنبش عدو سے بلکہ معنی یکتائی و ہمیشائی ہو اور آخر سورۃ میں احد معنی اقل درجہ تعدو ہی ہو کنا یہ بھی ذات پاک سے صمد مقصود سرفار بے نیاز۔ محتاج الیہ بخاری شریف میں ہے کہ صمد وہ سرفار ہے جس پر سبھاوت منتہی ہو۔ کہا ابن عباسؓ نے جس کے سب محتاج ہوں اور صمد معنی قصد ہے پس صمد معنی صمد و جسکی طرف قصد کیا جائے اور کہا مفسرین نے محمد عالم جمیع معلومات حلیم خالق اشیاء کفو ہمسر۔ حاصل کلام آپ کہ دیں اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ اللہ یکتا ہے اللہ بے نیاز ہے جس کے سب محتاج ہیں وہ کیسے محتاج نہیں



رہیں تاکہ صفات ثبوتیہ ہیں ذکر ذات و صفات میں برائیں قاطعہ اور دلائل قاہرہ کے  
 ساتھ کہ نہ کسی کو جانا کسی سے جنایا گیا نہ اس کے لئے کوئی ہمسرہ ہے یہ صفات سلبیہ تاکہ  
 صفات مذکورہ بالا طراز و عکس ثابت ہوں، بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ  
 عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ابن آدم نے جھٹلایا اور اُسے  
 یہ حق نہ تھا مجھے بُرا کہا اُسے یہ نہ سنا نہ تھا جھٹلانا میرا یہ ہے کہ کہتا ہی اللہ نے جس طرح پہلی بات بایا  
 دوبارہ زندہ نہ کر بگاڑ کر ہیں) اور بُرا کہنا یہ ہے کہ کہتا ہی اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے فرزند  
 اختیار کیا حالانکہ میں بے نیاز ہوں نہ جانا نہ جنایا گیا نہ میرا کوئی ہمسرہ ہے۔ احکام واجب  
 ہے اللہ کو احد صمد کہنا اور جانتا ۲۰۔ واجب ہی اللہ کی توحید والوہیت پر استدلال لانا۔  
 ۳۰۔ واجب ہی اس سے نقائص کی نفی کرنا مگر یہ کہ کچھ حکم فرض کفایہ ہیں بقدر ضرورت چند  
 علماء کافی ہیں اس لئے کہ نہ استدلال منصب عوام ہے نہ ضرورت عام لطائف و کلمہ ہوا سماً  
 اشارہ سے ہی اور اشارہ دیدہ و دل کو نگران و متوجہ بنا دیتا ہے پس اشارہ ہی کہ ہماری  
 طرف بدل متوجہ ہو جاؤ پھر اتصال کلمہ (اللہ) مشیر ہے کہ نہ بعد ہے نہ حجاب نہ حالت۔  
 منتظرہ و ادھر سچے دل سے کہا اللہ ادھر حضور ہی محفل تھی۔ اور حضرات صوفیہ ہی سیر الی اللہ  
 کہتے ہیں ۲۰۔ صفت احدیت و صمدیت کا ذکر مشیر ہے کہ اسی قدر کفایت نہ کر اختیار سے  
 و گذر اللہ ہی کو مقصود بنا۔ اس کے عجائبات قدرت پر نظر ڈال اور یہ سب امور بدون  
 قطع مراحل و تحمل مصائب شاق اور غیر ممکن ہیں حضرات صوفیہ اسے سیر فی اللہ کہتے ہیں۔  
 سہ جملہ صفات میں احدیت کی تقدیم چاہی کہ حجاب ہے تو یہ کثرت ورنہ اللہ ہی اللہ ہے  
 ۴۰۔ پھر تکرار کلمہ اللہ میں لطافت قند مکرر ہے یعنی گو اللہ والوں کی رگت ریشوں میں اللہ صمدی  
 اللہ سجدایا ہے تاہم اشارہ ضمیر ہے پس نہ چاہیے خالی ذکر کوئی نہ چاہیے مدح و حمد فرمایا کہ  
 محبوبیت و مقصودیت اللہ ہی کے لئے ہے پھر حضرت صمد سے بے نیازی اور نیاز مندوں سے اُمید  
 چاہہ سازی کسی بے حیائی ہے ۶۰۔ کلمہ کفو محل دلیل نفی تو الہ میں مشیر ہے کہ سلسلہ تو امید



جنسیت میں مقید ہو مثلاً انس و جن یا دوسرے حیوان کی صحبت سے تو والد نہیں ہو سکتا  
 ۷۔ اس میں مسئلہ کفایت نکاح پر اشارہ ہے ۸۔ ولد میں دو اعتبار ہیں ایک یہ کہ حقیقتاً  
 ولد ہو اور اس کے لئے طریق مستمر معلوم ہو اسکے نفی لم یلد سے فرمائی دوسری یہ کہ مجازاً  
 اولاد مانا جائے جیسے متنبہ اسے لم یخذولدا میں رو کر دیا پس جمیع اعتبارات مخالفت باطل  
 ہو گئے اور دلیل اس دعویٰ پر احدیت ہو جو من و پھر بھی اشتراک کو نہیں چاہتی حالانکہ والد  
 و ولد میں جنسیت لازم ہے ۹۔ لم یولد دلیل اس کی صمدیت ہے اس لئے کہ مولود لے نیاز  
 نہیں ہو سکتا ۱۰۔ عجیب امر ہے کہ آج تک سوائے اہل حق کے کسی نے اپنے معبود کو  
 بوصف احدیت و صمدیت پکارا بھی نہیں ثبوت کیسا اس لئے کہ صفات خاصہ حضرت  
 حق بہ بیئت و عظمت حق محفوظ و ممنوع ہیں اب ہم اس بحث کو ختم کر کے حضرت شمس العارفین  
 بدر الکاملین قدوة الکبرار زبدۃ الاولیاء علی بن عثمان ہجویری معروف بہ دانلج بخش صاحب  
 لاہوری رحمۃ اللہ علیہ صنف کتاب کشف المحجوب کے کچھ مختصر حالات لکھ کر ترجمہ کتاب  
 کشف المحجوب شروع کرتے ہیں جن کا فضل و کمال زمرۃ اولیاء اللہ میں النظمین شمس ہے

### شمار مختصر حالات حضرت پید علی ہجویری

کنیت آپ کی ابوالحسن نام آپ کے والد کا عثمان ابن علی جلابی الغزنوی ہے شجرہ نسب آپ کا  
 علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام سے ملتا ہے آپ سادات حسنی و حسینی سے ہیں بعض مورخین  
 کہتے ہیں کہ آپ کی پیدائش ماہ ربیع الاول کی ۱۰ تاریخ ستلہ روز جمعہ ہے آپ صاحب  
 صحو تھے چنانچہ آپ نے اس باب میں فرمایا ہے کہ شیخ میرے جنیدی مذہب تھے اور کہتے  
 تھے کہ سکر لڑکوں کا کھیل ہے اور صحو چائے فنامردوں کی ہے اور میں کہ علی بیٹا عثمان جلابی کا  
 ہوں مطابق اپنے کمال حال صاحب سکر کا صحو ہوتا ہے اور سب ادوائے درجہ فنام صحو میں  
 رویت الہی سی یاز رکھتا ہے اس کو بشریت کہتی ہیں پس وہ صحو جو آفت میں مبتلا کری اس سکر ہی بہتر ہے کہ  
 عین وہی ہے آپ پر شیخ ابوالفضل بن حسن لکھتے ہیں اور فرید خضریٰ کی ہیں اور ہر پیر حضرت شیخ نبی کی ہیں اور



شیخ ابوالقاسم گرگانی و شیخ ابوسعید ابوالخیر و شیخ ابوالقاسم قشیری دیگر بہت سے مشائخوں کو  
آپ نے دیکھا ہے مذہب آپکا حنفی تھا وطن اصلی آپ کا مقام غزنی ہے اور جلاب اور بھویر  
دو محلے منحلات شہر غزنی سے ہیں آپ محلہ بھویر میں رہتے تھے اسی اعتبار سے آپ غلی بھویری  
مشہور ہیں آپ کی والدہ ماجدہ کی قبر مقام غزنی ہی اور صحن مسجد کو آپ نے تعمیر فرمایا تھا اُس  
مسجد کی محراب سمت جنوب کی طرف بائبل ہے اُس وقت کے علماء نے اس مغالہ میں آپ سے  
اعتراض کیا تھا ایک روز آپ نے سب علماء غزنی کو جمع کیا اور خود امام بن کر اُس مسجد میں نماز  
ادا کی بعد نماز کے حاضرین جلسہ سے فرمایا کہ دیکھو کعبہ کس سمت پر واقع ہے اُس وقت سب کے  
درمیان سے حجاب اُٹھ گیا اور کعبہ حجازی نمودار ہوا آپ کی قبر شریف مطابق سمت اُسی مسجد  
کے مقام لاہور ہے اور قبر والدہ ماجدہ کی متصل قبر تلح الاولیا جو ماموں حضرت پیر سید علی  
مخدوم بھویری کے ہیں ہے اور خانوادہ آپکا خانوادہ زہد و تقویٰ سے تھا آپ کی تصانیف بہت  
ہیں جن میں سے کتاب کشف المحجوب آپ کی مشہور و معروف ہے جس میں کسی درویش کو کلام  
نہیں ہے اور گروہ صوفیہ میں مسلم الثبوت مانی جاتی ہے متاخرین صوفیہ بیشتر کشف المحجوب کو  
استدلال میں پیش کرتے ہیں۔ ابتدائی تعلیم آپ نے مقام غزنی پائی اور انتہائی تعلیم  
یعنے تصوف کی تعلیم اپنے پیرومرشد سے پاکر بغرض مشاہدہ انوار تجلیات اکثر ملکوں کی آپ نے  
سیاحت فرمائی اور بعد سیاحت اپنی کتاب کشف المحجوب نہ بان فارسی تصنیف فرمائی آپ  
کامل درویشوں سے ہیں اور کتب تصوف میں بہ زبان فارسی اس پایہ کی کتاب اس وقت  
تک کوئی تالیف و تصنیف نہیں ہوئی جس جامعیت کی کتاب کشف المحجوب ہے آپ کی خوارق  
عادات بکثرت مشہور ہیں تجرید و توکل آپکا شعار تھا آپ نے بہت کچھ سیاحت فرمائی  
ہے اور آخر زمانہ عمر میں آپ دار السلطنت لاہور تشریف لائے اور آپ کا وصال ۱۰۵۶ھ و  
بعض کے نزدیک ۱۰۶۲ھ میں ہوا مقام لاہور میں آپ کا مزار زیارت گاہ خلایق ہے اور  
مشہور ہے کہ جو کوئی چالیس رات جمعہ یا چالیس روز آپ کے روضہ منورہ پر حاضر ہو کر



جو آرزو رکھتا ہو پوری ہو۔ مترجم کتاب فقیہ ظہیر احمد ظہیری عفی عنہ بھی زیارت روضہ منورہ  
سے مستفیض ہو چکا ہے اور جیسا سنا ویسا آپ کو پایا اور مترجم کتاب کو یہ کیا کم فخر کا موقعہ ہو کہ اسی  
آستانہ بوسی کے شرف میں حضور کی کتاب کشف المحجوب کے ترجمہ لکھنے کا افتخار حاصل ہوا جسکے  
بانی مہمانی محسب الفقرا مقبول اہل اللہ حاجی حرمین شریفین جناب مولانا حاجی چراغ الدین  
صاحب و سراج الدین صاحب تاجر کتب لاہور کشمیری بانارزادہ اللہ عرفانہ ساعی ہوئے  
اور ان کی توجہ خاص سے کتاب مذکور کا میں نے ترجمہ کیا۔ واضح ہو کہ یہ ترجمہ میں نے یکم  
ربیع الاول کو شروع کیا اور آخر ربیع الثانی ۱۳۲۷ھ کو ختم کیا اور ترجمہ کتاب کے اول میں  
مقدمہ تاریخ تصوف معہ حالات پیر سید علی محمد دوم البجوری رضی اللہ عنہ کو لکھا خدائے تعالیٰ  
قبول عام فرمائے آمین بحق رحمۃ اللعالمین صلوٰۃ اللہ علیہ۔ الی یوم الدین علی العیوب الدین  
و در قیامت ہر کسے در دست گیر و نامہ ۴۰ من نیز حاضر مشہوم مرح ہر رگاں در لفل  
اس کے بعد میں ترجمہ کتاب کشف المحجوب شروع کرتا ہوں خدا میری مدد کرے۔ فقط  
اب میں مقدمہ تاریخ تصوف کو اپنی ناچیز ایک غزل بہ ختم کرتا ہوں۔

### غزل

ایسے شغل ہر کہ چشم دل ہو ہر دم سوئی دوست	عاشق ہو ہی نماز کعبہ ابرو سے دوست
میں نماز دل ہوں دل ہو کعبہ ابرو دوست	سامنے قبلہ ہی پیر دل ہی میرا سوئی دوست
میری ہستی کچھ نہیں ہی ہستی ہستی مری	خاک ہوں لیکن سمجھتا ہوں غبار کوئی دوست
ہو گیا ہوں مست بخود جب منوگھا ہی لباس	ہر گ ڈپے میں مری آنے لگی ہی بوی دوست
مجھ کو آنسو ہے نظر ہر سمت جلاوہ بار کا	جب سے آنکھوں نہیں سما یا ہی رنج نیکوئی دوست
اینا عاشق آپ ہوں معشوق ہوں لیکن نہیں	یار کا میں شعیبہ ہوں دل ہی میرا سوئی دوست

کیا تمنا شاہی کہ مردہ لوگ کہتے ہیں ہمیں  
بند آنکھیں کر کے جاتے ہیں ظاہری سوئی دوست



# دریا مصطفیٰ علیہ

## بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سَرَبْنَا اِتِّمَامِن لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَهَبِيْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا - اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ كَشَفَ لَا وَ لِيْلَهُمْ  
 بَوَاطِنَ مَلَكُوْتِهِ وَقَشَعَ لَّا صُفْيَانَهُمْ سَرَائِرَ جَبَرُوْتِهِ وَاَسْرَاقَ دَقَمِ الْمُحِبِّيْنَ بِسَيِّفِ  
 جَلَالِهِ وَاَنَاقِ سِرِّ اَلْعَارِفِيْنَ بِرُوحِ وَصَالِهِ هُوَ الْمُحْيِيْ لِمَوَاتِ الْقُلُوْبِ بِاَنْوَارِ  
 اِذْ سَاكَ صَمَدِيَّتِهِ وَكَبْرِيَاَّتِهِ وَالْمُنْعِشُ لَهَا بِرَاحَةِ رُوحِ الْمَهْرِ فَدَّةٍ وَنَشْرِ سَمَائِهِ وَاصْلُوْ  
 وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهِ مُحَمَّدٍ وَاٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ وَاَزْدِ وَاُجْبِه - ترجمہ ہمارے پاک پروردگار  
 ہم عاجزوں کو اپنی رحمت کاملہ سے کامیاب فرما اور ہم کو راہ راست نصیب فرما۔ جملہ شناسافت  
 اور تعریفیں اُس ذات اعلیٰ کو منراوار ہیں جس نے اپنے دوستوں پر ملکوت کے مخفی راز کھول دیے  
 اور اپنے برگزیدہ بندوں کو جبروت کے اسراروں سے آگاہی بخشی اور مجبوں کا خون اپنی  
 جلالت کی تلوار سے بہایا اور اپنے وصل کی شراب سے عارفوں کو ذوق عنایت  
 کیا اور اپنی بے نیازی اور عظمت سے تو ہی مردہ دلوں کا زندہ کرنے والا اور  
 اپنی شراب معرفت اور اسمائے عظام کی خوشبو سے مردہ دلوں کا  
 جملانے والا ہے اور درود سلام اور دعا و رحم رب العزت کا محمد رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم پر ہمیشہ نازل ہووے کہ جن کی صفت بولا کہ



لما خلقت الافلاك ہے وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَيْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدًا اِلٰهٍ وَاَصْحَابِهٖ اَوْلِيَاءِ اُمَّتِهٖ  
اَجْمَعِيْنَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ۔

## عنوان کتاب

اسے طالب مولا۔ اللہ تعالیٰ تجھ کو دونوں جہان میں کامیاب کرے میں کہ علی بن  
عثمان جلابی غزنوی ہجویری کا بیٹا ہوں۔ تیری طلب کے مطابق میں نے استخارہ کیا جس سے  
معلوم ہوا کہ یہ کتاب تجھ کو کامیاب کرے گی اس واسطے میں نے اس کتاب کے ختم کرنے کا مستقل  
ارادہ کر لیا کہ ترتیب سلوک میں اس کتاب کو لکھوں اسی سبب سے نام اس میں کشف المحجوب  
رکھا اور تیری مراد جو اس کتاب کے تمام کرنے کی تھی اُس کو پورا کیا اب تیرا مقصد معلوم ہو گیا  
اور تیری غرض میں نے سمجھ لی ہے میں اس کتاب کے تمام کرنے کی واسطے خدا سے مدد اور  
توفیق چاہتا ہوں اور ہر ایک قول اور فعل میں اپنی قوت سے برکت چاہتا ہوں میں بہرہ جہت  
خدا ہی پر بھروسہ ہے۔

**پہلی فصل**۔ آغاز کتاب میں میں نے اپنا نام دو سبب لکھا ہے ایک نصیب خاص دوسرا  
نصیب عام۔ پس نفع عام تو یہ ہے کہ اس علم کے نہ جاننے والے جب ایک نئی کتاب دیکھیں گے  
اور اُس کے مصنف کا نام کہیں لکھا ہوا نہ پائیں گے تو وہ کتاب اپنی نام سے مشہور کر دینگے  
مصنف کا اصلی مقصد فوت ہو جائیگا وہ یہ کہ کتاب کی تصنیف اور تالیف سے یہ غرض ہوتی ہو  
کہ مصنف کا نام ہمیشہ زندہ اور باقی رہے اور کتاب کے پڑھنے اور دیکھنے والے اُس کو دعا کر  
جس خاتم کے یاد کریں یہ امر مجھ مصنف یا مؤلف کو کہاں نصیب ہوا چنانچہ مجھ کو اس قسم کا  
حادثہ دو مرتبہ پیش آیا وہ یہ کہ ایک مرتبہ میرا دیوان کوئی شخص ستارے لے گیا اور اُس نے  
مجھ کو واپس نہ دیا چونکہ میرے پاس وہی ایک اصل نسخہ تھا اُس کی دوسری کوئی نقل نہ تھی لہذا  
اُس شخص نے مجھے میری تمام کتب منقطع میں اپنا نام داخل کر کے مشہور کر دیا اور میرا نام بالکل  
دیوان سے خارج کر دیا جب میں نے سنا تو مجھ کو سخت صدمہ ہوا کہ میری محنت و مشقت مفت



ضائع ہوئی تاب اللہ علیہ خدا تعالیٰ اُس کی تو بہ قبول کرے دوسرے ایک مرتبہ میں نے ایک کتاب منہاج الدین طریق تصوف میں لکھی اُس کو بھی میرا ایک دشمن کہ اللہ تعالیٰ اُس کے قول کو ہمیشہ مردود رکھے لے گیا اور میرا نام اُس میں سے اڑا دیا بلکہ عوام کے سامنے اُس نے یہ ظاہر کیا کہ یہ کتاب میں نے لکھی ہو گو خاص خاص اُس کی اُس قول کو منکر ہے یہاں تک کہ خدا تعالیٰ نے اُس کو اس فعل کے کرنے سے اُس کا نام اپنی درگاہ کے طالبین سے مٹا دیا اب نفع خاص کی وجہ بتاتا ہوں وہ یہ ہے کہ جب لوگ کوئی کتاب دیکھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ اس کتاب کا مولف اس علم و فن کا ناہر اور عالم تھا تو اُس کے حقوق کی رعایت کرتے ہیں اور اُس کے پڑھنے اور دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس سے پڑھنے والے اور مصنف کتاب دونوں کی مراد پوری ہوتی ہو واللہ اعلم بالصواب۔ **دوسری فصل** میں نے یہ جو کہا کہ استخارہ کیا میں نے اس سے یہ مراد ہے کہ اللہ و تبارک و تعالیٰ کے آداب کی میں نے کما حقہ حفاظت کی ہے جیسا کہ فرمایا خداوند عالم غر اسمہ نے اپنے پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے متبعین سے فاذا قرأت القرآن فاستعذ بالله من الشیطان الرجیم یعنی جب قرآن شریف پڑھو تو اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہو تاکہ شیطان مردود کے وسوسہ اور شرارت سے امان میں رہو۔ چونکہ استغاثت اور استخارہ اور استعانت قریباً مراد ہے ہم معنی ہیں۔ ہر ایک سے مراد مدد و طلب کرنا اور پناہ چاہنا اور اپنے کام کا سرانجام اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا اور انواع و اقسام کی آفتوں سے نجات پانا ہی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہجو ایسا ہی استخارہ سکھاتے تھے جیسا کہ قرآن مجید کی کوئی سوت، چونکہ جب بندہ یہ جانے کہ سب کاموں کی بھلائی اور بُرائی کو خدا خوب جانتا ہے اور جو کچھ بھلائی اور بُرائی بندہ سے ہوتی ہے یا پہونچتی ہو وہ حکم الہی ہے پھر ایسی حالت میں سوائے رضا اور تسلیم کے کوئی تدبیر نہیں بلکہ قضا سے مدد طلب کرنا اور نفس کا اثر قبول کرنا اور اُس کا اتارہ ہونا بندہ سے دور کرے اور کل افعال اور احوال اور خیریت

۱۵ استغاثت یعنی پناہ چاہنا اور ۱۶ استخارہ یعنی طلب نمونہ ۱۷ استعانت یعنی مدد مانگنا



اور صلاح اُسی کے سپرد کرے اور ہمیشہ ہر ایک کام کے شروع میں استخارہ کرے تاکہ خدا تعالیٰ اُس کو ہر ایک خطرات سے اور آفات سے محفوظ رکھے۔ وَ بِاللّٰهِ التَّوْفِیْقُ

**تیسری فصل** میں نے جو کہا کہ اغراض نفسانی کو دل سے دور کر دیا اس سے مراد یہ ہے کہ جس کام میں نفسانی غرض شامل ہو جاتی ہے اُس کام سے برکت جاتی رہتی ہو اور دل سیدھا راستہ کو چھوڑ کر کجی کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور یہ امر دو حال سے خالی نہیں ہے یا تو وہ غرض حاصل ہوتی ہے یا نہیں اگر وہ غرض پوری ہو گئی تو سمجھنا چاہئے کہ ہلاک ہو گیا اس واسطے کہ دوزخ کے دروازہ کی یہی کنجی ہے کہ نفس کی خواہش کے موافق کام کرے اور اگر وہ غرض حاصل نہیں ہوتی تو پہلے زمانہ سے بھی زیادہ اُس کو دل سے دور کر لیا اور اُس کو بُرا سمجھے گا اس واسطے کہ نجات کی یہی کنجی ہے اور بہشت کے دروازہ کی یہی کنجی ہے کہ نفس کے اغراض کو پورا نہ کرے جیسا کہ خداوند عالم فرماتا ہے وَ تَحْيِیْ النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰی فَاِنَّ الْحَبْنَۃَ هِیَ الْمَأْوٰی تَرْجُمُہُ عَنْ نَفْسِکُمْ کُوَافِیْ خَافِشٍ سے روکا اُس کا ٹھکانا جنت ہے واضح ہو کہ نفسانی اغراض جو انسان کو کاموں میں پیش آتے ہیں وہ یہ ہیں کہ بندہ جو کام کر رہا ہے اُس میں اُس کو سوائے خدا کے دوسرے کی رضامندی اور خوشنودی مقصود ہو دے اور نفس کی نجات عذاب کے ذریعہ سے نہ چاہی اور تمام خودی اور خود بینی کی باتوں میں نفس کی کوئی حد نہیں ہو اور اُس کی پوشیدہ باتیں اُس میں ظاہر نہ ہوں جیسا کہ اس کتاب میں ہر ایک بات اپنے اپنے موقع پر اسی معاملہ میں لکھی جائیگی

انشاء اللہ تعالیٰ

**چوتھی فصل** میں نے جو کہا ہے کہ تیسری درخواست کے موافق کام کیا اور تیسری مراد یہ ہے کہ اس کتاب کو تمام کروں چنانچہ تمام کرنے کا قصد کیا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ تو نے مجھے سائل دیکھا اور اپنا واقعہ مجھ سے دریافت کیا اور یہ کتاب مجھ سے مانگی بلکہ تیسری مراد یہ تھی کہ اُس سے فائدہ اٹھاؤں تو مجھ پر واجب ہوا کہ تیسری سوال کا حق ادا کروں چونکہ اس وقت تیسری سوال کی حقیقت کو میں ابھی طے سے سمجھ گیا ہوں اور میں نے بھی مصمم قصد کر لیا ہے کہ اس کتاب کو ختم کروں



لہذا اسی وقت اس کو شروع کرتا ہوں اور اُس کے تمام کرنے کی نیت میرے دل میں ہے اور تیرے سوال کا جواب مجھ پر واجب ہے چونکہ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ بندہ کا ارادہ اور نیت جب کسی کام کرنے کی ہوتی ہے تو اگرچہ اُس کام میں کوئی حرج واقع ہو مگر جب بھی بندہ اُس کے کرنے پر مجبور اور معذور ہوتا ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر زَمِيَّةٌ لِلْمُؤْمِنِ خَيْرٌ مِّنْ عَمَلٍ تَرْجِيهِ یعنی کسی کام کے شروع کرنے کی نیت اُس کام کی بے نیت کرنے سے اچھی ہے اور کل کاموں کا وارد و مدار صرف نیت پر ہے اسی واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّةِ یعنی ہر عمل کا وارد و مدار نیت پر ہے اور یہ مسئلہ بھی ہے کہ بندہ ایک کام کی نیت کرے اور اُس پر ایک حکم مترتب ہووے اُس کے بعد نیت بدل دے تو حکم بھی بدل جائیگا لیکن اس سے اُس کے ظاہر میں کوئی اثر تغیر اور تبدل کا نہ ہو گا۔ جس طرح ایک مسافر کہ حالت سفر میں قصر کرے اور جب ایک شہر میں اقامت کی نیت کرے تو وہ مقیم ہو جائیگا اور قصر کے احکام اُس پر جاری ہوں گے اور اس قسم کی بہت سی مثالیں اس کتاب میں اپنی اپنی جگہ پر موجود ہیں پس معلوم ہوا کہ کسی کام کے شروع میں اچھی نیت کرنا گویا اُس کام کا حق ادا کرنا ہے واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

**پانچویں فصل۔** اور چیم میں نے کہا ہے کہ اس کتاب کا نام شفاء المحجوب رکھا ہے اس سے یہ مراد ہے کہ گویا کتاب شاہد ہے اس امر پر کہ واقعی میں ایسی ہیئیں مگر اُن لوگوں کے واسطے جن کے دل کی آنکھ بننا ہے جب کتاب کام نام نہیں گے سب جان جائیں گے کہ درحقیقت یہ کتاب ایسی ہی ہے۔ جانتا چلے کہ تمام عالم تحقیق کے لطیف سے چھپا ہوا ہے سوائے خدا ہی عزوجل کے اولیاء اور اُس کی درگاہ کے عزیزوں کے کوئی نہیں جانتا ہے اور چونکہ یہ کتاب خدا کی راہ کے بیان میں ہے اور تحقیق کے کلمات کا بیان کرنا اور بشریت کے حجاب کا اٹھانا سوائے اس نام کے دوسری صورت سے نہیں ہو سکتا اور حقیقت میں حجاب کا اٹھ جانا محجوب کی ہلاکت کا باعث ہے جیسے کہ حجاب کشف کی ہلاکت کا باعث ہے یعنی جیسے کہ نزدیک اللہ دوری کی



طاقت نہیں رکھتا ہو دور والا ترویج کی طاقت نہیں رکھتا مثلاً کوئی جانور سرکہ سے نکلے اور دوسری چیز میں گر پڑے فوراً مر جائے گا اور کوئی چیز ادب چیزوں سے نکل کر سرکہ میں گرے اُسی وقت ہلاک ہو جائے گی اور معنی سمجھنے کا طریقہ ہر شخص کو بہت مشکل ہے یہ وہی کر سکتا ہے کہ جس کو خداوند تعالیٰ نے اس کام کے واسطے پیدا کیا ہے چنانچہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر کُلُّ مَبْسُورٍ لِمَا خَلَقَ لَهُ یعنی خدائے غرور جل نے ہر شخص کو ایک کام کے واسطے پیدا کیا ہے اور وہ کام اُس پر پہل کر دیا ہے اب حجاب دو قسم کا ہوتا ہے ایک حجاب رینی اور بہرگز دور نہیں ہوتا ہے اور دوسرا حجاب غیبی اور یہ جلد اٹھ جاتا ہے اور اس کا بیان یہ ہے کہ کوئی بندہ ایسا ہو۔ اُس کی ذات اُس کے اور خدا کے درمیان میں حجاب ہو گئی ہو تو ایسی حالت میں حق اور باطل اُس کے نزدیک سب برابر ہو اور ایک ایسا بندہ ہو کہ اُس کے اور خدا کے درمیان اُس کی صفت حجاب ہو اور اُس کی طبیعت ہمیشہ خدا کی معرفت کی طالب ہو اور باطل سے گریز کرے پس حجاب ذاتی کہ جسکو رینی کہتے ہیں ہرگز دور نہیں ہوتا اور رین اور ختم اور طبع ان سب کے ایک معنی ہیں جیسا کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کَلَّا بَلْ رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ یعنی ہرگز یہ بات نہیں ہے بلکہ اُن کے دلوں پر زنگار آگئی ہے بسبب اُنکو اعمال کے اسکا حکم ظاہر کر دیا اور پھر فرمایا کہ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ اَآذَنَّا لَهُمْ اَمْ لَمْ نُنْذِرْ لَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ اب اس کا سبب بیان کیا کہ ختم اللہ علی قلوبہم اور صفت کا حجاب کہ جسکو غیبی کہتے ہیں ممکن ہے کہ کسی وقت دور ہو جائے اس واسطے کہ ذات کا بدلنا شاذ و نادر ہے اور صفت بدل سکتی ہے چنانچہ غیبی میں تبدیل صفت ہے اور مشائخ اس باب میں اس قصہ کو رین و غیب کی لطیف اشارات سے فرماتے ہیں یعنی اس کے واسطے یہ اشارات لطیف ہیں چنانچہ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اَلْوَطَنَاتُ مِنَ الْجَلَّةِ وَالْغَیْنُ مِنَ جَلَّةِ الْخَضَرَاتِ یعنی رین و وطنوں میں سے ہو اور غیبین حضرت ہے وطن پائدار رہتا ہے اور حضرت طاری ہی جیسے ایک پتھر سے آئینہ ہرگز نہیں بن سکتا اگرچہ تمام دنیا کے صیقل کر نیوالے جمع ہو جائیں اور آئینہ جب



زنگ آلودہ ہو جاتا ہے تو اُس کو مستفاد سے صاف کر سکتے ہیں اس وجہ سے کہ پتھر میں سیاہی اور  
تاریکی ذاتی ہے اور آئینہ میں ردِ شنائی ہر قاعدہ ہے کہ اصل پائیدار رہتی ہے صفت عارضی کو  
بقا نہیں ہے اُس کا رائل ہونا ممکن ہے تو میں نے یہ کتاب اس واسطے لکھی ہے کہ دلوں کے واسطے  
صیقل کر دے وہ دل جو غین کے حجاب اُن کے رُخ پر پڑے ہوئی ہیں اور یہ کتاب اُن درویشوں  
کے واسطے نور سینہ ہوتا کہ اس کے پڑھنے کی برکت سے وہ حجاب دور ہو جائے اور اصل حقیقت  
کی طرف متوجہ ہو جائیں اور وہ لوگ کہ جن کی ہستی میں عجب و پندار بھرا ہوا ہے اور حق سے انکا  
رکھتے ہیں اور باطل کے مرکب ہیں اُن کو حق کی طرف راہ نہ ملے اور اس کتاب سے اُن کو کچھ  
فائدہ نہ ہو وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی نِعْمَتِهِ الْخَرِيفَان

**چھٹی فصل** یہ جو میں نے کہا ہے کہ تیرا مقصود معلوم ہو گیا اور تیری غرض کے موافق کلام  
اس کتاب میں لکھا گیا اس قبول کرنے سے یہ مراد ہے کہ جن کتاب اُس شخص کو جس کے سامنے  
سوال پیش کیا گیا ہے سائل کا مقصود معلوم نہ ہو جائے اُسکے سوال کو پورا کیسے کر سکتا ہے  
مکن ہے کہ سائل کسی ایسے مشکل امر کا سوال کرے جس کا جواب پوری طور پر نہ دے سکے تو اُس  
سے کچھ فائدہ نہ ہو گا اور قاعدہ ہے کہ آدمی جن کتاب اُس مشکل امر کی پوری طور پر معرفت نہ رکھتا۔  
ہو گا اُس کے سوال کو حل نہیں کر سکتا اور یہ جو میں نے کہا ہے کہ تیری غرض کے موافق کلام کتاب  
میں لکھا گیا یعنی جتنے سوال ہیں اُن سے ہی اُن کے جواب ہیں جب سائل اپنے کل سوالات  
کے درجات کو خوب جانتا ہو گا پھر بھی جو مبتدی ہے اُس کو اُس کی تفصیل کی ضرورت ہو گی اور  
تیری غرض اللہ تعالیٰ کو نیک سجت کرے۔ اس کتاب میں یہی ہے کہ اس کو تفصیل کیساتھ لکھوں  
اور ایک کتاب بناؤں تیرے سوال کی۔ و بِاللّٰہِ التَّوْفِیْق۔ اور خدا ہی سے مدد چاہتا ہوں  
**ساتویں فصل**۔ اور یہ جو میں نے کہا ہے کہ میں خدا سے تعالیٰ سے توفیق اور مدد چاہتا ہوں  
اس کا مطلب یہ ہے کہ بندہ کا مددگار اور معاون سوائے ذات باری کے اور کوئی نہیں ہے  
جتنے کہ اُس کی خیریت پر مدد کرے اور اُس کو زیادتی کی توفیق عطا فرماو اور توفیق کو مضمّن ہیں

لے نہ صرف اس کی تعریف و رشاد کی تو ہم کی ضرورت ہو گی



موجود کرنا اسباب کا بندہ کی خواہش کے موافق بشرطیکہ وہ خواہش خیر کی ہو اور کتاب اور سنت توفیق کی صحت وجود پر ناطق ہیں اور تمام امت کا اجماع ہے سوائے گروہ مغضیہ اور قدربوں کے کہ وہ لفظ کو کل معانی سے خالی سمجھتے ہیں اور بعض اس طریقت کے مشائخ نے کہا ہے کہ التَّوْفِيقُ هُوَ الْقُدْرَةُ عَلَى الطَّاعَةِ عِنْدَ الْإِسْتِعْجَالِ یعنی جب بندہ خدا کا مطیع اور فرمانبردار ہوتا ہے خدا اُس کی قوت اور بڑا دیتا ہے پہلے زمانہ سے بھی زیادہ اُس کی قوت زیادہ ہو جاتی ہے اور جو کچھ حالات یکے بعد دیگرے ملتے رہتے ہیں سکون اور حرکات بندہ کی سب خدا کے پیدا کئے ہوئے ہیں پس اُس قوت کا نام جس سے بندہ طاعت کرتا ہے توفیق ہے یہ کتاب اس مسئلہ کی بیان کی جگہ نہیں ہے اس واسطے کہ اس سے اور بات ہر اب پھر میں تیرے مقصود کی طرف رجوع ہوتا ہوں انشاء اللہ تعالیٰ اور اس سے پہلے کہ کچھ نکھوں تیرے سوال کو بیان کروں اور آغاز کتاب میں درج کروں۔ صُورَةُ السَّوَالِ سائل نے کہا اور وہ ابو سعید ہے کہ مجھ کو طریقت تصوف کی تحقیق بتلاؤ اور اُن کے مقامات اور ان کے مظاہر اور مقالات کا اظہار کرو اور ان کے رموز اور اشارات اور خدائے عزوجل کی جو محبت رکھتے ہیں اس کی کیفیت سے مطلع کرو اور یہ بات کہ خدا کی محبت کا اظہار دلوں پر کیسا ہوتا ہے اور یہ امر کہ عقلوں پر گناہ کے پردے کیسے پڑ جاتے ہیں اس کی حقیقت اور نفیس چیزوں سے نفرت اور روح کو آرام بہت اچھی طرح سے اور جو کچھ اس کے متعلقات ہیں ظاہر کرو۔ مسؤل جواب دیتا ہے اور جس سے سوال کیا گیا ہے وہ علی بن عثمان جلابی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ ہیں جانتا چاہئے کہ ہماری زمانہ میں یہ علم حقیقت میں بہت پُرانا ہو گیا خصوصاً ہمارے شہروں میں کہ مخلوق سب حرص ہو میں مشغول ہے اور رضا اور تسلیم کے طریقہ سے پھرے ہوئے ہیں اور زمانہ کے علما اور اس وقت کے دشمنوں کو اس راستہ کی صورت کے برخلاف جاتا پڑتا ہے۔ تو اب ایسی چیز کے واسطے تہمت کرنا کہ جو زمانہ دلوں کے ماتھے میں نہ آسکتی ہو سوائے خدا کی ذات کے کوئی اُس کی توفیق نہیں دے سکتا اور تمام اہل ارادت کی مراد اُس سے



منتقطع ہو جاتی ہے اور تمام اہل معرفت کی معرفت اُس کے وجود سے جدا ہوتی ہے تمام خلق  
 خاص و عام اُس کی عبارت سے سند لیتے ہیں اور اُس کی حجاب کو دل جان سے خریدتے  
 ہیں اور پھر تحقیق نہیں رہتی بلکہ تقلید اور پیروی ہو جاتی ہے اور تحقیق اپنے کاموں کو منہ سے  
 چھپا لیتی ہے اور عام لوگ اُس سے سند لیکر کہتے ہیں کہ ہم خدا کو پہچانتے ہیں اور خاص لوگ اُس  
 کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور اپنے دلیلیں آرزو رکھتے ہیں اور نفسوں میں محبت اور سینے میں  
 خواہش اسی شغل کی وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ شوقِ ربوبیت ہے اور چونکہ اپنے دل میں نیک اندیشہ  
 رکھتے ہیں محبت کی سوزش ہے اور مرغی لوگ جو محض دعویٰ کرتے ہیں کل معنی سے محروم ہیں  
 اور مریدِ مجاہد سے باز رہ کر اپنے وطن معلوم کا نام مشاہدہ رکھتے ہیں اور میں نے اس سے پہلے  
 چند کتابیں اسی باب میں لکھی ہیں وہ ضائع ہو گئیں بعض جھوٹے مدعیوں نے کچھ باتیں اُن  
 میں سے لیکر خلقِ اللہ کو شکار کیا اور باتوں کو مٹا دیا جو باتیں اس قسم کی تھیں کہ جن سے  
 طبیعت والے کو حسد کا سامان اور خدا کی نعمت کا انکار ہو وے اور دوسرا گروہ اس پر آمادہ  
 ہوا لیکن اُس نے پڑھا اور دوسرا گروہ نے پڑھا لیکن وہ معنی نہ سمجھے اور صرف عبارت ہی پر اکتفا  
 کیا تاکہ لکھ لیں اور یاد کر لیں اور یہ بات کہنے کو ہو جائے کہ ہم عالمِ تصوف اور علمِ معرفت بیان  
 کرتے ہیں اور یہ لوگ غین کی حالت میں ہیں اور یہ باتیں اس وجہ سے بیان کی گئیں کہ یہ امور  
 مثل کبریتِ احمر یعنی سُرخ گندک کے ہیں اور وہ بہت ہی عزیز چیز ہے کہ اگر مل جائے  
 تو کیمیا نہائیں ایک دانگ کی برابر بھی مل جائے تو سیروں تانا اور کانا اُس سے سونا ہو جائے  
 حاصلِ کلام ہر شخص وہ دوا ڈھونڈتا ہے جو اُس کی درد کے موافق ہو پھر اُس کو سوا کر  
 اُسکے اور کچھ نہیں چاہتا جیسا کہ کسی بزرگ نے کہا ہے۔ شعر

كُلُّ مَنْ فِي فَوَادِحَ دَجَعٍ      يَطْلُبُ شَيْئًا يُوَافِقُ الْوَجَعَا

یعنی جس کے درد کی دوا بہت ہی اعلیٰ سی چیز ہو اُس کو موتی اور مرجان کی ضرورت  
 نہیں ہے کہ شبیشتا اور دوار المسک ہی ملا کر دیں اور یہ بات اُس سے زیادہ عزیز ہے کہ



ہر ایک کو اس سے حقہ ہوا اور اس سے پہلے اس علم کے جاہل مشائخوں نے کتابوں کا اسی طور پر استعمال کیا ہے جو ابھی بھیدوں کے خزانے اُن کے ماتھے آئے اور اسکے معنی سے ناواقف رہے تو جاہل کلاہ و زول اور ناپاک جلدبندوں کے ماتھے میں دیدیئے انہوں نے کلاموں کے استر اور دیوان ابونور اس اور نہریات جاحظ کی جلدوں میں ٹھوس دیباچہ بات ظاہر ہے کہ جب یازادشاہ کا کسی بڑے ہیا کے گھر کی دیوار پر بیٹھ جائے تو اس کے پرو بال کاٹ ڈالتے ہیں۔ خدائے عزوجل نے ہم کو ایسے زمانہ میں پیدا کیا ہے کہ اس زمانہ کے لوگوں نے ہوا کا نام شریعت رکھا ہے اور جاہ و ریاست اور تکبر کی طلب کو عزت اور علم کہتے تھے اور خلق کی دکھانے کے واسطے عمل کرنے کو خوفِ خدا کہتے ہیں اور اپنے ولیمین کینہ پوشیدہ کرنے کو حلم اور تحمل کہتے ہیں اور مجادلہ کو مناظرہ کہتے ہیں اور محاربت اور سفارت کو عظمت اور نفاق کو زہد کہتے ہیں اور آرزو کو ارادت کہتے ہیں اور ہذیان طبع کو مصروفیت اور دل کی حرکات کو اور نفس کی حدیث کو محبت اور الحاد اور گمراہی کو فقر و رنج و بیغنی بگانی کو صفائی اور زندقہ ہونے کو فنا اور ترک شریعت کو طریقت کہتے ہیں اور آفتِ ازل زمانہ کا نام معاملات کہتے ہیں اور ابائی لنگے و ریشیا بچہ ہو گئی ہیں اور انہوں نے غلبہ کھڑا کیا جیسا کہ پہلے زمانہ میں اہل بیت پیغمبر ﷺ کے آل مردان سے مغلوب ہو گئے تھے کیا اچھا فرمایا تھا اہل حقائق کے بادشاہ اور تحقیق و دقائق کے برہان ابو بکر واسطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اَبِیْ بَرَّکَاتٍ کَیْفَ اَدَّابُ الْاِسْلَامِ وَلَا اَخْلَاقُ الْجَاهِلِیَّةِ وَلَا اَحْکَامُ دِیْنِ الْمُرُوۃِ یعنی ہم سب زمانہ میں پیدا کر کے آئے ہیں کہ ہمیں اسلام کے طریقے نہیں ہیں بلکہ جاہلیہ کی عادات ہیں اور نہ اس میں مروت اور مردانگی کے احکام ہیں اور شبلی نے ایک بیت اسی کے موافق بھی کہا ہے۔

اللّٰهُمَّ فِی الدُّنْیَا مَآخِذَ الْاَلْبَابِ ۝ فَکُلُّ بَعِیدٍ اِلَیْهِمْ فِیْهَا مُعَذِّبٌ

قسم اللہ کی بیشک دنیا دنیا کی محبت کرنے والے کو آرام کی جگہ ہے اور جو اس سے دور رہنا چاہتا ہے اُس کو عذاب کی جگہ ہے۔

آٹھویں فصل جانتا چاہئے اللہ تعالیٰ تجھ کو قوت عطا فرمائے کہ میں نے اس عالم کو



خدا کے اسرار کا محل پایا اور مخلوقات کو اس کی امانت اور برقرار رکھی ہوئی اور مثبت چیزوں کو اس کے لطائف کی جگہ مگر یہ امور اس کے دوستوں کے حق میں ہیں اور جو اس پر اعتراض اور عناص اور اجرام اور اجسام اور طبائع سب اس کے اسرار کے حجاب میں توجید میں ان میں سے کسی ایک کا شامل کرنا شرک ہے تو خداوند تعالیٰ نے اس عالم کو محل حجاب میں رکھا ہے تاکہ ہر متنفس کی طبائع اس عالم میں اس کے فرمان کے موافق طمانیت حاصل کریں اور اپنے وجود میں خدا کی توجید سے محجوب ہو گئی اور ارواح عالم میں اس کے مزاج سے مفرور ہو گئیں اور بسبب اس کی نزدیکی کے اپنے ربائی کے محل سے دور رہیں اسی وجہ سے خدا کے اسرار عقل میں نہیں آسکتی اور خدا کی نزدیکی کے لطائف ارواح کے حق میں پوشیدہ ہو گئی یہی وجہ ہے کہ آدمی اپنی ہستی کی وجہ سے غفلت کے پردہ میں بیٹھ کر محجوب ہو گیا اور خصوصیت کے محل میں اپنے حجاب سے معیوب جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَالْعَصْرَانِ الْاِنْسَانِ كَفِيَ خُسْرًا سُبْحًا فرمایا اور فرمایا اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا یعنی قسم وقت عصر کی کہ بیشک انسان خسارہ میں ہے اور بیشک انسان بڑا ظالم اور جاہل ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے رَخَلَقَ اللّٰهُ الْاِنْسَانَ فِيْ ظُلُمَةٍ ثُمَّ اَلْفَقَى عَلَيْهِ نُوْرًا یعنی خدا نے خالق کو تاریکی میں پیدا کیا پھر اس پر نور ڈالا پس یہ حجاب اس کو اس عالم میں اس کا مزاج واقع ہوا ہے چونکہ طبائع اس کیساتھ متعلق ہیں اور عقل اس میں تصرف کرتی ہے اس لئے کہ چہالت کی وجہ سے مجبور ہو کر اسی کام کو کافی اور کافی سمجھتا ہے اور اپنے حجاب کو کہ جو حق کی طرف سے پڑا ہوا ہے دل و جان سے خرید لیا اور سوچا کہ کشف کے جمال سے بے خبر ہے اور خدا کے اسرار کی تحقیق سے اعراض کرنے والا ہے اور چھار پایوں کی طرح ایک جگہ پر پڑا ہوا آرام کرتا ہے اور اپنی نجات کی جگہ سے بھاگا ہوا ہے توجید کی بوتل بھی نہ سونگھی اور حالِ احدیت نہ دیکھا توجید کا مزا کہی نہ چکھا اور آلودگی کی وجہ سے مشاہیر نہ کر سکا اور دنیا کی حرص میں خدا کی معرفت کو نہ حاصل کر سکا اور تیرے



نفس حیوانی نے بے حیات ربانی کی ناطقہ کو منہ پر کر دیا اس لئے کہ اس کی حرکات اور طلب  
 سب حیوانیت کے نصیب میں مقرر ہو گئیں یعنی حیوانیت غالب ہے اور سوائے کھانے اور  
 سونے اور نفس کے شہوات کے تابع ہو نیکی اور کچھ نہیں جانتا خدا تعالیٰ نے اپنے دوستوں کو  
 ان سب باتوں سے منترہ اور مبرا کر دیا اور فرمایا ذُرَّهُمْ يَأْكُلُوا وَيَمْتَنَعُوا وَيُلْهِمُ الْأَمَلُ  
 فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ یعنی ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دے کہ کھائیں اور نفع اٹھائیں اور ان کو  
 ان کی امید غفلت میں ڈالتے ہی عنقریب جان جائیں گے جو کچھ ان کی طبیعت کو بادشاہ  
 نے اپنے خدا کے اسرار چھپائے تھے اور بجائے عنایت اور توفیق کے ان کے حق میں گمراہی اور  
 حرمان رکھتا کہ سب نفس امارہ بسور یعنی وہ نفس جو بُرائی کی طرف رغبت پیدا کرتا ہے  
 کے تابع ہو گئے کہ وہ بہت بڑا حجاب ہے اور شرارت اور فساد کا سرچشمہ ہے جیسا کہ خدا فرماتا ہے  
 إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ یعنی نفس بیشک بُرائی کی طرف مائل کرتا ہے اور رجحان دلاتا  
 ہے اب میں شروع کرتا ہوں اور تیری مقصود کو مقامات اور محبت میں ظاہر کرتا ہوں اور  
 بہت ہی خوش بیانی سے اُس کو شرح و بسط سے تقریر کروں اور اہل صنائع کی عبارات  
 کی شرح لکھوں اور کل مشائخ کا کلام بھی اُس میں ملا دوں اور کچھ حکایات بھی بیان کر کر  
 تیری مدد کروں تاکہ تیری مراد بر آئے اور علمائے ظاہر وغیرہ جو اس میں غور نہیں کیا ہے  
 وہ بھی جان جائیں کہ تصوف کے طریقہ میں قول اصل ہے اور فرع اُس کے نتائج حسنہ اور  
 اس کے سبب مشائخ اہل علم ہوئے ہیں اور اپنے سب مریدوں کو اس علم کی تعلیم دہی باعث  
 ہوئی ہیں اور اس پر ہمیشہ عمل کرنے پر حریص ہوئے واسطے بہت کوششیں کی ہیں  
 اور کھیل اور کود کا اتباع ہرگز نہ کیا اور لغویات کی طرف میل نہ کیا ہے اور بہت سے مشائخ  
 طریقت کے علمائے اس باب میں کتابیں تصنیف کی ہیں اور نہایت دلچسپ اور رنگین  
 عبارات میں اپنی طبیعت سے دلائل قاطعہ کئے ہیں سو یا اللہ التوفیق



# باب اول علم ثابت کرنے کی بیان میں

اللہ تعالیٰ نے علما کی صفت میں فرمایا ہے اِنَّمَا يَجْتَنِي اللَّهُ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ بِشَيْءٍ خَدَّ  
ڈرتے وہی ہیں اس کی بنڈن سے جن کو علم سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ كَلْبُ الْعِلْمِ  
فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ وَمُسْلِمَةٍ یعنی ہر مسلمان مرد اور عورت پر علم پڑھنا اور سیکھنا فرض ہے  
اور یہ بھی فرمایا ہے اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَكُنْ بِالصِّينِ یعنی علم کو طلب کرو اگرچہ چین میں ہو  
جانتا چاہئے کہ علم تو بہت ہر اور عمر تھوڑی ہے تمام علوم کا سیکھنا آدمیوں پر فرض نہیں ہے  
جیسے علم نجوم اور علم طب اور علم حساب اور عمدہ عمدہ صنعتیں اور جو کچھ اس کی مثل ہیں مگر ان  
میں سے اتنا سیکھ لینا چاہئے کہ جننے کی شریعت میں ضرورت ہوتی ہے۔ جیسے نجوم سے  
اوقات کا پہچاننا رات کے وقت صرف اتنا سیکھ لے اور اسی طرح طب بقدر ضرورت اور حساب  
فرائض کے واسطے اور عدت کی مدت کا حساب لگانے کے واسطے اور جو اس کی مثل  
ہیں۔ پس علم جو فرض ہیں اس قدر ہیں کہ جن سے عمل درست رہے جن کی خدا نے  
قائلے نے بُرائی کی ہے کہ بے نفع کا علم سیکھتے ہیں جیسا کہ فرمایا خدا نے وَيَتَعَلَّمُونَ مَا  
كَيْضًا لَهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ یعنی وہ سیکھتے ہیں جو ان کو نقصان پہنچا دے کچھ نفع نہ دے  
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی ہے اور فرمایا ہے اَعُوذُ بِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ  
یعنی اے خدا میں پناہ مانگتا ہوں تجھ سے ایسے علم سے جو کچھ نفع نہ دے جب علم تھوڑا  
اُس پر بخوبی عمل نہیں کر سکتا یعنی بخوبی واقفیت ہونا چاہئے اور علم کیساتھ عمل ضرور  
ہونا چاہئے جیسا کہ فرمایا رسول صلعم خدا نے الْمُتَعَبِّدُ بِلَا فِقْهِ كَالْحِمَارِ فِي الطَّلْحُونَةِ یعنی  
جو لوگ کہ بے فقہ کی عبادت کرتے ہیں ان کی مثل ایسی ہی جیسے چکی میں ایگڑا جوتا ہوا ہے  
کہ تمام دن گردش کرتا ہی مگر وہیں کا وہیں ہی اور کوئی راستہ اُس کو نہیں ملتا اور عام  
آدمیوں سے میں نے ایک گروہ کو دیکھا ہے کہ علم کو عمل پر ترجیح دیتے ہیں اور بدوؤں



باتیں غلط ہیں اس واسطے کہ عمل بغیر علم کے وہ عمل ہی نہیں ہر حتمی کہ بندہ اُس سے ثواب کا مستوجب ہو جیسے نماز کہ جیتک پہلے اس کے طہارت کے ارکان کا علم نہ ہو اور پانی کی پہچان اور قبلہ کا علم اور نیت کی کیفیت کا علم اور اُس کے ارکان کا علم نہ ہو نماز نہ ہوگی جب عمل علم کے جاننے سے صحیح ہوتا ہے تو اُس کے نہ جاننے والے کو اس کیسے جدا کر دیا اور جو لوگ کہ علم کو عمل پر ترجیح دیتے ہیں یہ بھی محال ہو کہ بے علم کے عمل ہی نہیں ہو جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے مَن يَدَّ فَرِيقٌ مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ كِتَابَ اللَّهِ وَرَأَوْهُمُ كَانَتْهُمْ كَالْغُلَامُونَ جو عالم کہ بے علم ہو اُس کو علمائے حق سے خارج کر دیا کہ اس وجہ سے کہ سیکھنا اور یاد کرنا ان سب امور کا یہ بھی تو عمل ہو اسی وجہ سے بندہ کو اُس کا ثواب ملتا ہو اور اگر عالم کا علم اُس کے فعل اور کسب سے نہ ہوتا تو اُس کو کچھ ثواب نہ ملتا اور یہ بات دو گروہ کہتے ہیں ایک وہ لوگ جو علم کو مخلوق کی جاہ اور مرتبہ کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ مرتبہ علم ہی کی وجہ سے حاصل ہوتا ہے اور وہ اس قسم کا معاملہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے ہیں چونکہ اُن کو علم کی تحقیق نہیں ہو اس وجہ سے عمل بھی نہیں کر سکتے تو وہ نہ علم جانتے ہیں نہ عمل اس لیے ایک جاہل کہتا ہو کہ قال نہیں چاہئے حال کا کام ہو اور دوسرا کہتا ہو کہ عمل چاہئے علم کی ضرورت نہیں ہو اور حضرت ابراہیم ادہم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں نے راستہ میں ایک پتھر پڑا ہوا دیکھا اُس پر یہ لکھا تھا کہ مجھ کو پلٹ اور پڑھ پس اُس کو میں نے پلٹا اُس پر یہ لکھا تھا کہ أَنْتَ لَا تَعْمَلُ بِمَا تَعْلَمُ فَكَيْفَ تَطْلُبُ مَا لَا تَعْلَمُ تو اپنے علم پر عمل نہیں کرتا ہو تو یہ بات مشکل ہو کہ ایک نامعلوم چیز کو تلاش کر رہے یعنی جتنا تو جانتا ہو اُس پر پہلے عمل کر تا کہ اُس نامعلوم چیز کو بھی حاصل کر سکے اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ هَيْئَةُ الْعُلَمَاءِ الدِّينِيَّةِ وَهَيْئَةُ السُّفَهَاءِ الدِّينِيَّةِ یعنی عالموں کا ارادہ دانائی اور عقل کی طرف ہوتا ہے یعنی عقل سے کام لیتی ہیں اور جاہل لوگ روایت پر عمل کرتے ہیں اس وجہ سے کہ جاہل لوگ عالموں سے جدا رہتے ہیں اور علم سے دنیا کی عزت و جاہ حاصل کرتے ہیں وہ عالم نہیں ہو کہ دنیا کی جاہ اور دنیا کی عزت علم کے



ذریعے سے حاصل کرے اور علم کے مرتبہ سے بڑھ کر کوئی ایسا مرتبہ نہیں ہے کہ اگر وہ نہ ہو تو خدا کو نہ پہچان سکے اور جب علم ہوتا ہے تو آدمی تمام مراتب اور درجات کے قابل ہوتا ہے واللہ اعلم بالصواب۔

## فصل پہلی

جانتا چاہیے کہ علم دو قسم کا ہے ایک خدائے تعالیٰ کا علم اور دوسرا مخلوق کا علم منبذہ کا علم خدا کے علم کے سامنے محض ہیج اور بے حقیقت ہے اس واسطے کہ خدا کا علم اُس کی صفت ہے اور اُس کے ساتھ قائم ہے اور اُس کے اوصاف کی کچھ انتہا نہیں ہے اور ہمارا علم ہماری صفت ہے جو ہمارے ساتھ قائم ہے ہمارے اوصاف مننا ہی ہیں چنانچہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَا أَتَيْتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا یعنی تم کو حضور اس علم دیا گیا ہے اور سب علم میں صفات من قبیل المرح ہیں اور اُس کی تعریف معلوم کا احاطہ کرنا اور سب سے بہتر اُس کی تعریف یہ ہے کہ اَلْعِلْمُ صِفَتٌ يَصِيرُ الْجَاهِلُ بِهَا عَالِمًا یعنی علم ایک ایسی صفت ہے کہ جاہل اُس سے عالم ہو جاتا ہے۔ اور پھر خدا فرماتا ہے۔ وَاللَّهُ يُحِيطُ بِالسَّكْرَاتِ اور پھر فرمایا وَاللَّهُ يُكَلِّمُ مَن يَشَاءُ اور اُس کا علم ایک ہی علم ہے کہ جس سے تمام موجودات اور معدومات کو جانتا ہے اور خلق کو اُس علم میں کچھ شرکت نہیں ہے اور نہ اُس کے علم کی کچھ اجزا اور ٹکڑی ہیں اور نہ وہ اُس سے جدا ہے اور اُس کے علم کی دلیل یہ ہے کہ اُس کے سب کام ترتیب کیساتھ ہیں قاعدہ ہے کہ ہر کام فاعل کے علم کے موافق ہوا کرتا ہے پس خدا کا علم اسرار کے ساتھ ہے اور ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہونا اُس کا ظاہر ہے تو طالب کو چاہئے کہ اعمال اُس کے مشاہدہ کے سامنے کرے جس طرح کہ وہ جانتا ہے کہ خدا سب افعال کا بینا ہے۔

**حکایت** بیان کرتے ہیں کہ بصرہ میں ایک رئیس تھا اور وہ اپنے باغ کو جایا کرتا تھا اتفاق سے ایک زرا ایک عورت پر جو اُس کے باغبان کی تھی اُس کی آنکھ پڑ گئی اور



اُس پر عاشق ہو گیا اُس کو اپنے پاس خلوت میں بٹھایا اور اُس کے مرد کو کسی کام کو بھیج دیا عورت سے کہا سب دروازے بند کر دے اُس نے کہا میں نے سب دروازے بند کر دئے مگر ایک دروازہ نہ بند کر سکی اُس نے پوچھا وہ کونسا دروازہ ہے کہا وہ دروازہ جو ہمارے اور خدا کے درمیان ہے مرد پشیمان ہوا اور توبہ کی۔

حاتم الاحم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے چار علم اختیار کیئے اور تمام دنیا کے علوم میں فارغ ہو گیا لوگوں نے پوچھا وہ کون کون علوم میں جواب دیا کہ پہلا علم یہ ہے کہ میں جانتا ہوں کہ خدا نے جو کچھ رزق میری قسمت میں لکھ دیا ہے اُس سے کم اور زیادہ نہیں ہو سکتا چاہے کتنا ہی میں طلب میں کوشش کروں۔ دوسری یہ کہ میں جانتا ہوں کہ خدا کا مجھ پر حق ہے کہ اُس حق کو سوائے میری دوسرا ادا نہیں کر سکتا پس میں یہی اُس کے ادا کرنے میں مشغول ہوا نیز یہ کہ میں جانتا ہوں کہ میرا ایک طالب ہی یعنی موت کہ اُس سے جاگ نہیں سکتا اور اُس کو میں تے پہچان لیا ہے۔ چوتھے یہ کہ میں جانتا ہوں کہ میرا ایک خداوند ہے وہ میرے سب بھیدوں سے واقف ہے اور جو کچھ میں کرتا ہوں وہ سب دیکھتا ہے اور جانتا ہے مجھ کو اُس کے سامنے ناکردنی باتوں سے غم آتی ہے اور اُن سے باز رہتا ہوں اور حجب بندہ یہ بات یقین کی رو سے جان جائیگا کہ میرا خدا مجھ کو دیکھ رہا ہے تو ہرگز ایسا کام نہ کریگا جس سے اُس کو خدا کے سامنے قیامت کے روز شرمندہ ہونا پڑے +

## فصل دوسری

لیکن بندہ کا علم چاہیئے کہ خدا کے کاموں میں اور اُس کی معرفت کے متعلق ہو اور بندہ پر یہ فرض ہے کہ اس کو وقت کا علم ہونا چاہیئے یعنی ایسا علم جو وقت کے مصلحت کے بموجب ہو اور وقت پر کام آئے اور ظاہر و باطن میں نفع دے اور وہ دو قسم پر ہے



ایک قسمت اصول دوسری قسمت فروع اصول کا ظاہر یہ ہے کہ زبان سے کلمہ شہادت پڑھے اور اُس کا باطن یہ ہے کہ معرفت کی تحقیق کرے اور فروع کا ظاہر یہ ہے کہ معاملہ اختیار کرے اور اُس کا باطن یہ ہے کہ نیت صحیح رکھے اور ان میں ہر ایک کا قائم رکھنا دوسرے کے واسطے محال ہے ظاہر بے حقیقت باطن کے نفاق ہے اور باطن بغیر ظاہر کے زندقہ اور ظاہر میں شریعت کا پابند رہنا بے باطن کے نقصان ہے اور باطن بغیر ظاہر کے ہوش ہے پس علم حقیقت کے تین رکن ہیں ایک خداوند تعالیٰ کی ذات اور اُس کی وحدانیت کا علم اور اُس کی مثل اور مثال کی نفی اور دوسری خداوند تعالیٰ کی صفات کا اور احکام کا علم اور تیسری اُس کے افعال اور اُس کی حکمت کا علم۔ **فصل تیسری** اور علم شریعت کے بھی تین رکن ہیں ایک کتاب اور دوسری سنت اور تیسری اجماع امت اور اُس کی علم پر اور اُس کی ذات و صفات ثابت کرنے پر اور اُس کے افعال ثابت کرنے پر اُس کا قول دلیل ہے فَاَعْلَمَ اَنْهَ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ یعنی جان کہ کوئی معبود نہیں ہے سوا میرے خدا کے۔ اور یہ بھی فرمایا وَاعْلَمُوا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلَاكُمْ اور پھر فرمایا اَلَمْ تَسْأَلِ رَبَّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ اور پھر فرمایا اَفَلَا يَنْظُرُنَ اِلَى الْاَوَّلِ كَيْفَ خُلِقَتْ یعنی تم نہیں دیکھتے اونٹ کی طرف کہ اُس کو کیسے پیدا کیا گیا اور اُس کی مثل بہت آئیں ہیں کہ سب خدا کے افعال پر نظر کرنے کے واسطے دلائل ہیں تاکہ اُن سے فاعل کی صفات کو پہچانا جائے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مَنْ عَلِمَ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی رَبُّ دَاوٰی نَبِيُّهٖ حَرَامٌ اللّٰهُ تَعَالٰی لَحْدٌ وَّ دَمْعٌ عَلَى النَّارِ یعنی جس نے یہ یقین کر لیا کہ خدا کے تعالیٰ اُس کا رب ہے اور میں اُس کا بنی ہوں اللہ تعالیٰ نے اُس کے گوشت اور خون کو آگ پر حرام کر دیا۔ لیکن خدا کی ذات کے علم کے واسطے یہ شرط ہے کہ جو شخص عاقل اور بالغ ہے وہ جہان لے کہ حق تعالیٰ موجود ہے اور ہمیشہ سے ہے اور نہ کوئی اُس کے واسطے حد ہے نہ وہ کسی مکان میں ہے نہ جہت میں اور نہ اُس کی ذات سے کوئی آفت ہے نہ مخلوق سے کوئی اُس کا مثل



و مانند ہے نہ اُس کی بی بی بچے ہیں جو کچھ تیرے وہم میں آتا ہے اور تیری عقل اُس کا اندازہ کرتی ہے وہ سب اُسی کا پیدا کیا ہوا ہے اور وہی اُس کا قائم رکھنے والا اور پروردگار ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ یعنی خدا بے مثل اور بے مانند ہے اُس کے مشابہ کوئی چیز نہیں ہے اور وہ سب چیزوں کو سنتا اور دیکھتا ہے لیکن اُس کی صفات کا علم یہ ہے کہ پہلے تو یہ سمجھ لے کہ اُس کی صفات ہیں اور وہ صفات اُسی کے ساتھ قائم ہیں اور وہ نہ اُس کی ذات ہیں نہ اُس کی ذات کے جزو اور ہمیشہ میں جیسے علم ایک صفت ہے یعنی وہ عالم ہے ہر چیز کو جانتا ہے قدرت ہی حیات ہے ارادہ ہے سمع ہے بصر ہے کلام ہے بقا ہے جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے اِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ اور یہ بھی فرمایا ہے وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اور یہ بھی فرمایا ہے وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيْرُ اور پھر فرمایا ہے فَعَالٌ لِّمَا بُرِيْدٌ اور پھر فرمایا هُوَ الْحَيُّ الْقَیُّوْمُ اَلَا هُوَ اور پھر فرمایا قَوْلَهُ الْحَقُّ وَلَهُ الْمُلْكُ لیکن اُس کے افعال ثابت کرینے کا علم یہ ہے کہ تو یہ بات جان لے کہ خداوند تعالیٰ تمام خلق کا پیدا کرنے والا ہے اور علیٰ ہذا القیاس ان کے افعال کا بھی پیدا کرنے والا ہے جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ یعنی خدا نے تم کو اور تمہارے افعال کو پیدا کیا ہے جو عالم کہ معدوم تھا اُسی کے فعل سے موجود ہوا خیر اور شر اور نفع اور نقصان سب کا پیدا کرنے والا ہے جیسا کہ فرماتا ہے اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ یعنی خدا نے سب چیز کو پیدا کیا ہے اور شریعت کے احکام ثابت کرنے کی دلیل یہ ہے کہ تو یہ بات جان لے کہ خدا نے رسولوں کو ہمارے واسطے بھیجا اور انہوں نے معجزات خلاف عادات دکھائے۔ اور ہمارے رسول محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سچے رسول ہیں اور آپ کے معجزات بہت ہیں اور آپ نے جو کچھ ہم کو خوب غیب اور ظہور کی دی ہیں سب سچ ہیں۔ پہلا رکن شریعت میں کتاب ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے فِیْہِ اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْکِتَابِ یعنی قرآن مجید میں آیات محکمات ہیں کہ وہ اصل کتاب ہیں اور دوسرا



رکن سنت ہی جیسا کہ فرمایا اَنَّكُمْ الرَّسُولُ فَنُذِرُكُمْ وَمَا نُهَيْكُمْ عَنْهُ فَاَنْتُمْ هُمْ۔ یعنی جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اُس پر عمل کرو اور جس بات کو منع فرمایا ہے اُس سے بچو اور تیسرا رکن اجماع اُمت ہی جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لَا يَجْتَمِعُ اُمَّتِي عَلَى الضَّلَالَةِ عَلَيْكُمْ بِالسَّوَادِ الْاَعْظَمِ یعنی میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوتی ہے اختیار کرو سواد اعظم کو۔ اور سب احکام میں حقیقت بہت ہی اگر کوئی چاہے کہ سب کو جمع کرے نہیں کر سکتا اس واسطے کہ خدا کی لطائف کی کوئی انتہا نہیں ہے

## فصل چوتھی

جانتا چاہیے کہ ایک ملحدوں کا گروہ ہو خدا اُن پر لعنت کرے کہ اُن کا لقب سوفسطائی ہو اور اُن کا مذہب یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ کسی چیز کا علم درست ہو نہیں سکتا بلکہ علم خود کوئی چیز نہیں ہے ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ اس بات کی عقل جو تم میں ہے کہ تم یہ بات جانتے ہو کہ کسی چیز کا علم درست ہی نہیں ہے اور کسی چیز کا علم ہو ہی نہیں سکتا یہ درست ہے یا نہیں اگر کہو گے کہ درست ہے تو علم انہیں کی زبان سے ثابت ہو گیا اور اگر کہو گے کہ درست نہیں ہے تو اُس میں معارضہ کرنا محال بات ہے اور ایسے شخص سے بات کرنا خلاف عقل ہے اور جو ملحدوں کا گروہ اس طریقت سے تعلق رکھتا ہے وہ یہی کہتا ہے کہ ہمارا علم کسی چیز کے ساتھ درست نہیں ہے پس ہم کو بالکل علم کا ترک کر دینا اُس کے ثابت کرنے سے بہتر ہے اور یہ بات ان کی محض حماقت اور جہالت سے ہے اس واسطے کہ علم کا ترک کر دینا دو حال سے خالی نہیں ہے یا کوئی علم حاصل کر لیا جاہل پس علم علم کی نفی نہیں کر سکتا۔ اور اُس کے خلاف نہیں ہو سکتا اور علم سے علم کا ترک کر دینا محال ہے اس لئے کہ جاہل رہ جائیگا اور جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ علم کی نفی جاہل ہے اور اُس کو ترک سے جاہل ہو جائے گا



اور جاہل بُرا ہوتا ہے اور جاہل کفر اور باطل کا موجب ہے اس واسطے کہ حق کو جاہل سے کچھ تعلق نہیں ہے اور یہ سب شارح کے خلاف ہے اور جب اس بات کو سب آدمیوں نے سنا اور اختیار کیا کہا کہ سب کا مذہب اہل تصوف کا نہیں ہے اور سب کی یہ روش نہیں ہے یہاں تک کہ اُن کا اعتقاد پریشان ہو گیا اور حق اور باطل کو ایک دوسرے سے تمیز نہ کر سکے اور ہم نے آج سب کو خدا کے سپرد کر دیا تاکہ وہ لوگ اپنی گمراہی میں مبتلا رہیں اگر دین ان کے گریبان کو پکڑتا تو وہ بہت اچھی طرح نصرت کرتے اور رعایت کے حکم کو نہ چھوڑتے اور خدا کے دوستوں کی طرف اس آنکھ سے نہ دیکھتے اور اپنے زمانہ کی احتیاط بہت خوبی کے ساتھ کرتے اگر محدودوں میں سے کسی قوم نے ان لوگوں کیساتھ تعلق کیا ہو تو ان کے جمال کی برکت سے اپنی آفتوں سے نجات پاتی ہے اور ان کے عدل کے سایہ میں اپنی زندگی بسر کرتے رہے ہیں تو یہ نہ چاہئے کہ سب کو ایک حال پر قیاس کریں اور ان کے معاملہ میں دھاندلی اور زبردستی کریں اور ان کی قدر کو نہایت ہی گرا دیں اور مصنف کہتا ہے کہ مجھ کو ایک بار ایک شخص سے جو اپنی کو اس علم کے خوب جاننے والوں سے کہتا تھا اور غرور کا نام عزت علم رکھتا تھا اور نفس کے اتباع کا نام رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کہتا تھا اور شیطان کی موافقت کا نام اماموں کی عادت رکھتا تھا۔ مناظرہ ہوا۔ اثنار مناظرہ میں اُس نے کہا کہ محدودوں سے بارہ گروہ ہیں ایک گروہ اُن میں سے متصفوہ کا ہے میں نے کہا کہ ایک گروہ ان میں ہے جو گیارہ گروہ نظم میں ہیں اور یہ لوگ اپنی حفاظت اُس ایک گروہ سے بہت اچھی طرح سے کر سکتے ہیں تم گیارہ گروہ سے اتنی نہیں کر سکتے لیکن یہ سب باتیں زمانہ کی فطرتیں اور آفتیں ہیں اور خدا تعالیٰ نے اپنی دوستوں کو ہمیشہ قوم کے اندر پوشیدہ رکھا ہے اور اُس قوم کو انہیں کی وجہ سے خلق میں رکھا ہے اور بہت اچھا کہا ہے اُس پیر پیران اور آفتاب مریدان علی بن صبر فی رحمۃ اللہ علیہ نے فساد القلوب علی حسب فساد الزمان و اھلہ یعنی دلوں کا خراب



ہونا اہل زمانہ کی خرابی ہونے کے موافق ہے اب ہم ایک فصل ان کے اقوال کی لکھتے ہیں۔  
 تاکہ لوگ جان جائیں کہ خدا کے کام میں اُس کی طرف سے جتنی عنایت نہ ہو کچھ نہیں۔  
 ہو سکتا۔ گو ایک گروہ اسکا منکر ہے لہذا اُس کی تبیہ کے واسطے اس جگہ ہم علوم کی قسمیں  
 بیان کرتے ہیں۔

## فصل پانچویں

پس اہل طالب صادق محمد بن فضل بلخی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ علم کی تین قسمیں ہیں یعنی  
 ایک علم خدا کی طرف سے ہے اور دوسرا علم خدا کے ساتھ ہے اور تیسرا علم خدا کی معرفت  
 ہے کہ جو تمام انبیاء اور اولیاء کو حاصل ہے پس جب تک یہ علم حاصل نہیں ہوتا ہے اُس وقت  
 تک کچھ حاصل نہیں ہوتا ہے اس وجہ سے کہ حاصل ہونیکے اسباب جتنے بھی ہیں وہ سب  
 خدا کے تعالیٰ کی ذات سے علیحدہ ہیں اور بندہ کا علم خدا کی معرفت کا سبب نہیں ہو سکتا  
 بلکہ اُس کی معرفت کا سبب اُسی کی ہدایت اور توفیق ہے۔ اور خدا کی طرف سے  
 جو علم ہے اُس کا نام شریعت ہے اس واسطے کہ وہ ہم کو خدا کی طرف سے حکم اور ہم پر تکلیف  
 ہے اور خدا کے ساتھ جو علم ہے وہ علم مقامات اور طریق حق اور اولیاء کے درجات کا بیان  
 ہے۔ پس معرفت بغیر پابندی شریعت کے حاصل نہیں ہو سکتی اور شریعت کی پابندی بغیر  
 اظہار مقامات ٹھیک نہیں ہے۔ حضرت ابو علی تفسی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں اَلْعِلْمُ حَيَاةٌ  
 الْقَلْبِ مِنَ الْجَهْلِ وَ نُورٌ الْعَيْنِ مِنَ الظُّلْمَةِ یعنی علم دل کو جہالت کی موت سے زندہ  
 کر دیتا ہے اور کفر کے اندیرے سے ایمان اور نفی کی آنکھ میں نور دیتا ہے پس جس شخص  
 کو معرفت کا علم نہیں ہے اُس کا دل جہالت کے سبب سے مُردہ ہے اور جس شخص کو علم شریعت  
 نہیں ہے اُس کا دل نادانی کے مرض میں گرفتار ہے پس اسے طالب صادق۔ اس سے  
 معاوہم ہوا کہ کفار مردہ دل ہیں کہ جو خداوند تعالیٰ کو نہیں جانتے ہیں اور غافلوں کا



دل مثل بیمار کے ہونے ہے اس واسطے کہ وہ اُسکے احکام کو نہیں جانتے ان لوگوں کی بابت  
حضرت ابو بکر و راق نرندی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں مَنِ اكْتَفَى بِالْكَلَامِ مِنَ الْعِلْمِ دُونَ الزُّهْدِ  
فَقَدْ سَرَدَقَ وَمَنِ اكْتَفَى بِالْفَقْهِ دُونَ الْوَسْعِ فَقَدْ تَفَسَّقَ یعنی جس شخص نے علم توحید  
کی صرف عبارت پر اکتفا کیا اور اُسکے حقیقت سے روگردانی کی پس وہ زندق ہو گیا اور  
جس شخص نے صرف علم فقہ پر اکتفا کی پرہیزگاری کی پروا نہ کی وہ فالح ہو گیا۔ اس سے حضرت  
ابو بکر علیہ الرحمہ کی یہ مراد ہے کہ بغیر معاملہ اور مجاہدہ بخیر کے توحید حیر ہے اور موصد کو اپنے  
قول میں حیری اور فعل میں قدر سے ہونا چاہئے تاکہ اُس کی روش مقام حیر و قدر میں  
درست رہے اور یہ بات اُس کی حقیقت سے ہے کہ جو اُس پر علیہ الرحمہ لکھی ہے التَّوْحِيدُ  
دُونَ الْجَبْرِ فَوْقَ الْقَدْرِ یعنی توحید حیر سے کم ہے اور قدر سے زیادہ ہے پس اسے  
طالب صادق جو شخص کہ علم توحید کی صرف عبارت ہی پر اکتفا کرے اور اُس کے معانی کی  
طرف غور نہ کرے اور اُس کے خلاف جو امور ہیں اُس سے روگردانی نہ کرے وہ زندق ہے  
لیکن فقہ کے واسطے یہ شرط ہے کہ تقویٰ اختیار کرے پس جو شخص کہ علم فقہ اور شریعت پر بغیر  
پرہیزگاری کے اکتفا کرے اور رخصت اور تاویلات اور تعلق اور شبہات میں پڑے  
اور بغیر مذہب اختیار کئے ہوئے علمائے مجتہدین کے پاس جائے محض اس غرض سے  
کہ مسائل میں کچھ آسانی ہو جائے تو غتر بہ وہ فاسق ہو جائیگا۔ اور یہ سب باتیں  
غفلت سے پیدا ہوتی ہیں اس کے واسطے شیخ المشائخ حضرت یحییٰ بن معاذ رازی  
علیہ الرحمہ فرماتے ہیں اجتنِبْ صُحْبَةَ ثَلَاثَةِ اصْنَافٍ مِنَ النَّاسِ الْعُلَمَاءِ وَالْغَافِلِينَ وَالْفُقَرَاءَ  
الْمَدَاهِنِينَ وَالْمُتَصَوِّفِ الْجَاهِلِينَ یعنی تین قسم کے آدمیوں کی صحبت سے ہمیشہ  
بچنا چاہیئے ایک فافل عالم سے دوسرے مکار فقیر سے تیسرے جاہل صوفی سے۔ پس  
اے صادق طالب۔ فافل علما وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے اپنے دل کا قبضہ نبا کو بنا یا ہے  
اور شریعت سے آسان آسان باتوں کو اختیار کر لیا ہے اور ظالموں اور بادشاہوں کی



پرستش میں رات دن مصروف رہتے ہیں اور ان کی درگاہ کا طواف کرتے ہیں اور خلق کی جاہ اور منصب کو اپنی سحرہ گاہ بنایا ہے اور اپنی عقل و سمی اور زیر کی پر فریفتہ ہو کر ایسے از خود رفتہ ہیں کہ اماموں اور استادوں پر طعن اور تشنیع کرتے ہیں اور ہندگان دین پر غصہ ہوتے ہیں بلکہ ان پر حد سے زیادہ جو چاہتے ہیں فرماتے ہیں اور حیوقت وہ کچھ کہتے ہیں تو اُس وقت ان کی یہ حالت ہوتی ہے کہ اگر دونوں جہان ان کے ترازو کے پتہ میں رکھے جائیں تب بھی برابر نہ ہو سکیں اور خدا اور کینہ کو اپنا مذہب قرار دے رکھا ہے اور سب میں یہ سب علم نہیں ہوتا ہے بلکہ علم ایک ایسی صفت ہے کہ جہل کی سب قسیدیں اُس کے موصوف سے دور ہوتی ہیں۔ اور مدامہن اور مسکار فقر اسے وہ لوگ مراد ہیں کہ کوئی شخص ان کی خواہش کے موافق کوئی کام کر لے اگرچہ وہ باطل ہو لیکن ان کی تعریف ہو اور جب کوئی ان کی خواہش کے خلاف کوئی کام کرے اگرچہ وہ حق ہو مگر وہ اس کی برائی کریں اور خلق سے جن کی یہ طمع ہو کہ لوگ تمہاری عزت اور اقتدار کریں بلکہ باطل بات پر غلطی کی طرف داری پس ایسے فقیر کی صحبت ستم قاتل ہو لوگوں کو پرہیز چاہئے۔ اور جاہل صوفی وہ ہے کہ کسی پیر کی صحبت میں نہ رہا ہو اور کسی فردگ سے ادب نہ سیکھا ہو اور طریقہ رشد و ارشاد سے ناواقف ہو بلکہ اپنے کو خلق میں صوفی مشہور کر دیا ہو اور زمانہ کی کسی بلا میں کبھی مبتلا نہ ہوا ہو اور اندھے ہونیکے وجہ سے نیلگوں لباس پہن لیا اور بے حرمتی سے انبساط کے طریقہ کو اختیار کر لیا ہو اور اہل اللہ کی صحبت سے بچتا ہو اور اپنی حماقت سے یہ خیال کرنا ہو کہ یہ سب بھی میری مثل ہیں اور ان وجوہات سے اُس کو حق و باطل کا تمیز نہ ہو سکتا ہو۔

پس ان نین گروہ سے اجتناب لازم ہے جیسا کہ پیر طریقت نے ارشاد فرمایا ہے ان دھڑے کہ یہ اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں اور اپنی رفتار میں ناقص ہیں۔ حضرت بائیر بدیسطامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں عَلِمْتُ فِي الْحَاذِلَةِ ثَلَاثِينَ سَنَةً فَمَا وَجَدْتُ



شَيْئًا أَشَدَّ عَلَى مِنَ الْعِلْمِ وَمَتَابَعَتِهِ يَغْنَى فِيهِ نَيْسٌ بَرَسٌ مَجَاهِدٌ كَيْفَ جَهِيْرٌ كَوْنِيْ حَيْزٌ  
 عِلْمٌ اُوْر اُسْكَ اَتْبَاعٌ سَے زِيَادَہِ سَخْتِ اُوْر مُشْكَلِ نہ تَحْتِ اُوْر سَبْ بَانُوں مِیْنِ اَگْ پَرَقَمِ  
 رَکھنا مَحْمُودِ کُو اَسَانِ مَعْلُومِ ہُو تَا نَحْمَدُ اَحْمَدًا اَبَدًا اَتْبَاعِ عِلْمِ کَے اُوْر جَاهِلِ کُو پُلِ صِرَاطِ پَر ہزار  
 مَرْتَبَہِ کَدَرِ نَا اَسَانِ مَعْلُومِ ہُو تَا ہَے اِیکِ مَسْکَرِ عِلْمِ کَے سِکھنَے سَے اُوْر فَاسِقِ اَدَمِی کُو اِیکِ  
 عِلْمِ کَے سَکَلہِ پَر عَمَلِ کَر نِیْسَے دُو زَخِ مِیْنِ جَانَا سَهْلِ مَعْلُومِ ہُو تَا ہَے نُو اُسِ سَے مَعْلُومِ ہُو  
 کَہ عِلْمِ سِکھنا چاہئے اُوْر اُسِ مِیْنِ کَمَالِ حَاصِلِ کَر نَا چاہئے مِیْنِ کَہتا ہوں کَہ بَدَدِ کُو کَتنا ہِی  
 عِلْمِ ہُو مَرُوہِ خَدَا کَے عِلْمِ سَے جَاهِلِ ہَے پِیْسِ اِیْطَالِبِ تَحْکُوْمِ بَاتِ جَانَا چاہئے کَہ بَا وُجُوْدِ  
 عِلْمِ کَے جَاهِلِ ہوں اُوْر یہِ بَاتِ حَقِیْقَتِ یُوں ہِی کَہ بَدَدِ سَوَا اُسَے عِلْمِ بَدَگِی کَے اُوْر کَچھ نہیْسِ۔  
 جَانَا ہَے اُوْر بَدَگِی بَہْتِ بڑا حِجَابِ خَدَا کِی طَرَفِ سَے ہَے چِنَا نِچَہِ اِسی بَابِ مِیْنِ کَہا گِیا  
 ہَے اَلْغِنَى عَنْ ذَرْوِ الْاَدْمَانِ اِدْمَانِ وَالْوَقْتُ فِي طَرُقِ الْاَحْيَا  
 اِشْرَافِ اَلْیَعْنِیْ خَدَا کِی حَقِیْقَتِ دُرِیَافَتِ کَر نَے سَے عَاجِزِ ہونا ہِی اِسِ کِی حَقِیْقَتِ کَا دُرِیَافَتِ  
 کَر نَا ہَے۔ پِیْسِ چُو شَخْصِ اِہْنِی جَہَالَتِ پَر ہِٹِ اُوْر مُنَدِ کَر نَا ہَے اُوْر عِلْمِ نہ سِکھے تُو وہِ مُشْرَکِ ہَے  
 اُوْر چُو شَخْصِ عِلْمِ سِکھے اُوْر اُسِ کَے کَمَالِ کِی حَالَتِ مِیْنِ اُسِ کُو کَچھ مَعْنِ ظَاہِرِ ہوں اُوْر عِلْمِ کَا غُورِ  
 اُسْکَے دَمَاغِ سَے جَانَا ہَے اُوْر یہِ یَقِیْنِ کَر لَے کَہ اُسْکَے عِلْمِ سَے نَبِیجَہِ سَوَا اِیْ عَاجِزِ ہونیْسَے اُوْر کَچھ  
 نہیْسِ ہِی اِسِ واسطَے کَہ تَسْمِیَا تِ یَعْنِیْ یہِ چُو چَہِیْرُوں کَے نَامِ رَکھ لَئے مِیْنِ اِنِ کُو خَدَا کِی ذَاتِ مِیْنِ کَوْنِی  
 تَا شِیْرِ نہیْسِ ہِی یَعْنِ دُرِیَافَتِ عِلْمِ سَے عَاجِزِ ہونا ہِی تَحْصِیْلِ عِلْمِ ہَے۔

## بَابُ دَوْمٌ فِي الْمَقَامِ الْفَقْرِ فِي ثَلَاثِ فُصُلٍ

### پہلی فصل

پِیْسِ اُسَے طَالِبِ صَادِقِ جَانَا چاہئے کَہ دُرُوشِیْ کَا مَرْتَبَہِ خَدَا کَے مُرَدِ بَہْتِ بڑا ہَے



اور درویشوں کو بھی بڑے بڑے خطرات پیش آتے ہیں جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔  
 لِلْفَقَرِ الْذِينَ أَحْصُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ يَحْسَبُهُمُ  
 الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ اللَّهِ فَفُتِنُوا بِهِمْ بِمَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَنْ يَفْقَرُوا وَبِئْسَ مَا يَحْكُمُ الْغَوَّابُ  
 میں گھرے ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی یاد میں ایسے مصروف رہتے ہیں کہ کسی کے پاس  
 جا کر سوال کرنے کی فرصت نہیں پاتے اور ان کے فقر و فاقہ چھپانے سے جاہل آدمی ان کو  
 تو نگر جانتے ہیں۔ اور ان کی بابت اور بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہر ضَرْبِ اللَّهِ مَثَلًا  
 عَبْدًا أَتَمَلُّوْكَ لَا يَقْدِرُ عَلَى شَيْءٍ یعنی بیان فرمائی اللہ تعالیٰ نے مثال  
 اپنے خاص لوگوں کی کہ وہ غلامِ مملوک کی طرح آپ کو جانتے ہیں کہ وہ اپنے کمال پر متصرف  
 اور قادر نہیں ہوتا سب کچھ اپنے مالک کا جانتا ہو یعنی جس قدر مالک چاہتا ہو اس سے دیتا ہے  
 اور یہ بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے تَتَجَافَى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا  
 وَطَمَعًا يَفْعَلُونَ كَيْدًا بِغَيْرِ عِلْمٍ اور شب بیداری کرتے ہیں اور  
 اللہ تعالیٰ کی جناب میں عجز کرتے ہیں اور پھر ناپسند ہونے کا خوف اور پندیرائی کی  
 امید بھی رکھتے ہیں اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ فقیر می اختیار کرو اور خود  
 یہ دعا مانگے اَللّٰهُمَّ اَحْيِيْ مِسْكِيْنَا وَ اَمِيْ مِسْكِيْنَا وَ اَحْشُرْ فِيْ رُفُوْةِ الْمَسَاكِيْنِ یعنی  
 اے خدا تو مجھے کو فقیر می کی حالت میں زندہ رکھ اور فقیر می کی حالت میں مایا و میرا شرمساکین کے  
 ساتھ کر اور یہ بھی فرمایا کہ قیامت کے روز خدا تعالیٰ فرمائے گا اُدُّوْا مِنِّيْ اَحْبَاۤءُ  
 فَيَقُوْلُ الْمَلٰٓئِكَةُ مَنْ اَحْبَبَاكَ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ فُقَرَاۤءُ الْمَسَاكِيْنِ یعنی مجھ سے بڑے دوستوں کو  
 قریب کرو فرشتے کہیں گے کون ہیں اللہ تعالیٰ فرمایا گا کہ وہ فقراء و مساکین میری دوست ہیں  
 پس احوط یہ ہے اس کے مثل آیات اور احادیث بہت ہیں یہاں تک کہ ان کے  
 مشہور ہونے کی وجہ سے اس کے ثابت کرنے کی ضرورت نہیں ہے خود رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم کے زمانہ میں مہاجرین فقرائے تھے کہ خدا کی عبادت کے آداب اور حضور پر خیر خدا



صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا اتباع پورا پورا بجالانے لگے اور آپ کی مسجد یعنی مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بیٹھے رہتے تھے اور تمام شغال اور جھگڑوں کو تمام کر دیا تھا اور اس امر کا یقین حاصل رکھتے تھے کہ خدا تعالیٰ تمہارا روزی رساں ہو اور اُس پر توکل تھا اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی صحبت کے واسطے مامور تھے اور ان کے حق کو قائم رکھتے تھے جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تَقْظُوهُ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْفَيْثِ يُبَرِّدُونَ وَجْهَهُ يَعْنِي اُن لوگوں کو جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اور اُس کی ذات پاک کی خواہش رکھتے ہیں دور منت کر اور فرمایا وَلَا تَقْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ زِينَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا یعنی اپنی آنکھیں یعنی توجہ کی نگاہ اُن کی طرف رکھ اور اُن کو نظر حقارت سے نہ دیکھ کیا تو دنیا کی زندگی میں زینت چاہتا ہو اسی واسطے حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہاں کہیں اُن کو دیکھتے تو فرماتے کہ میرا باپ تم پر قربان ہوں خدا تعالیٰ نے تمہاری بابت مجھ پر غنا ب فرمایا۔

پس اہل طالب صادق اس سے معلوم ہوا کہ خداوند تعالیٰ نے فقر کا بہت بڑا مرتبہ اور درجہ رکھا ہے اور فقر اہل کو اُس درجہ کے ساتھ مخصوص فرمایا ہو جو اسے کہ فقر اہل کے اسباب ظاہری اور باطنی کو ترک کر دیا ہے اور بالکل خدا کی ہی ذات پر توکل رکھا ہے تاکہ ہمارا فقر فخر سمجھا جائے اور کیوں نہ ہو جب ان کی یہ حالت ہو کہ نہ گئے کا غم اور نہ آئے کی خوشی اگر کوئی تعاقب ہو تو ذات سے ہو اور ذات ہی میں ہر وقت استغراق ہو تو دنیا سے اُن کو کیونکر تعلق ہو سکتا ہو اسی وجہ سے وہ فقر کو اپنا فخر اور عزت سمجھتے ہیں افسوس کہ سوائے اہل اللہ کے اور لوگوں نے اُن کی تحقیر کی معاذ اللہ منہا۔

پس اہل طالب صادق سمجھو معلوم ہو وہی کہ فقر اہل کی ایک رسم ہے یعنی رسم حقیقی اُن کے افلاس اور اضطراب ہے لیکن اصل میں اس کو اقبال اور استغناء سمجھنا چاہئے اور مذہب پسند یہ اس امر میں یہ ہو کہ صرف رسم دیکھ کر رسم پر ہی آلام کیا ہے یعنی جب مراد



حاصل ہو گئی تو حقیقت اُن کو حاصل ہو گئی اور جب حقیقت اُن کو حاصل گئی تو موجودات سے  
منہ پھیر لیا اور کل اشتیاء کو فنا سمجھ کر اُس کل کی طرف جو باقی ہی متوجہ ہوئے جیسا کہ حدیث  
میں وارد ہے مَنْ لَمْ يَعْرِفْ سَوَئِي سَأَمَهُ لَمْ يَسْمَعْ سَوَئِي اِسْمُهُ ہے یعنی جس شخص نے  
کہ سوائے رسم فقر کے اور کچھ نہ جانتا تو اُس نے گو یا سوائے رسم فقر کے اور کچھ نہ سنا،  
پس اے طالب صادق، اب میں تجھ کو بتلاتا ہوں کہ فقیر اُس کو کہتے ہیں کہ اُس کے پاس  
کچھ نہ ہو اور اُس کی کسی چیز میں خلل نہ آئے اور نہ اسباب ہونے سے مال دار ہو جائے  
اور نہ اُس کے نہ ہونے سے محتاج ہو جائے یعنی ہونا اور نہ ہونا سب اُس کے نزدیک برابر  
ہو بلکہ نہ ہونے سے اور بھی زیادہ خوش ہو اس وجہ سے کہ مشائخ نے کہا ہے کہ فقیر جس قدر  
تنگ دست زیادہ ہو گا اُسی قدر اُس پر حال زیادہ کشادہ ہو گا اور اُس پر اسرار منکشف  
ہونگے اس واسطے کہ وجود معلوم درویش کا ناموم ہوتا ہے جینک کہ کسی چیز کو حل نہ کر سکے صرف  
ایک مقدار معین پر محدود نہ ہو بلکہ اپنی استعداد کو بڑا کرے کیونکہ خدا کے دوستوں کی  
زندگی اسطاف حفی اور اسرار روشن کے ساتھ ہونا چاہی نہ اس سرے فجار اور دنیا کے  
مکار کے اسباب سے۔ پس اے طالب، فقیر کو چاہئے کہ دنیا کے اسباب کو بمقا بلہ  
رضائے الہی کے اپنی ذات سے دفع کرتا ہے اس کے متعلق حضرت مصطفیٰ علام یہ  
حکایت بیان فرماتے ہیں کہ ایک فقیر کی ایک بادشاہ سے بہت ملاقات تھی۔ بادشاہ  
نے ایک مرتبہ اُس سے کہا کہ تو مجھ سے کچھ مانگ فقیر نے کہا کہ میں اپنے غلاموں کے غلام سی  
کیا مانگوں بادشاہ نے کہا یہ کیا کہا غلاموں کا غلام کیسا فقیر نے جواب دیا کہ میرے دو بندے  
ہیں اور وہ میرے دونوں خلائیں یعنی ایک حرص اور دوسری امید جب تو ان سے  
آزاد ہو تو میں کچھ تجھ سے طلب کروں اسی واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
فرمایا ہے الفقراء عن اھلہ یعنی جو چیز کہ اُس کے اہل کے واسطے عزت ہوتی ہے نا اہل کے  
واسطے ذلت ہوتی ہے پس فقیر کی عزت یہ ہے کہ اُس کے تمام جوارح محفوظ ہوں یعنی



اپنے اعضاؤں کو نامناسب چیزوں سے بچا رکھے اور اپنی حالت میں خلل نہ آنے دے  
 اور ہر ذلت سے اور ہر خلل سے اُس کے تن پر کوئی معصیت اور ذلت نہ گذرے اور  
 نہ اُس کی جان پر کوئی خلل اور آفت آئے یعنی اُس کے ظاہر میں ظاہری نعمتیں ہوں  
 اور باطن میں اُس کے باطنی نعمتیں ہوں تاکہ اُس کا بدن روحانی اور اُس کا دل ربانی  
 ہو جائے اور خلق سے اُس کو کوئی لگاؤ نہ رہے اور آدمیوں سے اُس کو کچھ نسبت نہ رہے  
 بلکہ فقر اُس کا ایسا نہ ہو کہ خلق کی طرف نسبت اور اُس کے تعلق سے فقیر ہو اگرچہ تمام عالم اسکی  
 ملک ہو جائے تو بھی وہ غنی نہ ہو اور اُس عالم سے اُس کو استغناء نہ ہو بلکہ دونوں جہان  
 اُس کے فقر کی نراز و کے پتے میں اگر رکھے جائیں تو ایک چھٹڑ کے پر کی برابر بھی ہوں اور  
 اُس کی ایک سانس دونوں عالم میں نہ سمائے۔

ابلیس کے متعلق فقیر ظہیری مترجم ایک حکایت حضرت بہار الدین زکریا ملتانی علیہ الرحمۃ کی لکھتا ہے کہ ایک مرتبہ فوج  
 غزنین سے کچھ مریدین آپ کی زیارت کے واسطے چلے جب ملتان شریف پہنچے تو اس کو سہ ماہی رانا ایک جنگل میں اُن  
 مریدین نے کچھ جانوروں کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ افسوس کا مقام ہے کہ حضرت بہار الدین کا انتقال ہو گیا ان  
 فقرات کو سن کر مریدین نے آپس میں مشورہ کیا کہ افسوس اتنا بڑا سفر بھی کیا اور پیر کی قدمبوسی سے بھی محروم ہے  
 اب ملتان جانے سے کیا فائدہ ہو چلا گھر کو واپس چلے چلیں اس پر بعض مریدین نے کہا کہ اتنا بڑا سفر کیا اور ملتان کے  
 قریب بھی آگئے اگر حضرت کی قدمبوسی میسر نہ ہونے ہو مزار کی ہی زیارت کر لیں گے چنانچہ حبیب ملتان گئے  
 تو حضرت کو مسند ارشاد پر جلوہ گرد کیجا بالآخر سب نے اس واقعہ کو بیان کیا آپ نے فرمایا کہ اُن جانوروں کا  
 کہنا درست ہے اس وجہ سے کہ فلاں وقت میں میری ایک سانس غیر خدا میں ضائع ہو گئی تھی اسی کی وجہ  
 سے تمام زمین و آسمان میں مشہور ہو گیا تھا کہ بہار الدین کا انتقال ہو گیا اس حکایت سے معلوم ہو سکتا ہے  
 کہ فقیر کی کوئی سانس غیر خدا میں صرف نہیں ہوتی یہی اسی کا نام کمال فقر ہے رمنہ ۱۲



## فصل دوسری اختلاف مشائخ میں

پس اے طالب صادق اب میں تجھ کو اختلاف مشائخ رحمہم اللہ بتلاتا ہوں کہ آپس میں ان میں اس امر پر اختلاف ہے کہ فقیری بہتر ہے یا امیری پس ان دونوں میں کون خالق کی صفتوں میں سے افضل ہے اس وجہ سے کہ خداوند تعالیٰ حقیقت میں غنی ہے اور سب صفتوں میں اُسی کو کمال بھی ہے۔ اس کے متعلق حضرت یحییٰ بن معاذ رازی اور احمد بن ابی الحارسی اور حارث الکحاسی اور ابوالعباس بن عطا اور ابوالحسن بن شمعون اور متاخرین سے حضرت شیخ المشائخ حضرت ابوسعید فضل اللہ بن محمد المہنی رحمہم اللہ یہ سب اکابر اس امر پر متفق ہیں کہ امیری فقیری پر افضل ہے اور اُن کی یہ دلیل ہے کہ امیری خدا تعالیٰ کی صفت ہے اور فقیری کا اطلاق اُس پر جائز نہیں ہے پس دوستی میں ایسی صفت کہ جو خدا اور بندہ کے درمیان مشترک ہو بخوبی پائی جائے گی اور یہ اُس صفت سے اچھا ہے کہ جبکہ مصداق ذات واجب کو بنانا روا نہیں ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ شرکت صرف نام ہی میں ہے دراصل معنی اور حقیقت میں نہیں ہے اس واسطے کہ معنی کی شرکت میں مماثلتہ یعنی آپس میں برابر ہونے کی ضرورت ہے اور خدا تعالیٰ کی صفت قدیم ہے اور خلق کی صفت حادث ہے پس یہ دلیل باطل ہوئی اور میں جو علی بن عثمان جلابی ہوں یہ کہتا ہوں کہ غنا خدا کا ایک نام ہے منجملہ اور ناموں کے کہ یہ اُسی کے واسطے زیبا اور لائق ہے یعنی خلق اس نام کی مستحق نہیں ہے بلکہ خلق کے واسطے فقر زیبا ہے اور خدا کے واسطے یہ نام جائز نہیں ہے اور ہم لوگ جو مجازاً کسی کو غنی کہتے ہیں اسکا یہ مطلب نہیں ہے کہ حقیقت میں وہ غنی ہے بلکہ یہ ظاہر دلیل ہے کہ ہمارا غنا اسباب ظاہری کے ہونے پر موقوف ہے اور ہم سبب میں جب ہم نے اسباب کو قبول کیا تو وہ بلا اسباب کے سبب ہے اور اُس کی غنا کا کوئی سبب نہیں ہے پس شرکت۔



اس صفت میں باطل ہے۔

اور جب خدا کی عین ذات میں کسی کی شرکت روا نہیں ہے تو اُس کی صفت میں بھی جائز نہیں ہے اور جب صفت میں جائز نہیں تو اس کم میں بھی جائز نہیں، اب یہاں تسبیہ باقی رہا اور تسبیہ ایک نشانی ہے خلق کے درمیان اور وہ خدا کے واسطے نہیں ہو رہی خدا کا غنا یہ ہے کہ اُس کو کسی کی حاجت اور پروا نہیں ہے اور جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اُس کی مراد کو کوئی دفع نہیں کر سکتا اور اُس کی قدرت کا کوئی مانع نہیں اور تمام چیزوں کے بدل دینے پر اور دوزخوں کے پیدا کرنے پر قادر ہے اور ہمیشہ اس صفت کے ساتھ موصوف ہے اور رہیگا اور خلق کی غنا کی مثال ایسی ہے جیسے کسی کے پاس کوئی جائیداد ہو کہ باوجود مسرت کے بھی اُس کی آفات سے نہیں چھوٹ سکتا ہے۔ اور آرام کا مشاہدہ نہیں کر سکتا اور یہ سب باتیں دلیل حدوث اور تغیرات کی ہیں اور سرمایہ تعجب و حسرت اور موجب عجز اور ذلت کے ہیں پس یہ اکم بندہ پر حجازاً صادق آتا ہے۔ اور خدا پر حقیقتہً جیسا کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے **يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ** یعنی اے آدمیوں تم فقیر ہو اور خدا ہی امیر ہے اور پھر فرمایا **وَاللَّهُ الْغَنِيُّ وَأَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ** اور ایک گروہ عام لوگوں کا کہتا ہے کہ امیر کو فقیر پر ہم فضیلت دیتے ہیں اس واسطے کہ خدائے تعالیٰ نے اُس کو دونوں جہان میں سعید پیدا کیا ہے اور اُس پر امیر ہونے کا احسان رکھا ہے اور یہ گروہ یہاں غنا سے دنیا کا مال اور اپنی مرادوں کا پورا ہونا اور شہوت کا پورا کرنا چاہتے ہیں اور اس پر یہ دلیل لاتے ہیں کہ غنا پر شکر کیا اور فقیری میں صبر کیا پس صبر میں ہوتا ہی اور شکر نعمتوں میں ہوتا ہی۔ اور واقع میں بلا سے نعمتیں بہت لہی ہیں ہم کہتے ہیں کہ نعمت پر شکر کیا اور شکر سبب یا دہنی نعمت ہے اور فقیری پر صبر کیا اور صبر سبب زیادتی قربت کا ہی چنانچہ فرمایا ہے **وَلَكِنَّ شَكَرْتُمْ لَا تَزِيدَنَّكُمْ** اگر تم شکر کرو گے تو ہم تمہاری نعمتوں کو زیادہ کریں گے اور پھر فرمایا



اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰدِقِیْنَ یعنی بیشک خدا صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے پس جو شخص نعمت  
 کی حالت میں کہ وہ حقیقتہً غفلت کی حالت ہے شکر کرے اس کی نعمت پر اور نعمت بڑا و بیشک  
 اور جو شخص فقیری کی حالت میں کہ اُس کی اصل سختی ہے صبر کرے تو اُس کی قربت پر قربت  
 زیادہ کرے گی لیکن وہ غنا کہ جس کو مشائخ فضیلت دیتے ہیں فقیری پر اُن کی یہ مراد  
 نہیں ہے کہ عام لوگ اُس کو غنا کہتے ہیں جس میں نعمت ملتی ہو اور وہ منعم کو حاصل ہوتا ہے  
 پس وصل حاصل ہوتا اور چیز ہے اور غفلت حاصل ہونا دوسری چیز ہے اور حضرت شیخ  
 ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اَلْفَقْرُ هُوَ الْغِنَى بِاللّٰهِ یعنی فقیری اللہ کے ساتھ غنا ہے۔  
 اس سے مراد کشف ابدی ہے خدا کے دیکھنے کے واسطے ہم کہتے ہیں کہ مکاشف کو ممکن ہے کہ حجاب  
 واقع ہو جائے پس اگر یہ صفت صاحب مشاہدت کو محبوب کرے مشاہدہ سے تو وہ پھر اُس  
 مشاہدہ کا محتاج ہوتا ہے یا نہیں اگر کہو گے نہیں ہوتا ہے تو محال ہے اور اگر کہو گے ہوتا ہے  
 تو ہم کہتے ہیں کہ جب احتیاج کا نام آیا تو غنا ساقط ہو گیا اور یہ بھی ہے کہ غنا خدا کے ساتھ  
 اُس شخص کو ہوتا ہے کہ قائم الصفت اور ثابت المراد ہوے اور باوجود اقامت مراد اور  
 اثبات اوصاف آدمیت کی غنا درست نہیں ہوتا ہے اس واسطے کہ اس کی ذات خود  
 غنا کے قابل نہیں ہے اس وجہ سے کہ وجود بشریت عین احتیاج ہے یعنی وجود بشری  
 کو حاجت لازم ہے اور حدوث کی علامت احتیاج ہے پس باقی الصفتہ غنی ہے اور فانی الصفتہ  
 کسی اکم کے واسطے قابل نہیں ہے پس اَلْفَقْرُ مِنْ اَخْنَاءِ اللّٰهِ یعنی غنی وہ ہے جس کو  
 اللہ غنی کرے اس وجہ سے کہ غنی باللہ فاعل ہے اور اغناہ اللہ مفعول ہے اور فاعل بالذات  
 قائم ہوتا ہے اور مفعول فاعل کی وجہ سے قائم ہوتا ہے پس بالذات قائم ہونا بشریت  
 کی صفت ہے اور بحق قائم ہونا صفت ہے۔ اور میں کہ علی بن عثمان جلابی ہوں  
 کہتا ہوں کہ جب بندگی میں درست ہوا تو غنا حقیقی صفت کی باقی رہنے پر درست  
 نہیں ہوتا اس واسطے کہ بقا آدمیت کی صفت ہے اور صفت علت کا محل ہے اور اُفت



کاموجب ہے انہیں دلائل مذکورہ سے اور صفت کا فنا وغنا نہیں ہے اس واسطے کہ جو چیز خود باقی نہیں رہتی اس کا کوئی نام نہیں رکھتا پس غنا کا نام فنا صفت رکھنا چاہئے اور سبب صفت فانی ہو گئی تو اس کی جگہ ساقط ہوئی اب اس شخص پر نہ فقیری کا نام رہا اور غنا کا نام رہا پس غنا کی صفت حضرت الہی سے متجاوز نہیں ہے اور فقیری کی صفت بندہ کی ذات سے الگ نہیں ہے اور پھر سبب مشائخ عوام سے زیادہ فقیری کو امیری پر فضیلت دیتے ہیں اس وجہ سے کہ کتاب اور سنت یعنی قرآن اور حدیث میں اس کی فضیلت موجود ہے اور بہت لوگ امت کے اس پر متفق ہیں کہ جن کا ذکر حکایات میں پاتا ہوں حکایت ایک روز حضرت جنید بغدادی اور ابن عطا رحمہ اللہ کے درمیان اس مسئلہ کا ذکر ہوتا تھا ابن عطا اسپر دلیل لائے کہ اغنیاء زیادہ فضل ہیں اس واسطے کہ قیامت کے روز ان کے غنا کا حساب ہو گا اور حساب کے معنے میں بے واسطہ کلام کا سننا عتاب کے محل میں اور عتاب دوست سے دوست کو ہوا کرتا ہے حضرت جنید نے فرمایا کہ امیروں سے خدائے تعالیٰ حساب کریگا تو فقیروں سے عذر چاہے گا اور عذر افضل ہے حساب سے یہاں ایک عجیب لطیفہ ہے ہم کہتے ہیں کہ محبت کی تحقیق میں بیگانگی کا عذر ہوتا ہے اور مخالفت کا عتاب بیگانگی ہے اور دوست ایسے محل میں ہوتے ہیں کہ یہ دونوں بانیں ان کے احوال میں آفت ہوتی ہیں اس وجہ سے کہ مذکور کسی ایسے قصور کی وجہ سے ہوا کرتا ہے کہ جو دوست کے حق میں صادر ہو نہ بخلاف اس کا حکم کے جب اس سے اپنا حق طلب کریں اس کا پاس عذر کرتا ہے اور عتاب بہ سبب نقص کو ہوتا ہے جو دوست کے حکم کے خلاف کریں اس وقت دوست اس قصور کے سبب اس پر عتاب کرتا ہے اور یہ دونوں باتیں بھی محال ہیں اور سبب طلبوں میں فقر اجر کیسا رہتا ہے اور اغنیاء شکر کے ساتھ اور دوستی کی حالت میں دوست سے نہ کوئی چیز طلب کرتا ہے اور نہ دوست کے فرمان کو ضائع کرتا ہے پس ظَلَمَ مَنْ سَمِيَ ابْنًا لِلْمَلِكِ قَدْ سَاءَ رَبُّهُ فَقِيًّا۔ یعنی اس شخص نے ظلم کیا جس نے آدمی کا



نام امیر رکھ لیا حالانکہ خدا نے اُس کا نام فقیر رکھا ہے۔ یعنی جس کا نام خدا کی جانب سے فقیر ہے اگرچہ وہ امیر ہے لیکن فقیر ہی ہے پس وہ شخص ہلاک ہو گیا جو اپنے کو امیر نہیں جانتا اگرچہ اُس کی جگہ تخت پر ہو اس وجہ سے کہ امر صاحب صدقہ ہوتے ہیں اور فقرا صاحب صدق ہوتے ہیں اور صاحب صدق ہرگز مثل صاحب صدقہ کے نہیں ہو سکتا پس حقیقت میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا فقر مثل سلیمان علیہ السلام کے غنا ہی کے ہے اس وجہ سے کہ ایوب علیہ السلام سے اُن کے ہر کی شدت میں کہا۔ نَعْمَ الْعَبْدُ یعنی اچھا ہے بندہ اور سلیمان علیہ السلام کو جب خدا کی رضا مندی حاصل ہو گئی تو حضرت سلیمان کی فقیری کو مثل غنا سلیمان کے خدائے کر دیا۔ حکایت مصنف کہتا ہے کہ حضرت اُستاد ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ سے میں نے سنا ہے کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ آدمیوں نے فقر اور غنا کے درمیان کلام کیا ہے اور ہر شخص نے اپنا اپنا مذہب مختار ظاہر کیا ہے اور میں وہ بات اختیار کرتا ہوں کہ خدائے تعالیٰ مجھ کو پسند کرے اور میری اس میں گہائی کرے اگر مجھ کو امیری کی حالت میں رکھے غافل نہ رہوں اور اگر مجھ کو فقیری کی حالت میں رکھے تو حریص اور روگرداں نہ ہوں پس غنا نعمت ہے اور غفلت اُس میں آفت ہے اور فقر بھی ایک نعمت ہے اور حرص اُس میں آفت ہے پس معافی سب کے اچھے ہیں اور معاملات اور روشیں مختلف ہیں۔ یعنی فقر کے معنی دل کو بھارا کہنا ماسوا ہے اور غنا کے معنی دل کو مشغول کرنا غیر سے ہے یعنی جب فراغت حاصل ہو گئی تو فقر غنا سے بہتر ہے اور غنا کے یہ معنی نہیں ہیں کہ مال اور متاع بہت سا ہو اور فقر کے یہ معنی کہ کم ہو متاع سب خدا کی ملک ہو جب طالب نے ملک ترک کی تو شرکت درمیان سے دور ہو گئی اور دونوں ناموں سے فارغ ہو گیا۔

فقیری فصل



مشائخ طریقت سے ہر ایک کو اس معنی میں رمز جدا گانہ ہے اور میں حتی الامکان ان کے اقوال کو اس کتاب میں لکھتا ہوں انشاء اللہ عزوجل ایک شخص متاخرین سے فرماتے ہیں کہ لَيْسَ الْفَقِيرُ مَنْ خَلِيَ مِنَ الشَّرَادِ إِنَّمَا الْفَقِيرُ مَنْ خَلَا مِنَ الْمُرَادِ یعنی فقیر وہ نہیں ہے کہ اُس کا ماتھ متاع اور نوشہ سے خالی ہووے بلکہ فقیر وہ ہے کہ اُس کی طبیعت مراد سے خالی ہووے جیسے اگر اُس کو خدا مال دے تو اگر اُس کی مراد اُس مال کی حفاظت ہے تو وہ غنی ہے اور اگر اُس کی مراد کا مال ترک ہے تب بھی غنی ہے اس واسطے کہ دونوں باتیں ملک غیر میں تصرف ہے اور فقر کے معنی ہیں ترک حفظ اور ترک تصرف حضرت یحییٰ بن معاذ رازی فرماتے ہیں عِلَالَةُ الْفَقْرِ خَوْفُ الْفَقْرِ یعنی فقیری صحیح ہونے کی علامت یہ ہے کہ بندہ کمال ولایت اور قیام مشاہدت اور فنا صفت سے ڈرتا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ یہ امور زائل ہو جائیں اور منقطع ہو جائیں پس اُس کے کامل ہونے کی علامت یہ ہے کہ اُس حال میں اُس کے دُور ہونے سے ڈرے اور حضرت ردیکم بن محمد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں مَنْ نَعِيَ الْفَقْرَ حِفْظًا لِمَتَاكَ وَصِيَانَةً لِنَفْسِهِ وَأَدَاءً لِمَا لِيَصُدُّهُ - یعنی فقیر کی یہ تعریف ہے کہ اُس کے سر میں اعراض نہ ہوں اور اُس کا نفس آفت سے محفوظ ہو اور فرائض کے احکام اُس پر جاری ہوں چنانچہ جو کچھ اُس کے دل پر گزرے اُس کو ظاہر نہ کرے اور جو کچھ ظاہر ہو اُس پر گزرے اُس کو پوشیدہ نہ کرے اور اُن اسرار کے غالب ہونے سے ایسا مغلوب نہ ہو جاسکے کہ امر شرعیت ادا نہ کر سکے اور یہ علامت بشریت کی ہے کہ بندہ بالکل حق کے موافق ہو جائے اور یہ بات بھی خدا کی توفیق سے حاصل ہوتی ہے۔ حضرت ابشر عافی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں أَفْضَلُ الْمَقَامَاتِ إِعْتِقَادُ الصَّبْرِ عَلَى الْفَقْرِ إِلَى الْقَبْرِ یعنی اعتقاد کرنا صبر کی ہمیشگی پر فقیری کی حالت میں ہے اور یہ صبر اور اعتقاد کرنا بندہ کے مقامات سے ہے اور فقر نام ہے فنا مقامات کا پس صبر کا اعتقاد فقیری کی حالت میں اس امر کی علامت ہے کہ اعمال اور افعال میں آفت دیکھے اور اوصاف کے فنا کی طرف مائل ہووے



لیکن ظاہر معنی اس قول کی کہ فقر کی فضیلت ہے غنا پر اور اس بات کا اعتقاد کرنا کہ ہرگز فقر کے طریق سے منہ نہ پھیروں برا ہے۔ اور حضرت شعیب علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اَلْفَقِيرُ مَنْ لَا يَسْتَعِينُ بِشَيْءٍ دُونَ اللَّهِ یعنی فقیر بدو ن حق کے کسی چیز سے آرام نہیں پاتا۔ اس واسطے کہ اُس کا کوئی مقصد اور مراد سوائے اُس کے نہیں ہو پس ظاہر معنی اس لفظ کے یہ ہیں کہ سوائے اُس کے تو نگرسی حاصل نہیں ہو سکتی یعنی جب تو نے اُس کو پالیا تو امیر ہو گیا پس پیری اُستی اُس کی غیر ہے اور جب امیر پیری بجز اُس کے غیر کے ترک کئے ہوئے حاصل نہیں کر سکتا تو تجھ کو تو نگرسی کا حجاب ہو گیا اور جب تو راہ سے اُٹھے گا تو تو نگر ہو جائے گا اور یہ بات نہایت ہی باریک اور لطیف ہے اور اہل حقیقت کے نزدیک اُس کے یہ معنی ہیں کہ اَلْفَقِيرُ اَنْ لَا يَسْتَعِينُ بِشَيْءٍ دُونَ اللَّهِ یعنی فقیر وہ ہے کہ اُس کو ہرگز غنا نہ ہو اور یہ وہی بات ہے جو پیر نے کہی یعنی خواجہ عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ہمارا غم ابدی ہے نہ تو ہماری ہمت ہرگز مقصود حاصل کر سکتی ہو اور نہ ہماری کلیت دنیا و آخرت میں نسبت ہو سکتی ہے اس واسطے کہ کسی چیز کے حاصل کرنے کے واسطے ایک جنس ہونے کی ضرورت ہے اور وہ ہمارا ہم جنس نہیں ہے۔ اور عقلمند کی حدیث سے منہ پھیرنا چاہئے اور فقیر غافل نہیں ہوتا پس اب ایک کام بہت دقیق اور مشکل پیش آیا اور وہ دوستی ہے اور دوستی بھی اُس کے ساتھ چکا و بیدار کب سے حاصل نہیں ہو سکتا اور اُس کا وصال خلق کی طاقت سے باہر ہے قلم کے ساتھ صورت نہیں بدل سکتی اور بقا پر تغیر جائز نہیں اس وجہ سے کہ فانی ہرگز باقی نہیں ہو سکتا جیٹک کہ وصل ہے اور نہ باقی فانی ہو سکتا ہے پس جیٹک کہ ذات ہے اُس کے دوستوں کا کام سر پر محنت ہے اور جس نے دل کی تسلی کو پونج عبارت کے ساتھ موافق کیا ہے اور جان کے آرام کے واسطے مقامات اور منازل اور طریقے بنائے ہیں۔ اور ان کی عبارتیں آپ سے اپنی طرف منسوب کی ہیں اور ان کے مقامات یعنی جنس سے جنس



کی طرف مائل ہوتی ہیں اور خدا سے نواٹے ان تمامی احوال اور اوصاف خلق سے متبرا  
اور منترہ ہے ان کی نسبت حضرت ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کُنْتَ الْفَقِيرُ  
السُّكُوتُ عِنْدَ الْعَدَمِ وَالْبَدَلُ عِنْدَ الْوُجُودِ وَقَالَ اَيْضًا لَا ضَرْبَ لِبُعْدٍ عِنْدَ الْوُجُودِ۔  
یعنی فقیر کی صفت یہ ہے کہ نہ ہونے کے وقت سکوت کرے اور ہونیکے وقت خراج کرے  
اور پھر فرمایا ہے کہ ہونے کی وقت خراج کرنے کی طرف بچپن ہو اور دوسرے کو اپنے سے  
بہتر سمجھے پس جس شخص کی مراد صرف ایک رقمہ ہے نوحیب وہ مراد سے باز رہیگا تو اس کا  
دل ساکن ہو جائے گا اور جب وہ رقمہ ملجائے گا تو اس کو آپ سے بہتر کو دیکھا اور یہ بہت  
بڑا کام ہے۔ اس قول میں دو معنی ہیں ایک یہ کہ سکوت حالت عدم میں ہے اور خراج  
حالت محبت میں ہے اس وجہ سے کہ یہاں مندی قابل خلعت ہر اور خلعت دلیل تقرب کی ہر  
اور محتب خلعت قبول نہیں کرتا ہے اس واسطے کہ خلعت میں فرقت کا نشان ہوتا ہے اور  
دوسرے یہ کہ اس کو سکون وجود کی انتظار نہ کرنے میں ہوتی ہے جب موجود ہو گیا وہ وجود  
اس کا غیر ہے اور اس کو غیر کیساتھ آرام نہیں ہوتا لہذا اس کو ترک کر دیتا ہے اور یہی  
قول حضرت شیخ المشائخ ابوالقاسم جنید بن محمد بن ابیخندک کا ہے جبکہ وہ فرماتے ہیں۔  
الْفَقْرُ خَلْوُ الْقَلْبِ عَنِ الْأَشْكَالِ یعنی جب اس کا دل شکل کے اندیشہ سے خالی ہو گیا اور  
غیر کی شکل ظاہر ہووے تو سوائے دور کر دینے کے اور کوئی صورت نہیں ہے اس کے متعلق  
حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں الْفَقْرُ بَحْرُ الْبَلَاءِ وَبَلَاءُ كُلِّ عَيْنٍ فِيقْرِي بَلَاكَ دُرَابًا  
ہے اور اس کی بلا کل عزت ہے اور عزت غیر کا نصیب اس وجہ سے کہ وہ عین بلا میں مبتلا  
ہے اس کو غیر سے کیا خبر جتنا کہ بلا سے کی خواہش نہیں کرے گا اس وقت تک بلا اس  
کے واسطے عزت ہے اور اس کی عزت سب وقت اور اس کا وقت سب محبت اور اس کی  
محبت سب مشاہدت ہے تاکہ طالب کا دماغ خیال کے غلبہ سے محال بیدار ہو جائے  
اور خیال کے غلبہ سے بے آنکھ کے دیکھ سکے اور بے کان سن سکے۔ پس بندہ بہت



عزیز ہے کہ دوست کی بلا کا بوجھ اٹھا سکے اس واسطے کہ بلا حقیقت میں عزت ہے اور نعمت  
 حقیقت میں ذلت ہے اس وجہ سے کہ عزت وہ ہے کہ بندہ کو درگاہ حق میں حاضر کرے اور  
 ذلت یہ ہے کہ حق سے غائب کرے اور بلا اور فقر حاضر ہونے کا نشان ہے پس جو  
 حضرت حق میں حاضر ہے وہ عزیز ہے اور جو حق سے غائب ہو وہ ذلیل ہو اور وہ بلا کہ جس کا  
 نام مشاہد ہے اور وہ دیدار کہ جس کا نام الہی ہے اس کا تعلق جس صفت کے ساتھ ہی ہو غنیمت  
 ہے جیسا کہ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں **يَا مَعْشَرَ الْفُقَرَاءِ اكْبَرُوا نَحْنُ نَعْرِفُونَ بِاللَّهِ**  
**وَنُكْرِمُونَ لِلَّهِ فَالْظُّرُّ دَاكِيفٌ تَكُونُونَ مَعَ اللَّهِ إِذَا خَلَوْتُمْ بِهِ** یعنی اگر وہ فقیروں کے تم کہ  
 خدا کو پہچانتے ہو اور اُس کی عزت اور حرمت کرتے ہو دیکھو کہ خلوت میں اُس کے ساتھ کس  
 طرح رہو گے یعنی جب خلق تم کو فقیر کہتی ہے اور تمہارا حق ادا کرتی ہو تو تم فقیروں کے  
 طریقہ کا حق کس طرح ادا کرو گے اور اگر خلق تم کو دوسرا نام بیکر بیکار ہے جو تمہارے دعوے  
 کے خلاف ہو تو تو تم اُن سے یہ بات پسند نہ کرو اس واسطے کہ تم کسی اپنے دعوے کا انصاف  
 کرتے ہو کہ سب کم درجہ کا آدمی وہ ہے کہ اُس کو خلق اپنی ملک سمجھیں اور وہ اُن کی ملک ہو  
 اور سب سے زیادہ عزیز وہ آدمی ہے کہ خلق اُس کو نہ اپنی ملک سمجھیں اور وہ اُن کی ملک نہ  
 ہو جس طرح اُس شخص کی مثال کہ جس کو خلق خدا کی ملک جانتی ہے خدا پر وہ حقیقتہً حق  
 کی ملک نہیں ہے ایسے ہی جیسے ایک شخص حکمت کا دعویٰ کرتا ہے اور بیماروں کا علاج  
 کرتا ہے حالانکہ وہ کچھ نہیں جانتا بلکہ خلق کو اور زیادہ بیمار کر دیتا ہے اور جب وہ خود بیمار  
 ہوتا ہے تو عاجز ہو جاتا ہے اور اپنی دوا نہیں کر سکتا بلکہ اُس کے علاج کی واسطے دوسرے  
 طبیب کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ اُس کو دوا دے اور اُس شخص کی مثل کہ جس کو خلق  
 حق کی ملک جانتی ہے اور وہ واقع میں حق کی ملک ہو ایسے ہی جیسے ایک طبیب بیماروں  
 کا علاج کرتا ہے اور جب وہ خود بیمار ہوتا ہے تو دوسرے طبیب کی اُس کو ضرورت نہیں  
 ہوتی بلکہ اپنا علاج آپ ہی کر لیتا ہے اور اُس شخص کی مثال جس کو خلق خدا کی ملک جانتی ہو



اور وہ خدا کی ملک ہے ایسے ہی جیسے ایک مرد طبیب ہو مگر خلق اُس کو نہیں جانتے۔ اور وہ خلق کی طاعت مشغول ہونے سے فارغ ہے اپنے پاس موافق غذا میں اور مفرح بستری اور دوا میں معتدل رکھتا ہے تاکہ بیمار نہ ہو اور تمام مخلوق کی آنکھیں اُس کے احوال کو نہ دیکھ سکیں چنانچہ بعض متاخرین نے فرمایا ہے۔ **الْفَقْرُ عَدَمٌ بِلَا وُجُودٍ** یعنی فقیری نیستی ہے سو امری بہت ہی کے عبارت اسی قول سے ہے اس واسطے کہ معدوم شے نہیں ہوتی اور کلام فقے میں کیا جاتا ہے پس یہاں یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ فقر کوئی چیز نہیں ہو اور عبارات اور اجتماع تمام ادبیا کا کسی اصل پر نہیں ہے اس واسطے کہ وہ اپنی ذات میں فانی اور معدوم ہو جاتا ہے اور یہاں اس عبارت سے عین کا معدوم ہونا مراد نہیں ہے۔ بلکہ آفت کا معدوم ہونا مراد ہی عین سے ہے اور آدمی کے کل اوصاف آفت ہیں جب آفت کی نفی ہوئی وہ صفت بھی فنا ہو گئی اور صفت کا فنا ہونا پہنچنے کا آلہ ہے اور نہ پہونچنا۔ ان کے سامنے سے دور کر دینا ہو ان کے طریقے کے نہ ہونیکو یعنی عین کی نفی کر دینا ہو اور اس میں ملاک کر دینا ہے مصنف کہتا ہے کہ میں نے ایک مشکاکین کا گروہ دیکھا جنہوں نے اس معنی کی صورت کو معدوم نہیں کیا تھا اور اسپر منہتے تھے کہ یہ بات معقول نہیں ہے اور میں نے ایک مدعیوں کے گروہ کو دیکھا کہ انہوں نے اس نامعقول بات کو قبول کیا تھا اور ان کا اعتقاد اور اسپر اعتقاد تھا اور ان کو اصل قصہ معلوم نہ تھا اور کہتے تھے کہ **الْفَقْرُ عَدَمٌ بِلَا وُجُودٍ** اور دونوں گروہ خطا پر تھے یعنی ایک جہالت کی وجہ سے حق کا منکر ہوا اور دوسرے نے جہالت کو اپنا حال بنایا اور اُسی حال سے ظاہر ہوا اور اس گروہ کی عبارات میں عدم اور فنا سے مراد آلہ کا ضعیف ہو جانا برا ہے اور ناستودہ صفت کو صفت ستودہ کی تلاش میں اچھا نہیں ہے باوجود آلہ کے موجود ہونیکے معنی معدوم ہوتے ہیں اور کل امور میں فقیہ کا فقر عاریت ہے اور کل اسباب میں بیگانہ ہے لیکن اسرا اگہی کا گذر گاہ ہے تاکہ اُس کے امور اُس کے حاصل کرنے والے اور اُس کے مکتسب ہیں اور



اُس کے فعل کی نسبت اُسی کی طاعت رہی اور معافی کو اُسی کی طرف نسبت ہے جب اُس کے امور کسب کی قید سے رہا ہو گئے تو فعل کی نسبت اُس سے جدا ہو گئی اور اُس وقت جو کچھ اُس پر گزرتا ہے اُس کو راستہ مل جاتا ہے اور نہ یہ کہ راستہ جاتا رہتا ہی پس کسی چیز کو اپنی طرف نہ کھینچتا ہے اور نہ کسی چیز کو آپ سے دفع کرتا ہے پس جو کچھ اُس پر نشان کرتا ہے سب اُسی عین کی وجہ سے ہر اور مصنف کہتا ہے کہ میں نے مدعیانِ ارباب اللسان کے ایک گروہ کو دیکھا کہ اس قضیہ یعنی وجود کے معاوم ہونے سے ان کے کمال کی نفی کرتے تھے فقر کی حالت میں اور یہ بات نہایت ہی غریب ہے اور میں نے دیکھا کہ حقیقت فقر سے اُن کی ہر اوصفت کی نفی کرنا تھی اور میں نے دیکھا کہ حق اور حقیقت کی تلاش کی نفی کو فقیہی اور صفاتی فقر کہتے تھے اور میں نے دیکھا کہ اُن کا ہوا اور ہوس کا ثابت کرنا کل کی نفی کرنا تھا اور ہر شخص اپنے درجہ میں فقر کی حجت سے عاجز ہو گیا تھا اس وجہ سے کہ اس بات کا معاوم کر لینا آدمی کی کمال ولایت کی علامت ہے اور اس بات کی تہمت لگانا انتہا درجہ کی بات ہے پس اس معاملہ میں اور اس میں مصروف ہونا کمال کا نخل ہے پس طالب حق کو ان کے راہ پر چلنے سے کوئی چارہ نہیں ہے اور اُن کے مراتب اور عبارات کے جاننے سے گریز نہیں کر سکتا تا کہ خصوصیت کے محل میں عام لوگوں کی طرح نہ ہو کہ اصول کی عوام اصل ہانوں سے اعتراض کر نیگے اور فروع کے عوام فرعی امور سے گزر جائیں گے پس اُس شخص کی مصیبت ہے کہ فروع سے باز ہے اور اصول کی طرف نسبت رکھے جب اصول سے باز رہا تو کسی جگہ بیٹھنے کے قابل نہیں ہے پس اس طالب یہ سب باتیں میں نے اس وجہ سے بیان کیں تاکہ ان معافی راہ کو تو طے کرے اور ان کے حق کی رعایت میں مشغول ہووے اور اب میں تھوڑا سا اصول اور رموز اور اشارات اس گروہ کے تصوف کے باب میں لکھتا ہوں پھر اسماء الرجال لینے کے نام لکھوں گا پھر اختلاف مذاہب مشائخ متصوفہ کو بیان کروں گا پھر احکام اور معارف اور حقائق اور



شرائع بیان کرونگا پھر آداب اور رموز اُن کے مقامات کی بقدر امکان لکھوں گا تا کہ تجھ پر  
اور سب پڑھنے والوں پر اس کی حقیقت ظاہر ہو جائے۔ وبالله التوفیق :

## الباب الثالث فی التصوف

### پہلی فصل

فرمایا خدا نے عروج لے دے عبادِ اللہ جنہیں ہمیشہ علی الاکثر ہونا اور اذِ اخطائہم  
الجاہلون قالوا سلاماً۔ یعنی خدا کے بند وہ ہیں جو زمین پر تواضع سے چلتے  
ہیں اور جب جاہلوں سے خطاب کرتے ہیں نرمی سے بات کرتے ہیں، اور فرمایا  
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مَنْ سَمِعَ صَوْتَ أَهْلِ التَّصَوُّفِ فَلَا يُؤْمِنُ عَلٰی دُعَائِهِمْ  
كُتِبَ عِنْدَ اللَّهِ مِنَ الْغَفْلَيْنِ یعنی جس نے اہل تصوف کی آواز سنی پس اُن کی دعا  
پر آمین نہ کہی تو لکھا جاتا ہے خدا کے نزدیک غافلوں سے اور اکثر  
آدمیوں نے اس اسم کی تحقیق کے بارے میں بہت باتیں کہی ہیں اور کتابیں تصنیف کی  
ہیں اور اُن میں سے ایک گروہ کہتا ہے کہ صوفی کو صوفی اس وجہ سے کہتے ہیں کہ جامہ  
صوف رکھتا ہے ایک گروہ کہتا ہے کہ صوفی اس وجہ سے کہتے ہیں کہ صوفی اول میں ہے  
اور ایک گروہ کہتا ہے کہ اس وجہ سے صوفی کہتے ہیں کہ اصحابِ صفہ رضی اللہ عنہم کیساتھ دوستی  
رکھتے ہیں اور ایک گروہ کہتا ہے کہ یہ اہم صفا سے مشتق ہے اور ہر شخص نے  
اس کی تحقیق میں بہت لطائف اور نکات لکھے ہیں لیکن لغت کے موافقت  
ان معانی سے بہت بعید ہے پس صفائی کل امور میں بہتر ہے اور اُس کی ضد  
کہورت ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے  
ذَهَبَ صَفْوُ الدُّنْيَا وَبَقِيَ كَدُّهَا۔ یعنی دنیا کی صفائی جاتی



رہی اور کدورت باقی رہ گئی پس سب چیزوں کی لطائف کا نام اُس کی صفائی ہوا  
 چونکہ ان قصہ والوں نے اپنے اخلاق اور معاملات کو بہت سکر لیا ہوا اور طبیعت کی آفتوں  
 سے پاک اور صاف ہیں اس وجہ سے ان کو صوفی کہتے ہیں اور اُس گروہ کا یہی نام ہے  
 اور یہ اکمل علم ہے اس وجہ سے کہ ان لوگوں کا اندیشہ اس سے زیادہ بڑا ہے کہ ان کے معاملات  
 کو چھپا سکیں تاکہ ان کا اسم شتی ہو سکے اور اس زمانہ میں اکثر خلق کو خدا کے تعالیٰ نے  
 اس قصہ کو ان قصہ والوں سے پوشیدہ کیا ہوا اور اس قصہ کے لطیفہ کو ان کے دلوں  
 سے چھپا یا ہے تاکہ ایک گروہ یہ بات جان لے کہ یہ امر صرف صلاح ظاہر کے واسطے  
 اختیار کیا ہے یعنی بغیر مشاہدہ باطنی کے اور بعض گروہ یہ خیال کریں کہ یہ بے حقیقت رسم  
 ہے اور اس کی کچھ اصل نہیں ہے یہاں تک کہ اہل ہنر اور علماء ظاہر میں نے اسکی  
 کلیتہً کا انکار کیا ہوا اور اس قصہ کے محبوب ہونے سے خوش ہوئی ہیں اور عوام نے ان  
 کی تقلید کی ہے اور صفائی باطن کی تلاش کو دل سے مٹا دیا ہے اور سلف اور صحابہ  
 کے مذہب کو طاق پر رکھ دیا ہے شعری

اِنَّ الصِّفَا صِفَتْ الصِّدِّيقُ + اِنْ اَرَدْتَ صُوفِيًا هَلِي التَّحْقِيقُ

اس وجہ سے کہ صفائی کی ایک اصل اور ایک فرع ہے اور اُس کی اصل انقطاع دل وغیر  
 سے ہے اور اُس کی فرع دنیا و غدار سے لینے دل کا خالی کرنا اور یہ دونوں صفتیں حضرت  
 صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابو بکر عبداللہ بن ابی قحافہ میں تھے اس وجہ سے کہ امام  
 اس طریقت کے آپ ہی ہیں اور اغیار سے اپنے دل کا انقطاع آپ کا یہ تھا کہ تمام  
 صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے شکستہ دل تھے اور حضرت عمر رضی اللہ  
 عنہ نے تلوار پھینچ لی تھی کہ جو کوئی کہیگا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو اس کا  
 سر کاٹ ڈالوں گا تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ماہر تشریف لائے اور باواز بلند فرمایا  
 اَلَا مَنْ كَانَتْ مُحَمَّدًا قَبْلَ اَنْ يَمُوتَ قَدْ مَاتَ دَمَنَ عَيْدِ رَبِّ مُحَمَّدٍ وَانَّهُ حَيٌّ لَا يَمُوتُ







باتوں کا انکار حق کا انکار ہے اور مکارہ ہے اور یہ جو میں نے کہا کہ صفائی ضد کدورت ہے اور کدورت صفات بشری سے ہے اور حقیقت میں صوفی وہ ہے کہ اُس کا دل کدورت سے پاک اور صاف ہو دے جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے مشاہد کے استغراق کے وقت اُن کے لطائف جمال سے مصر کی عورات پر بشریت غالب ہو گئی اور وہ غلبہ برعکس ہو کر ٹوٹا جب انتہا درجہ کو پہنچ گیا تو اُن کا اُن کی طرف گزر ہوا اور بشریت سے حضرت یوسف علیہ السلام پر نظر پڑی اور فوراً کہنے لگیں۔ صَاحِدًا الْبَشَرِ اَیْنِیْہِ اَدْمٰی نہیں ہے اور آپ پیچود ہو گئیں اور یہ اسی وجہ سے تھا کہ مشائخ طریقت نے کہا ہے کہ اِنَّ الصَّفَا مِنْ صِفَاتِ الْبَشَرِ لَا تَنْبَغِ الْمَدَدُ لَا یَخْلُوْا مِنْ الْکَدْرِ اَیْنِیْہِ صَفَایِ بشر کی صفات نہیں ہے اس واسطے کہ بشر ڈھیلہ ہے اور ڈھیلہ سوائے کدورت کے اور کچھ نہیں ہے اور آدمی کو کدورت سے چارہ نہیں ہے پس صفائی کی مثال افعال سے نہیں ہو سکتی اور مجاہدہ سے بشریت زائل نہیں ہو سکتی اور اس کے اکھ کو اور اسما اور القاب سے کچھ تعلق نہیں ہے یعنی صفائی دوستوں کی صفت ہے اور وہ بغیر بادل کے آفتاب ہیں اور جو شخص اپنی صفت سے فانی ہو دے اور دوست صفت کے ساتھ باقی ہو دے پس وہی دوست ہے اس واسطے کہ اُن کے احوال اور بابل کے سامنے آفتاب کی طرح سے ظاہر ہیں جیسے کہ حبیب خدا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ حادثہ کا کیا حال تھا آپ نے فرمایا کہ عبد نور اللہ قلبہ بالایمان یعنی وہ ایک بندہ ہو کہ اُس کا دل نور ایمان سے روشن ہے اسی وجہ سے اُس کا چہرہ اُس کی تاثیر سے روشن ہے اور وہ خدا کے نور سے منور ہے چنانچہ ایک بزرگ نے فرمایا ہے شعر

ضیاء الشمس والقمر اذا اشتراکا + کمود جہ من صفاء الحب والتوحید اذا اشتبکا۔

یعنی آفتاب اور ماہ تاب کا نور جب ایک دوسرے کیساتھ ملتے ہیں تو اس کی مثال ایسی ہے جیسی محبت اور توحید کی صفائی ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ معجون ہو جاتی۔



اور آفتاب اور ماہتاب کے نور کی وہاں کیا قدر ہو جہاں محبت اور توحید جبار کا نور ہو۔  
 تاکہ اُسکے ساتھ نسبت کریں لیکن دنیا میں ایسا کوئی نور نہیں ہے کہ ان دو نور سے  
 زیادہ ہو اس واسطے کہ آئینہ کا نور یا وجود کمال کے بھی آفتاب اور ماہتاب کے نور کو  
 نہیں دیکھ سکتا گو غلبہ کے وقت آفتاب اور ماہتاب آسمان کو دیکھ سکتا ہے اور دل معرفت  
 اور توحید اور محبت کے نور سے عرش کو دیکھ سکتا ہے اور عقبے کی حال پر دنیا ہی میں مطلع ہو  
 جاتا ہے۔ اور اس طریقت کے تمام مشائخ اس امر پر متفق ہیں کہ جب بندہ مقامات کی  
 قیاسے چھوٹ جائے اور ..... احوال کی کدورت سے خالی ہو اور تخیل اور طرح طرح کے  
 بدلے سے آزاد ہو جائے اور تمام اچھے احوال کے ساتھ موصوف ہوئے اور وہ سب اوصاف  
 سے جدا ہو جائے یعنی کسی صفت نیک کی قید میں نہ رہے اور اُس کو نہ دیکھے اور اُس پر  
 غور کرنے والا نہ ہو اور اُس کا حال سب عقول کے دریافت کرنے سے ملبس ہووے  
 اور اُس کا زمانہ تمام گمانوں کے تصرف سے پاک ہووے اور اُس کا حضور جائے سکے  
 اور اُس کے وجود کے کچھ اسباب نہ ہوں تو کَانَ الصَّفَا حُضُورًا بَلَا ذَہَابٍ ہو جاتا  
 ہے۔ اور وجود بلا اسباب کے حاضری بے غیبت کی ہے اور بے سبب اور علت  
 کے ایک جزو ہائی جاتی ہے اس واسطے کہ جس چیز پر غیبت صورت پکڑتی ہے وہ حاضری  
 نہیں پاتی اور جس چیز کے پائے جانے کا کوئی سبب اور علت ہو تو وہ پائی جاتی ہے  
 اور حجب اس درجہ پر پہنچ جاتا ہے تو دنیا اور عقبے میں فانی ہو جاتا ہے اور اُس میں ربانی  
 الشائستہ پیدا ہو جاتی ہے اور سونا اور ڈھیلہ اُس کے نزدیک دو برابر ہیں اور خلق  
 پر جو بانٹیں دشوار ہیں مثلاً احکام کی حفاظت وہ اُس پر سب تکالیف آسان ہو جاتی ہیں  
 جیسا کہ حارثہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور رسول صلعم نے  
 فرمایا کَيْفَ أَجْبَحْتَ يَا حَارِثَةُ قَالَ أَصْبَحْتُ مُؤَمِّنًا بِاللَّهِ حَقًّا فَقَالَ اُنْظُرْ وَتَقُولُ يَا  
 حَارِثَةُ إِنَّ كُلَّ شَيْءٍ حَقِيقَةٌ فَهِيَ حَقِيقَةٌ ثَمَانِيكَ فَقَالَ فَرَّقْتُ نَفْسِي عَنِ الدُّنْيَا



فَاسْتَوَىٰ عِندَ نَجْمِهَا وَذَهَبُهَا وَفِضَتُهَا وَمَدَّ رُكَّاهَا فَاسْبَحَتْ لَيْلِي وَأَكْلَامُ نَسْتِ  
 نَهَا سَائِي حَتَّىٰ مَرَّتْ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَىٰ عَمَائِشِ رَبِّي بَارِئًا وَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَىٰ أَهْلِ  
 الْجَنَّةِ يَتَنَزَّلُونَ فِيهَا وَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَىٰ أَهْلِ النَّارِ يَتَضَادُّونَ وَرَبِّي إِذَا يَنْتَظِرُ  
 يَتَعَادَىٰ رُؤُونِ يَعْنِي اِمْرِ عَارِثَ تُوْنِي صَبْحِ كَسْ طَرَحِ كِي كِهَامِيْنِي صَبْحِ اِمْسِي عَالَتِ مِيْنِي كِي كِهَامِيْنِي  
 مومن تھا اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عارثؓ غور سے دیکھو کیا  
 کہتے ہو ہر حق کی واسطے ایک حقیقت اور برہان ہوا کرتی ہے اور تیری اس گفتار کی۔  
 برہان کیا چیز ہے عارثؓ نے جواب دیا کہ یہ ہے کہ میں اس دنیا سے اپنے بدن کو توڑ دوں  
 اور اس کی دلیل یہ ہے کہ سونا اور پتھر اور ڈھیلہ امیر نزدیک سب برابر ہیں اور حبیب  
 میں دنیا سے جدا ہو گیا تو عقلمند میں مل گیا یہاں تک کہ بہشت اور دوزخ اور عرش کو  
 دیکھ رہا ہوں اس پر آپؐ نے فرمایا کہ تو نے پہچان لیا۔ فَالْكَرَامُ قَالَهُمَا ثَلَاثًا يَعْنِي اِسْكَو  
 لَازِمِ پکڑ اور یہ تین مرتبہ آپؐ نے فرمایا۔ یعنی اے عارثؓ تو نے پہچان لیا اسی کو لازم پکڑ کہ  
 اس کے سوا سب بیچ ہے اور صوفی ایک ایسا نام ہے کہ کالان لایت اور محققان اور پیار کو  
 اس نام سے پکارتے ہیں چنانچہ ایک مشائخ فرماتے ہیں کہ مَنْ صَفَادًا لِحُبِّ نَفْسِهِ صَفَا  
 وَمَنْ صَفَادًا لِحُبِّ نَفْسِهِ صَفَا يَعْنِي جو شخص محبت میں مصفا ہوتا ہے وہ صاف ہوا اور  
 جو دوست میں متفرق ہوا اور اُس کی غیب سے بری ہو وہ صوفی ہوا اور لغت کے موافق اس  
 اسم کا اشتقاق درست نہیں ہوتا کسی چیز سے کہ یہ بات اُس سے زیادہ  
 عظیم ہے کہ اس کی کوئی جنس ہو کہ اُس جنس سے مشتق ہو اس واسطے کہ ایک شخص کا  
 دوسری شے سے مشتق ہونا ایک جنس ہونے کو چاہتا ہو اور جو چیز کم تر ہو وہ صفائی کے  
 خلاف ہو اور کسی چیز کو اُس کی ضد سے مشتق نہیں کیا کرتے ہیں پس یہ بات آفتاب سے  
 بھی زیادہ روشن اور ظاہر ہے۔ اس کے جاننے والوں کے نزدیک اور بیان کی محتاج  
 نہیں ہے اور اشارہ کی ضرورت نہیں ہے اَوَّلَاتِ الصُّوفِي مَهْنُوعٌ عَنِ الْعِبَارَةِ



لا شاکہ اسکا ہے۔ چونکہ صوفی کل عبارات سے ممنوع ہے اور تمام عالم اس کا بیان کرنیوالا  
 ہے خواہ جائیں یا نہ جائیں اور اس نام کے جس وقت معنی حاصل ہو گئی تو کچھ اندیشہ نہیں  
 ہے پس اکطالب صادق اہل کمال اُن کو صوفی کہتے ہیں اور ان کے طالبوں و متعلقوں  
 کو متصوف کہتے ہیں چونکہ تصوف مصدر یا بفعل سے ہے اور تفعل مفتضی تکلف کا ہے  
 یعنی اپنے نفس پر تکلیف اٹھانا ہے اور یہی اصلی معنی تصوف کے ہیں اور اس معنی  
 کا فرق لغت اور معنی کے حکم سے ظاہر ہی جیسا کہ الصفا و کایۃ و لہا آیۃ و سرادیکہ  
 و التصوف حکایۃ للصفا و لہا شکایۃ ہے یعنی صفائی ظاہر اور روشن ہے اور تصوف  
 اس کی اور اس کے اہل کی حکایت ہے اور اس کی تین قسمیں ہیں۔ ایک صوفی اور دوسری  
 متصوف اور تیسری متصوف ہیں صوفی وہ ہے کہ آپ سے فانی ہو و ہر اور باقی بحق ہو و  
 اور طبائع کے قبضے سے علیحدہ ہو کر حقیقت کی طرف متوجہ ہو اور متصوف وہ ہے کہ جو  
 مجاہدہ سے اس درجہ کو تلاش کرتا ہے اور اپنی تلاش میں اپنی ذات کو ان کے معاملہ  
 بردار کر رہتا ہے اور متصوف وہ ہے کہ جس دنیا کے مال اور منال اور حفظا ہ  
 کے واسطے اپنے کو اُن کی مثل بنالیا ہے اور ان دلوں چیزوں کے اس کو خیر نہویاں  
 تک کہ کہا ہے الْمُسْتَصِفُّ عِنْدَ الْقُتُوبِ کَالذِّبَابِ وَ عِنْدَ غَيْرِهِمْ کَالذِّیَابِ یعنی  
 متصوف۔ صوفی کے نزدیک حتمی ہونے کی وجہ سے مثل نکھی کے ہے اور اس کے  
 نزدیک جو کچھ وہ کرتا ہے ہوس ہے اور دوسروں کے نزدیک بھیڑی کی سی حالت ہے کہ ہمیشہ اسکی  
 ہمت مُردار کی طرف متوجہ رہتی ہے پس صوفی صاحب وصول ہوتا ہے اور متصوف  
 صاحب حصول اور متصوف صاحب فضول ہے پس جس شخص کو وصل نصیب ہوا مقصود  
 حاصل کر لے ہیں اور مراد کو پہنچنے میں مراد سے بے مراد ہوا اور مقصود سے بے  
 مقصود ہوا اور جس کی وصل نصیب ہے تو وہ طریقت کے احوال پر قادر ہو گیا۔ اور  
 اس کے لطائف پر گوشہ نشین اور مستحکم ہوا اور جس کو فضول نصیب ہوا وہ سب



باز رہا اور درگاہ پر رسم کے بیٹھ رہا اور رسم کی وجہ سے معنی سے محجوب ہو گیا۔ اور بسبب حجاب کے اصل اور اصل سے محجوب ہوا اور مشائخ نے اس قصہ میں بہت رموز لکھی ہیں۔ یہاں تک کہ اُس کی کلیت کو شمار نہیں کر سکتی لیکن ان کی بعض رموز کو اس کتاب میں اہم بیان کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ وبالله التوفیق

## دوسری فصل

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں الصُّوفِيُّ إِذَا نَطَقَ بِأَنَّ نَطَقَهُ عَنِ الْحَقَّائِقِ وَإِنْ سَكَتَ نَطَقَتْ عَنْهُ الْجَوَارِحُ بِقَطْعِ الْعَلَاءِ بِقِي - یعنی صوفی ولی ہے کہ جب بولے اُس کا بیان اُس کے حال کے حقائق ہوں یعنی کوئی چیز ایسی نہ کہے کہ جو اس کے خلاف ہو اور چپ چپ رہے تو اُس کا معاملہ اُس کے حال کو بیان کرے اور اُس کے حال تعلقات کے قطع کر نیکی واسطے دلیل ہو یعنی اُس کے تمام اقوال اصل صحیح پر مبنی ہوں اور اُس کے تمام افعال میں صرف تجرید یعنی جو کچھ اُس کا قول حق ہو وہ اور جب چپ رہے تو اُس کے سب فعل فقر سے ہو وہیں حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں - التَّصَوُّفُ نَفَتْ أَيْقَمَ الْعَبْدُ قِيْلَ لَقَدْ لَ الْعَبْدُ أَمْ لِلْحَقِّ قَال لَقَدْ الْحَقِّ حَقِيقَةً وَلَقَدْ الْعَبْدُ رَسَمَ يَنْعَى تَصَوُّفَ أَيْكَ صِفَتِ بِهَ كَهَبْدَه اُس کے ساتھ قائم رہتا ہے پس لوگوں نے کہا کہ صفت حق کی ہے یا خلق کی تو جواب دیا کہ حقیقت خدا کی صفت ہے اور اُس کی رسم خلق کی صفت ہے یعنی اُس کی حقیقت بندہ کی صفت فنا کر دینے کی مقتضی ہے اور بندہ کی صفت کا فنا حق کی صفت کی بقا سے ہوتا ہے اور یہ صفت حق کی ہے اور اس کی رسم بندہ کے مجاہدہ کی ہمیشگی کی مقتضی ہے اور ہمیشہ مجاہدہ کرنا بندہ کی صفت ہے اور جب دوسرے معنی لے جائیں تو ایسے ہونگے کہ توحید کی حقیقت میں کسی بندہ کو قنعت



درست چل نہیں ہوتی اس وجہ سے کہ بندہ کی صفیتیں ہمیشہ نہیں رہتی ہیں اور خلق کی صفت صرف رسم ہے اس واسطے کہ خلق کی لغت باقی نہیں رہتی بلکہ وہ حق کا فعل ہوتا ہے پس حقیقت میں حق کی صفت کہنا چاہئے اور اُس کے یہ معنی ہیں کہ خدائے تعالیٰ نے بندہ کے واسطے فرمایا ہے کہ روزہ رکھو تو اس روزہ رکھنے کی وجہ سے صابغی کا لقب پایا اور رسم کے اعتبار سے وہ صوم بندہ سے سرزد ہوتا ہے اور حقیقت میں حق کی طرف سے کہنا چاہئے جیسا کہ خدا اور رسول نے فرمایا ہے الصَّوْمُ لِيْ وَآلِیَّ الْاٰخِرِیْنَ بِہ یعنی روزہ میرے واسطے ہی اس واسطے کہ جو کچھ اُس کا کیا ہوا ہے سب اُسی کی ملک ہے اور خلق کی طرف اُس کی نسبت مجازاً ہے۔ اور حضرت ابوالحسن۔ نور سی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ التَّصَوُّفُ تَرَکُ کُلِّ حَظٍّ لِالنَّفْسِ یعنی تصوف کل خطوطا نفسانی کے ترک کا نام ہے اور یہ دو قسم پہنچنے ایک رسم ہے اور دوسری حقیقت ہے اور یہ وہ بات ہے کہ اگر وہ حظ کو چھوڑ دے تو حظ کا چھوڑنا بھی حظ ہی نہیں یہ رسم ہے اور اگر حظ اُس کو چھوڑ دے تو یہ حظ کا فنا کر دینا ہے اور اس معنی کا تعلق حقیقت میں مشاہد ہے پس حظ کا ترک کر دینا بندہ کا فعل ہے اور حظ کا فنا کر دینا خدا کا فعل ہے اور بندہ کا فعل رسم اور مجازاً ہوا کرتا ہے اور خدا کا فعل حقیقت ہوتا ہے اور اس قول سے حضرت جنید کا قول معلوم ہوا کہ جو اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے اور حضرت ابوالحسن نور سی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں الصُّوْفِیَّةُ هُمَا الَّذِیْنِ صَفَتْ اَسْرَ وَاُجْهَهُمْ فَصَادَعُوْا فِی الصِّفِّ الْاَوَّلِ بِالْیَدِ الْاُخْرٰی یعنی صوفی وہ لوگ ہیں جن کی بائیں نسبت کی کدورت سے آزاد ہو گئی ہیں اور نفسانی آفتوں سے صاف ہو کر خلاص کی ہوا کھاتی ہیں یہاں تک کہ صفت اول اور درجہ اعلیٰ پر خدا کے ساتھ آرام کر رہی ہیں اور غیر خدا سے مطلق بری ہو گئی ہیں چنانچہ پھر وہی فرماتے ہیں۔ الصُّوْفِیُّ الَّذِیْ لَا یَمْلِکُ وَلَا یَمْلَکُ یعنی صوفی وہ ہے کہ اُس کی ملک میں کوئی چیز نہ ہو



اور وہ بھی کسی چیز کی ملک نہ ہو اور یہی معنی عین فنا ہونے کے ہیں کہ فانی الصفات نہ مالک ہوتا ہے اور نہ مخلوک اس واسطے کہ مالک ہونا موجودات کیساتھ صحیح ہوتا ہے اور اس سے یہ مراد ہے کہ صوفی دنیا کا متاع اور غفبی کی زینت کچھ اپنی ملک نہیں کرتا ہے اس واسطے کہ وہ خود اپنی ملک ہیں اور اپنے نفس کے حکم میں نہیں ہوتا ہے جیسا کہ بادشاہ اپنا اعتقاد دوسرے کی طرف سے توڑ دیتا ہے اس وجہ سے کہ دوسرا بندگی کی خواہش اس سے نہ رکھے اور یہ قول اس گروہ کی واسطے بہت اچھا ہے جو کل کو فنا کہتے ہیں اور ہم ان کی غلط کاریاں اس کتاب میں انشاء اللہ تھالے بیان کریں گے تاکہ تجھ کو معلوم ہو جائے ابن الجالی مثنوی کہتے ہیں اَلتَّصَوُّفُ حَقِيقَةُ كَامِرٍ سَمَّاهُ لَعْنَةُ بَعْضِ تَصَوُّفِ اُس حقیقت کا نام ہے جس کی کوئی رسم نہیں ہے اس وجہ سے کہ رسم خلق کا حقیقہ معاملات میں ہے اور اس کی حقیقت خدا کا خاصہ ہے چونکہ تصوف خلق سے اعراض کرنے کا نام ہے اس لیے واسطے اس کی کوئی رسم نہیں ہے حضرت ابو عمر دمشقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اَلتَّصَوُّفُ سُرَاوِيَّةُ الْكُوْنِ بِعَيْنِ النَّقْصِ بَلْ غَضُّ الطَّرْفِ عَنِ الْكُوْنِ یعنی تصوف وہ ہے کہ سوائے عین نقصان کے اور کچھ نہ دیکھے اور یہ دلیل بقائے صفت کی ہے بلکہ کون سے آنکھ اٹھالے اور یہ دلیل فنا صفت کی ہے اس وجہ سے کہ نظر کون میں ہوتی ہے اور جب کون ہی نہ رہا تو نظر خود نہ رہی اور کون سے جب نظر کو اٹھالیا تو اس کے یہ معنی ہیں کہ بصیرت ربانی باقی رہ جاتی ہے یعنی جو شخص اپنی ذات سے اندھا ہو جاتا ہے خدا کو دیکھتا ہے اس وجہ سے کہ طالب کون بھی طالب ہوتا ہے اور اس کا کام اس سے اس کی ذات کے واسطے ہوتا ہے اور اس کو سوائے اپنے کوئی راہ نہیں ہوتی ہے پس ایک شخص اپنے کو دیکھتا ہے لیکن ناقص دیکھتا ہے اور ایک شخص نظر اپنے اوپر سے اٹھالیتا ہے اور کچھ نہیں دیکھتا ہے اور جو شخص کہ دیکھتا ہے اگرچہ وہ ناقص دیکھتا ہے مگر اس کا درہ حجاب میں ہے اور جو شخص دیکھتا ہے وہ بینائی میں محجوب رہتا ہے اور جو شخص نہیں دیکھتا ہے



تائید یافتی ہیں محبوب ہوتا ہے اور یہ اصلی قول ہر جو طریق تصوف میں ہو اور ارباب معانی کے نزدیک بھی درست ہے لیکن یہ جگہ اس حدیث کی بیان کی نہیں ہے اور ابو بکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں **التَّصَوُّفُ شِرْكٌ لِأَنَّهُ صِبْيَانَةُ الْقَلْبِ عَنْ رُؤْيَةِ الْغَيْرِ وَلَا يَزُولُ** یعنی تصوف شرک ہے اس وجہ سے کہ وہ دلوں کو نگاہ رکھتا ہو غیر کے دیکھنے سے اور غیر کا وجود حقیقت میں نہیں ہے یعنی توحید ثابت کرنے میں غیر کی رویت شرک ہے اور حجب دل میں غیر کی قیمت نہیں ہے تو اس کو غیر کے ذکر سے نگاہ رکھنا محال ہے حضرت حصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں **التَّصَوُّفُ صَفَاءُ الْقَلْبِ مِنْ كُذِّ دَسَائِدِ الْخُلُقِ** یعنی تصوف دل اور بھید کی صفائی کا نام ہے مخالفت کی کدورت سے اور اس کے یہ معنی ہیں کہ حوصلہ کو خدا کی مخالفت سے نگاہ رکھے اس واسطے کہ دوستی موافقت کا نام ہے اور موافقت مخالفت کی ضد ہے اور دوست کو ہر حالت میں اور تمام عالم میں دوست کے حکم کی تعمیل کے سوا اور کچھ نہیں چاہیے اور حجب مراد ایک ہوتی ہے تو مخالفت نہیں ہوتی ہے حضرت محمد بن علی بن الحسین بن علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ **التَّصَوُّفُ خُلُقٌ مَنْ شَرَّادَ عَلَيْكَ فِي الْخُلُقِ شَرَّادَ عَلَيْكَ فِي التَّصَوُّفِ** یعنی تصوف خوش اخلاقی کا نام ہے یعنی جو شخص نیک خوئی زیادہ کرتا ہے صوفی زیادہ ہوتا ہے اور نیک خوئی دو طرح پر ہوتی ہے ایک خدا کے ساتھ دوسری خلق کے ساتھ پس خدا کے ساتھ نیک خوئی یہ ہے کہ اُس کی رضا پر راضی ہے اور اُس کی قضا کے تابع ہو دے اور خلق کے ساتھ نیک خوئی یہ ہے کہ انکی صحبت کا تحمل محض خدا کی رضامندی کی غرض سے ہو اور یہ دونوں پائیں طالب کو حاصل ہوتی ہیں اور خدا محو تعالیٰ طالب کی رضامندی اور ناراضی سے بے پروا ہے اور یہ دونوں صفتیں اُس کی وحدانیت کے نظارہ کے ساتھ متعلق ہیں اور حضرت ابو محمد مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ **الْقُتُوبِيُّ لَا يَسْبِقُ هَيْئَةً خَطْوَةً إِلَّا لِبَيْتِهِ** یعنی البتہ صوفی وہ شخص ہے کہ اُس کا اندیشہ اُس کے



قدم کے ساتھ برابر ہووے یعنی سب حاضر ہو اور دل کی جگہ تن ہو اور تن کی جگہ دل ہو اور  
 دل کی جگہ قدم اور قدم کی جگہ دل ہو اور یہ علامت حضور ہی بے عیب کی ہے برخلاف  
 اس بات کے کہ کہیں کہ آپ سے غائب ہو اور خدا کے سامنے حاضر ہو یہ بات نہیں بلکہ  
 خدا کے ساتھ ظاہر ہے اور اپنے ساتھ حاضر یہ عبارت جمیع الجمع کی تھی اس وجہ کہ جب تک اپنی  
 رؤیت اپنے ساتھ ہوتی ہے اپنے سے غیبت نہیں ہوتی اور جب رؤیت دور ہو گئی تو  
 حضور ہی ہے اور اس بات کی خصوصیت کا لائق بقول حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے ہے  
 الصُّوفِيُّ لَا يَدْرِي فِي الدَّارَيْنِ مَعَ اللَّهِ غَيْرَ اللَّهِ یعنی صوفی وہ ہے کہ دونوں جہان  
 میں سوائے خدا کے عزوجل کے کوئی چیز دیکھے اور سب امور میں بندہ کی ہستی غیر رہی  
 اور جب غیر کو نہیں دیکھیں گانویں اپنی ذات کو نہ دیکھے گا اور اپنے آپ سے اپنے نفی اور  
 اثبات کے وقت سے بالکل فارغ ہو جائیگا چنانچہ حنیف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ الصُّوفِيُّ  
 مَبْنِيٌّ عَلَى ثَمَانِ خِصَالٍ السَّخَاءُ وَالرِّضَاءُ وَالصَّبْرُ وَالْإِسْطَارَاةُ وَالْغُرْبَانَةُ وَكِبْسُ الصُّوفِ  
 وَالسِّيَاحَةُ وَالْفَقْرُ أَمَّا السَّخَاءُ فَلِإِسْرَافِهِمْ وَأَمَّا الرِّضَاءُ فَلِإِسْمَاعِيلَ وَأَمَّا  
 الصَّبْرُ فَلِإِيُوبَ وَأَمَّا الْإِسْطَارَاةُ فَلِإِسْرَافِهِمْ وَأَمَّا الْغُرْبَانَةُ فَلِإِسْمَاعِيلَ وَأَمَّا كِبْسُ  
 الصُّوفِ فَلِإِسْمَاعِيلَ وَأَمَّا السِّيَاحَةُ فَلِإِسْمَاعِيلَ وَأَمَّا الْفَقْرُ فَلِإِسْمَاعِيلَ صَلَّى اللَّهُ  
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ یعنی تصوف کی بنیاد آٹھ خصلتوں پر ہے اور آٹھ  
 پیغمبروں کی پیروی ان آٹھ باتوں میں ہے یعنی سخاوت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام  
 کی کہ آپ ایسے تھے کہ آپ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو راہ مولائیں قربان کر دیا  
 اور ضامین اسماعیل علیہ السلام کی کہ خدا کی راہ میں قربان ہو گئے اور اپنی جان عزیز کا کچھ خیال نہ کیا  
 اور صبر میں حضرت ایوب علیہ السلام کی کہ کیڑوں کی بلا میں آپ نے صبر کیا اور شرمات  
 میں حضرت ذکر یا علیہ السلام کی کہ خدا کے تعالیٰ نے فرمایا اَنْ لَا تُكَلِّمَ النَّاسَ  
 ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا سَمْرًا۔ اور اسی سورت میں کہا ہے۔ اِذَا نَادَى رَجُلٌ بِرَبِّهِ فَجَاسَ



اور غربت میں بھی اُکی کہ اپنے وطن میں بھی غریب تھے اور باوجود اپنے اغرا اور اقربا میں  
 رہنے کو اُن سے بیگانہ تھے اور سیاحت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کہ آپ سیاحت  
 میں ایسے تنہا تھے کہ سوائے ایک پیالہ اور کنگھی کے اور کچھ نہ رکھتے تھے اور جب آپ نے  
 ایک شخص کو دیکھا کہ چلتے سے پانی پی رہا ہے تو پیالہ کو بھی پھینک دیا اور جب دیکھا کہ ایک شخص  
 انگلیوں سے خال کر رہا ہے تو بھی پھینک دیا اور صوف پہنی ہوئی حضرت موسیٰ کو آپ کے پٹری ٹھینے کی ہوتے  
 تھے اور فقر میں حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدائے تعالیٰ نے سب خزانوں کی کنجیاں یعنی تمام مومن زمین کے  
 خزانوں کی کنجیاں آپ کو بھیج دیں اور حکم کیا کہ تم تکلیف نہ اٹھاؤ اور ان خزانوں سے اپنی  
 کو آراستہ کرو آپ نے فرمایا کہ نہیں میں تو یہ چاہتا ہوں کہ خدا مجھ کو ایک روز سیر  
 کرے اور دو روز بھوکا رکھے اور یہ اصول بہت ہی اچھا ہے اور حضرت حصری رحمۃ  
 اللہ علیہ فرماتے ہیں اَلصُّوْفِیُّ کَالْیَوْجَدِ بَعْدَ عَدَمٍ وَکَالْبَسْمَةِ بَعْدَ وُجُودٍ +  
 یعنی صوفی وہ ہے کہ اُس کی ہستی کو نیستی نہ ہو یعنی جو کچھ پاؤے اُس کو کم نہ کری اور جو  
 کم کرے اُس کو ہرگز نہ پاؤے اور دوسرے معنی یہ ہیں کہ اُس کی یافت کو ہرگز ناپافت  
 نہ ہو تاکہ اثبات بلا نفی کے ہو اور نفی بلا اثبات کے ہو اور اس سب عبارت کا بھہ  
 مطلب ہے کہ اُس کی بشریت بالکل دور ہو جائے اور جسمانی حالات اُس کے سب  
 فوت ہو جائیں اور سب اُس کی نسبت منقطع ہو جائے تاکہ بشریت کا بھید اُس شخص کے  
 حق میں ظاہر ہو جائے تاکہ اُس کی ذات میں سب نسبتیں جمع ہو کر خود بخود  
 قائم ہو جائیں اور اس کی صورت دو پیغمبروں کے درمیان میں ظاہر  
 ہو سکتی ہے ایک حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کہ اُن کے وجود  
 میں عدم نہ تھا یہاں تک کہ آپ نے فرمایا سَابِیْتُ اَنْتَ سَابِیْتُ لِحَقِّ  
 صَدِّیْ سَابِیْ وَکَیْسَیْ اَمْرِیْ اور دوسرے رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم کہ آپ کے عدم میں وجود نہ تھا یہاں تک کہ فرمایا کَیْسَیْ اَمْرِیْ اَللّٰہُ



یعنی ایک نے اُملیش چاہی اور زینت طلب کی اور دوسرے کو خود آراستہ کیا اور  
 اُس کو خود پہنا حضرت علی بن ہندار صیرفی نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں -  
 اَلتَّصَوُّفُ رَاسْقَاتُ لِرُؤُوسٍ دَوَائِرُ لِحَقِّ ظَاهِرٍ اَوْ بَاطِنٍ اَيْعْنِے تصوف وہ ہے کہ اس کا اہل اپنے  
 ظاہر و باطن کو نہ دیکھے بلکہ ہر چیز میں خدا کو دیکھے چنانچہ تو اگر اُس کا ظاہر دیکھے نشان  
 توفیق تجھ کو معلوم ہوا اور جب تو غور کرے تو اُس کے ظاہر کے معاملات اُسکی توفیق  
 کے مقابلہ میں پیشہ کے پر کی برابر بھی نہیں ہیں ظاہری حالت کی طرف کچھ توجہ نہ کر  
 اور توجہ باطن کی طرف غور کرے تو اس میں تابید الہی کا نشان پائی اور جب تو  
 غور کرے تو اُس کے باطنی معاملات خدا کی تابید کے مقابلہ میں ذرہ کی برابر بھی نہیں  
 ہیں پس تو باطن کی طرف کچھ توجہ نہ کرے سب خدا ہی کی طرف توجہ دیکھے۔ جب  
 تو سب چیز میں خدا کو دیکھے تو اپنے کو بالکل بیچ سمجھے اور محمد بن احمد مقری رحمۃ اللہ  
 علیہ فرماتے ہیں - اَلتَّصَوُّفُ اِسْتِقَامَةُ الْاَحْوَالِ مَعَ الْحَقِّ - یعنی تصوف کے معنی  
 ہیں احوال کا خدا کے ساتھ قائم رکھنا یعنی احوال صوفی کے سر کو حال سے نہ پھیرے  
 اور کج روی کی طرف مائل نہ کرے اس وجہ سے کہ جس شخص کا دل احوال میں پھنسا ہوا  
 ہے اسکو اقامت کے درجہ سے نہ گرا دے اور اسکو وصول حق سے باز نہ رکھے

## تیسری فصل

جو کچھ معاملات میں کہا ہے ابو حفص صدیق نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اَلتَّصَوُّفُ  
 كَلَامٌ اَدَبِيٌّ وَكُلُّ وَقْتٍ اَدَبٌ وَكُلُّ مَقَامٍ اَدَبٌ وَكُلُّ حَالٍ اَدَبٌ فَمَنْ يَتَنَبَّهْ  
 اَدَبَ الْاَوْقَاتِ يَكُنْ مَبْلَغَ الرِّجَالِ وَمَنْ ضَيَعَ الْاَدَبَ فَهُوَ كَعَيْدٍ قَبْلَ جَيْتٍ  
 يَطْلُبُ الْقُرْبَ يَعْنِے تصوف سب چیزوں کے ساتھ ادب کہنے کا نام ہے کہ ہر وقت اور  
 ہر مقام اور ہر حال کے واسطے ہوا کرتا ہے یعنی جو شخص اوقات کی ادب کی ملازمت



کرتا ہے وہ مردوں کے درجہ کو پہنچ جاتا ہے اور جو شخص آداب ضائع کرتا ہے وہ ترویجی  
 کے گمان سے دور رہتا ہے وہ مردود ہے اور خدا کے مقبول ہونے کا اُس کو گمان نہیں  
 کرنا چاہیے اور یہ بات حضرت ابوالحسن کے قول سے ثابت ہے وہ فرماتے ہیں رَبِّیْ اَلتَّصَوُّفُ  
 رَسُوْمًا وَّ لَا عِلْمُوْمًا وَّ لٰكِنَّ اَخْلَاقًا یٰعْنٰی تصوف رسوم اور علوم کا نام نہیں ہے بلکہ اخلاق کا نام ہے  
 یعنی اگر رسوم ہوتا مجاہد سے حاصل ہوتا اور اگر علوم ہوتا تو تعلیم سے حاصل ہوتا اور اگر علوم  
 ہوتا تو تعلیم سے حاصل ہوتا پس معلوم ہوا کہ اخلاق کا نام تصوف ہے یعنی جیتک اُس کا حکم تو  
 اپنے میں نہ چاہے گا اور اُس کا معاملہ اپنے ساتھ درست نہ کرے گا اور اُس کا انصاف خود  
 نہ کرے گا جیتک تصوف تجھ کو حاصل نہیں ہو گا۔ اور رسوم اور اخلاق میں یہ فرق کہ رسوم  
 نام ہے اُس فعل کا جو تکلف اور اسباب سے حاصل ہوتا ہے جیسے یہ کہ اُس کا ظاہر باطن  
 کے خلاف ہو اور اُس کا فعل معنی سے خالی ہو اور اخلاق ایک فعل نیک کا نام ہے کہ  
 جو بے تکلف اور بے اسباب ظاہر کے ہوتا ہے اور وہ موافق باطن کے ہوتا ہے۔  
 اور دعویٰ سے خالی ہوتا ہے حضرت مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اَلتَّصَوُّفُ جُودٌ وَّ اَخْلَاقٌ  
 یعنی تصوف خلق نیک کا نام ہے اور یہ تین قسم پر ہوتا ہے ایک تو خدا کے ساتھ اُس کے احکام  
 بے ریا کے ادا کرتا ہے اور دوسری خلق کے ساتھ اس طرح سے کہ بڑوں کی عزت  
 اور حرمت رکھتا اور چھوٹوں پر شفقت کرنا اور کسی سے انصاف اور عوض نہ چاہنا اور  
 تیسری خواہش نفسانی اور شیطانی کا اتباع نہ کرنا پس جو شخص ان تینوں باتوں میں اپنے  
 خود دست کرے وہ نیک عادت والوں میں سے ہے اور یہ جو میں نے زیادہ لکھا ہے۔ یہ  
 اُس کے موافق ہے کہ جو ایک شخص نے حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے  
 پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق تیلایئے آپ نے فرمایا کہ قرآن مجید میں یہ  
 آیت پڑھ اللہ تعالیٰ خیر دنیا ہے خَيْرُ الْعَقُوْدِ وَاَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ وَاَعْرَاضٌ عَنِ الْجَاهِلِیْنَ  
 اور حضرت مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ هٰذَا اَمْرٌ هَبْ كُلَّ جِدٍّ فَلَا تَخْلُطُوْهُ بِشَیْءٍ



مِنَ الْهَزْلِ یعنی یہ تصوف کا مذہب نہایت عمدہ اور مزہ دار ہے اس کو نہرل کیساتھ  
 نہ ملاؤ اور عام لوگوں کے معاملات کے ساتھ مخلوط نہ کرو اور بڑے لوگوں کی پیروی سے پرہیز  
 کرو اور جب عام لوگوں نے اہل زمانہ کو دیکھا اور اہل زمانہ کے منصوفہ کو دیکھا کہ ناچتے  
 ہیں اور گاتے ہیں اور بادشاہوں کے یہاں ایک وقت کی فوت بلکہ ایک تقمہ کے  
 واسطے جا کر لڑتے اور جھگڑتے ہیں نوسب کے ساتھ بد اعتقاد ہو گئے۔ اور خیال یہ کیا  
 کہ اس طریقہ کی اصل یہی ہے اور متقدمین ہی ایسا ہی کیا کرتے تھے اور یہ نہ جانا کہ یہ  
 زمانہ فطرت کا ہے اور زمانہ آدمی کو بلا میں ڈالتا ہے جیسے حرص بادشاہ کو اور طمع  
 عالم کو بدکاری اور زنا میں مبتلا کر دیتی ہے اور ریاست سے ناہم منافق ہو جاتا ہے اور  
 خواہش نفسانی بھی صوفی کو نایب میں گرفتار کر دیتی ہے پس جانتا چاہیے کہ اہل طریقت  
 تباہ ہو جاتے ہیں اور طریقت کی اصل تباہ نہیں ہوتی اور جانتا چاہئے کہ اگر کوئی گروہ  
 اہل نہرل سے اپنے نہرل کو جد میں چھپا دے تو ان کا جہ نہرل نہیں ہو سکتا حضرت ابو علی  
 قرنی مینی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں التَّصَوُّفُ هُوَ الْاِخْلَاقُ الرَّضِيَّةُ یعنی تصوف اخلاق  
 پسندیدہ کا نام ہے اور پسندیدہ کام یہ ہے کہ بندہ ہر حال میں خدائے پر تکیہ کرے اور رضا پر راضی  
 رہے اور حضرت ابوالحسن نورسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں التَّصَوُّفُ هُوَ الْحُرِّيَّةُ وَالْقُوَّةُ  
 وَشَرَكُ الشَّكْلِ وَالسَّخَاءُ وَبَذْلُ الدُّنْيَا یعنی تصوف آزادی کا نام ہے کہ جو بندہ کو خواہش  
 نفسانی سے آزاد کر دے اور قوت یہ ہے کہ مجرد ہے اور ترک تکلف یہ ہے کہ متعلقات اور  
 نصیب میں کوشش نہ کرے اور سخاوت یہ ہے کہ دنیا کو معہ اہل دنیا کے چھوڑ دے اور  
 حضرت ابوالحسن قوشنجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ التَّصَوُّفُ الْيَوْمَ اِسْمٌ دَلَّ حَقِيقَةً وَقَدْ  
 كَانَ حَقِيقَةً دَلَّ اِسْمٌ یعنی تصوف آج کل ایک بے حقیقت نام ہے اور اس سے پہلے  
 حقیقت بلا نام کے تھا یعنی صحابہ اور سلف رحمہم اللہ کے زمانہ میں یہ اسم نہ تھا اور اس کے  
 معنی ہر شخص میں پائی جاتے تھے اور اب اسم رکھا ہے معنی کچھ نہیں یعنی معاملات معروف



تھے اور دعوے مجہول تھے اب دعوے معروف ہیں اور معاملات مجہول ہیں اب  
تھوڑے سے مشائخ کے خیالات کی تحقیق تصوف کے بیان میں کہنا ہوتا کہ پیرو طریق  
واضح ہو جائے کہ اور اُس کے منکروں سے یہ نہ کہو تمہاری انکار تصوف سے کیا مراد ہے  
اگر محض اسم کا انکار کرتے ہو تو کچھ ہرج نہیں اس واسطے کہ مسیحات کے حق میں معافی غیر  
ہیں اور اگر بعینہ ان معافی کا انکار کرتے ہیں تو کل شریعت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور  
آپ کے خصال ستودہ کی انکار کرنا ہوا اللہ تجھ کو نیک بخت کرے میں اولیا کے سعادت  
کی تجھ کو اطلاع کرتا ہوں تاکہ تو ان کے حق کی رعایت کرے اور انصاف کرے اسلئے  
کہ دعوے نہ کرے اور اہل تصوف کے ساتھ نیک اعتقاد رکھے۔ وَاللّٰهُ التَّوَفِیْقُ

## الباب الرابع فی لبس المرقعات

### پہلی فصل

جانتا چاہیے کہ متصوف کا طریقہ کمال اور گڈڑی پہننے کا ہے اور سنت بھی یہ ہی ہے حضرت  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے عَلَیْكُمْ بِلَبْسِ الصُّوفِ یَحْدِثُ حَلَاوَةً  
الْإِيمَانِ فِی قُلُوبِكُمْ یعنی صوف کا لباس پہننا اختیار کرو کہ ایمان کی شیرینی اپنی دلوں  
میں پائو گے، اور ایک صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ  
یَلْبَسُ الصُّوفَ وَیُرْکَبُ الْجِمَاسَ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صوف پہنا کرتے تھے  
اور حمار پر سوار ہوا کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ  
تعالیٰ عنہا سے فرمایا لَا تَصْبِغِی الْغُوبَ حَتّٰی تَسْرِقَیْہِ یعنی اسے عائشہ کپڑے کو  
ضائع نہ کر یہاں تک کہ پیوند کے کام آئے اور روایت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم



جامہ لشہین پہنتے تھے اور خرپر سوار ہوتے تھے اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ کے پاس ایک گڈڑ سی تھی جس میں تیش پیوند تھے اور پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ سب بہتر کپڑا وہ ہے کہ اس کا بوجھ اور خرچ کم ہو اور امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ایسا پہنا رہے تھے کہ اس کی آستین انگلیوں تک نہ تھی اور اگر آپ کسی وقت دراز پیرا پہنتے تھے تو آستین کے سوا دیکھتے تھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ نے حکم بھیجا کہ اپنا پیرا کم کرو جیسا کہ فرمایا اَدْنِیَابُکَ فَطَهَّرْ یعنی اپنا پیرا کم کرو اور حن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ستر بدریوں کو دیکھا سب سردیکھا کہ جامہ لشہین تھا اور حضرت صدیق اکبر اپنے مجروح ہونیکے حال میں صوف کا جامہ پہنتے تھے اور حن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے سلمان رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ ایک کبیل جس میں پیوند لگے ہوئے تھے پہنتے اور امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ہر عم بن حبان کا بیٹا رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو جامہ لشہین کہ اس پر پیوند لگے تھے پہنے ہوئے دیکھا اور حضرت حن بصری اور حضرت مالک بن نیر اور سفیان ثوری رحمہم اللہ سب صوف پیوند لگا ہوا پہنتے تھے اور حضرت امام عالم ابو حنیفہ کو فی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں اور یشیخ کی تاریخ کی کتاب میں بھی ہے کہ محمد بن علی حکیم نرندھی تصنیف کی ہے وہ لکھتے ہیں کہ وہ پہلے صوف پہنتے تھے اور پھر گوشہ نشینی کا ارادہ کیا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ نے اُن سے فرمایا کہ تم کو خسلن میں رہنا چاہئے اس وجہ سے کہ تومیری سنت کے زندہ کرنے کا سبب ہے آپ اُسی وقت گوشہ سے اُٹھے اور پھر کوئی ایسا کپڑا نہ پہنا جس کی کوئی قیمت ہوئی اور داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ نے صوف کا لباس پہنا وہ بھی محققین مذہب صوفیہ سے تھے۔ اور حضرت



ابراہیم ادہم حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس صوف کا لباس پہن کر آئے  
 اُن کے اصحابِ خفارت کی نگاہ سے دیکھا تو ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہمارے سردار  
 ابراہیم بن ادہم آئے اصحاب نے کہا کہ امام کی زبان پر یہ بات شاید ہی کی سوسے گزری  
 یہ سرداری کس وجہ سے حاصل ہوئی انہوں نے کہا چونکہ خداوند تعالیٰ کی خدمت میں  
 ہر وقت مشغول رہتے ہیں اور ہم تنہا اپنی خدمت میں ہیں اس وجہ سے وہ ہمارے  
 سردار ہوئے اور اگر اب بعضے زمانہ والے گزری پھرنے سے خالق کو جاوہمال پیدا کھاتے  
 ہیں اور دل میں ظاہر کے موافق نہیں ہیں تو رواہی کہ لشکر میں لڑنے والا ایک ہودے  
 اور تمام گروہ میں محقق تھوڑے ہوتی ہیں لیکن جب ان کی ایک چیز میں کسی مشابہت  
 ہوتی ہے تو سب کی نسبت اُن کی طرف کرتے ہیں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے فرمایا ہے مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ یعنی جو شخص کسی قوم کیساتھ دوستی کرتا ہو رقتار  
 میں یا اعتقاد میں وہ اُس قوم سے ہی یہاں تک کہ بعض گروہ کی نظر ان کی معاملات ظاہری  
 پر پڑتی ہی اور بعض گروہ اُن کے صفائی باطن کے بھید کو دیکھتا ہے اور سب باتوں میں  
 متصوف کی صحبت کا قصد کرتا ہے پس چار باتوں سے باہر نہیں ہوتا ایک گروہ کو باطن  
 کی صفائی اور خاطر کی جلا وطنیت کی لطافت اور مزاج کا اعتدال اور اندرونی صحت انکے  
 اسرار کی معلوم ہوتی ہے تاکہ محققین کی قربت اور ان کے مرنبہ کو دیکھیں اور رس و رجب کی  
 ارادت اُن کے دامگیر ہو اور ان کے ساتھ تعلق کریں بینائی دل سے اور ان کی ابتدائی  
 حال میں حالات ظاہر ہوتے رہیں اور ہوا ہو جس مجر داورد و گردان رہیں اور دوسرے  
 گروہ کو صلاح تن اور عفت دل اور سکون اور سلامت ظاہری حاصل ہووے  
 تاکہ شریعت کا سبق اور حفظ آداب اور حسن معاملات دیکھیں اور انکی صحبت اختیار کریں  
 اور صلاح قبول کریں اور اُن کا ابتدائی حال مجاہدت اور حسن معاملات کیساتھ ہوتا ہے  
 اور دوسرے گروہ کو انسائیت کی مروت اور نجاست کا طریقہ اور حسن سیرت ان کے



پیشاب کر دیا اور دوسری مرتبہ یہ ہوا کہ ایک مرتبہ مینہ بہت برس رہا تھا اور سخت جاڑا پڑ رہا تھا کہ میں ایک موضع میں پہونچا کہ میرا جُبہ بھیگ گیا تھا میں ایک مسجد میں گیا وہاں بھی مجھے کسی نے نہ ٹھہرنے دیا جب میں عاجز ہو گیا اور جاڑہ کی وجہ سے میں ایک حمام کی بھٹی میں گھس گیا اور اپنے دامن سمیٹ کر اُس آگ کی طرف کر لئے اُس کے دہوئیں سے میرے کپڑے اور منہ کالا ہو گیا اُس وقت میں اپنی مراد کو پہونچا۔

اور میں کہ علی بن عثمان جلابی ہوں ایک مرتبہ مجھ کو ایسا واقعہ ہوا کہ میں نے بہت مجاہدہ کیا اس امید پر کہ مجھ کو کچھ حاصل ہو جاوے چونکہ ایک مرتبہ پہلے اس سے ایک حالت مجھ پر ظاری ہو چکی تھی شیخ ابو نیر بدر رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک پر میں مجاور رہا تھا کہ مجھ کو وہی حالت حاصل ہوئی میں نے پھر وہاں جانے کا قصد کیا اور تین ماہ تک اُن کی قبر پر حاضر رہا ہر روز غسل کرتا تھا اور وضو کر کے بیٹھتا تھا مگر وہ مقام نہ کھلا۔ آخر میں وہاں سے اُٹھا اور خراسان کے سفر کا ارادہ کیا اُس ولایت میں جب میں پہونچا تو رات کو میں ایک موضع میں گیا وہاں ایک خانقاہ تھی اور اُس میں ایک متصوفین کی جماعت بیٹھی ہوئی تھی۔ میرے پاس اُس وقت ایک موٹے کپڑے کا جُبہ تھا اور ایک لاٹھی اور کوئی چیز نہ تھی۔ اُس جماعت کی نظر میں میں بہت ہی حقیبہ معلوم ہوا اور کسی نے مجھ کو نہ جانا کہ کون ہے اور بلکہ آپس میں ایک دوسرے کہنے لگے کہ یہ ہم میں سے نہیں ہے اور واقع میں میں اُن میں سے نہ تھا لیکن اُس رات مجھ کو وہاں ٹھہرنے کی ضرورت تھی مجھ کو ایک کوٹھے پر ٹھہار دیا اور اپنے آپ ایک اور کوٹھے پر جو اُس سے اونچا تھا چڑھ گئے اور مجھ کو سوکھی روٹی تھوڑی سی دے دی اور میں اُن لوگوں کے کھانے کو دیکھتا تھا کہ وہ مجھ سے اچھا کھانا کھاتے تھے اور مجھ پر طنز و طعن کی باتیں کرتے تھے جب کھانے سے فارغ ہو چکے تو خرپڑہ کھا کر اُس کے چھلکے بطور سغرا پن کے میرے سر پر ڈالتے تھے میں اپنے دل میں کہتا تھا کہ خدایا



اگر تو وہ نہیں ہے کہ اپنے دوستوں کے لباس کو ایسی ذلت میں آلودہ کرے ہر چند کہ وہ طعن و طنز ان کی مجھپہ زیادہ ہوتی تھی میرا دل ان سے زیادہ خوش ہوتا تھا یہاں تک کہ یہ ندامت اور ذلت اٹھاتے اٹھاتے وہ مقام مجھپر کھل گیا اور اس وقت میں نے جتنا کہ مشائخین جاہلوں کو اپنے درمیان اسی وجہ سے راہ دیتے ہیں۔ تاکہ مقامات کا انکشاف ہو جائے۔ اور ملامت کے احکام تحقیق کے طور پر یہ ہیں کہ جو میں نے لکھے ہیں بتوفیق اللہ تبارک و تقدس۔

## الباب السابع فی ذکر ائمہ من الصحابہ

اب ہم کچھ تھوڑا حوالہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا اور ان کے ائمہ کا جو ان کے پیشوا ان معاملات میں تھے لکھتے ہیں یعنی انبیاء سابقین اور ان کے مہاجرین و انصار وغیرہ کا احوال اس کتاب میں درج کرتے ہیں تاکہ ایک زبردست دلیل تیری مراد ثابت کرنے کے واسطے ہو جاوے انشاء اللہ تعالیٰ ان میں سے پہلے شیخ الاسلام بعد انبیاء خیر الامم خلیفہ اور امام اہل تجرید کے سردار باب تفرید کے شاہنشاہ آفات ان فی سے بعید امیر المومنین حضرت ابو بکر عبداللہ بن عثمان الصدیق رضی اللہ عنہ کہ ان کی کرامتیں مشہور ہیں اور ان کی نشانیاں اور دلائل ظاہر یہ حقائق اور معاملات میں ظاہر ہیں اور تصوف کے باب میں تھوڑا سا سمجھنے ان کا ذکر پاک بھی پہلے کیا ہے مشائخین ان کو ارباب مشاہدہ کا پیشوا کہتے ہیں۔ اسی وجہ سے ان سے حکایات و روایت کم آئی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ارباب مجاہد کا پیشوا کہتے ہیں اس وجہ سے کہ ان کے معاملات میں سختی تھی اور ان سے احادیث صحیحہ وارد ہیں اور اہل علم میں مشہور ہیں جب وہ رات کو نماز پڑھتے تھے تو قرآن آہستہ پڑھتے تھے اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز پڑھتے تھے تو قرآن شریف



کو باواز بلند پڑھتے تھے حضور اقدس پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیوں آہستہ قرآن پڑھتے ہو تو کہا اس وجہ سے کہ میں جانتا ہوں کہ مجھے وہ غائب نہیں ہے اور اس کے نزدیک چلا کر پڑھنا اور آہستہ پڑھنا سب برابر ہے اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا تو کہا کہ سوتے ہوؤں گے جگانے کے واسطے اور شیطان کے دفع کرنے کے واسطے چلا کر پڑھتا ہوں یہ دلیل مجاہدہ کی ہے چونکہ ان کا مجاہدہ بڑا ہوا تھا اور وہ نشان مشاہدہ کا ہے اور مقام مجاہدہ مقابلہ میں۔

مقام مشاہدہ کے ایسا ہے جیسا دریا میں قطرہ اور اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے **كُلُّ أُمَّتٍ إِلَّا حَسَنَةً مِّنْ حَسَنَاتِ أَبِي بَكْرٍ** یعنی نہیں ہو تم اے عمر مگر ایک نیکی ابو بکر کی نیکیوں میں سے۔ اور اسلام کی عزت ابو بکر سے ہی ہو دیکھو اہل علم ان کے ساتھ کس طرح پیش آتے ہیں کہ کہا انہوں نے **ذَٰلِکُمْ نَا فَأَنِیَّةٌ وَآخُو النَّاسِ عَارِیَةٌ وَآلُفَا سُنَّامُ قُدُّو دَّةٌ وَکَسَلْنَا مَوْجُو دَّةٌ** یعنی ہمارا گھر قابل چھوڑ دینے کے ہے اور ہمارا احوال ایک عاریت ہے اور ہمارے نفس چند ہیں اور ہماری کاہلی موجود ہے۔ پس سرائے فانی کی عمارت پر دل لگانا جہالت ہے اور عاریت کے حال پر دل دینا غفلت ہے اور چند الناس کے ساتھ محبت کرنا نادانی ہے اور کاہلی کو اپنا دین کہنا خسالت ہے کیوں کہ مانگی ہوئی چیز واپس لگی۔ اور جو چیز گنہگار ہے وہ بیدار نہیں ہوتی ہے کاہلی خود ناپائدار چیز ہے یہ ہم کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے تعلیم فرمادیا ہے کہ یہ سب باتیں دنیا ہیں اور دنیا ایسی چیز نہیں ہے کہ اپنا دل اُس سے مشغول کیا جاوے اس واسطے کہ جب تو فانی چیز میں مشغول ہو جائیگا باقی چیز محبوب ہو جائے گی اور جب نفس اور دنیا طالب کیلئے حجاب میں تو خدا کے دوست دونوں سے اعراض کرتے ہیں اور جب یہ بات انہوں نے جان لی ہے کہ یہ عاریت ہیں اور مانگی ہوئی چیز آدمیوں کی ملکیت ہوا کرتی ہے تو آدمیوں کی ملکیت میں تصرف کرنا نہیں چاہتے اور خود حضرت ابو بکر



رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے مناجات میں کہا اَللّٰهُمَّ الْبَسْطِ لِيْ لَدُنِّيَا وَزَهِّدْ لِيْ  
عَنْهَا یعنی اے اللہ خوش کر مجھ کو دنیا میں اور زراہد کر مجھ کو کسی چیز سے یعنی مجھ کو اُس کی آفت  
سے نگاہ رکھ اور اس بات میں ایک رمز ہے یعنی پہلے دنیا دے تاکہ اُس کا شکر کروں  
پھر اس بات کی توفیق دے کہ تیری محبت میں اُس سے ہاتھ اٹھاؤں اور منہ پھیر لوں  
تاکہ شکر کا درجہ حاصل کروں اور صابر ہو جاؤں اور بے اختیار می میری جاتی رہے اور  
فقیری اختیار کے ساتھ ہو جائے اور یہ بات اُس پر طریقت کی واسطے جائز ہے جس نے  
یہ کہا کہ فقیری اختیار کے ساتھ بے اختیاری سے بہتر ہے اگر بے اختیاری ہے تو فقیری کی  
اُس میں صفت نہیں ہے اور اگر اختیار سے ہو تو واقع میں فقیری کے ساتھ موصوف  
ہے اور جب اُس کی کمائی فقیری سے منقطع ہے تو وہ اپنے آپ کو متکلف یعنی تصنع سے  
بہتر ہے ہم کہتے ہیں کہ فقیری اُس وقت ظاہر ہوگی کہ جب امیری کی حالت میں فقیری  
کا وقار اُس کے دل پر غالب ہو یعنی یہاں تک عمل کرے کہ اُس کو آدم اور اُن کی  
ذُریت سے جدا کر لے نہ یہ بات کہ فقیری کی حالت میں امیری کا غلبہ ہو اور ایسے افعال  
کرے کہ درہم کے واسطے ظالموں اور بادشاہوں کے یہاں اُس کو ذلیل کرے اور  
فقیری کی یہ صفت ہے کہ امیری کے درجہ کو گرا ہوا سمجھے نہ یہ کہ فقیری کی حالت میں ریاست  
تلاش کرے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو بود انبیاء علیہم السلام کی تمام  
خلق سے پیشوا اور مقدم ہیں اور یہ بات ہو نہیں سکتی کہ کوئی اُن سے قدم آگے بڑائے  
فقر اختیار می کو بے اختیار می پرانہوں نے مقدم رکھا ہے اور تمام مشائخ متصوفین کا  
یہ ہی مذہب ہے مگر اُس ایک پیر کا جس کا ہم نے پہلے ذکر کیا کہ وہ اس کے خلافت  
اور اُس کے اقوال کو ہم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے قول سے مستحکم کیا اور  
یہی ایک روشن دلیل ہے اور حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ اُن سے روایت کرتے ہیں  
کہ جب اُن کو خلافت ملی تو منبر پر چڑھ کر پہلے آپ نے مخاطب فرمایا کہ واللہ



مَا كُنْتُ حَرِيصًا عَلَى الْإِمَارَةِ يَوْمًا وَلَا لَيْلَةً قَطُّ وَلَا كُنْتُ فِيهَا رَاغِبَةً وَلَا  
 مُتَحَقِّقَةً فِي سِرِّهَا وَعَلَا زِينَتِهَا وَمَالِي فِي الْإِمَارَةِ مِنْ رَاحَةٍ يَعْنِي خِدَايَ قِسْمٍ مِنْ خِلَانَتِ  
 كِي حَرَصٍ نَحِيسٍ رَكُوتًا هُوَ أَوْ كِسِي دُنْ أَوْ كِسِي رَاتِ هِرْ كَزِ اس كِي خَوَاشِشِ مِيرِ دِلِ مِیں نَہ  
 پیدَا ہوئی اُو رِ ظَاہِرِ بَاطِنِ کبھی مِیں لَے خدَا سَے نَہ چَا نا اُو رِ مَچھ کُو اُس مِیں کُوئی رَا حَتِ  
 نَہِیں ہِے اُو رِ جِبِ نَبَرِہ کُو خدَا لَے غُرُ وِ جِلِ کِمَالِ صَدَقِ کُو پُہونچا تا ہِے اُو رِ مَرْتَبَہ قُدْرَتِ سَے  
 سِرْفَرِ اَز کُرتا ہِے تُو وہ حَقِ کَے وَار دِ ہونے کا مُنْتَظَر رہتا ہِے تاکہ دِیکھنا چاہیے کَہ صَفَتِ پَر خَرَارِ  
 پَکڑے تاکہ وہ اُسی صَفَتِ کَے سَا تَحْ مَوْصُوفِ ہو سَے اُو رِ اَگَر فِیقَرِی کَے وَاسطے حَکْمِ ہو تُو  
 فِیقَرِ ہو اُو رِ اَگَر اَمِیرِی کَے وَاسطے حَکْمِ ہو تُو اَمِیرِ ہو اُس اَمَرِ مِیں وہ کِسی قِسْمِ کا تَعْرِفِ  
 اَخْتِیارِ نَہِیں کَر سکتا جِس طَرَحِ کَہ حَضْرَتِ صَدِیقِ اکْبَرِ رَضِی اللہ عَنْہُ لَے اِنْتِہائے حَالِ مِیں  
 سَوائے رِضَا اُو رِ تَسْلِیمِ کَے اُو رِ کُچھ اَخْتِیارِ نہ فرمایا اُو رِ اَخِرِ وَاقْتِ تَکِ اِسی پَر قَائِمِ اُو رِ  
 مَضْبُوطِ رہے پس ہِکُو تَجَرِیدِ اُو رِ تَمَکِیْنِ اُو رِ قِیْقَرِی پَر حَرَصِ اُو رِ تَرْکِ یَاسْتِ کِی آرزو مِیں اِسی  
 گِر وہ کِی پِیرو یِ چاہیے اُس وَاسطے کَہ اَمَامِ دِینِ یہی مِیں اُو رِ اہلِ طَرِیقَتِ کَے پِش رُو  
 یہی مِیں اُو رِ اُن مِیں سَے اِیکِ اہلِ اِیْمَانِ کَے سَر دَارِ اُو رِ اہلِ اِحْسَانِ کَے اَمَامِ اُو رِ  
 اہلِ تَحْقِیقِ کَے پِشوا اُو رِ یائے مَحَبَّتِ مِیں ڈوبے ہوئے اَبُو حَفْصِ حَضْرَتِ عَمْرِ ابْنِ اَلْخَطَّابِ رَضِی  
 اللہ عَنْہُ مِیں کَہ آپ کِی کَرَامَتِیں مَشْہُورِ مِیں اُو رِ آپ فَرَا سَتِ کَے سَا تَحْ مَخْصُوصِ تَحْصَے  
 اُو رِ آپ کِی طَرِیقَتِ مِیں بہت سَے لَطَائِفِ وَ دَقَائِقِ اس سَبَابِ مِیں مَوْجُودِ  
 مِیں اُو رِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کِی شَانِ مِیں فرمایا ہِے کہ اَلْحَقُّ  
 یَنْطَلِقُ مِنْ لِسَانِ عَمْرٍ یعنی خدَا تَعَالٰی عَمْرِ رَضِی اللہ عَنْہُ کِی زَبَانِ سَے بولتا ہِے  
 اُو رِ کبھی آپ نے فرمایا ہِے قَدْ کَانَ فِی الْاُمَمِ مُحَدِّثُونَ فَاِنْ یَکُ مِنْہُمْ فِی اُمَّتِنِی فَعَمْرٌ  
 یعنی پہلے زَمَانِہ کِی اُمّتوں مِیں مُحَدِّثِینِ پیدَا ہوئیں اُو رِ اَگَر اس اُمّتِ مِیں ہِے تُو  
 عَمْرِ رَضِی اللہ عَنْہُ ہی آپ کِی طَرِیقَتِ مِیں بہت سی رُمو زِ مِیں کَہ اس کِتَابِ



میں ہم اُن سب کو نہیں لکھ سکتے اور آپ سے ایک فایت میں وارد ہے الْعُزْلَةُ رَاحَةٌ  
 مِّنْ خُلُطَاءِ السُّوءِ یعنی عزلت بہتر ہی بُرے ہمیشینوں سے اور عزلت دو قسم پر ہر  
 ایک خلق سے روگردانی اور دوسری اُن سے انقطاع اور خلق سے روگردانی کے  
 یہ معنی ہیں کہ کسی تنہا جگہ رہنا اختیار کرے اور غیر جنس کی صحبت سے گریز کرے اور  
 اپنے عیبوں کو خود غور سے دیکھے اور آدمیوں کے ملنے سے نفرت کرے اور خلق  
 کے ساتھ بد خوئی سے پیش نہ آئے اور مخلوق سے دل سے انقطاع اختیار کرے اور  
 ظاہر میں بھی اُن سے کوئی تعلق نہ رکھے جب کوئی شخص خلق سے جدا ہو جائے  
 تو خلق اُس کے واسطے اپنے معاملات میں کوئی اس قسم کی وصیت نہیں کرتی ہے  
 کہ جس سے اُس کے دل پر کوئی اندیشہ غالب ہووے پھر یہ شخص اگرچہ خلق میں رہتا  
 ہے لیکن خلق سے جدا سمجھا جاتا ہے اور یہ مقام بہت ہی اعلیٰ اور بعید ہے اور  
 اس راستہ پر سید چلنے والے اور اس صفت کے ساتھ موصوف حضرت عمر رضی  
 اللہ عنہ تھے کہ گوشت نشینی کا امام اُن کو حاصل تھا گو ظاہر میں خلق میں امارت  
 و خلافت کے ساتھ تھے اور یہ بہت زبردست دلیل ہے اس امر کی کہ اہل باطن  
 اگرچہ ظاہر میں خلق میں ملے ہوئے رہتے ہیں مگر اُن کا دل خدا سے لگا رہتا ہے  
 اور ہر ایک حال میں اُسی کی طرف متوجہ رہتے ہیں اور حقیقی دیر خلق کے ساتھ  
 صحبت رکھتے ہیں تو اُس صحبت کو خدا کی طرف سے ایک بلا سمجھتے ہیں اور خدائے  
 تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ دنیا تیرے دوستوں کیواسطے صفائی کی جگہ نہیں ہے  
 جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے ذَا سُرٍّ اُسْتَنْتَ عَلٰی الْبَلَاوِیْ بِالْبَلَاوِی  
 عُمَالٌ یعنی دنیا ایسا گھر ہے کہ اس کی بنیاد بلا پر اور آزمائش پر ہے اور اس میں بلا  
 خالی رہنا محال ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 کے خاص اصحاب تھے اور درگاہ الہی میں آپ کے سب افعال مقبول تھے



یہاں تک کہ جبریل علیہ السلام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے بعد تشریف لائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا قَدْ اسْتَبَشَرَ يَا مُحَمَّدُ أَهْلُ السَّمَاءِ الْيَوْمَ بِإِسْلَامِ عُمَرَ یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آج تمام اہل آسمان آپ کو بشارت دیتے ہیں حضرت عمرؓ کے اسلام کی پس اس گروہ کی پیروی جب پہننے میں اور دین کے اندر سخت ہونے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہے اس وجہ سے کہ آپ ہر طرح سے تمام خلق کے پیشوا ہیں اور اُن میں سے ایک جیسا کہ خزانہ اور اہل صفا کا پیشوا اور درگاہ رضا کے تعلق رکھنے والے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر چلنے والے ابو عمر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں۔ کہ آپ کی فضائل و محاسن ظاہر ہیں۔ حضرت عبداللہ بن ربیع اور ابوقتاہہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حرب العار کے دن ہم امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس تھے جب اہل غوغہ اُن کی درگاہ میں جمع ہوئے اور اُن کے غلاموں نے ہتھیار اٹھائے اس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جو شخص ہتھیار نہ اٹھائے وہ میرے مال سے آنا دے اور ہم اپنے ڈر سے باہر نکل آئے اور حسن بن علی رضی اللہ عنہما راستہ میں ملے اُن کے ساتھ پھر ہم عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تاکہ ہم یہ بات جانیں کہ حسن بن علی کرم اللہ وجہہ کیا کام کرتے ہیں جب امام حسن رضی اللہ عنہ آئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے سلام علیک کی اور تعزیت کے طور پر فرمایا کہ اے امیر المؤمنین میں بغیر تمہارے حکم کے مسلمانوں پر تلوار نہ اٹھاؤں گا تم امام برحق ہو مجھ کو حکم کرو کہ میں اس قوم کی بلا کو تم سے دفع کروں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُن سے کہا کہ اے میرے بھتیجے اسراجعت و اجلس فی بیتک حتی یأتی اللہ بِأَمْرٍ فَلَا حَاجَةَ لَنَا فِي إِهْرَاقِ الدِّمَاءِ یعنی اے میرے بھتیجے لوٹ جاؤ اور اپنے گھر میں بیٹھو یہاں تک کہ خداوند تعالیٰ کیا حکم کرتا ہے



مسلمانوں کے خون کرنے کی ہمکھو حاجت نہیں ہے اور یہ علامت تسلیم کی حالت  
 درداور بلا میں دوستی اور خلعت کا درجہ بھی ہے جیسا کہ نمرود علیہ اللعنة نے حضرت  
 ابراہیم صلوٰۃ اللہ علیہ پر آگ روشن کی اور حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور کہا  
 هَلْ لَكَ مِنْ حَاجَةٍ يَنْفَعُ نَفْسَكَ كُفَّ حَاجَتُكَ هِيَ آتِيَةٌ فَرَمَايَا أَمَّا إِلَيْكَ فَلَا يَنْفَعُ  
 تجھ سے کچھ حاجت نہیں ہے حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا کہ تو خدا سے مانگو  
 آپ نے فرمایا حسبی من سوالی علم بحالی یعنی مجھ کو یہ کافی ہے کہ میرا حال وہ خوب  
 جانتا ہے اور دیکھ رہا ہے اور میرے واسطے جو بہتر ہے وہی کر رہا ہے۔ پس حضرت  
 عثمان رضی اللہ عنہ یہاں بجائے خلیل کے تھے اور آدمیوں کا شور بجائے آگ کے  
 اور امام حسن بجائے حضرت جبریل علیہ السلام کے تھے لیکن حضرت ابراہیم علیہ  
 السلام کو بلا سے نجات دی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلا میں ہلاک کیا۔ اور  
 نجات کو تعلق بقا سے ہے اور ہلاک کو فنا سے اس باب میں تھوڑا سا ہم پہلے بیان  
 کر چکے ہیں پس معلوم ہو گیا کہ اس طائفہ کا اتباع کرنا مال اور جان اور تسلیم امور اور  
 اخلاص عبارت میں انہیں کے ساتھ ہے اور حقیقت میں امام وہی ہے اور طریقت کی  
 ترتیب حقیقت و شریعت میں اُسی کی دوستی سے ظاہر ہے۔ اور اُن میں سے  
 ایک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی غریق دریائے بلا اور حریق نار و لا مفتدائے  
 جملہ اولیاء و اصفیاء ابوالحسن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ و کرم اللہ وجہہ ہیں۔  
 یعنی آپ طریقت میں صاحب درجات رفیعہ ہیں اور آپ اپنے وقت میں  
 اصول حقائق سے کامل حصہ رکھتے تھے یہاں تک کہ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے  
 ہیں کہ شَيْخُنَا فِي الْأَصُولِ وَالْبَلَاءِ عَلِيُّ الْمُتَّقِي كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ يَنْفَعُ هَمَارَ  
 شیخ اصول اور بلا میں علی مرقضی کرم اللہ وجہہ ہیں یعنی علم طریقت اور معاملات  
 دونوں کے امام ہیں اس واسطے کہ علم طریقت کو اہل طریقت اصول کہتے ہیں اور معاملات



طریقت کو اپنے اوپر بلا سمجھتے ہیں۔ خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ ایک شخص آپ کے پاس آیا اور کہا کہ یا امیر المومنین مجھ کو کوئی وصیت کیجئے آپ نے فرمایا کہ لا تجعل اکبر شغلك باهلك ولا كبرك فان يكن اهلك ولا كبرك من اولياء الله تعالى فان الله لا يضيع اوليائه وان كانوا اعداء الله فهاهناك وشغلك لا عداؤ الله سبحانه یعنی اپوزن و فرزند سے سخت درجہ کا شغل مت کر اس واسطے کہ اگر یہ خدا کے دوست ہیں تو خدا اپنے دوستوں کو خراب نہیں کرتا ہے اور اگر اُس کے دشمن ہیں تو خدا کے دشمنوں کی غم خواری نہ کرتا چاہئے اور اس مسئلہ کا تعلق سوائے خدا کے اور چیزوں سے دل منقطع کرنے کے ساتھ ہی اس واسطے کہ وہ اپنے بندوں کو جیسا چاہتا ہو رکھتا ہے جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت شعیب علیہ السلام کی لڑکی کو بہت سخت حالت میں چھوڑا اور خدا کے سپرد کیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمعیل علیہ السلام کو ایک جنگل میں کہ جہاں کھیتی اور پانی کا نام نہ تھا چھوڑا اور خدا کے سپرد کیا اور ان کو اپنا شغل نہ بنا یا اور سب نے اپنا دل خدا سے لگا یا اسی لئے ان کی دونوں جہان کی مرادیں بے مراد سی کھائیں بر آئیں یہ تسلیم امور خدا غر و جل کے حکم سے تھا اور یہ بات مثل اُس بات کے ہے۔ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک سائل سے فرمایا یعنی اُس سائل نے آپ سے یہ بات دریافت کی کہ سب گسبنو میں پاکیزہ کسب کون ہے آپ نے جواب دیا کہ عطاء القلب باللہ یعنی جو دل کہ خداوند تعالیٰ کی محبت سے امیر ہو تو دنیا کی نبیستی اُس کو فقیر نہیں کر سکتی اور اُس کی ہستی اُس کو امیر نہیں کر سکتی اور اس امر کی حقیقت فقر اور تصوف سے کھلتی ہے اس کا ذکر ہم پہلے بھی کر چکے ہیں۔ پس طریقت والے حقائق عبارات اور دقائق اشارات اور تجرید معلومات دنیا و آخرت اور نظارہ تقدیر حق میں ان کا اتیلع کرتی ہیں۔ اور آپ کے لطائف کلام بیشمار ہیں اور میرا مذہب



اس کتاب میں مختصر بیان کرتا ہے وباللہ التوفیق

# باب الثامن فی ذکر آئینہ من اہل البیت

اور اہل بیت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جن کی طہارت نازل سے ہے اور ہر ہر واحد نے اس باب میں قدم رکھا ہے اور سی اہل طریقت کے پیشوا ہیں۔ میں ان کے حالات حضور سے اس کتاب میں انشاء اللہ تعالیٰ بیان کروں گا۔ اور ان میں سے ایک جگر بند مصطفیٰ اور ریحان دل مرتضیٰ اور قرۃ العین فاطمہ الزہرا ابو محمد حسن ابن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں آپ کی طریقت میں غائب نظر تھی اور حقائق میں آپ بڑا حصہ واقفیت کا رکھتے تھے یہاں تک کہ آپ نے اپنی وصیت میں فرمایا ہے عَلَیْکُمْ بِحِفْظِ السِّرِّ فَإِنَّ اللَّهَ مُطَّلِعٌ عَلَى الصَّمَاتِ یعنی خدا کے اسرار کی حفاظت لازم سمجھو کہ وہ اسرار کا جاننے والا ہے اور حقیقت میں یہ بات یوں ہے کہ بندہ مخاطب ہے حفظ اسرار کے ساتھ جس طرح کہ اُس کو حفظ اسرار کا حکم ہے پس حفظ اسرار کے یہ معنی ہیں کہ اخبار سے انقطاع کرے اور اسرار کی حفاظت کرے اور قدریوں جب علیہ پکڑا اور معتزلہ کا مذہب جہان میں پھیل گیا تو حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو یہ خط لکھا۔

## خط عربی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ أَسْلَامٌ عَلَيْكَ يَا ابْنَ رَسُولِ اللَّهِ وَفِيهِ عَيْنِي وَرَحْمَةُ اللَّهِ بَرَكَاةً  
أَمَّا بَعْدُ فَأَنْتَ وَمَعَاشِرَ بَنِي هَلَسَمِ كَالْفَلَكِ الْجَارِيَةِ فِي تَجَرُّجِي وَمَصْلَحَةِ الدُّجَى وَأَعْلَامِ  
الْهُدَى وَالْأَمَمَةِ الْقَادَةِ الَّذِينَ مِنْ تَبِعِهِمْ رَجَا كَسَفِينَةِ نُوحٍ الْمَشَاوِيَةِ الْكُتُبِ يُؤَلُّ  
إِلَيْهَا الْمُؤْمِنُونَ وَيُنْجُوا فِيهَا الْمُتَسَكِّونَ فَمَا قَوْلُكَ يَا ابْنَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
عِنْدَ خَيْرِ تَبَاغِي لَقَدْ رَوَى خَلَا فَنَا فِي الْإِسْطَاعَةِ لَعَلَّ عَلَيْنَا مَا لَكَ سَأَلْتُكَ فَأَنْتَ



ذُرِّيَّةٍ بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ يَظُنُّ اللَّهُ عَلِيمٌ وَهُوَ الشَّاهِدُ عَلَيْكُمْ وَأَنْتُمْ مُشَاهِدُونَ اللَّهُ عَلَى  
 النَّاسِ السَّلَامُ یعنی خدا کا سلام تم پر ہے جو اسے بیٹے پیغمبر خدا کے اور رشتہ ان کے لئے تمہارے  
 خدا کی رشتہ میں اور برکتیں تم پر۔ تم سب بنی ہاشم ہو اور مثل کشتی چارہ کی ہو گھر کے  
 دریا میں اور چمکنے والے ستارے ہو اور ہدایت کی علامتیں ہو اور وہ بن کے امام ہو  
 جو شخص تمہارا اتباع کرے نجات پائے مثل کشتی نوح علیہ السلام کے اتباع کرنے  
 والوں کے کہ جو ان پر ایمان لائے نجات پائے آپ کیا فرماتے ہیں اسی بیٹے پیغمبر کے  
 اس صورت میں کہ جب ہم کو قدر میں جبرت ہو اور استطاعت میں اختلاف کریں۔  
 آپ ہم کو اپنا طریقہ تعلیم فرمائے کہ آپ کا اس میں کیا مسلک ہے آپ پیغمبر  
 صلی اللہ علیہ وسلم کی ذریت ہیں آپ کا علم ہرگز منقطع نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ  
 وہ تعلیم الہی ہے اور خدا آپ کا حافظ و ناصر ہے جب آپ کو یہ خط پہونچا اس کا آپ نے  
 یہ جواب لکھا۔

### جواب خط عربی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ إِمَّا بَعْدُ فَقَدْ انْتَهَى إِلَى كِتَابِكَ عِنْدَ حَيْرَتِكَ وَحَيْرَتِكَ  
 سَأَمْتُ مِنْ أَمْرِنَا وَالَّذِي عَلَيَّ دَائِرَتُهُ أَنْ مَنْ لَمْ يُؤْمَرْ بِالْقَدْرِ خَيْرٌ وَشَرٌّ مِنْ اللَّهِ  
 تَعَالَى فَقَدْ كَفَرًا وَمَنْ حَمَلَ الْمَعَاصِيَ عَلَى اللَّهِ فَقَدْ فَجَرَ إِنَّ اللَّهَ لَا يُطَاعُ بِالْكِرَاءِ وَلَا  
 يُعْطَى بِغَلْبَةٍ وَلَا يَهْتَلُ الْعِبَادُ فِي مُلْكِهِ لَكِنَّ الْمَالِكُ لِمَا مَلَكَهُمْ وَالْقَادِرُ عَلَى مَا عَلَيْهِ  
 قَدْ سَأَلَهُمْ فَإِنْ أُنْزِلَ وَإِلَّا بِطَاعَتِهِ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ خَلِيلٌ وَلَا لَهُمْ عَنْهَا مُشَبَّهَةٌ وَإِنْ  
 أُنْزِلَ الْمَعْصِيَةُ وَشَاءَ أَنْ يَمُنَّ عَلَيْهِمْ فَيَحُولُ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَهَا فَعَلْ وَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ  
 فَلَيْسَ هُوَ حَكِيمٌ عَلَيْهِمْ أَوْ جَبَّارٌ وَلَا أَوْ مُوَدِّعٌ أَمْ لَا يَا هَاهَا يَا حَتَّى جَعَلَهُمْ أَنْ  
 عَمَّا فَهُمْ وَمَكَّنَهُمْ جَعَلَ لَهُمُ السَّبِيلَ إِلَى أَخَذِ مَا دَعَاهُمْ إِلَيْهِ وَتَرْكِ مَا نَهَاهُمْ  
 عَنْهُ وَاللَّهُ الْحَكِيمُ الْبَالِغُ وَالسَّلَامُ يَعْنِي اس کے یہ معنی ہیں کہ تم نے جو اپنی



حیرت اور ہماری امت کی حیرت قدر کے پارہ میں لکھی ہو اُس میں میری مستقیم رائے یہ ہے کہ جو شخص خدا کے خیر و شر پر قادر ہونے پر ایمان نہیں لاتا ہے وہ کافر ہے اور جو شخص کہ ان امور میں گناہ کرتا ہے یعنی مذہبِ نقریہ کا انکار کرتا ہے وہ فاجر ہے اور گناہوں کو جو خدا کے حوالے کرتا ہے وہ مذہبِ جبریت کا ہے۔ پس نہادہ مختار ہے اپنے اعمال و افعال میں اپنی طاقت کے موافق جیسقہ کہ خدائے عز و جل نے اُس کو دی ہے اور ہمارا مذہبِ قدر و جبر کے درمیان میں ہے۔

میری مراد اس خط سے صرف ایک کلمہ سے زیادہ نہ تھی کہ اتنا ہی کافی تھا لیکن یہ سب باتیں اس وجہ سے لکھی ہیں کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ علمِ حقائق و اصول میں بڑا درجہ رکھتے تھے جیسا کہ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے آپ کے علوم میں بڑی تحقیق اور مبالغہ کیا ہے۔ اور میں نے حکایات میں لکھا ہوا دیکھا ہے کہ ایک اعرابی جنگل سے آیا اور امام حسن رضی اللہ عنہ اپنے گھر کے دروازہ پر بمقام کوفہ بیٹھے ہوئے تھے اُس نے آکر آپ کو گالی دی اور آپ کے بال باپ کو بھی بڑا بھلا کہا اُس وقت آپ نے فرمایا کہ اے اعرابی کیا تو بھوکا اور پیاسا ہے یا تجھ کو کوئی اور رنج پہونچا ہے آپ تو اُس سے یہ دریافت فرماتے تھے لیکن وہ آپ کے والدین کو برا ہی کہے جانا تھا۔ امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام سے فرمایا کہ ایک تھیلی روپیہ کی لا کر اسکو دیر د اور فرمایا کہ اے اعرابی اس وقت معاف کر ہمارے گھر میں سوائے اس کے اور کچھ نہیں رہتا ہے۔ ورنہ ہم تجھ سے در بچ نہ کرتے جب اعرابی نے یہ بات سنی تو کہا اَشْهَدُ اَنْكَ ابْنُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کہ تو اہی دیتا ہوں کہ تم بیشک پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند ارجمند ہو۔ اور میں آپ کے حکم اور بردباری کی آزمائش کیجائے آیا تھا اور یہ صفتِ محققین اولیاء اور مشائخ کی ہے کہ خلق کی برائی اور بھلائی ان کے



تزوید یک برابر ہے اور کسی کے ظلم کرنے سے ان کو رنج نہیں ہوتا۔

اور ان میں سے ایک شیخ آل محمد اور تمام خلافت سے مجرد سید السادات مجمع البرکات  
 ابو عبد اللہ امام حسین رضی اللہ عنہ ہیں جو تمام اولیاء کے سر تاج اور قبلہ اہل بلا اور قیام و شہادت  
 کر بلا اہل طریقت آپ کے درستی حال پر متحقق ہیں کہ آپ امر حق میں خدا کے تابع  
 تھے جب امر حق منقود ہوا تو آپ نے تلوار پہنچی اور جیسا تک جان عزیز کو خدا کے  
 نام پر قربان نہ کر لیا آپ کو اُس وقت تک چین نہ آیا حضور اقدس رسول خدا  
 صلی اللہ علیہ وسلم کی نشانیان آپ کی ذات مقدس میں باقی جاتی تھیں۔ اور  
 وہ نشانیان آپ ہی کے ساتھ مخصوص تھیں چنانچہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ  
 عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر  
 ہوا میں نے آپ کو دیکھا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ آپ کی پشت مبارک پر بیٹھے  
 ہوئے تھے اور ایک جانب کی کاکل حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ پکڑے ہوئے  
 تھے اور ایک جانب کی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پکڑے ہوئے تھے جب ایک  
 صاحبزادہ حضور اقدس پر سوار ہوئے تھے تو دوسرے صاحبزادہ اُنکے تھے اور جب  
 دوسرے صاحبزادہ سوار ہوئے تھے تو یہ اُنکے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں  
 کہ جب میں نے یہ دیکھا تو میں نے کہا نِعْمَ الْجَلِيلُ يَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ یعنی اے صاحبزادہ  
 تمہارا اونٹ بہت اچھا ہے یہ سنکر حضور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا  
 نِعْمَ السَّارِكُ هُوَ يَا عُمِّي یعنی اے عمر تم نے اونٹ کو اچھا کہا سوار کو نہ دیکھا کہ کیسا اچھا ہے  
 اور طریقت میں آپ کے لطائف تفاتی بہت ہیں خود امام حسین رضی اللہ عنہ سے  
 روایت ہے کہ آپ نے فرمایا اَشْفَقُ الْاَخْوَانَ عَلَيْكَ دُنْيَاكَ رِيَاوَةُ تَلْفِيقِ بَحَائِبِیوں کا  
 تیرے واسطے تیرا دین ہر اس وجہ سے آدمی کی نجات دین کے انبیاء سے ہوتی  
 ہے اور دین کی مخالفت سے ہلاک ہو جاتا ہے پس غفلت نہ وہ شخص ہے کہ اپنی دوست



شفیق کے حکم کے موافق کام کرے اور ان کی اتباع کو ہاتھ نہ چھوڑے اور بھائی وہی کہ جو نجات کرے اور شفقت سے پیش آئے۔

میں نے ایک حکایت میں لکھا ہوا دیکھا ہے کہ ایک دن ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ اے غر ندر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں ایک فقیر آدمی ہوں اور سیر بال بچے ہیں آپ سے آج کی رات کا فوت چاہتا ہوں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ میرا رزق آ رہا ہے راستہ میں ہی جب آ جاؤ بیگاتجھ کو بھی دونگا تھوڑی دیر نہ گذری تھی کہ پانچ تھیلی دنیاروں سے بھری ہوئیں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس سے آئیں اور ہر ایک تھیلی میں ستر ہزار دینار تھے وہ تھیلیاں امام کی خدمت میں پیش کی گئیں اور کہا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ آپ سے عذر چاہتی ہیں اور کہتی ہیں کہ اس تھوڑی سی مقدار کو آپ اپنے اہل عیال میں خرچ کریں تاکہ ان کی غمخواری اچھی طرح سے ہو۔ اُس وقت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اُس فقیر کی طرف اشارہ کیا اور وہ پانچوں تھیلیاں اُس کو دیدیں اور اُس معافی چاہی کہ تو بہت دیر بیٹھا رہا اور یہ تھوڑی مقدار تیری تکلیف کے مقابلہ میں بہت کم ہے اگر میں جانتا تو میں اس تھوڑی مقدار کا بخجہ کو انتظار نہ کرتا مجھ کو معاف کر میں اہل یاسا سے ہوں اور دنیا کی سب راحتیں اور مرادیں میرے ہاتھ سے جاتی رہی ہیں۔ آپ کے مذاق پر آپ کی امت پر ظاہر اور روشن ہیں۔

اور ان میں سے ایک ثارث نبوت اور چراغ امت سید مظلوم اور امام مرحوم مستظہر عباد شمع اوتاد ابوالحسن علی بن حسین بن علی ابن ابی طالب کرم اللہ بنہ ہیں کہ آپ اپنے وقت میں اکرم اور بڑے عابد تھے اور حقائق و معارف میں بہرہ کامل رکھتے تھے آپ سے ایک مرتبہ پوچھا گیا کہ دونوں جہان میں سجدہ کون شخص ہے تو آپ نے فرمایا کہ مَنْ إِذَا سَرَضِيَ لَهُ يَحْمِلُهُ سَرَضًا عَلَى الْبَاطِلِ وَإِذَا سَخَطَ لَهُ يُخْرِجُهُ



مَنْ لَمْ يَكُنْ الْحَقُّ يَنْفَعُ شَخْصٌ كَهَيْوَاتِ بَاتٍ بِرَأْسِهِ نَهْوَ رَأْسٍ كَوَقْعَةٍ اِمْرَاقٍ كَعِ  
خِلَافٍ نَهْوَ رَأْسٍ اَوْ رَجَبٍ غَقَّةً اَسْءَلُ تَوْحِقَ بَاتٍ كَوَهِي ثَابِتٍ كَرَسٍ اَوْ رِيَّ بَاتٍ كَامِلٍ رَجَبٍ  
كَعِ اَدْمِيَّوْنَ كَعِ اَوْصَافٍ مِيْنَ سَهْ اَسْجَحٍ سَهْ كَهَيْوَاتِ بَاتٍ كِي طَرَفٍ دَارِي  
كَرَنَابِهِي بَاطِلٍ سَهْ اَوْ غَقَّةً كِي حَالَتٍ مِيْنَ حَقٍّ چَھَا نَا يَهِي بَاطِلٍ سَهْ اَوْ مَرْدَمُوْمِيْنَ بَاطِلٍ  
كُو پَنَد نَبِيْدِيْنَ كَرَتَا سَهْ۔

روایت ہے کہ جب امام حسین رضی اللہ عنہ کو معان کے فرزندوں کے دشت کر بلا  
میں شہید کر ڈالا تو سوائے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے اور کوئی باقی  
نہیں رہا جو اہل حرم کی حفاظت کرتا اور اس وقت میں آپ بھی بیمار تھے امیر المؤمنین  
امام حسین رضی اللہ عنہ آپ کو علی اصغر کہا کرتے تھے جیسا اہل حرم کو اونٹوں پر تنگا  
سوار کر کے دمشق میں نیزہ کے سامنے لائے تو اس نے آپ سے پوچھا کَيْفَ اَصْبَحْتُمْ  
يَا عَلِيُّ يَا اَهْلَ بَيْتِ الرَّحْمٰنِ قَالَ اَصْبَحْنَا مِنْ قَوْمٍ مَا يَمْنُرُ لِقَوْمٍ مُّوسَى مِنْ اِلٰ  
فِرْعَوْنَ يَذَرُّهُمْ اَبْنَاءَهُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَاءَهُمْ فَلَا تَدْرِيْ صَبَا حَنَامٍ مِّنْ نِّسَاءِ نَا  
مِنْ حَقِيْقَةِ بَلَاغِكُمْ اَيْسَى عَلِيٍّ اِدْرَا اَبْلِيَّتِ رَحْمَتُ تَهْمَارِيْ صَبَحَ كَيْسِيْ هُوَلِيْ رَأْسِيْ نَهْوَ رَأْسِيْ  
كَهْمَارِيْ صَبَحَ تَهْمَارِيْ قَوْمٍ كَعِ ظَلَمٍ سَهْ اَسْجَحٍ سَهْ كَهَيْوَاتِ بَاتٍ كِي طَرَفٍ دَارِي  
بَلَا سَهْ هُوَلِيْ تَغِيْ كَرَنَابِهِي كَعِ فَرْزَنَدُوْمِيْ كُو مَارِ دَالَا اَوْ رَانِ كِي عَوْرَتُوْمِيْ كُو قَبْدِ كِيَا اَبِ هَمِ نَهْ  
صَبَحَ پَھَا نَتِيْ مِيْنَ اَوْ رَنَهْ رَا تِ بِلَا مِيْ پَھَنِيْ سَهْ مِيْ رَحْدَا كِي نَعْمَتُوْمِيْ كَا شَكْر  
كَرَتِيْ مِيْنَ اَوْ رَأْسِ كِي بَا دِلِ پَر صَبْرِ كَرَنِيْ مِيْنَ اَوْ رَا يَكِ حَكَا يَتِ مِيْنَ وَا رَدِيْ كَهْ شَامِ بِنِ  
عَبْدِ الْمَلِكِ بِنِ مَرْوَانَ اِيَكِ سَالِ خَانَهْ كَهْمِ كَعِ حَجَّ كَعِ وَا سَطِيْ حَاضِرِ هُوَا اَوْ رُوْهُ طَوَافِ  
كُرُوْ تَغَا اُسَ لِيْ چَا نَا كَهْ حَجْرِ اَسْوَدِ كُو بُو سَرُوْمِيْ چُو نَكَهْ اَدْمِيَّوْنَ كِي كَشْرَتِ تَغِيْ اَسْجَحٍ  
حَجْرِ اَسْوَدِ نَكِ نَهْ پَھُوْنِچِ سَا پَھَرُوْهُ تَمْبِرِ پَر چَھُ دَالَا اَوْ رَخَطِيْہِ پُر دَالَا اَمَامِ زِيْنِ الْعَابِدِيْنَ رَضِيَ اللہ  
عَنْہِ بِتَغْوَرِہِ پِشَانِيْ كَعِ سَا تَغِ مَسْجِدِ الْحَرَامِ مِيْنَ اُسَ فَنَتِ تَشْرِيفِ لَاسَ اَوْ رَا پَنِيْ



طواف شروع کیا جب آپ حجر اسود کے پاس پہنچے تو آدمی آپ کو دیکھ کر اُن کی تعظیم کے واسطے حجر اسود کے گرد سے ہٹ گئے اور آپ کو جگہ خالی کر دی یہاں تک کہ آپ نے اچھی طرح سے حجر اسود کو بوسہ دیا ایک شخص ملک شام کا رہنے والا وہاں موجود تھا جب اُس نے آپ کی یہ ہیبت الہیہ دیکھی تو ہشام سے کہا کہ اے امیر المومنین تجھے حجر اسود تک نہ جانے دیا حالانکہ تو امیر المومنین ہے اور یہ خوبصورت جوان کون تھا جس کو آنے ہوئے دیکھ کر فوراً آدمی علیحدہ ہو گئے اور حجر اسود تک بے تکلف جا کر بوسہ دیا ہشام نے کہا میں اُس کو نہیں پہچانتا ہوں ہشام کی مراد اس کہنے سے یہ تھی کہ ایسا نہ ہو کہ اہل شام آپ کو یعنی امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو نہ پہچان لیں اور آپ کی امارت و ولایت کی طرف لوگ رغبت نہ کریں اُس وقت فرزوق شام وہاں حاضر تھا اُس نے کہا میں اُن کو خوب پہچانتا ہوں لوگوں نے کہا کہ اے ابو فراس یہ کون ہیں ہیں اُس نے اُسی وقت اک قصیدہ فی الہدیہ آپ کی مناقب میں کہا جو یہ ہے

قصیده فریق معترجمی اردو و حل لغت

هَذَا الَّذِي تَعْرِفُ الْبُطْحَاءُ وَكَاتِهِ  
 یہ وہ ہے جس کے قدم کی جگہ کو مکہ پہنچتا ہے  
 هَذَا ابْنُ خَيْرِ عِبَادِ اللَّهِ كَلَّهِمْ  
 یہ خدا کے تمام بندوں سے افضل کا بیٹا ہے  
 إِذَا رَأَيْتُمْ قُرَيْشٍ قَالُوا قَاتِلْهُمْ  
 جب قریشیں انکو دیکھتے ہیں ان کا کہنے والا کہتا ہے  
 يَبْغِي إِلَى دُسْوَاقِ الْعِزِّ الَّذِي قَصَصَتْ  
 عزت کی بندی پر اس طرح چڑا ہر کہ قصہ ہو گئی ہیں

وَالْبَيْتِ يُسْرِفُ وَالْحِلُّ وَالْحَرَامُ  
اور خانہ کعبہ اور حل اور حرم اس کو جانتے ہیں  
هَذَا التَّقِيُّ التَّقِيُّ الطَّاهِرُ الْعَلَمُ  
یہ پرہیزگار اور پاکیزہ اور پاک اور سردار ہے  
إِلَى حَكَامِهِ هَذَا ابْنُ شَهِي الْكَرَمِ  
اس کی جو انمردی پر کرم کا خاتمہ ہوا ہے  
عَنْ تَبْلِيهِ عَرَبُ الْإِسْلَامِ وَالْعَجَمِ  
اس کے چل کرنے سے عرب کے مسلمان اور عجم کے



یکادہمسکہ عرفان را حنیف  
 نزدیک ہو کر اس کے ہاتھ کو پہچان کر پکڑ لے  
 فی کفہ خیزان ریحہ عبق  
 اسکے ہاتھ میں بید مشک ہو جسکی بو نہایت سوندہی ہے  
 یغضی حیاء و یغضی من صہابہ  
 وہ جیالگا و بچی رکھتا ہی اور اسکے سامنے ہیبت تو تو لگی نگاہ نہ چڑھتی  
 ینشق نور الہدی من نور عترتہ  
 اسکی پیشانی کے نور سے ہدایت کا نور ٹپکتا ہے  
 من جد لا کان فضل الانبیاء لہ  
 اس کے جد کو سامنے انبیاء کے فضل فرما بندہ رسی کرتا ہے  
 منشقۃ من رسول اللہ ینعتہ  
 اس کے وجود کی کو نسل جناب رسول اللہ کے شجر وجود سے پھوٹی ہوئی  
 ہذا ابن فاطمۃ ان کنت جاہلہ  
 اگر تو اس سے ناواقف ہو تو یہ حضرت فاطمہ کا بیٹا ہے  
 اللہ شرافہ قدما و عظمہ  
 اس کے ازل سے اسکو شرف اور بزرگی عطا کی ہے  
 للبت اہون منہ حین تعضبہ  
 بیت تو اسکو غصہ میں لگا تو اس سے شیر کا سامنا تجھے آسان ہی  
 لیس قولک من ہذا یصا لہ  
 فرمایہ کہنا کہ کون ہے یہ اسکو ضرر رساں نہیں  
 لکن ایہ یہ غیبات عم تفعہما  
 کے دونوں ہاتھ فریاد رس ظالمین ہیں کہ انکا نفع عام ہی

اذکن الخطیہم اذما جاء یسئلم  
 کعبہ کی دیوار کا رکن یعنی حجر اسود جبکہ وہ اسکے پوز کیلئے آیا ہی  
 فی کفہ الزوع فی عنایت شمس  
 اس خون جہاں کرنا تھے میں ہی کہ جبکی ناک میں بندھی ہے  
 فما یکما الا حین یتبسّم  
 اس کے ساتھ بات نہیں کی جاتی مگر جبکہ وہ خود ہنستے  
 کالشمس یخاب عن اشراقھا الظلم  
 مثل آفتاب کے کہ اس کے نور سے تاریکی بھٹ جاتی ہے  
 وفضل امتداد انت له الامم  
 اور اس کی امت کے فضل کے سامنے تمام امتیں ہانی بھرتی ہیں  
 طابت عناصرہ والخیم والشمیم  
 اسکے عناصر صمیمہ اور خواہ و خدمت سب پاک پیدا ہوئی ہیں  
 بجداہ انبیاء اللہ قد ختموا  
 اس کا جد انجور خاتم الانبیاء ہے  
 جہی بذالک له فی لوحہ القلم  
 اس کے شرف اور بزرگی کیلئے قلم کو لوح پر چلایا  
 والموث الیسر منہ حین یھضم  
 اس کی خلقی کی وقت موت آجانی بہتر ہے  
 العرب تعرف من انکرت والعجم  
 تمام عرب عجم پہچاننا ہی کہ تو نے کس شخص کا انکار کیا ہی  
 تستوکفان ولا یصر ولہما العدم  
 اس نے خلقت فیض کی طالب ہوا فلاس انیر دارہ بینیں ہو سکتا

[illegible]



سہل بالخليفة لا تخشى بوماد سراح  
 وہ نہایت نرم خو ہو اس کی خشم سے نہیں ڈراتا  
 حال اقبال اقوام اذا قد حوا  
 قوموں کی بوجہ کا وہ اٹھائیوا لاہی درانجا لیکھ فرض زیر بار ہو جائیں  
 ما قال لا قط الا في تشهد  
 کبھی اس نے بجز وقت تشهد کے لائیں کہا  
 لا يخلف الوعد ميمون نقيبته  
 وعدہ خلاف نہیں کرتا یہ مبارک نفس والا ہے  
 عم البرية بالاحسان فانقشعت  
 اس نے احسان کیساتھ خلقت کو گھیر لیا ہے پس دور ہو گیا ہے  
 من معشر جهم دين و بغضهم  
 یہ اس گردہ کو ہے کہ انکی محبت دین ہی اور ان کا بغض  
 ان عدا اهل التقى كانت ائمتهم  
 اگر پرہیزگاروں کا شمار کیا جائی تو یہ ان کے امام ہیں  
 لا يستطيع جواد بعد غايتهم  
 جہاں وہ پہنچیں وہیں دہاں کوئی جو انمرد سخاوت کرنے والا ہو نہ سچا  
 هما الغيوت اذا ما ازمت انهم  
 وہ برستے ہوئے ہیں جب قحط کی تکلیف لوگوں کو بگارتی ہے  
 لا ينقص العصر بسطا من كفهم  
 ان کے اتھکی فراخی کو یعنی سخاوت کو غیر نقصان نہیں پہنچاتے  
 مقدم بعد ذكر الله ذكرهم  
 ان کا ذکر خدا کے ذکر کے بعد مقدم ہے

بينه اثنان حسن الخلق والشيم  
 اسکی ذات کو دو چیزیں حسن خلق اور خوش خلقی نے آراستہ کیا ہے  
 حلوا الشمال تحلو عنده نعم  
 وہ نہایت شیریں نال ہو اس کے پاس سہمی نعمتیں شیریں چاہی ہیں  
 لو لا التشرّد كانت لا وة نعم  
 اگر تشرّد نہ ہوتا تو اس کا لا بھی نعم ہوتا  
 رحب الفناء اسبب حين يعتزم  
 مہمانوں کیلئے اسکو گھر کا صحن فراخ ہو دانا ہی جیکہ وہ قصد کرتا ہے  
 عنها ابتيابة والاملاق والعدم  
 خلقت سے رنج اور گدائی اور افلاس  
 كفر وقربهم منجل و معتصم  
 کفر ہو اور انکا قرب نجات دین والا ہو اور دینداروں کی دست و پیر ہو  
 اوقيل من خيرا هل الارض قيل هم  
 اور اگر پوچھا جاو کہ زمین پر بہتر والو نہیں کون افضل ہو تو جواب دیا کہ انکی  
 ولا يدينهم قوم وان كسر موا  
 ان تک کوئی قوم نہیں ہو سچا سکتی اگر چہ وہ سخاوت و مہربانی ہو  
 والاسد اسد الشري الباس مجتدم  
 وہ شیر میں شیر کچھار کے جیکہ جنگ کا معرکہ گرم ہوتا ہے  
 سببان ذلك ان اشرا وان عد موا  
 یہ دونوں یعنی نگی اور فراخی انکی سامنے برابر ہو اگر وہ لدا رہتے نہ ہو  
 في كل يوم ومختوم به لکلم  
 ہر کلام کے آغاز اور اختتام پر



۹۷  
جمعہ ۱۰ جون ۱۳۴۵  
علاء الدین علی شاہ  
رحمۃ اللہ علیہ

خیم کسیم وایدی بالندی هضم

سخت اکی علت ہوا راتہ ایکے بخشش میں خرچے ہیں

لاولیه هذا اوله نعم

اُسکے پیشوا ہونگی وجہ یا اُسکے صفا نعمت ہونگی وجہ سے

والدین من بیت هذا ناله الام

اور دین ان کے گھر سے امتوں نے پایا ہے

یابی لہم ان یجل الذم ساحتہم

ان کے گھر کے صحن میں اترنے سے سلامت انکار کرتی ہے

ای الخلاق لیست فی رقا بہم

وہ کون لوگ ہیں کہ ان کے غلاموں کے شمار میں نہیں

من یعرف اللہ یعرف اولیت ذ

جو شخص خدا کو جانتا ہے اُس کو پیشوا جانتا ہے

اور اس کی مثل آپ کی تعریف میں چند اشعار رکھے اور آپ کو اور اہل بیت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت کچھ سراہا ہشام آپ پر غصہ ہوا اور حکم دیا کہ آپ کو عصفان میں قید کر دو اور عصفان ایک جگہ کا نام ہے جو درمیان مکہ اور مدینہ کے ہے یہ خبر حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو پہونچی آپ نے فرمایا کہ بارہ ہزار درہم و دینار ابو فراش کو دید و اور اُس سے کہو کہ ہم کو معاف کرے کہ ہم محتاج ہیں ہم کو پہلے سے نہیں معلوم تھا ورنہ تجھ کو کچھ اور بھیجتے فرزوق نے اُس کو واپس کیا اور کہا کہ اے فرزند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے میں نے مال و زر کے واسطے بادشاہوں کی بہت تعریفیں کی ہیں اور ان کی تعریفات میں جھوٹی باتیں کہی ان اشعار کو میں نے اس واسطے لکھا ہے کہ میرے گناہوں کا کفارہ ہوا و رہیں نے یہ خالص خدا اور فرزندان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوستی کے واسطے لکھا ہے جب یہ پیغام امام علیہ السلام کو پہونچا تو آپ نے فرمایا کہ لوٹ جا و اور یہ روپیہ پھر اُسی کو دید و اور کہہ دو کہ اسے ابو فراش اگر ہم کو دوست رکھتا ہے تو جو چیز ہم نے تجھ کو دی ہے اُس کو واپس نہ کر فرزوق نے امام علیہ السلام کا پیغام سنکر فوراً اُس مال و زر کو لے لیا اور اسی قسم کی اور مناقب آپ کے احاطہ شمار سے باہر ہیں



اور ان میں سے ایک حجۃ معطلہ اور برہان ارباب مشاہدت امام اولاد بنی برگزیدہ نسل  
علی حضرت ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب الباقی کرم اللہ وجہہ ہیں ایک  
روایت میں ہرگز آپ کی کنیت ابو عبد اللہ تھی اور لقب باقر تھا آپ دقیق علوم و لطائف  
امانات کے ساتھ مخصوص تھی اور خدا کے کلام کے نکات آپ خوب جانتے تھے  
آپ کی گرامتیں مشہور ہیں۔

روایت ہے کہ ایک مرتبہ ایک بادشاہ نے آپ کے مارڈالنے کا ارادہ کیا اُس نے اپنا  
ایک آدمی بھیج کر آپ کو بلوایا جب آپ تشریف لائے تو آپ سے عذر چاہا اور  
کچھ دیر آپ کے سامنے پیش کش کیا لوگوں نے کہا کہ اے بادشاہ تو توان کو قتل کا  
ارادہ رکھتا تھا ہم نے اس وقت ان کے ساتھ تیری دوسری حالت دیکھی۔ یہ کیا  
بات تھی اُس نے کہا کہ جب وہ میرے پاس آئے تو میں نے دیکھا کہ دو شیر ہیں ایک  
سیدھی جانب اور ایک اُلٹی جانب اور وہ مجھ سے کہتے ہیں کہ اگر توان کے  
مارڈالنے کا ارادہ کرتا ہے تو ہم تجھ کو ہلاک کر دیں گے اور انہیں سے ایک روایت  
ہے کہ آپ نے اہل بیت تفسیر میں فرمایا ہے کَمَنْ يَكْفُرُ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنُ بِاللّٰهِ قَالَ  
كُلُّ مَنْ شَفَعَكَ عَنْ مَطَالِعِهِ الْحَقِّ فَهُوَ طَّاغُوتُكَ یعنی جو شخص کہ خدا کے دیکھنے سے  
شغول کرتا ہے اور بھانٹ کی طرف میلان کرتا ہے بوجہ باطن ہونے کے وہ بُرا ہے۔ آپ  
فرماتے کہ جو چیز تجھ کو خدا میں مشغول ہونے میں باز رکھے اُسی کا نام طاغوت ہے پس  
تجھ کو چاہئے کہ اُس کو ترک کرے تاکہ حقیقت کا تجھ پر انکشاف ہو اور اُس سے محبوب  
اور ممنوع نہ رہے اور جس چیز کو کہ خدا نے منع کیا ہے اُس کے نزدیک جانے کا ارادہ  
نہ کرے اور آپ کے ایک خاص مصاحب روایت کرتے ہیں کہ جب تھوڑی رات  
جایا کرتی تھی اور آپ وظائف سے فارغ ہو جاتے تھے تو باوا زبیر  
مناجات مانگتے تھے کہ اے اللہ تعالیٰ اب رات ہوئی اور بادشاہان



ظاہری کا تصرف ختم ہو گیا آسمان پرستارے چمکنے لگے اور تمام خلق سو گئی اور آدمیوں کی آوازیں بند ہو گئیں بنی امیہ نے آرام کیا اور اپنے دروازوں کو بند کر لیا اور پاسباں اُن پر کھڑے ہو گئے اور جو لوگ اُنکے حاجت رہتے تھے اُن کی حاجتیں موقوف ہیں اور تو اسی میرے پروردگار میرے زندہ ہے اور قائم ہے اور دانا ہے اور بنیا ہے نہ تجھ کو غنودگی ہے نہ خواب ہے جو شخص تجھ کو ان صفات کے ساتھ مومن مومن نہیں جانتا ہے وہ کسی نعمت کے قابل نہیں ہے اور اے اللہ تجھ کو کوئی چیز کسی چیز سے باز نہیں رکھتی اور رات و دن تیرے کاموں میں خلل نہیں ڈال سکتے تیری رحمت کے دروازہ کھلے ہوئے ہیں اور دعاؤں کا قبول کرنے والا تو ہے اور جو شخص تیرا شاکو ہے تو اپنے خزانے اُس پر سے قربان کرتا ہے تو وہ خدا ہے کہ سائل تیرے دروازہ سے محروم نہیں جاسکتا اور جو مومن تیری بارگاہ میں سوال کرے اُس کو تو واپس نہیں کریگا اے خدا جب میں موت کو اور قبر کو اور حساب کو یاد کرتا ہوں پھر کیونکر دنیا سے دل خوش کروں اور جب ماں کا بلانا یاد ہوتا ہے تو دنیا کی کسی چیز سے مجھ کو فرار نہیں آتا اور جب ملک الموت کو یاد کرتا ہوں تو سوچتا ہوں کہ دنیا سے کسی چیز کا حصہ لوں پس اے خدا میں تجھ سے تجھی کو چاہتا ہوں اور تجھی کو دہوتا ہوں تو ہی مرتے وقت میرا مددگار ہے اور تو ہی مجھ کو حساب کے وقت بغیر عذاب کے جنت عطا فرمائے گا یہ سب باتیں آپ کہنے تھے اور روتے تھے یہاں کہ ایک رات کو میں نے آپ سے کہا کہ اے میرے سردار اور میرے باپ دادا کے سردار آپ اتنا کیوں روتے ہیں آپ نے فرمایا کہ اے دوست حضرت یعقوب علیہ السلام کے ایک یوسف علیہ السلام گم ہو گئے تھے آپ اتنی روتے کہ نابینا ہو گئے اور آنکھیں سفید ہو گئیں اور میں نے اٹھارہ آدمیوں کو معہ اپنے باپ یعنی حضرت امام حسین علیہ السلام اور شہیدان کربلا کے گم کیا ہے میں اُن سے کم نہیں ہوں اگر



اُن کے خراف میں آنکھیں سفید کر لوں تو بجا ہے اور یہ مناجات زبان عربی میں بہت فصیح ہے لیکن طوالت کی وجہ سے میں نے کلمے کو فارسی میں لکھا ہے اور پھر دوسری جگہ اس کو بیان کر دنگا انتشار اللہ تعالیٰ۔

اور اُن میں سے ایک یوسف سنت اور جمال طریقت معیر معرفت مزین صفوت ابو محمد جعفر بن محمد صادق بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم جمیعین ہیں آپ بڑے نیکو سیرت تھے اور آپ کا ظاہر و باطن آراستہ تھا اور آپ تمام علوم میں دستگاہ کامل رکھتے تھے آپ کا کلام نہایت دقیق ہوتا تھا اور آپ کے معانی مشائخ رضی اللہ عنہم میں محکم ہیں اور آپ کی کتابیں طریقت کے بیان میں بہت مشہور ہیں خود آپ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا ہے مَنْ عَمِلَ لِلَّهِ أَعْمَارًا سِوَاكَ يَعْنِي عَارِفٌ غَيْرُ خَدَاةٍ مِنْهُ پھیر لیتا ہے اور قطع تعلق کر لیتا ہے اس وجہ سے کہ اُس کی معرفت بعینہ غیر کی معرفت ہوتی ہے کہ اس کے سر کی ناشناسائی اُس کی پہچان ہوتی ہے پس عارف وہ ہے جو خلق سے قطع کر کر خدا سے ملا ہو اور اُس کے دل میں غیر کی کچھ قدر نہ ہو اور اُس کی طرف کچھ توجہ نہ کرے اور آپ سے اور ایک روایت ہے کہ فرمایا لَا تَقْصِرُ الْعِبَادَةُ إِلَّا بِالتَّوْبَةِ لَا تَقْدَمُ التَّوْبَةُ عَلَى الْعِبَادَةِ قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى التَّائِبُونَ الْعَابِدُونَ أَلَا يَتَّبِعُنِي عِبَادَتٌ بَغَيْرِ تَوْبَةٍ کے مقبول نہیں ہوتی اسی واسطے خدا نے توبہ کو عبادت پر مقدم کیا ہے اس لئے کہ توبہ مقامات کی ابتدا ہے اور عبادت اُس کی انتہا ہے جب خدائے تعالیٰ نے گنہگاروں کا ذکر کیا تو توبہ کا حکم فرمایا کہ تُوْبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا يَعْنِي تَمَسُّبُ خَدَاةٍ تَوْبَةً كَرَوَا وَرَجَبُ رَسُولٍ كَوِيَا دُكِيَا تَوْبَةً عِبَادَتٍ سِوَاكَ يَا دُكِيَا فَادْحَى إِلَى عَبْدٍ مَا أَدْحَى يَعْنِي پس وحی بھیجی خدائے تعالیٰ نے اپنے بندہ کی طرف سے جو کچھ کہ وحی بھیجی۔ اور حکایات میں میں نے لکھا ہوا دیکھا ہے کہ حضرت



داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف  
 لائے اور کہا کہ اے بیٹے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مجھ کو کوئی نصیحت کیجئے کہ میرا  
 دل سببہ ہو گیا ہے آپ نے فرمایا کہ اے ابوسلیمان تو اپنے زمانہ کا خود زاہد ہر تجھے  
 میری نصیحت کی کیا حاجت ہے انہوں نے کہا کہ اے فرزند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 آپ تمام خلق سے افضل ہیں اور آپ کو تمام خلق کو نصیحت کرنا واجب ہے  
 آپ نے فرمایا کہ اے ابوسلیمان میں اس سے ڈرتا ہوں کہ قیامت میں میرا مجد  
 صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے کہیں گرفت نہ کریں کہ تو نے میری اتباع کا حق ادا  
 نہ کیا اور یہ بات اچھی نہیں ہے اور یہ معاملہ درگاہ الہی میں خوب ہو گا حضرت  
 داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ یہ سن کر رونے لگے اور کہا کہ اے اللہ جس شخص کی مٹی کا  
 خمیر نبوت کے پانی سے ہو اور اس کی طبیعت کی ترکیب اصول برمان سے ہے  
 اور اس کے جہاد مجد کی جنت رسالت سے ہے اور اس کی ماں بتول حضرت بتی بی فاطمہ  
 رضی اللہ عنہا ہیں وہ اس میں جبران ہیں تو داؤد کی کیا حقیقت ہے کہ وہ اپنے  
 معاملات پر نازاں ہووے اور انہیں سے یعنی حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے  
 روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ اپنے اہل و عیال میں بیٹھے ہوئے تھے اور یہ کہہ رہے  
 تھے کہ آؤ تاکہ بیعت کریں اور معاہدہ آپس میں اس بات کا کریں کہ جو شخص ہم میں  
 سے قیامت کے دن رائی پایگانوسب کی شفاعت کریگا لوگوں نے کہا کہ اے  
 بیٹے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آپ کو ہماری شفاعت کی کیا حاجت ہے  
 آپ کے دادے تمام خلق کے شفیع ہیں آپ نے فرمایا کہ میں اپنے افعال سے خود  
 شرمندہ ہوں کہ میں اپنے جہاد مجد کے سامنے قیامت کے روز کیسے منہ دکھاؤنگا  
 اور یہ سب اپنے نفس کے عیوب کیچھنا تھے اور یہ ایک صفت ہے صفت کمال  
 سے اور تمام اولیاء درگاہ الہی اور انبیاء و رسل علیہم السلام اسی صفت کے ساتھ



موصوف ہوتے ہیں جیسا کہ حضور اقدس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے  
 إِذَا دَاذَ اللَّهُ بِعَبْدٍ خَيْرًا الْيَسْرَ كَالْيُسْبُوبِ كَفْسِدٍ يَعْنِي جَوْشَخَصْ كَمَا تَوَاضَعُ اَوْ  
 عبودیت کی رو سے سر جھکا تا ہے خدا کے تعالیٰ دونوں جہان میں اُس کی  
 حاجتیں پوری کرتا ہے اگر ہم تمام اہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی  
 حالات بیان کریں اور ہر ایک کے مناقب علیحدہ علیحدہ لکھیں تو یہ کتاب اُن کا  
 تخمینہ نہیں کر سکتی صرف اتنا ہی ہدایت کے واسطے کافی ہے اس واسطے کہ  
 اُن لوگوں کی عقل اور اک کالباس پہنے ہوئے ہوتی ہے لہذا اس بحث کو ہم یہاں  
 ختم کر کے ذکر اصحاب صفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بطور اختصار اس کتاب  
 میں کرتی ہیں اور ہم نے اس کتاب سے پہلے ایک اور کتاب لکھی ہے جس کا نام  
 منہاج الدین ہے اُس میں ہر ایک کی مناقب میں نے بالتفصیل بیان کیے ہیں  
 لیکن یہاں صرف اُن کے نام اور کنیت کو لکھا ہے تاکہ پیرا مقصود حاصل ہو  
 جائے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالْصَّوَابِ وَبِاللّٰهِ التَّوَكُّلُ

## باب التاسع في ذكر اهل الصفه

واضح ہو کہ تمام امت کا اتفاق اس امر پر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے  
 صحابہ کا ایک گروہ تھا جو آپ کی مسجد میں رہتے تھے اور شب و روز سوائے عبادت  
 کے اُن کو اور کوئی کام نہ تھا اور دنیا سے وہ لوگ دست بردار ہو گئے تھے خدا  
 تعالیٰ نے اُن کے واسطے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر غناپ کیا اور فرمایا  
 وَكَانَ تَطَهَّرُ الَّذِينَ يَدْعُونَ سَائِلُهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُسْرِدُونَ وَجْهَهُ  
 یعنی امت تکمال اُن لوگوں کو جو رات دن اپنے رب کی عبادت کرتے ہیں محض  
 اُس کی رضا مندی کے واسطے اور قرآن مجید اُن کے فضائل میں ناطق ہے اور



بہت سی احادیث ان کے فضائل میں وارد ہیں جو ہم تک پہنچی ہیں ہم تھوڑا ذکر  
 اس کتاب میں اُن کا لکھتے ہیں جو یہ ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ پیغمبر خدا صلی اللہ  
 علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیٰ صحاب  
 الصَّفَةِ کَرَّ اِی قَفَرُکُمْ وَجَهْدَکُمْ وَطِیْبَ قُلُوبِکُمْ فَقَالَ اَبَشِرُوا بِاَیَّاهِمْ اَصْحَابَ الصَّفَةِ  
 لَمَنْ بَقِيَ مِنْ اُمَّتِی عَلَی النَّعْتِ الَّذِی اَنْتُمْ عَلَیْهِ کَاِخْبَارِیْمَا فِیْهِ کَاِنَّکُمْ مِنْ وَفَقَائِیْ  
 فِی الْجَنَّةِ اس حدیث کے یہ معنی ہیں کہ جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس  
 تشریف لائے تو ان کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے اور فقرا اور مجاہدہ میں ان کو خوش دل  
 پایا اور فرمایا کہ تم کو خوش خبری ہو اور تمہارے بھائی جو لوگ آئیں گے اور تمہاری سی  
 حالت ہوگی اُن کو بشارت ہو کہ وہ بھی اپنے فقر پر راضی ہوں گے وہ اور تم  
 سب سیر فیقوں میں سے ہو۔ ایک مناد ہی حضرت جبار بن گزیزہ محمد بن ابی باریج  
 اور دوسرے خدا کے دوست اور احوال پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے محرم ابو  
 عبد اللہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور تیسرے منوجہ رضوان الہی ابو عبیدہ عامر  
 بن عبد اللہ بن جراح رضی اللہ عنہ اور چوتھے برگزیدہ اصحاب اور زینت ارباب  
 ابوالیظان عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اور ہاشمی خزینہ علم و حلم ابو مسعود عبد اللہ بن  
 مسعود ہنر لی رضی اللہ عنہ اور چھٹے متمسک درگاہ حرمت اور پاک از عیب و آفت  
 غلبہ بن مسعود برادر عید اللہ رضی اللہ عنہ اور ساتویں سالک طریقہ غرلت اور وگردان  
 از عیوب و ذلت حضرت مفدا بن اسود رضی اللہ عنہ اور آٹھویں مقیم مقام تقویٰ او  
 راضی بلا و بلا حضرت خطاب بن الارت رضی اللہ عنہ اور نویں قاصد درگاہ رضا  
 طالب بارگاہ بقا صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ اور دسویں دُرُورج سعادت گوہر  
 بحر قناعت غلبہ بن غزو ان رضی اللہ عنہ اور گیارہویں برادر فاروق معرض از  
 کونین و مخلوق حضرت زید بن خطاب رضی اللہ عنہ اور بارہویں خداوند مجاہدات



صاحب مشاہدات حضرت ابوالکلیثم رضی اللہ عنہ اور تیرہویں عزیز و نائب کل خلق  
سے راجع خدا کی طرف حضرت ابوالمرثد کنانہ بن الحصین عدوی رضی اللہ عنہ اور چھویں  
عام طریق تو اضع سالم مولا حذیفۃ الیمانی رضی اللہ عنہ اور پندرہویں خائف از  
عقوبت اور حارب از طریقہ مخالفت عکاشہ بن المحسن رضی اللہ عنہ اور سولہویں بنیت  
مہاجر و انصار اور سردار بنی قار حضرت مسعود بن ربیع القارمی رضی اللہ عنہ اور  
سترہویں زہد میں مانند حضرت عیسیٰ اور شوق میں بدرجہ حضرت موسیٰ علیہ السلام۔  
حضرت ابو زبید بن جنادۃ القفاری رضی اللہ عنہ اور اٹھارہویں حافظ انفس و غیر  
صلی اللہ علیہ وسلم اور خیرات کے قابل حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور  
اُنیسویں مقیم ستقامت اور مطیع سنت حضرت صفوان بن بیضار رضی اللہ عنہ اور  
بیسویں صاحب ہمت اور خالی از اہمیت حضرت ابودرداء عجمی بن عامر رضی اللہ عنہ اور  
اکیسویں متعلق درگاہ رجاء گزیدہ رسول بادشاہ حضرت ابولہبابہ بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ اور  
بائیسویں کیمیائی بحر شرف اور درو توکل راصدق حضرت عبداللہ بن بدر الجہنی رضی  
اللہ عنہ اور دوسرے محب آپ کے اگر ہم سب کے نام لکھیں تو کتاب بہت طول  
ہو جائے گی لہذا انہیں اسماء پر اکتفا کیا گیا اور شیخ ابو عبد الرحمن محمد بن حسین السلمی رضی  
اللہ عنہ نے کہ کلام مشائخ اور طریقت کے نقل کرنے والے ہیں ایک کتاب لکھی ہے جس میں  
صرف حضرات اہل صفتہ کے مناقب و فضائل ہیں اور ان کے اسماء اور کنیتوں کو بھی  
جمع کیا ہے لیکن مسطح بن ثابت بن عباد کو بھی انہیں میں لکھا ہے مگر میں انکو دل سے  
دوست نہیں رکھتا ہوں کہ ابتدا ہمت ام المومنین حضرت بی عائشہ صدیقۃ الکبریٰ  
سلام اللہ علیہا کی انہیں کی طرف ہوئی تھی لیکن حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ  
و ثوبان و معاذ بن حارث اور ستان اور خلاط اور ثابت بن دبیعت اور ابو  
عیسے عجمی بن مسعد اور سالم بن عمر بن ثابت اور ابواللہ کعب بن عمرو وہب



بن معقل اور عبد اللہ بن انیس اور حجاج بن عمر الاکلی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین یہ سب انہیں اصحاب صفتہ میں سے تھے۔ اوکبھی کبھی خاص سبب انہوں نے تعلق کو بھی اختیار کیا ہے مگر سب ایک درجہ میں ہوئے ہیں اور حقیقت میں اصحابوں کا وقت اچھا وقت ہوا ہے اور جس درجہ میں تھے ہر وقت اور زمانہ سے بہتر اور فاضل تھے اس کے بعد اللہ جل جلالہ نے اُن کو پیغمبر صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی صحبت عنایت فرمائی تھی اور ان کے اسرار کو جملہ عیوب سے محفوظ رکھا تھا جیسا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں خَيْرُ الْقُرُونِ قُرْنِي ثُمَّ الَّذِينَ يَمُوتُنَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَكُونُهُمُ الْخَالِدِينَ یعنی سب زمانوں سے بہتر میرا زمانہ ہے پھر اُس کے بعد کے لوگوں کا پھر اس کے بعد والوں کا اور خداوند تعالیٰ فرماتا ہے وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِلُحْصَانٍ یعنی جو لوگ کہ پہلے مہاجرین و انصار سے ہیں وہ بہتر ہیں اُن کے بعد وہ لوگ جو ان کے مطیع ہیں اور اب ہم اس کتاب میں بعض تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ذکر کرتے ہیں تاکہ پورا فائدہ حاصل ہوا اور قرون سب ایک دوسرے سے متصل ہو جائیں۔

## الْبَابُ الْعَاشِرُ فِي ذِكْرِ أَهْلِ تَابِعِينَ

بعض اُن میں سے امت کے آفتاب اور دین کی شمع حضرت اویس القرنی رضی اللہ عنہ بڑے مشائخوں اہل تصوف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھے لیکن دیدار پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے دو چیز کے سبب روکے گئے ایک غلبہ حال اور دوسرا حق والدہ کا اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص کر صحابہؓ سے فرمایا ایک مرد ہے قرن میں اویس نام کہ قیامت میں اُس کیواسے مثل ربیعہ



اور مضر کی بکریوں کی شفاعت ہوگی میری امت میں اور منہ عمر اور علی رضی کی طرف  
کیا اور کہا کہ تم خاص کر اُس کو دیکھو گے اور وہ ایک مرد ہے پست قد اُس کے اُلٹے پہلو پر  
کتنے ایک درم سپید ہیں جو نہ آگے ہیں اور نہ اُس کے ماتھ کی پتیلی پر ایسے اور اُس کے  
واسطے ربیعہ اور مضر کی بکریوں کے عدد کی برابر شفاعت ہوگی میری امت میں جب  
تم اُس کو دیکھو میرا سلام اُس کو پہنچاؤ اور کہو کہ میری امت کیواسطے دعا کری  
اور جب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ وسلم کی وفات کے بعد مکہ میں آئے اور امیر المؤمنین  
علی کرم اللہ وجہہ اُن کے ساتھ تھے اُن میں خطبہ پڑھا اور کہا اے نجر والو کھڑے  
ہو نجد والے کھڑے ہوئے کہا کہ قرن کا کوئی آدمی تم میں ہے کہاں ایک قوم کو  
اُن کے پاس بھیجا عمر رضی نے اولیں کی خبر ان سے پوچھی اُن سب نے کہا ایک دیوانہ ہے  
اولیں نام جو آبادی میں نہیں آتا ہے اور کسی کے پاس نہیں بیٹھتا اور وہ چیز جو  
آدمی کھاویں وہ نہ کھاوے اور غم و شادی نہ جانتے جب آدمی ہنستے ہیں وہ  
روتا ہے اور جب روتے ہیں تو وہ ہنستا ہے حضرت عمرؓ نے کہا اُس سے میں  
ملنا چاہتا ہوں اُن لوگوں نے کہا جنگل میں ہمارے اونٹوں کے پاس ہے رہیں  
امیر المؤمنین حضرت علی اور حضرت عمر رضی اُس کے پاس گئے اولیں کو نماز  
میں پایا آپ بیٹھے رہے جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو اُن پر سلام کیا اور  
پہلوا اور کف دست پر اُن کے نشان دیکھے تو اُن کو معلوم ہوا اور اُس سے دعا  
چاہی اور بنی عمر رضی اللہ عنہ وسلم کا سلام اُن کو پہنچایا اور تھوڑے زمانہ تک اُن  
کے آگے رہے یہاں تک کہ حضرت اولیں نے فرمایا کہ اب تم لوٹ جاؤ کہ قیامت  
نزدیک ہے وہاں پر مجھ کو ایسا دیدار ہو گا کہ جس کی کوئی انتہا نہیں ہے کیونکہ میں  
اب نادراہ قیامت کی درستی میں مشغول ہوں اور جب قرن والے حضرت  
امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کے ساتھ لوٹے تو حضرت اولیں کی بزرگی اور مرتبہ اُن کو ظاہر ہوا



اس وجہ سے وہ اُن لوگوں میں سے چلے گئے اور کوفہ میں آئے اور ہرم بن جہان نے ایک روز اُن کو دیکھا اور اُس کے بعد کسی نے اُس کو نہ دیکھا جب تک کہ حضرت علی نے جنگ پر چڑھائی کی اور علیؑ کی موافقت پر اُن کے دشمنوں سے جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ صفیں کی لڑائی کے دن آپؐ نے شہادت پائی اور عاشِ حمیداً وَمَاتَ شَهِيداً اَرْضَى اللّٰهُ عَنْهُ کے مطابق ہوئی یعنی زندگی قابلِ تعریف پائی اور شہید ہو کر وفات پائی اور آپؐ سے روایت ہے کہ کہا اَلْسَّلَامَةُ رَفِي الْوَحْدَةِ یعنی سلامتی تنہائی میں ہے اس واسطے کہ دل اُس آدمی کا کہ تنہا ہو غیر کے اندیشہ سے چھوٹا ہوا ہوتا ہے اور اپنے حوالہ میں خلق سے ناامید ہوتا ہے یہاں تک کہ اُن کی جملہ آفت سے سلامتی پاتا ہے اُس میں ان سب کی طرف سے رک جاتا ہے لیکن اگر کوئی شخص یہ خیال کرے کہ تنہا رہنے کا نام وحدۃ ہو تو یہ محال ہے کیونکہ جب تک شیطان کی کسی کے دل پر صحبت ہو اور نفس کی اُس کے سینہ کے اندر بادشاہت ہو اور جنتک دنیا و عقبے کی فکر لاحق ہو وہ اور اندیشہ خلق کا اُس کے سر میں گند ہوے جنتک وحدت حاصل نہیں ہوتی اس واسطے کہ خواہ ذات کے ساتھ آرام ہو خواہ اُس کی فکر میں دونوں ایک ہوں پس وہ شخص کہ وجہ ہو اگرچہ صحبت کرے صحبت اُس کی وحدت کی مراحم ہو اور وہ کہ مشغول ہو غفلت اُس کی فراغت کا سبب نہ ہو اور انس سے انقطاع سوائے انس کے نہ ہو پس جس کو کہ حق کے ساتھ انس ہو مخالفت اُس کی انس کو نقصان نہ دے اور اُس کو کہ موانست انس سے ہو انس کا اُس کے دل پر گد نہ ہو اور اُس کو حق کے انس سے خیر نہ ہو کیونکہ وحدت صفۃ عبادانی کی ہے پس بعض اُن میں سے تسبیح صفات معدن و فنا حضرت ہرم بن جہان بزرگانِ طریقت سے تھے اور معاملات میں ایک جہتہ وافر رکھتے تھے اور امحایب کرام کے ساتھ صحبت کی تھی اس بات کا قصد کیا کہ اوس میں کی زیادت کریں جب گئے



تو وہ وہاں سے چلے گئے تھے آپ ناامید ہو کر مکہ کو واپس آئے جب خبر پائی کہ وہ کونہ میں ہیں تو آپ وہاں آئے اور اُن کو وہاں نہ پایا اسی وجہ سے آپ ایک مدت کوفہ میں رہے اور جب اُن کی تلاش میں مقام بصرہ میں آئے تو حضرت ادیس کوفرات کے کنارہ پر وضو کرتے ہوئے پایا جب آپ نے کنارہ فرات سے باہر آ کر ریش مبارک میں کنگھی کی تو ہرم بن جہان نے سامنے آ کر سلام کیا آپ نے فرمایا علیکم السلام یا ہرم بن جہان حضرت ہرم فرماتے ہیں کہ میں عرض کیا آپ نے مجھ کو کیوں پکارا کیا میں ہم ہو کہا عرفت فرجی دحک یعنی میری جان ہے تیرا جان کو پیانا تھوڑی دیر آپ ٹیٹھو و خاص کر اسکو ٹام دیا ہرم نے کہا زیادہ مجھ سے باتیں امیرین کی کین ہیں یعنی حضرت عمرو علی کی اور روایت کیا مجھ کو عمر سے اور عمر نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرمایا اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَلِكُلِّ اَمْرٍ عَمَلَانِ وَهُوَ اَنْ تَكُنْتَ كَانَتْ فَهَجَرْتَهُ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَمَنْ كَانَتْ فَهَجَرْتَهُ اِلَى الدُّنْيَا يَصِيْبُهَا اَوْ اِلَى اِمْرَاَةٍ تَلْزَمُ وَجْهًا فَهَجَرْتَهُ اِلَى مَا هَاجَرَ اَلَيْهِ يَعْنِي خَيْرَ اَعْمَالٍ نَّبِيُّوْنَ پر ہے اور ہرم د کے واسطے وہ ہی جو نیت کرے پس وہ شخص کہ ہجرت اُس کی اللہ اور رسول کی طرف ہو پس ہجرت اس کی طرف اللہ و رسول کی ہے اور وہ شخص جو ہجرت کرے طرف دنیا کے ملی گی اُس کو یا عورت کے واسطے نیت کرے نکاح کی پس ہجرت اس کی طرف اس چیز کے ہے جو ہجرت کرے طرف اُس کی۔ اس وقت مجھ سے کہا عَلَيْكَ بِقَلْبِكَ یعنی لازم پکڑ اپنے قلب پر اور اس بات کے دو معنی ہیں۔ ایک یہ کہ دل کو حق کا تابع کر مجاہدہ کے ساتھ اور دوسرے وہ کہ آپ کو دل کا تابع دار بنا اور یہ اصل قومی ہیں دل کا متابع ہونا مریدوں کا کام ہے کہ کثرت شہوت اور موانست ہوا سے باز رکھیں۔ اُس کو اور اندیشے ناموافق سے نہایت درجہ پر اُس سے منقطع کریں۔ اور تدبیر صحبت اور حفظ امور میں اور آیات حق میں نظر کو باند ہیں تاکہ



تاکہ محل محبت کا ہووے اور آپ کو دل کا متابع کرنا کاملوں کا کام ہے کیونکہ حق تعالیٰ نے اُن کے دل کو جمال کے نور سے منور کیا ہے اور تمام سببوں اور بیماریوں سے راکھا ہے اور درجہ اعلیٰ پہ پہنچایا ہے اور قرب کا خلعت اُن کے بدن پر پہنایا ہے اور اپنی ہر باتوں سے اُن پر نیچائی کی ہے اور مشاہدہ اور قربت سے اُن کے ساتھ دوستی کی اُس وقت تن کو دل کے موافق کیا پس وہ گروہ اگلا حصہ القلوب تھا تو یہ مالک القلوب ہو باقی الصفتہ کا اور وہ جو مغلوب القلوب ہو فانی الصفتہ ہو شاید کہ حقیقت اس مسئلہ کی اُس کی طرف پھر لوٹے کیونکہ خداوند عزوجل نے فرمایا اَلَاٰجِبَادُكَ مِنْهُمْ اَلْمُخْلِصِيْنَ اور اس میں دو قریب ہیں بعض نے مخلصین پڑھا کسر لام کے ساتھ اور بعض نے مخلصین پڑھا نصب لام کے ساتھ پس جو مخلص کہ فاعل ہو وہ باقی الصفتہ ہے اور جو مخلص کہ مفعول ہو وہ فانی الصفتہ ہے اور میں اس مسئلہ کی دوسری جگہ پر اس سے زیادہ تشریح کروں گا انشاء اللہ تعالیٰ اور حقیقت میں وہ لوگ فانی الصفتہ ہوں زیادہ بزرگی کے لائق ہوں کیونکہ تن کو دل کے موافق کریں اور ان کے دل جناب ربانی میں سپرد ہوتے ہیں۔ کیونکہ اُن کے دل یا دحق میں محول ہوں اور اُس کے مشاہدہ میں قائم اُس گروہ سے کہ باقی الصفتہ ہوں اور دل کو تکلف کے ساتھ امر کے ساتھ موافق کریں اور اس مسئلہ کی بنا پر اصل صحوا اور سکرا اور مشاہدہ اور مجاہدہ کی ہے واللہ اعلم۔

اور بعض اُن میں سے امام عصر اور فرید دہرا ابو علی الحسن بن ابی الحسن البصری ہیں بعض آپ کی کنیت ابو محمد کہتے ہیں اور بعض ابو سعید کہتے ہیں اہل طریقت میں آپ کی قدر اور بزرگی زیادہ ہے اور علم معاملات میں آپ لطیف الاشارہ ہوئے ہیں۔ اور میں نے اُن کی حکایتوں میں پایا ہے کہ ایک اعرابی اُن کے پاس آیا اور صبر کی بابت اُن سے دریافت کیا کہا صبر دو قسم کا ہے ایک صبر صیبت اور بلیات ہیں



اور دوسرا صبر اُن چیزوں سے کہ خداوند تعالیٰ نے ہم کو اُن سے منع فرمایا ہے اور  
اُس کی تابعداری سے منع کیا ہے پس اعرابی نے کہا اَنْتَ زَاهِدٌ شَارِ اٰیَتِ الرَّحْمٰہِ  
صَدَکَ یَعْنِیْ تَوَاضَعٌ ہے میں نے زیادہ زاہد تجھ سے ہرگز نہیں دیکھا اور نہ صابر زیادہ کہا  
اے اعرابی میرا ہر سب رغبت سے ہوا اور میرا صبر خیر سے ہوا اعرابی نے کہا اس کلام  
کی تفسیر مجھ سے بیان فرمائی کیونکہ میرا اعتقاد پریشان ہو گیا کہا طاعت کی حالت میں  
بلاؤں پر میرا صبر کرنا بیاعت آتش و وزخ کے خوف کے ہے اور یہ جزع ہے  
اور نہ ہمیرا دنیا میں آخرت کی طرف رغبت ہے اور یہ عین رغبت ہے پس عمدہ یہ ہے  
کہ اپنے حصہ کو درمیان سے چھوڑتا کہ صبر اُس کا خاص حق کیواسطے ہو نہ اس واسطے  
کہ آپ کو وزخ سے امن زیادہ ہو اور نہ اُس کا خاص حق کیواسطے ہو نہ اس واسطے کہ آپ کو بہشت میں پہنچا دے یہ علت  
صحت اخلاص کی ہوا و نیز اُن ہی ولایت پر کہ کہا اِنَّ حُجَّۃَ الْاَشِرِ کَلِّیْ تُؤْرِثُ سُوءَ الظَّنِّ بِالْاَخِیَارِ یعنی  
جو کوئی اس طائفہ کی بدوں کے ساتھ صحبت اختیار کرے اُس گروہ کی نیکیوں  
پر بدگمان ہو اور یہ بات سخت دشوار ہے آپ میں خاص کر اس زمانہ والوں کو  
کیونکہ عزیزان حق سے سب لوگ منکر ہیں اور یہ امر اس سبب سے واقع ہوا ہے  
کہ ان متصوفوں کے ساتھ انہیں بیاہمی صحبت کریں اور فعل اُن کی خیانت پر مبنی دیکھیں  
اور زبان اُن کی جھوٹ اور غیبت پر اور کوشش اُن کی بیہودگی اور لغو سننے پر  
اور آنکھ اُن کی لہو و شہوت پر اور ہمت اُن کی بالکل حرام کے جمع کرنے پر  
اور بے شبہ جانیں کہ متصوف کیواسطے معاملہ یہ ہی ہے اور صوفیوں کو  
ضرور ہے کہ ان کے فعل بالکل طاعت ہوں اور زبان اُن کی کلام  
حق پر اور ثمرہ محبت حق اور ستران کا محل محبت حق پر اور کان ان کے  
محل سماع حق حقیقت میں اور آنکھ ان کی جمال مشاہدت کا موضع  
اور ہمت اُن کی بالکل جمع اسرار محل رویت میں ہو پس اگر کوئی قوم



ظاہر ہو جو ان کے زمرہ سے اور ان کی روش میں ہو خیانت اختیار کرے پس خیانت  
 خیانت والوں کی ان کی طرف لوٹ جاوے نہ ان احوار اور اسادات زماں  
 کی طرف ہیں جو کوئی کسی قوم کے شہریروں کے ساتھ محبت اختیار کرے وہ اس کے  
 شر سے ہوا اگر اس میں کوئی بھلائی ہوتی تو نیکوں کے ساتھ محبت اختیار کرتا پس ملامت  
 ہر آدمی کی اپنے واسطے ہے کیونکہ صحبت نالائق اور اپنے غیر کفو کی اختیار کر کر ان  
 کے منکر زیادہ شریر اور مخلوق خدا کے زیادہ ذلیل ہیں کیونکہ صحبت ان کی ان کے  
 دل سے ہوئی بلکہ خواہش سے نہ پائی ہے پس بسبب ان کے منکر ہوئے ہیں۔  
 اور یا اقتداء ان کے ساتھ کی ہے اور مانند مہلک کے ہوئی ہیں اور یا اقتدار ان کے  
 ساتھ کی ہے سوائے ان نیکوں اور عزیزان خداوند کے جو چشم رضا کے ساتھ  
 ان کی نیکیوں کو دیکھتے ہیں اور خصوصاً ان کی صحبت کو جان و دل کیساتھ خرید کیا  
 اور تمام دنیا سے ان کا طریق قبول کیا اور ان کی برکتوں سے مقصود و وجہانی  
 پہنچنے اور تمام دنیا سے تعلق قطع کیا اسی واسطے کہا گیا ہے۔ **ثُمَّ**  
**فَلَا تَحْقِرَنَّ نَفْسِي وَأَنْتَ بِحَبِيبِي + فَكُلُّ أَمْرٍ يُحِبُّ إِلَى مَنْ يُجَالِسُ**  
 ترجمہ پس میرے نفس کو حقیر نہ جانو حالانکہ تو اس کا پیارا ہے۔ اور بعض ان  
 میں سے رئیس علما اور فقیہ فقہا حضرت سعید بن مسیب عظیم الشان اور فہم القہ  
 اور عزیز القوم اور جمیل البصر تھے اور ان کے مناقب بہت ہیں اور فنون علم میں  
 فقہ اور توحید اور تفسیر اور لغت وغیرہ سے آراستہ تھے اور کہتے ہیں کہ ایک  
 مرد عیار نما ہارسا طبع تھے اور ہارسا نما عیار طبع تھے اور طریق تصوف میں قابل  
 تعریف اور جملہ مشائخ رضی اللہ عنہم کے نزدیک محمود تھے اور ان سے روایت کرتے ہیں۔  
 کہ **كَلَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ**  
**دِينُهُمْ يَنْعَى رَاغِبِي دُنْيَا بِمَعَاذِ اللَّهِ دِينُ دُنْيَا دِينُ دُنْيَا دِينُ دُنْيَا دِينُ دُنْيَا**  
**دِينُهُمْ يَنْعَى رَاغِبِي دُنْيَا بِمَعَاذِ اللَّهِ دِينُ دُنْيَا دِينُ دُنْيَا دِينُ دُنْيَا**  
 دینہم یعنی راضی ہو تھوڑی دنیا پر معہ سلامتی دین اپنے کے جیسے کہ راضی ہوئی



ایک قوم بسبب کثرت اُس کی کے معہ جانے دین اُن کے کے یعنی فقر سلامتی دین کے ساتھ بہت اچھا ہے غنا سے غفلت کے ساتھ کیونکہ جب فقیر دل کی طرف خیال کرتا ہے تو زیادہ مالدار ہونے کا اندیشہ نہیں کرتا اور جو کچھ میسر ہوا اُس پر قناعت کر لیتا ہے اور جب غنی دلوں دیکھتا ہے تو زیادہ کا اندیشہ پاتا ہے اور چھپ چھپ کر نگاہ کرتا ہے تو مالِ مشتبہ پاتا ہے۔ پس رضامندی دوستوں کی خداوند کیساتھ ہے غفلت کے بہت اچھی ہے رضامندی غافلوں سے دنیا پر غرور میں اور آفتِ حسرت اور ندامت بہت اچھی ہے ذلت و معصیت سے پس جب کوئی بلا آئے تو اُس کو غافل کہیں الحمد للہ کہ ہمارے بدن پر نہ آئی اور دوست کہیں الحمد للہ کہ ہمارے دین پر نہ آئی کیونکہ اگر تن بلا میں ہو جو دل میں بقا ہو تو بلا بدن پر اچھی معلوم ہو جب دلی غفلت ہو اگرچہ بدن نعمت میں ہو تو وہ نعمت نعمت ہو اور حقیقت میں رضا قلیل دنیا کے ساتھ کثیر دنیا ہو بہتر ہو اور رضا کثیر دنیا کے ساتھ قلیل دنیا سے ہوا اُس سبب سے قلیل اُس کی مانند کثیر اُس کے کی ہے اور تیرا دن سے منقول ہے کہ مکہ میں پیا سے تھے ایک مرد اُن کے پاس آیا اور کہا مجھ کو خبر دیجئے اُس حلال سے کہ اُس میں حرام نہ ہو اور اُس حرام سے کہ اُس میں حلال ہو انہوں نے کہا ذِکْرُ اللہ حَلَالٌ لِّیْنَ فِیْہِ حَرَامٌ وَ ذِکْرُ غَیْرِہِ حَرَامٌ لِّیْنَ فِیْہِ حَلَالٌ یعنی یاد کرنا خدا ہی تعالیٰ کا حلال ہے بے حرام کے اور یاد کرنا اُس کے غیر کا حرام ہے بے حلال کے اس سبب کہ اُس کے ذکر میں نجات ہے اور اُس کے غیر کے ذکر میں ہلاک ہے اور اللہ سے توفیق ہے

## الباب الحادی عشر

یعنی باب اُن اماموں کے ذکر میں جو تبع تابعین آج تک گذریں ہیں



اُن میں سے ایک طریقت کے جوان خرد اور شریعت میں فائز حضرت حبیب عجمیؒ تھے  
 اور مردوں کے مرتبہ گاہ میں خطر عظیم رکھتے تھے پہلے تو یہ اُنہوں نے حضرت حسن  
 بصری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر کی شروع زمانہ میں رہا جیتے تھے اور ہر قسم کے  
 جھگڑے کیا کرتے تھے خداوند تعالیٰ نے اُن کی تو بہ بصوح قبول فرمائی اور خداوند کو  
 حضور میں پھر حاضر ہوئی اور تھوڑا علم و معاملت حضرت حسنؒ سے سیکھا ابوندہ زبان  
 اُن کی عجمی تھی عربی الفاظ ادا نہ ہوتے تھے خداوند تعالیٰ نے اُن کو بزرگی کے ساتھ  
 مخصوص کیا تھا اس درجہ تک پہنچی کہ ایک مرتبہ شام کو حضرت حسن بصریؒ اُن کی  
 مسجد کے دروازہ پر گزرے اور اُنہوں نے نماز میں کھڑے ہو کر شام کی نماز کی تکبیر  
 اقامت کہی تھی اور حضرت حسن بصریؒ مسجد کے اندر آئے اور اُن کے پیچھے نماز  
 نہ پڑھی اس سبب کہ اُن کی زبان عربی بولنے اور قرآن پڑھنے پر جاری نہ تھی  
 جب رات کو سوئے تو خداوند تعالیٰ کو خواب میں دیکھا اور کہا اے بار خدا یا تیری بھانسی  
 کس چیز میں ہے فرمایا اے حسن میری رضا تھنے پائی تھی اُن کی قدر نہ جانی کہا بار خدا یا  
 وہ کیا تھی فرمایا کل تو اگر حبیب کے پیچھے نماز پڑھتا اور اس کی صحبت بیت کا اعتبار  
 عبادت کے الکار کے سبب خیر کو باز نہ رکھتا میں تجھ سے رہتی ہوتا اور اس گروہ  
 میں یہ بات مشہور ہے کہ حبیب حضرت حسن بصریؒ کھانچ سے بھاگے اور حبیب عجمیؒ کو  
 عبادت خانہ میں گھس گئے تو وہ لوگ آئے اور کہا کہ اے حبیب حسنؒ کو تو سنے کہیں  
 دیکھا ہے کہا ناں بولے کس جگہ ہے کہا امیر عبادت خانہ میں ہو وہ عبادت خانہ کے  
 اندر گھس گئے وہاں کسی کو نہ دیکھا سچا بھانا کہ حبیب ہم سے ہتھلوا کر تارے اُنہوں  
 نے اُن کو مٹا کہا اور کہنے لگے تو سچ نہیں بتلایا کہ وہ فلاں جگہ ہے حبیب قسم کھائی  
 کہ میں سچ کہتا ہوں دوسری بار اور تیسری بار اندر گئے پھر کبھی نہ پایا اور سب  
 والے گئے حبیب بظہر بن حسن بصریؒ سے پوچھا اور کہا اے حبیب میں جانتا ہوں



کہ خدائے عزوجل نے تیری برکتوں کے سبب مجھ کو ان ظالموں سے چھوڑا یا نہ  
 اُن سے یہ کیوں کہا کہ وہ اس جگہ ہیں حبیب نے کہا یہ میری برکتیں نہ تھیں کہ  
 جو تجھ کو انہوں نے نہ دیکھا بلکہ سچ بولنے کی برکت سے نہ دیکھا اگر میں جھوٹ  
 کہتا تو مجھ کو اور تم کو دونوں کو رسوا کرتے اور حضرت حبیب کی اس جنس کی کرامات بہت  
 ہیں حضرت حبیب سے کسی نے پوچھا کہ خداوند تعالیٰ کی رضا مندی کس چیز  
 میں ہے کہا فی قلب لیس فی حد غمار التفاق یعنی ایسے دل میں کہ جس میں  
 نفاق کا غبار نہ ہو اس سبب سے کہ نفاق خلاف وفاق کے ہے اور رضا علیٰ نفاق  
 اور محبت کو نفاق کے ساتھ کچھ تعلق نہیں ہے اور اُس کا محل رضا ہی پس رضا و سنتوں  
 کی صفت ہر اور نفاق دشمنوں کی صفت یہ بات بہت بڑی ہے دوسرے مقام  
 پر اس کا بیان کیا جائیگا انشاء اللہ تعالیٰ۔

اور بعض اُن میں سے اہل انس کے نقیب اور جملہ جن و انس کی زینت مالک بن  
 دینار رضی اللہ عنہ صاحب راز حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ اور اس طریقہ کے بزرگوں سے  
 اُن کی کرامتیں مشہور ہیں اور ریاضت میں خصال انکی مذکور ہیں اور ان کی توبہ کی ابتدا  
 یہ تھی کہ ایک رات ایک گروہ کے ساتھ عیش و طرب میں مشغول تھے جب سب  
 لوگ سو گئے اُس وقت اُس عود سے جسکو بجاتے تھے آواز آئی کہ اے مالک  
 تجھ کو کیا ہوا کہ تو توبہ نہیں کرتا ہے اُسی وقت آپ نے سب باتوں کو ترک  
 کر دیا اور حضرت حسن بصری کے نزدیک آئے اور توبہ میں اپنے قدم کو درست  
 کیا اور اُن کی منزل یہاں تک پہنچی کہ ایک وقت کشتی میں آپ سوار تھے  
 کہ ایک سہواہر کشتی میں گم ہو گیا یہ سب سے زیادہ خاکسار تھے اور ان کو  
 کوئی نہ جانتا تھا ان کے ذمہ تہمت لگائی گئی آپ نے آسمان کی طرف سر کیا  
 ایک گھنٹہ میں جس قدر مچھلیاں دریا میں تھیں وہ سب ریتے میں آئیں اور ہر ایک



اپنے منہ میں ایک جواہر لئے ہوئے تھی ایک جواہر ان سب میں سے اپنے لئے لیا  
اور اُس مرد کو دیدیا اور آپ پانی کے اوپر دوڑتے ہوئے کھائے یا ہر چلے گئے  
اور ان سے منقول ہے کہ کہا احبُّ الّا عَمَّا لَكَ كَلَّا الْاِخْلَاصُ فِي الْاَهْوَالِ یعنی کاموں  
میں سب سے زیادہ دوست میرے نزدیک اخلاص ہے پس جو کام خلوص دلی  
سے کیا جائیگا تو وہ کام ایسا ہوگا کہ جس طرح روح بدن کے واسطے ہی یعنی بدن بغیر  
روح کے مثل تپھر کے ہو اسی طرح عمل بے اخلاص کے محض بیکار ہو لیکن اخلاص جملہ  
باطنی عملوں میں سے ہے اور طاعات جملہ ظاہری اعمال سے ہے اور ظاہری عمل  
باطنی عملوں سے کامل ہوتے ہیں اور باطنی عمل ظاہری عملوں کے قوت پکڑتے ہیں۔  
پس اگر کوئی آدمی ہزار برس تک دل میں مخلص ہو جیتک اُس کا عمل اخلاص کے  
ساتھ نہ ملے اخلاص نہ ہو اور اگر کوئی آدمی ہزار برس تک ظاہر میں عمل کرے جیتک کہ  
اُس میں اخلاص نہ ملے وہ عمل مقبول نہ ہو ورنہ اور ان میں سے فقیر خلیفہ و برہمہ  
اولیا امیر ابو حلیم حبیب بن اسلم الراعی رضی اللہ عنہ آپ شلخ میں ایک بڑی مترل  
رکتے ہیں ان کے واسطے آیات و براہین بہت ہیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے  
روایت کرتے ہیں کہ فرمایا یٰ یٰمُؤْمِنِیْنَ خَیْرٌ مِّنْ عَمَلِکُمْ یعنی مسلمانوں کی نیت  
ان کے عَمَلوں سے اچھی ہے آپ کے پاس بکریاں زیادہ رہتی تھیں وہ فرات کے  
کنارہ پر بیٹھتے اور طریق ان کا گوشہ نشینی تھا ایک شخص مشائخوں سے روایت کرتے  
ہیں کہ ایک وقت میں ان کے پاس گیا تو ان کو نماز میں پایا اور بھڑیا ان کی  
بکریوں کی حفاظت کر رہا تھا میں نے کہا کہ ان بزرگ کی میں زیارت کرونگا کیونکہ  
بزرگی کی علامتیں ان میں دیکھتا ہوں اس خیال میں تھوڑی دیر رہا وہاں تک کہ  
آپ نماز سے فارغ ہوئے میں نے ان کو سلام کیا کہا اے لڑکے کس کام کے  
واسطے تو آیا ہے میں نے کہا آپ کی زیارت کے واسطے کہا جزاک اللہ میں نے کہا



ایہا الشیخ گرگ کو پیش کے ساتھ موافق دیکھتا ہوں کہا اس سبب کہ پیش کے راعی کو حق کے ساتھ موافقت ہے یہ کہا اور لکڑی کے پیالہ کے نیچے ایک پتھر رکھتے تھے اس سے دو چٹے چاری کئے ایک دودھ کا اور ایک شہر کا کہا پیو میں نے کہا اے شیخ یہ مرتبہ تو نے کس چیز سے پایا کہا حضرت محمد رسول اللہ کے اتباع سے کہا اے لڑکے موسیٰ کی قوم باوجودیکہ اُن سے مخالفت رکھتی تھی ان کو پتھر پانی دیا اور موسیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درجہ پر نہ تھے جبکہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعین سے ہوں مجھ کو شہر اور دودھ نہ ملے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر تھے میں نے کہا مجھ کو ایک نصیحت سے کہا لَا تَجْعَلْ قَلْبَكَ صَدُوقَ الْحَرَامِ وَ لَبَطَاكَ ذَعَاءُ الْحَلَامِ یعنی دلو کو حرام کا محل مت بناؤ اور پیٹ کو حرام کا موضع کیونکہ مخلوق کی ہلاکت ان دو چیز میں ہے اور نجات ان دو چیز کی حفاظت میں اور بعض اُن میں سے پیر صلح ابو حازم المدنی رحمہ اللہ بعضے مشائخ کے تھے اُن کو معاملات میں ایک خط وافر تھا اور فقر کے اندر قدم صادق اور چاہدات میں پوری روش تھی اور عمر بن عثمان المکی رضی اللہ عنہ کی بیعت میں کوشش کے ساتھ گئی اور اُن کا کلام سب لوگوں میں مقبول ہوا اور کتب کتبوں میں لکھا ہوا ہے اور ان میں عمر بن عثمان نے اُن سے روایت کی ہے کہ اُن سے لوگوں نے پوچھا فَأَمَّا لَكَ تَالِ الرَّضَاءِ عَنِ اللَّهِ وَالْغِنَى عَنِ النَّاسِ یعنی میرا مال کیا ہے میرا مال اللہ اللہ تعالیٰ کی رضا ہے اور بے پروائی مخلوق سے اور یہ بات ضرور ہے کہ جو کوئی حق کے ساتھ راہنمائی ہو خلق سے بے پروا ہو اور دست بڑا خزانہ مرو کے واسطے خزانہ تعالیٰ کی رضا مندی ہو اور آفاقی خدائے عزوجل کے ساتھ غنی ہونے کی طرف بیٹھنے جو کوئی اس کے ساتھ غنی ہو اس کے غیر سے بے پروا ہو اور سوا اُس کی درگاہ کے اور کچھ کی راہ نہ چلنے اور خلا و بلا میں اُس کے پاس کو ایک چلنے ایک مشائخ کے



نرماتے ہیں کہ میں اُن کے پاس حجرہ کے اندر آیا اور اُن کو سوتا ہوا پایا اور تھوڑی دیر  
 ٹھہرا یہاں تک کہ وہ بیدار ہوئے اور فرمایا میں نے اس وقت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم  
 کو خواب میں دیکھا کہ مجھ کو تیرے واسطے پیغام دیا ہے اور کہا کہ ماں کا حق نگاہ رکھنا  
 حج کرنے سے بہتر ہے پس واپس جا اور اُس کے دل کی رضامندی تلاش کریں اُس  
 جگہ سے لوٹا اور مکہ کو نہ گیا اور اس سے آگے اُن سے بات نہ سُنی تھی میں نے اور  
 بعض اُن میں سے اہل حجابت کے مدعی اور مشاہدت میں فاکم محمد بن واسخ میں  
 اُن کے زمانہ میں اُن کی مثل کوئی نہ تھا اور تابعین بہت سے آدمیوں کی  
 صحبت پائی تھی اور مشائخ متقدمین سے ایک گروہ کو پایا اور طریقت میں حصہ پورا  
 رکھتے تھے اور اس کے حقائق میں انفس عالی اور اشارات کامل ہیں۔ اور  
 ان سے مروی ہے کہ ہمارا سِرِّ اَیْتُ شَیْئًا اَکْبَرًا و سِرِّ اَیْتُ اللہ فِیْہِ کُمبِیْ حَیْزِہِ کو میں نے  
 نہ دیکھا جو حق کو اُس میں نہ دیکھا ہو اور یہ مقام مشاہدہ کا مقدمہ ہے کہ بندہ فاعل کی  
 دوستی کے غلبہ میں اس درجہ کو پہنچے کہ فعل میں اُس کے نظر کرے فعل کو نہ دیکھے  
 بلکہ بالکل فاعل کو دیکھے جیسی کہ آدمی صوت کو دیکھے اور مصوٰر نظر آدمی پس اس کلمہ  
 کی حقیقت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے قول سے ظاہر ہوتی ہے کہ چاند اور سورج اور  
 ستارہ کو کہا کہ ہَذَا اَدَبِیٌّ یعنی یہ میرا رب ہے اور یہ کہنا اُن کا حال اور غلبہ شوق میں  
 تھا کہ جو کچھ دیکھتے تھے جملہ محبوب کی صفت میں دیکھتے تھے اس واسطے کہ دوست جب  
 نگاہ کرتے ہیں تو ایک عالم کو اس کے قہر کا مقہور اور اُس کی سلطان کا اسیر دیکھتے ہیں  
 اور موجودات کے وجود و قدرت کے پہلو میں اُس کے فاعل کو بے حقیقت تھوڑا کچھ سے جب  
 اشتیاق اُس میں نہ کریں مقہور نہ دیکھیں بلکہ قاهر کو دیکھ لیں اور مخلوق نہ دیکھیں بلکہ  
 خالق نہ دیکھیں اور اس کو میں مشاہدہ کے باب میں لاؤنگا اشارۃ اللہ تعالیٰ اور ایک  
 گروہ کو غلطی واقع ہوئی جو کہتے ہیں کہ اُس شخص نے رایت اللہ فیہ کہا ہے اس جگہ



تجزیہ اور حلول لازم آتا ہے اور یہ بات محض کفر ہے اس واسطے کہ مکان جس ممکن ہو  
 پس اگر کوئی کہے کہ مکان مخلوق ہے تو چاہئے کہ ممکن بھی مخلوق ہو اور کہا جاوے کہ ممکن  
 قدیم ہے تو چاہئے کہ مکان بھی قدیم ہو اور اس قول پر فساد لازم آتا ہے یا خلق کو قدیم کہنا  
 چاہئے یا خالق کو محدث اور یہ دونوں کفر ہیں پس یہ روایت اُفق کی چیزوں میں اُس  
 معنی کی ہے کہ جو ہیں نے اول بیان کیا اور اس میں بطیفت باریکیاں ہیں جو اپنے  
 مقام پر انشاء اللہ بیان کروں گا اور بعض اُن میں سے اماموں کے امام سببوں  
 کے پیشوا فقیہوں کے شرف علما کی عزت حضرت امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت انحرار  
 ہیں اُن کا مجاہدوں اور عبادتوں میں قدم مضبوط تھا اور اس طریقت کے اصول میں  
 بہت بڑی شان رکھتے تھے اور شروع حال میں آپ نے گوشہ نشینی کا ارادہ  
 کیا اور تمام خلق سے علیحدگی کی اور چاہا کہ خلق سے باہر ہوں اور دیکھو یہ پاک کروں  
 تاکہ خلق پاکیزہ اور نہاد ہو ایک مرتبہ آپ حق کے حضور میں کھڑے ہوئے تھے  
 تو ایک رات خواب میں آپ نے دیکھا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کو لحد سے  
 لوگ جدا کرتے تھے اور بعض کو بعض سے اختیار کرتے تھے اُس خواب کی ہیئت سے  
 آپ بیدار ہوئے اور محمد بن سیرین کہ ایک شاگرد سے اس کی تعبیر دریافت کی کہا  
 تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے علم اور اُن کی سنت کی حفاظت میں ایسے درجہ بزرگ  
 پہنچ چکا کہ اُس میں تو متصرف ہو گا اور صحیح کو غلط سے جدا کرے گا اور دوسری مرتبہ  
 پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ نے فرمایا کہ یا ابا حنیفہ بیاعث امیری  
 سنت زندہ رکھنے کے سبب کو خدا نے زندہ کیا ہے گوشہ نشینی کا ارادہ نہ کر اور اُن کے  
 پاس بہت آدمیوں کی اسناد تھی مشائخ سے مثل حضرت ابراہیم ادہم اور حضرت  
 فضیل بن عیاض اور حضرت داؤد طائی اور حضرت بشر حافی کے اور سوانح ان کے  
 اور ہیں اور علماء میں لکھا ہوا اور شہوت ہے کہ ایک وقت ابو جعفر المنصور نے تدبیر کی



کہ چار آدمیوں سے ایک کو قاضی کرنا چاہیے اُن میں ایک حضرت ابو حنیفہ تھے اور  
دوسرے حضرت سفیان ثوری اور تیسرے حضرت صلہ بن اشیم اور چوتھے حضرت  
شریک اور یہ چاروں بہت بڑے لائق علماء سے تھے اُس نے آدمی کو بھیجا تاکہ سب کو  
حاضر کرے پس راستہ میں کہ جاتے تھے امام ابو حنیفہ نے کہا کہ میں تم میں سے ہر ایک سے  
ایک بات سمجھ کی کہتا ہوں جو اس چلنے کے معاملہ میں بہتر ہوگی کہا کہ میں ایک حیلہ سے  
اس عہدہ قضا کو اپنے اوپر سے دفع کرتا ہوں یعنی صلہ اپنے آپ کو دیوانہ بناوے اور  
سفیان بھاگ جائے اور شریک قاضی ہو وی چنانچہ سفیان راستہ میں بھاگے ۔ اور  
کشتی میں گھس گئے اور ملاح سے کہا مجھ کو چھپالے کہ میرے سر کو کاٹیں گے بہ تاویل  
اس خبر کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مَنْ جُعِلَ قَاضِيًا فَقَدْ ذُبحَ  
بِغَيْرِ سَلَكٍ یعنی جو قاضی ہوا وہ بغیر چھری کے ذبح ہوا۔ ملاح نے اُن کو کشتی میں بٹھلایا  
اور چھپالیا اور ان تینوں کو منصور کے پاس لے گئے پہلے ابو حنیفہ سے کہا کہ تجھ کو عہدہ  
قضا اختیار کرنا چاہیے آپ نے فرمایا کہ اے امیر میں ایک مرد ہوں نہ عرب سے  
بلکہ یہاں کے روسار اور سادات عرب میری حکومت پر راضی نہ ہوں گے۔ ابو جعفر  
نے کہا اس کام کو نسب کے ساتھ تعلق نہیں ہے اس کام کی واسطے علم چاہیے۔ اور  
تم اس زمانہ کے عالموں میں مقدم ہو فرمایا اس کام کے لائق میں نہیں ہوں اور  
یہ میرا قول اگر سچا ہے تو میں اس کے لائق نہیں ہوں اور اگر جھوٹا ہے تو جھوٹا آدمی مسلمانوں  
کی قضا کے لائق نہیں ہوتا تو کہ خدا کا خلیفہ ہے اس بات کو جائز مت رکھ  
کہ جھوٹے شخص کو اپنا خلیفہ بناوے اور مسلمانوں کا مال اور اُن کے فروج اُس  
کے سپرد کرے یہ کہا اور نجات پائی اُس کے بعد مشلہ رو برو گئے اور منصور کا ہاتھ  
پکڑا اور کہا تو کیسا ہے اور تیرے فرزند اور تیرے جانور کیسے ہیں۔ منصور نے کہا  
یہ دیوانہ ہے اس کو باہر نکالو اور اُس کے بعد شریک سے کہا کہ تم عہدہ قضا قبول کرو



کہا میں ایک سودائی شخص ہوں اور میرا مانع خفیہ ہے منصونے کہا کہ دارود واسے اپنا علاج  
 معالجہ کرتا کہ تیری عقل کمال ہووے اسوقت قضا شرع کو دی اور ابو حنیفہؒ نے  
 اُس کو چھوڑ دیا اور ہرگز اُس بات نہ کی اور یہ اُن کے کمال حال کا نشان ہے  
 دونوں معنی سے ایک اُن کی دانائی ہر ایک کے حق میں صادق ہوئی۔  
 دوسری صحت و سلامتی خلق کی سپردگی کو اپنے ذمہ سے دور کرنا اور اُن کے مرتبہ  
 پر مغرور نہ ہونا ہے۔ اور یہ حکایت صحت ملامت کی بہت قوی دلیل ہے کہ اس طرح کر  
 تینوں نے جیلہ سے خلق کو آپ سے دفع کیا اور جو لوگ اس قسم کے معاملہ کے منکر  
 ہیں وہ ہوا کے ساتھ ملے ہوئے ہیں اور حق کے طریق سے علیحدہ خصوصاً امیروں  
 کے گھر کو اپنا قبلہ بنایا ہے اور ظالموں کے گھر کو بیت المعمور ٹھہرایا اور جابروں کے  
 بساط کو قاب قوسین ادا دئے کے برابر کیا ہے یعنی جو کچھ اُن کی خواہش کے خلاف  
 ہو سب کے منکر ہیں ایک مرتبہ حضرات غرین حرسہا اللہ سے علم و امامت کے عمیوں  
 میں سے ایک شخص نے کہا کہ مرقعہ پہننا بدعت ہے میں نے کہا کہ خشیشی اور دہیقی کے  
 کپڑے کہ بالکل ریشم کے ہوتے ہیں مردوں پر محض حرام ہیں اور بادشاہ ظالم  
 نے حرام مطلق کو پہننا اور بدعت نہ کہا اور حلال کپڑا جو حلال چاندی سے خرید کیا ہوا  
 ہو کیونکہ بدعت ہوگا وگرنہ رعوت طبع اور خصلالت نفس تمیز ہے لیکن عورتوں  
 کو ریشمی کپڑا پہننا حلال ہے اور مردوں پر حرام اور دیوانوں پر مباح اگر ان دونوں  
 کے مقرر ہو تو مغرور ہوئے انصافی سے اللہ پناہ دے حضرت امام ابو حنیفہؒ  
 کہتے ہیں کہ جب نوفل بن جیانؒ نے وفات پائی تو میں نے خواب میں دیکھا کہ  
 قیامت قائم ہے اور تمام مخلوق حساب گاہ میں کھڑی ہوئی ہے اور رسول خدا صلی اللہ  
 علیہ وسلم کو اپنے حوض کوثر کے کنارہ پر کھڑا ہوا دیکھا اور اُن کے سید اور اُلٹے  
 طرف مشائخ دیکھے کھڑے ہوئے ہیں اور ایک بوڑھے کو میں نے دیکھا کہ نہایت



خوبصورت ہے اور اُس کے سر پر سفید بال لٹکتے ہیں اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسارہ پر اپنا رخسارہ رکھے ہوئی ہے اور اُن کی برابر میں نوافل کو دیکھا اُس نے جب مجھ کو دیکھا تو میری طرف آیا اور سلام کیا میں نے کہا مجھ کو پانی دے کہا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہتا ہوں آپ نے اُنکلی سے اشارہ کیا تو مجھ کو پانی دیا میں نے اُس پانی کو پیا اور اپنے اصحاب کو بھی دیا اور اُس پیالے سے کچھ پانی کم نہ ہوا پس میں نے دریافت کیا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بیداری جناب یہ بوڑھے کون ہیں کہا ابراہیم خلیل اللہ صلوات اللہ علی نبینا وعلیہ ہیں اسی طرح اُلٹی طرف حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پوچھا یہاں تک کہ سترہ آدمیوں کو میں نے دریافت کیا جب میں بیدار ہو تو سترہ عدد میرے ہاتھ پر عقد کئے تھے اور حضرت یحییٰ بن معاذ الرازی کہتے ہیں کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے خواب میں دیکھا کہا میں نے یا رسول اللہ میں تم کو کس جگہ ڈھونڈوں کہا ابو حنیفہ کے علم کے پاس اور ابو حنیفہ کے ورع میں طریق بہت ہیں اور مناقب مشہور ہیں اس کتاب میں لکھنے کی گنجائش نہیں ور میں نے علی بن عثمان الجلابی رضی اللہ عنہ ہوں میں شام میں تھا اور حضرت بلال مودن کے روضہ کے سر ہانے سوراٹھا اور خواب میں آپ کو مکہ میں دیکھا اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ باب بنی شیبہ سے اندر آئے اور آپ ایک بڑھی کی گود میں لیٹے ہوئے ہیں جیسے کہ کسی بچے کو لئے ہوئے ہیں... نہایت شفقت کے ساتھ یمن کے روبرو دوڑ گیا اور اُن کے قدم چومے اور میں اس تعجب میں تھا کہ یہ بڑھا کون ہے اُنہوں نے اپنے اعجاز سے میرے دل کے حال اور خیال پر اطلاع پائی مجھ سے فرمایا کہ یہ یمن اور تیرے شہر دالوں کا امام ہے یعنی ابو حنیفہ نے مجھ کو اس سے بڑی امید ہے پس مجھ کو اس خواب سے معلوم ہوا کہ وہ اُن لوگوں سے تھے جو اوصاف طبع سے فانی تھے اور احکام شرعی پر باقی تھے اور اُس پر قائم



جیسا کہ اُس کے لیجانے والے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تھے اگر وہ آپ جاتے باقی الصفتہ ہوتے  
 اور باقی الصفتہ یا مخطی ہوتا ہے یا مصیب پس چونکہ اُس کے لیجانے والے پیغمبر صلی اللہ  
 علیہ وسلم ہوئے تو فانی الصفتہ ہوئے اور قایم بقا صفت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے  
 ہے اور چونکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر خطا قایم نہ ہوئی اور اُس کے ساتھ قیام نہ پکڑا اور  
 یہ ایک رمز لطیف ہے اور کہتے ہیں کہ جب حضرت داؤد طائیؑ نے علم حاصل کیا اور ایک  
 عالم کے پیشوا ہو کر تو امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ اپنے اوپر عمل کو لازم پکڑ واس واسطے  
 کہ علم بدوں عمل کے مثل حیدر بلا روح کے ہے یعنی جو شخص محض علم پر قناعت کر لے گا  
 وہ عالم نہیں ہے کیونکہ عالم کو فقط علم پر قناعت نہ ہو کیونکہ عین علم عمل کا متقاضی  
 ہو جیسے کہ عین ہدایت مجاہدہ کی متقاضی ہے اور جیسے کہ مشاہدہ بے مجاہدہ کے نہو  
 پس علم بے عمل نہو اس سبب کہ علم موارثت عمل ہو اور علم کی تخریج و کشائش اور  
 منفعت عمل کی برکت سے ہو اور ہم کسی طرح علم کو عمل سے جدا نہیں کر سکتے ہیں۔  
 جس طرح کہ آفتاب کے نور کو اُس کی ذات سے اور بعض اُن میں سے زبیر فائدا  
 وقاد حضرت عبداللہ بن مبارک المروزی رحمہ اللہ اس قوم کے بڑے مختشم تھے اور مجملہ  
 احوال اقوال اور اسباب شریعت طریقت کے عالم اور اپنے زمانہ کے امام تھے اور  
 بڑے بڑے مشائخ سے ملاقات آپ نے کی تھی اور اُن کے ساتھ ہم جلسہ رہے تھے  
 اور ان کی تصانیف ہر ایک علم و فن میں مشہور اور کرامتیں مذکور ہیں اور ان کی توبہ  
 کی ابتدا اس طرح پر ہوئی کہ ایک کنیزک پر آپ فریفتہ تھے ایک رات کو دوستوں  
 میں سے آپ اُٹھے اور ایک کو اپنے ہمراہ لے گئے اور معشوقہ کی دیوار کے نیچے کھڑے  
 ہو کر اور وہ اپنے بالا خانہ پر آئی پس صبح تک دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے رہے  
 اور کھڑے رہے جب حضرت عبداللہ نے صبح کی نماز کی اذان سنی تو انہوں  
 نے جانا کہ عشاء کی نماز کی اذان ہے اور جب دن نکلا تو انہوں نے جانا



کہ تمام رات اُس کے مشاہدہ میں مستغرق رہا اس بات سے اُن کو معلوم ہوا اور اپنے  
دل میں کہا کہ تجھ کو شرم ہوئے پس مبارک آج تمام رات اپنی خواہش کے واسطے  
پیروں پر کھڑا رہا اگر نمازیں بڑی سورت پڑھنا دلوانہ ہوتا اور دعوائے مومن ہونیکا  
ہے تو اُس سے توبہ کر کے علم کی طلب میں مشغول ہو اور زہر و دیانت اختیار کر کے  
آپ ایسے مرتبہ پر پہنچے کہ ان کی مان ایک مرتبہ باغ میں گئیں تو اُن کو سوتا  
پایا اور ایک سانپ بہت بڑا ریحان کی ڈالی منہ میں پکڑے ہوئے اُن کی مکھی  
مارتا تھا اور بغداد میں مشائخ کی صحبت آپ کو ایک مدت تک ملی اور کنگہ میں آپ  
نے چند مدت تک مجاورت کی اُس کے بعد آپ مقام مرو میں چلے گئے اور  
اُس شہر کے آدمی سب آپ سے مانوس ہو گئے اور اُن سے پڑھنا شروع کیا  
اور اُس وقت میں مرو میں آدمی حدیث کی اتباع پر ہو گئے اور نصف نے  
طریق رائے میں قدم رکھا ایسا کہ اب تک اُس کو رضی الفریقین کہتے ہیں اس وجہ سے  
کہ ہر شخص کے ساتھ اُن کی موافقت تھی اور اُس جگہ آپ نے دور باطلائے یعنی  
ایک مخصوص اہل حدیث کا اور دوسرا مخصوص اہل رائے کا اور آج تک دونوں اپنے  
اصل قاعدے پر ہیں اور وہاں سے حجاز میں آپ واپس آئے اور مجاور ہوئے  
تو لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ عجائب چیزوں سے آپ نے کیا دیکھا کہا ایک  
راہب کو میں نے دیکھا کہ مجاہد سے ضعیف ہو گیا تھا اور خداوند کے خوف سے  
ٹیڑا ہو گیا تھا میں نے اُس سے پوچھا کہ اے راہب کیف الطریق اِلی اللہ تعالیٰ  
فَقَالَ كَوَعَرْتُ اللَّهَ كَحَرَفِ الطَّرِيقِ اَلَيْسَ قَالَا عَبْدٌ مِّنْ لَاَ اَعْرِفُهُ وَتَقْصِي مِّنْ تَعْرِفُهُ  
یعنی میں نے کہا کہ خدا کی طرف راہ کیونکر ہے کہا اگر اللہ کو پہچانتے تو راہ بھی اُس کی  
طرف جانے تو پس کہا کہ میں عبادت کرتا ہوں اُس کی جس کو نہیں جانتا اور تو بھی  
ہوتا ہے اُس کا کہ جب کو تو جانتا ہے یعنی معرفت خوف کے مقتضی ہے اور تجھ میں



بے خوف یکہتا ہوں کہ کفر و جہل اقتضا کرتی ہے اور آپ کو خائف پاتا ہوں آپ فرماتے  
 ہیں کہ نصیحت میرے کارگر ہو گئی جس نے مجھ کو بہت سی باتوں سے بچا لیا اور ان سے  
 روایت ہے اَلسُّكُونُ حَرَامٌ عَلٰی قُلُوْبِ اَوْلِيَاءِ اَمْسِ کے دوستوں کا دل ہرگز ساکن  
 نہ ہو کہ سکونت اس قوم پر حرام ہے دنیا میں مضطرب حال طلب میں اور عقبے میں  
 ساتھ حضور حق اور نبی علی اور رعیت کے فرار ان پر روا نہیں ہیں دنیا خاص کر انکو  
 مانند عقبے کے ہوا اور عقبے خاص کر ان کو مانند دنیا کے ہو کیونکہ دل کی سکونت دو چیز کی  
 اقتضا کرتی ہے یا مقصود پانا یا مراد سے غفلت پانا وہ دنیا اور عقبے میں روا نہیں تاکہ  
 دل محبت کے خفقان سے ساکن ہو اور اُس کے دوستوں پر غفلت حرام ہے تاکہ  
 دل طلب کی حرکتوں سے ساکن ہو اور بعض اُن سے شاہ اہل حضرت اور پادشاہ  
 درگاہ و صلت ابو علی الفضیل بن عیاض پیشوا قوم سے تھے اور بڑی بزرگ اور انکو  
 معاملات اور حقائق میں حصہ بہت ہے اور پورا اور طریقت کے مشہور لوگوں سے ایک  
 یہ ہیں اور ان کے حالات صدق سے پُر ہیں راہ میں عیاری اور رہنمائی کرنے  
 تھے لیکن ہر وقت مخلوق کی بھلائی کی طرف میل رکھتے اور ہمیشہ مردانگی اور ہمت  
 اُن کی طبیعت میں رہتی جس قافلہ میں کہ عورت ہوتی اُس کے آس پاس نہ پھرتے  
 اور ہر شخص پر مقدار سرایہ کے لائق کچھ چھوڑتے جو وقت کہ قافلہ مرد سے گیا تو لوگوں نے  
 کہا کہ کوئی رہبر ساتھ میں لے لو اس وجہ سے کہ فضیل راہ میں ہے کہا میں نے سنا ہے  
 کہ وہ مرد خراسان ہے ایک تارسی کو مزدوری پر لے لیا اور اونٹ پر بٹھایا کہ وہ روز خوب  
 راستہ میں قرآن پڑھتا تھا یہاں تک کہ قافلہ ایک مقام پر پہنچا کہ فضیل گھات میں  
 تھے اتفاق سے قاری پڑھتا تھا اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنْ  
 الْحَقِّ يَشْكُرُوْنَ اُس کے دل میں رفت ہوئی اور عنایت ازلی نے غلبہ اپنا اُس کے دل پر  
 ظاہر کیا اور اُس شغل سے آپ نے توبہ کی اور غماص میں کے ناہم لکھے اور سب کو



خوشنود کیا اور آپ مکہ میں گئے اور ایک مدت تک اُس جگہ مجاور رہے۔ اور بعض اولیاء سے خداوند کو پایا اور کوفہ میں آپ واپس آئے اور امام ابوحنیفہ رحمہ کے ساتھ ایک مدت تک ہم نشین رہے اور ان سے روایات عالی ہیں۔ اور مقبول ہیں جو درمیان اہل حدیث کے ہیں اور حقائق نصوت اور معرفت میں کلام رفیع آپکا منقول ہے کیونکہ فرمایا ہے مَنْ عَرَفَ اللَّهَ حَقَّ مَعْرِفَتِهِ عَبْدًا بِكُلِّ طَائِفَةٍ يَعْنِيْ جُودِ خَدَايَ تَعَالَى كُوْا سَ كَيْ حَقِّ مَعْرِفَتِ كَيْ سَاتِه پھچانے كل طاقت كے ساته پرستش كرے اُس كو اس واسطے وه شخص كه پچانے انعام و احسان كے ساته پچانے اُس كو دوست بناوے جس نے دوست بنایا طاعت ركهی طاقت تك اس سبب كه فرمان دوستوں كا كرنا دشوار نه هو جس كى كو دوستى زياده هوتو حرص طاعت پر زياده هو اور دوستى معرفت كى حقیقت سے هو جیسا كه حضرت عائشه رضی اللہ عنہا سے روايت ہے كه رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات اٹھے اور مجھ سے غائب ہوئے اور مجھ كو خیال هوا كه حضور دوسرے حجره میں گئے ہیں پس میں اٹھی اور اُن كے پیروں كے نشان پر گئی یہاں تك كه مسجد میں آئی۔ پس حضور كو میں نے نماز میں كھڑا ديکھا كه آپ روتے تھے یہاں تك كه بلال آئے اور صبح كى اذان كهی اور حضرت نماز میں تھے جب صبح كى آپ نماز ادا كر چكے تو حجره میں تشریف لائے میں نے ديکھا كه آپ كے دونوں پاؤں ورم كر گئے تھے اور دونوں انگوٹھوں كے سرشق ہو گئے اور زرد پانی اُن سے جارہى تھا پس میں روى اور میں نے کہا یا رسول الله آپ كے اول و آخر كے گناه سب معاف كر دئے گئے ہیں استقدر تكليف آپ پھر كيوں اٹھاتے ہیں اس كو ترك فرمايے به وه شخص تكليف اٹھائے جس كو انجام كا اطمینان نه هو آپ نے فرمایا كه اے عائشه وه سب لطفت و فضل خدائے عزوجل كا ہے أَفَلَا أَكُونُ عَبْدًا



شکوہاً یعنی کیا مجھ کو بندہ شاکر نہونا چاہیے جبکہ اُس نے مجھ کو مژدہ بخش سنا یا ہے  
 کیا کہتی ہو تم مجھ کو بندگی نہ کرنا چاہیے اور طاقت بشری کی لائق نعمت کا استقبال نہ  
 چاہیے اور نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی شب میں ہیکل پاس نمازیں  
 قبول کی تھیں اور اُن کو گران نہ سمجھا تھا یہاں تک کہ حضرت موسیٰ نے کہا اور  
 آپ واپس گئے اور پانچ وقت کی نماز پھر لائے کیونکہ آپ کی طبیعت میں فرمان  
 کی بالکل مخالفت نہ تھی اور نیز آپ سے روایت کرتے ہیں کہ اَللّٰهُ نَبَا اَدَا الْمَرْحُومِ  
 وَ النَّاسُ فِيْهَا فَجَائِزٌ وَ الْمَجَانِبُ فِيْ دَا اِلِ الْمَرْضٰى بِالْعِلِّ وَ الْقَيْدِ یعنی دنیا  
 مثل پاگل خانہ کے ہے اور آدمی اُس میں مثل دیوانوں کے ہیں اور دیوانوں کو  
 پاگل خانہ میں سوائے زنجیروں کے اور کیا ملتا ہے اور ہمارے نفس کی خواہش  
 ہماری قید ہے اور ہماری معصیت ہماری قید ہے اور فضل بن ربیع نے روایت  
 کی ہے کہ میں ہاروں رشید کے ساتھ مکہ میں گیا جب حج سے فراغت کی تو مجھ سے  
 کہا اس جگہ کوئی مردے خدا کے مردوں سے تاکہ اُس کی زیارت کروں میں نے  
 کہا اے عبدالرزاق صنعا فی اس جگہ ہے کہا مجھ کو اُس کے پاس لیجیے جب اُس کے  
 پاس ہم گئے اور تھوڑی دیر ہم نے باتیں کیں اور جب لوٹنے کا ہمنے ارادہ کیا تو  
 ہارون رشید نے مجھ سے اشارہ کیا کہ اُس سے دریافت کر کہ کچھ قرض رکھتا ہے۔  
 میں نے پوچھا کہا اُن حکم دیا تو اُس کا قرض ادا کر دے پھر وہاں سے باہر آیا کہا  
 یا فضل میرا دل ابھی خواہش کرتا ہے کہ کسی مرد کو میں بچوں جو اس گریادہ بزرگ  
 ہو میں نے کہا اس جگہ سفیان بن عیینہ ہے کہا اُس جگہ حلین پھر ہم وہاں گئے۔ اور  
 تھوڑی دیر تک ہم نے اُن سے باتیں کیں جب ارادہ لوٹنے کا کیا تو ہارون رشید  
 نے پھر مجھے اشارہ کیا میں نے اُن سے قرضہ کی بابت دریافت کیا انہوں نے کہا  
 ہاں مجھے قرضہ ہے ہارون نے حکم دیا کہ ان کا قرضہ ادا کر دو میں نے ان کا قرضہ ادا کر دیا



پھر وہاں سے باہر نکلے اور کہا یا فضل ابھی تک میرا مطلب چل نہیں ہوا مجھ کو  
یاد آیا کہ فضیل بن عیاضؒ اس جگہ پہنچا تو اس کو فضیل کے پاس لے گیا ہیں وہ غرفہ کے  
اندر تھے اور ایک آیت قرآن کی پڑھتے تھے ہم نے دروازہ سجایا کہا کون ہے میں نے  
کہا امیر المؤمنین میں کہا مَالِیْ وَکَیْفَ اَکْثَرُ مَنِیْنِ کہا مجھ کو امیر المؤمنین سے کیا کام میں نے  
کہا سبحان اللہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں آیا ہے کہ فَرَّیَا لَیْسَ لَیْلَیْ لَیْلَیْ  
اَنْ یُّدِلَ نَفْسَهٗ فِی طَاعَةِ اللّٰهِ قَالَ بَلٰی اَمَّا الرِّضَا عَزَّوَجَلَّ اَتَمَّ عِنْدَ اَهْلِهٖ بِعِیْنِیْ نَبِیْ  
جائز بندہ کو کہ ذلیل کرے اپنے نفس کو اللہ کی طاعت میں کہا ہاں ہم عزت و رضا کی  
رہتے ہیں تو میری ذلت دیکھنا ہے اور میں اپنی عزت بوجہ رضامندی خداوند تعالیٰ جاتا  
ہوں اس وقت آپ نیچے آئے اور دروازہ کھولا اور چراغ ٹھنڈا کیا اور کونہ میں  
آپ کھڑے ہو گئے تو ہارونؒ اُن کو اُن کے دروازہ سے ڈھونڈتا تھا یہاں تک  
کہ ہاتھ اُن کا اُس پیرا کہا اُہ اُس سے کہ اُس سے زیادہ نرم نہ دیکھا میں نے اگر  
خداے تعالیٰ کے عذاب سے چھوٹے کیا اچھا ہماروں نے رونا شروع کیا اور اس  
قدر رویا کہ پہوش ہو گیا جب ہوش میں آیا تو کہا اے فضیل مجھ کو نصیحت کر کہا اے  
امیر المؤمنین تیرا باپ عم مصطفیٰ تھا اُن سے خواہش کی کہ مجھ کو قوم پر امیر کر دیا اسی عم  
میں نے تجھ کو تیرے بدن پر امیر کیا یعنی ایک نفس تیرا خدا کی طاعت میں تیرے  
واسطے خلق کی ہزار سال کی طاعت سے بہتر ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ یَوْمَ الْقِیَمَةِ نَدَامَةٌ  
یعنی امیر سی قیامت کے دن سوائے ندامت کے اور کچھ نہیں ہارونؒ نے کہا اور نصیحت کر  
کہا جب عمر عبدالغفرین کو خلافت کے واسطے مقرر کیا تو سالم بن عبداللہ اور جابر بن جحوة  
اور محمد بن کعب القرظیؒ کو بلایا اور کہا میں اس بلا میں گرفتار ہوا میری کیا تدبیر ہو اگرچہ  
آدمی نے نعمت جانتے تھے اس امارت کو میں بلا جانتا ہوں ایک نے کہا ان میں سے  
کہ جو تو چاہے کہ کل قیامت کو تجھ کو خدا لے لے تعالیٰ کے عذاب سے نجات ہو تو مسلمانوں



کے بوڑھوں کو اپنے باپ کی مثل جان اور جوانوں کو بھائیوں کی مانند اور لڑکوں کو فرزندوں کی مانند اُس وقت ان کے ساتھ معاملہ ایسا کر جیسا کہ گھر میں باپ اور بھائی اور لڑکے ساتھ کرتی ہیں یہ سب مسلمانوں کے شہر تیسرے گھر کی مثل ہیں۔ اور ان کے اہل تیسرے خیال ہیں یعنی باپ کی زیارت کر اور بھائی کی بزرگی کر اور فرزندوں کے ساتھ بھلائی کر اس وقت فضیل نے کہا میں ڈرتا ہوں اسے امیر المومنین مبادا کہ وہ روئے خوب تیرا دوزخ کی آگ میں گر افتار ہو بخداوند تعالیٰ سے ڈر اور اُس کا حق اُس سے بہتر ادا کر پس ہارون نے کہا تجھ پر کچھ قرض ہے کہا میں خداوند تم کا قرض میری گروں پر ہے اور وہ اُس کی طاعت ہے اگر مجھ کو اُس سے گرفتار کرے مجھ پر افسوس ہے کہا اے فضیل قرض خلق کو کہتا ہوں کہا حمزہ سپاس خدا سے عزوجل کو کہ میرے پاس اُس کی نعمت بہت ہے اور مجھ کو کوئی شکایت نہیں جو اس کے بندوں سے کروں ہارون نے ہزار دینار کی تفصیلی نکالی اور اُن کے آگے رکھی کہا اس روپیہ کو اپنے کاموں میں لائے۔ فضیل نے کہا اے امیر المومنین میری ان نصیحتوں نے تجھ کو کچھ فائدہ نہ دیا یہاں تک کہ تو نے ظلم کیا اور ظلم کو اختیار کیا اور سیداد گری کا پیشہ لیا ہارون نے کہا میں نے کیا ظلم کیا کہ میں تجھ کو نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تو مجھ کو بلا میں ڈالتا ہے یہ ظلم نہیں ہے ہارون اور فضیل دونوں روئے اُن کے آگے سے باہر آئے اور مجھ سے کہا اے فضیل بن ربیع ملک حقیقت میں فضیل کا ہے اور یہ سب دلیلیں اُس کے دہرہ کی ہیں دنیا اور اُس کے اہل میں اور اُس کی زینت کی حقارت اُس کے دل کے نزدیک اور تو وضع کا ترک کرنا خصوصاً اہل دنیا کے واسطے اس کے خیال میں مضبوط اور ان کے مناقب اس سے زیادہ ہیں۔ اور بعض اُن میں سے تحقیق و کرامت کے سینہ اور شرف ولایت کے صمصام ابوالفیض ذوالنون ابن۔



ابراہیم مصری تھے اور ان کا نام ثویان تھا اور نیکریں اور بزرگوں اور عیاروں اس قوم سے تھے کہ بلا کی راہ اختیار کی اور ملامت کا طریق لیا اور سب مصر والے اُن کی شان میں متحیر رہتے تھے اور مرتے وقت تک کسی نے اُن کا حال و حال اہل مصر نے نہ پہچانا اور جس شب کو اُن کا انتقال ہوا اُس شب پیر صلیح کو شہر نشینوں نے خواب میں دیکھا کہ فرمایا خدا کے دوست و والوں بلائے گئے ہیں ہم اُن کے استقبال کے واسطے آئے ہیں اور جب مرنے کا وقت ہوا تو لوگوں نے اُن کی پیشانی پر لکھا ہوا پایا لَھَا الْحَبِیْبُ اللّٰہُ مَاتَ فِی حُبِّ اللّٰہِ قَبِیْلُ اللّٰہِ یعنی یہ خدا کا پیارے اور خداوند تعالیٰ کی محبت میں وفات پائی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا شہید ہے اور جب اُن کا جنازہ اٹھایا تو مرغان ہوا اُن کے جنازہ پر جمع ہوئے جن کے بازو بارو سے ملے ہوئے تھے اور جنازہ پر سایہ ڈالتے تھے حب اہل مصر نے دیکھا تو شرمندہ ہوئے اور اُس ظلم سے جو انہوں نے اُن پر کیا تھا سب تو یہ کی اور اُن کے طریق بہت ہیں اور حقائق علوم میں کلمات بہت ہیں جیسا کہ کہتے ہیں الْعَارِفُ کُلُّ یَوْمٍ اَخْشَعٌ لَا مَثَانِیَ کُلِّ سَاعَةٍ مِنَ الشَّرِبِ اقْرَبُ یعنی ہر روز عارف ترساں زیادہ ہو وری اور خاشع زیادہ ہو اس واسطے ہر گھڑی سب نزدیک زیادہ ہو اور جو کہ زیادہ نزدیک ہو لامحالہ حیرت اور خشوع اُس کا زیادہ ہو اور وہ جو سلطان حق کی ہدایت سے خیر والہ ہو اور جلال حق اُس کے دل پر غالب ہو آپ کو اُس سے دور دیکھے اور اُس کے وصل کی طرف مٹ نہ کرے بلکہ اُس کا خشوع خشوع پر زیادہ ہو جیسا کہ موسیٰ صلوٰۃ اللہ علیہ نے کلام کے وقت کہا یَا رَبِّ اَبْنِ اَطْلُبْکَ قَالَ عِنْدَ مَنْکَ تَحُو فَکُوْبُھُمْ یعنی بار خدا یا تجھ کو کہاں ڈھونڈوں کہا اُس جگہ کہ دل ٹوٹا ہوا ہو اور اپنے اخلاص سے ناامید ہوا ہو کہا بار خدا یا کوئی دل میرے دل سے ناامید زیادہ اور شکستہ زیادہ نہیں ہے کہا پس میں اُس جگہ ہوں کہ جہاں تو ہے پس معرفت کا



مدعی بغیر ڈرا و خوف کے جاہل ہو نہ عارف اور معرفت کی حقیقت کی پہچان صدق  
 ارادت ہوا اور ارادت صادق اسباب کی کاٹنے والی اور بندہ کے نسبوں کی  
 قاطع ہو سوائے خدائے عز و جل کے جیسا کہ حضرت ذوالنون فرماتے ہیں اَلصِّدِّقُ  
 سَيُفَكُّ اللّٰهَ فِيْ اَرْضِهِ مَا وَضَعَ عَلٰی شَيْْءٍ اِلَّا قَطْعًا یعنی راستی خدا کی تلوار ہے  
 زمین میں اور کسی چیز پر نہ آئے لیکن اس چیز پر کہ اُس کو کاٹے اور صدق  
 مسبب کی رویت ہو نہ اثبات بہت جب سبب ثابت ہوا حکم صدق سا قسط ہوا  
 اور اُس کی حکایتوں میں مذکور ہے کہ ایک روز اپنے اصحاب کے ہمراہ کشتی میں  
 بیٹھے تھے اور دریائے رود نیل کا تماشا دیکھ رہے تھے جیسے کہ اہل مصر کی عادت  
 ہے کہیں سے ایک دوسری کشتی آتی تھی اور اہل طرب کا گروہ اُس میں بیٹھا تھا اور  
 وہ فساد کرتے تھے آپ کے شاگردوں کو ان سے نفرت عظیم ہوئی کہا اے شیخ  
 دعا کر کہ خدا موعود جل ان سب کو غرق کر دے تاکہ بد بختی ان کی خلق سے دور ہو  
 حضرت ذوالنون مصری کھڑے ہوئے اور ماتھے اٹھا کر اور کہا بار خدا یا جیسا کہ اس گروہ  
 کو اس جہان میں عیش دیا ہے اُس عالم میں بھی عیش دے ان کی اس بات  
 سے مرید متعجب ہوئے جب کشتی زیادہ اُن کے روبرو آئی اور اُن کی آنکھیں حضرت  
 ذوالنون پر پڑیں وہ بہت روئے اور غدر کئے اور سب نے توبہ کی اور خدا کی  
 طرف لوٹ آئے انہوں نے اپنے شاگردوں سے کہا اُس جہان کا عیش توبہ  
 تھی تم نے دیکھا کہ سب کی مراد حاصل ہوئی اور تم اور وہ سب مراد پہنچے بغیر اس  
 کے کہ کوئی رنج کبھی کو پہنچا اور یہ بات نہایت شفقت کے ساتھ تھی مسلمانوں پر  
 اور اس بات میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا بھی کی کیونکہ حنفیہ کافروں کے اہل  
 ظلم زیادہ ہوتا آپ متغیر نہ ہوتے اور کہتے اَللّٰهُمَّ اهْدِ قَوْمِيْ فَاتَّهَمُوا لَا يَعْلَمُوْنَ  
 یعنی اے اللہ میری قوم کو ہدایت کر کیونکہ وہ جانتے نہیں اور اُن کو منقول ہے



کہا کہ ایک مرتبہ بیت المقدس سے میں آتا تھا بقصد مصر کہ میں نے ایک شخص کو راستہ  
 میں دیکھا کہ دور سے کہ آتا ہے میں نے اپنے دلیلیں خواہش کی کہ اس آدمی سے کوئی  
 سوال کروں جب میرے پاس آیا تو وہ ایک بوڑھی عورت تھی جہہ نشین پہنے ہوئے  
 میں نے کہا تو کہاں سے آتی ہے کہا اللہ کے پاس سے میں نے کہا کہاں جاتی ہے کہا  
 اللہ کی طرف میرے پاس دینا رہتا میں نے نکالا کہ اُس کو دوں مانتھ میرے سامنے  
 ملایا اور کہا اسی ذوالنون یہ خیال کہ تجھ کو میرے ساتھ پیدا ہوا ہی میری عقل کی ریکی سے  
 ہے پس میں خدا کے واسطے کام کرتی ہوں اور سوائے اُس کی بال برابر کوئی چیز نہیں  
 لیتی ہوں چنانچہ اُس کے سوا کسی کی پرستش نہیں کرتی ہوں اور سوائے اُس کی کوئی  
 چیز نہیں لیتی ہوں یہ کہا اور مجھ سے جدا ہو گئی اس حکایت میں ایک لطیف بات بھی  
 ہے جو اُس عجز نے کہا کہ میں کام اُس کے واسطے کرتی ہوں اور صدق محبت  
 کی یہ دلیل ہے کیونکہ خلق معاشرت میں دو طرح پر ہے ایک وہ کام کرتی ہے جانتی ہے  
 کہ اُس کے واسطے کرتی ہے اور وہ بھی اپنے واسطے کرتی ہے ہر چند کہ اُس کی خواہش اُس  
 سے منقطع ہو دوسرے وہ کہ ارادت ثواب عقاب اُس جہان کی اور اس عالم ریا  
 اُس کی معاشرت میں منقطع ہو اُس سے اور جو کچھ کرے خاص فرمان حق کی تنظیم کو کرے یعنی  
 حق تعالیٰ کی محبت اُس کی مقتضا ہو اور اُن کے گروہ کو صوت حاصل ہوئی ہو کہ جو کچھ آخرت  
 کے واسطے کریں اُس کو ہو اور جائیں کہ طاعت میں خاص کر مطیع کو نصیب وافر اُس سے  
 ہو جو معصیت میں ہو کیونکہ گناہوں کی راحت ایک گھڑی ہو اور طاعت کی راحت  
 ہمیشہ ہو اور خداوند تعالیٰ خلق کی عبادت کیا فائدہ رکھے اور اُس کے ترک سے  
 کیا نقصان اگر تمام عالم نے صدق ابو بکر اختیار کیا تو وہ خاص کر ان کو ہو اور اگر کذب  
 فرعون چھپ گیا ہو تو نقصان خاص کر ان کو ہو جیسا کہ کہا اِنَّ اَحْسَنَكُمْ اَحْسَنُكُمْ وَ اَوْفَرَكُمْ  
 وَ اَنْ اَسَا تُفْلَحَ اَعْنِے اگر بھلائی کرو گے اپنے واسطے اور اگر برائی کرو گے اپنے واسطے



اور نیز کہا وَمَنْ جَاهَدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ إِنَّ اللَّهَ كَغَنِيِّ عَنِ الْعَالَمِينَ یعنی جو شخص  
جہاد کرے وہ اپنے واسطے کرتا ہے تحقیق اللہ تعالیٰ عالم سے بے پروا ہو ملک ابدی  
خاص کر اپنی واسطے مانگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا کے واسطے ہم کرتے ہیں لیکن دوستی  
کی راہ لینا ایک امر دیگر ہے اور اُن کو فرمان کے ادا کرنے سے حصول امر و دست کی حفاظت  
کرنا ہے اور اُن کی آنکھیں کسی دوسری چیز پر نہ ہوں اور اس کتاب میں اس کی  
مثل کلام اخلاص کے معاملہ میں نہ آویگا اور بعض اُن میں سے امیر الامرا سالک  
طریق نقی ابوالحق ابراہیم بن ادہم منصور بن یحیٰ تھے اپنے طریق میں اور اپنے زمانہ  
میں اپنے ہم عصروں کے پیشوا تھے حضرت شہ خضر علیہ السلام کے مرید تھے۔ اور  
پہلے زمانہ کے اکثر مشائخوں سے ملاقات کی تھی اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ اختلاط  
رہتے تھے اور اُن سے علم پڑھنا تھا اور شروع زمانہ میں وہ بلخ کے امیر تھے ایک روز آپ  
شکار کو گئے تھے اور اپنے شکر سے جدا ہو گئے اور ایک ہرن کے پیچھے آپ نے گھوڑا  
ڈال دیا خدا کے تعالیٰ نے اُس ہرن کو گویا فرمایا اُس نے زبان فصیح سے کہا  
إِنَّ هَذَا اخْلَقْتُ أَوْ بِهَذَا أُمِرْتُ یعنی کیا اس کام کے واسطے تجھ کو پیدا کیا ہے یہ اُنکے  
واسطے تو یہ پردلیل ہوئی اور آپ نے اپنا ماتھ سب اٹھا لیا اور زہر و ورع کا طریقہ  
اختیار کیا اور فضیل بن عیاض اور سفیان ثوری کو پایا اور اُن کے ہم نشین رہے اور  
اپنی تمام عمر میں تو یہ کے بعد سوائی اپنے کسب کے نہ کھایا تمام اُمی اُن کے معامت سے  
ظاہر ہو اور کرامات مشہور ہے اور حقائق تصوف میں آپ کی کلمات بدیع اور لطیفہ نفیس  
میں اور حضرت جنید کہتے ہیں مَفَاتِيحُ الْعُلُومِ رَأْسُ الْهَيْمِ یعنی اس طریقت کے سب  
علموں کی کنجی ابراہیم ہے اور اُن سے روایت ہے کہ کہا اَتَّخِذُ اللَّهَ صَاحِبًا وَذِي السَّ  
النَّاسِ جَانِبًا یعنی ابراہیم ادہم نے کہا کہ خداوند کو اپنا یار رکھ اور خلق کو ایک  
طرف چھوڑ دے اس سے ہے کہ جب بندہ کا اقبال حق کے ساتھ درست ہو اور



حق تعالیٰ کی دوستی میں مخلص ہوئیں حق کی طرف توجہ کا نتیجہ ہونا خلق سے اعراض کا متقاضی ہو اس سبب کہ خلق کی صحبت کو حق کی حدیث سے کوئی کام نہیں ہے اور حق کی صحبت اخلاص سے ہو ورنہ اس کے حکم کے ادا کرنے میں اور اخلاص طاعت میں خلوص محبت سے ہو اور خلوص محبت حق نفس ہوا کی دشمنی سے پیدا ہو کیونکہ جو کوئی ہوا کے ساتھ آشنا ہو خدا سے جدا ہو اور جو کہ ہوا سے جدا ہو خدا کے ساتھ ملا ہو پس ان پر حق میں تمام خلق تو ہی ہے تو جو اپنے آپ سے بچے پھیرے گویا تمام خلق سے اعراض کرے اور جو کوئی کہ خلق سے اعراض کرے اور اپنی طرف توجہ کرے یہ ظلم ہے اس واسطے کہ تمام مخلوق خدا جس طرح سے کہہ چکے اور تقدیر کے ساتھ راست ہے یعنی سمجھو کام تیرے ساتھ پڑا ہے اور ظاہر باطن کی ہستقامت کی بنا طالب کے واسطے دو چیز پر ہے ایک اُن سے پہچانا ہے اور دوسرے کرنا ہے پس وہ جو پہچانا ہے وہ تقدیر حق کی رویت ہے یعنی خیر و شر سے ہر نئے تمام ملک میں کوئی چیز متحرک اور ساکن نہ ہو ورنہ کوئی ساکن متحرک نہ ہو ورنہ اس حرکت سے کہ خداوند نے اُس میں پیدا کی ہے اور اُس سکون سے کہ حق تعالیٰ نے اُس میں رکھا ہے اور وہ جو کرنا ہے ادا کرنا فرمان حق کا ہے اور معاملہ کی صحت اور حفاظت تکلیف کی اور کسی حال میں ترک نہ ملے اُس کی تقدیر جتنی ہو سکتی ہے یعنی جتنک خلق سے اعراض درست نہ ہو جب آپ سے اعراض نہ ہو تو اعراض کیا ہے یعنی تمام مخلوق حصول مراد حق سے ہو اور جب حق تعالیٰ کی طرف توجہ کی تو امر حق کو تو قائم کر پس خلق سے ملنا جائز نہیں کیونکہ شیخ ابوالحسن سالیہ کہتے ہیں کہ مرید کو حکم گریہ میں ہونا بہتر ہے اُس سے کہ اپنے حکم میں ہو اس سبب کہ صحبت غیر کے ساتھ خدا کے واسطے ہوا اور صحبت اپنے ساتھ واسطے پانی ہوا کے ہو اور اس معاملہ میں کلام اپنے موقع پر انشاء اللہ تعالیٰ بیان ہو گا اور ابراہیم ادہم کی حکایتوں میں مذکور ہے



کہ جب میں ایک جنگل میں گیا تو ایک بوڑھا آیا اور مجھ سے کہا اے ابراہیم تو جانتا ہے کہ یہ  
 کیا مقام ہے جو راہ کے ساتھ تو جاتا ہو کہا میں نے جانا کہ یہ شیطان ہے یعنی  
 چار دانگ چاندی میرے پاس تھی کہ کوفہ میں میں نے ایک نبیل فروخت کی تھی میں  
 نے اُس کو جیب سے نکال کر زمین پر ڈال دیا اور شرط کی میں نے کہ ہریل پر چار سو  
 رکعت نماز ادا کروں گا یعنی چار برس تک میں جنگل میں رہا اور خداوند تعالیٰ نے ایک وقت  
 بے تکلف مجھ کو کھانا پہنچایا اُس درمیان میں حضرت نے میرے ہمراہی کی اور مجھ کو نام  
 بزرگ خداوند تعالیٰ کا سکھایا یعنی اکرم اعظم اُس وقت میرا دل ایک بارگی غیرے  
 فارغ ہو گیا آپ کی مناقب بہت ہیں اور بعض اُن میں سے سرمد معرفت اور تلج اہل  
 معاشرت حضرت بشر بن الحافی ہیں مجاہدہ ہیں آپ شانِ عظیم اور برہانِ کبیر کہتے تھے  
 اور معاشرت میں آپکا پورا حصہ تھا اور صحبت حضرت فضیل کی پائی تھی اور اپنے ماموں  
 کے مرید تھے جن کا نام بوعلی بن خشرم تھا اور علم اصول اور فروع میں عالم تھے اور  
 اُن کی توبہ کی ابتدا یہ تھی کہ ایک روز ایک مست آتا تھا راستہ میں ایک ٹکڑا کاغذ  
 کا پایا اُس کو تعظیم سے اٹھایا اُس پر لکھا تھا کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم آپ نے اُس کو  
 معطر کیا بعد ایک پاک جگہ پر رکھا اُس رات کو خواب میں دیکھا کہ خداوند تعالیٰ  
 نے اُن سے کہا یا بَشَر طَیِّبَتِ اِسْمُی قَبْرَتِی کَا طَیِّبَتِ اِسْمُکَ فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَةِ  
 یعنی میرے نام کو تو نے خوشبوی سے معطر کیا پس میں تیرے نام کو خوشبوی سے  
 معطر کروں گا دنیا اور آخرت میں تاکہ کوئی تیرا نام نہ سُنے۔ میگور کہ اُس کے دل میں  
 راحت نہ آئے اُس وقت آپ نے توبہ کی اور زہد کا طریقہ اختیار کیا اور شدت  
 غلبہ سے حق تعالیٰ کے مشاہد کے واسطے ہرگز کوئی چیز اُس کے پیر کے نیچر نہ آتی  
 اسکا سبب دریافت کیا تو کہا زمین اُن کا بچھوتا ہے اور میں جائز نہ رکھوں کہ اُس کا  
 بچھونا ٹکڑوں اور میس یا نوں پر اُس کے بچھونے میں واسطہ ہوں اور یہ بات اُن کے



غرائب معاملات سے ہے اور اُن سے منقول ہر کہہ من اسرار اُن یكون غریباً  
فی الدنیا والنہر نفائی الاخریٰ فی الجہنم فلا ینال احد احوالہ ولا یدک احد  
یشوق ولا یحب احد الى طعنا ولا یحب احد یحبی جو شخص چاہے کہ دنیا میں عزیز ہو اور آخرت  
میں شریف اُس کو چاہئے کہ تین چیزوں پر ہنر کرے ایک مخلوق سے حاجت نہ  
چاہے اور کسی کو برا نہ کہے اور کسی کی ہمتانی میں نہ جائے کیونکہ جو شخص خداوند تعالیٰ  
کی طرف راہ جانتا ہے وہ خلق سے حاجت روائی نہیں چاہتا بلکہ خلق سے حاجت مانگنا  
اُس کی بے عزتی کی دلیل ہے یعنی اگر وہ اپنے قاضی الحاجات کو جانتا تو اپنی مثل  
مخلوق سے سوال نہ کرتا بلکہ خدا ہی سے سوال کرنا اور اپنی حاجت مانگنا لائق  
استیعانہ المخلوق الى المخلوق کا استیعانہ المسبحون الى المسبحون یعنی مخلوق کا مخلوق  
سے مدد مانگنا ایسا ہر کہ قیدی کی قیدی سے مدد مانگنا ہو اور جو کوئی کسی کو برا کہے وہ  
تصرف ہو کہ خدا کے حکم میں کرتا ہے اس سبب کہ وہ آدمی اور اُس کے فعل خدا کے  
پیدا کئے ہوئے ہیں اُس کو کون رد کریگا اس واسطے کہ جو فعل کو عیب لگاوے گا  
وہ فاعل کو عیب لگاویگا سوائے اس کے کہ اس کے فرمان کے مطابق کفار کو برا کہیں کہ چائے  
ہے اور یہ جو کہا کہ خلق کے کہانے سے ہنر کرو اس واسطے کہ رازق خدا ہے  
تسائلے ہے اگر مخلوق کو تیری روزی کا سبب کرے اُس کو مت دیکھ اور جان کہ  
وہ روزی تیری ہے کہ خداوند تعالیٰ نے تجھ کو پہونچائی نہ اُس کی جانب سے اور اگر وہ  
جائے کہ اُس کی طرف سے ہو اور اُس روزی سے تجھ پر احسان رکھے اُس کو قبول  
نہ کر کیونکہ آدمی کی روزی میں آدمی پر احسان نہیں ہے البتہ اہل سنت و جماعت  
کے نزدیک روزی غذا ہے اور معتزلہ کے نزدیک ملک اور مخلوق کو خدا سے تسائلے  
غذاؤں سے پالتا ہے نہ مخلوق اور مجازاً اس قول کو وجہ دوسری ہے واللہ اعلم  
اور بعض اُن میں فلک معرفت اور کشتی محبت ابو یزید طیفور بن عیسیٰ البسطامی رحمہ



جماعت شیعہ اجل سے تھے اور ان کا حال سب سے بڑا تھا اور ان کی شان سب سے عظیم  
 تھی یہاں تک کہ حضرت جنید نے کہا اَبُو بَیْنَرْدٍ وَمَنْكَرٌ مِّنْ رَّكَّةٍ جَبْرًا يُبْلِغُ مِنَ الْمَلَائِكَةِ  
 یَفْضِلُ الْبُؤْرَ بِرِہِمٍ ہم ہیں ایسے ہیں جیسے کہ حضرت جبریل ملائکہ ہیں اور آپ کے دادا  
 مجوسی تھے اور آپ کے باپ بسطام کے بزرگوں سے ایک بزرگ تھے۔ اور ان  
 سے اکثر روایات عالی منقول ہیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں میں اور  
 تصوف کے دس اماموں میں سے آپ مشہور ایک امام ہیں اور کسی آدمی کو ان سے  
 زیادہ اس علم کے خفایق میں چنداں استنباط نہ تھا ہر حال میں حسب العلم اور معظّم الشریعت  
 تھے اور ان سے منقول ہر عیادت فی المجاہدۃ کلا تین مسند تھا وحدث شیعۃ اشدد  
 علی من العلم ومتابعیہ ولو لا اختلاف العلماء لبقیت واختلاف العلماء رجسۃ  
 الا فی تجرید التوحید یعنی کہانیس برس میں نے مجاہد کیا کسی چیز کو علم اور اس کی  
 متابعت سے سخت نہ پایا اگر علماء کا اختلاف نہ ہوتا تو میں ہر چیز سے باز رہتا اور دین کا  
 حق ادا نہ کر سکتا اور علماء کا اختلاف رحمت ہے توحید اور تجرید توحید کے سوا میں  
 اور حقیقت میں ایسا ہے کہ طبیعت جہل کی طرف مائل زیادہ ہو کیونکہ بے علم  
 بیاعت کثرت جہالت کے بے تکلف کام کر سکتا ہے اور اہل علم بے تکلیف کے ایک  
 قدم نہیں اٹھا سکتا اور شریعت کی صراط اس جہان کی صراط سے بہت باریک اور پُر  
 خطر ہے پس نتجھ کو چاہئے کہ ہر حال میں اس طرح سے رہے کہ اگر احوال رفیع اور مقامات  
 خطیر سے باز رہے اور تو شریعت کے میدان میں پڑے اگر تجھ سے سب جاوے  
 معاملات تیرے ساتھ رہے کیونکہ تمام آفتوں سے بڑی آفت مرید کیواسطے ترک  
 معاملات ہے یعنی سب دعوئے مدعیوں کی شریعت کی ورزش میں متلاشی ہوں  
 اور سب ارباب لسان اس کے مقابل میں بیرہنہ ہوں اور ان سے منقول ہیں  
 کہ ہا لَحْنَةً لَا خَطَرَ لَهَا وَنَدَا أَهْلَ الْحَبَّةِ وَأَهْلَ الْمَحَبَّةِ فَجَوَّوْا بَحْبَحًا لَعْنَةُ مَعْنَى مَحَبَّةٍ



کو خطر نہیں ہے اہل محبت کے نزدیک اور اہل محبت پوشش میں ہیں محبوب سے لینے  
 بہشت مخلوق ہے اگرچہ بزرگ ہو اور اسکی محبت اسکی صفت ہے نا مخلوق اور جو کہ  
 نا مخلوق سے مخلوق کیساتھ ہے بے خطر اور بے قدر ہو پس مخلوق دوستوں کے  
 نزدیک کچھ خطر نہیں کہنی اور دوست دوستی سے محبوب ہیں اس باعث سے کہ دوستی  
 دوئی کو چاہنی ہے اور اصل توجید میں دوئی پیدا نہواور دوستوں کی راہ وحدانیت  
 سے وحدانیت کی طرف ہواور دوستی کی راہ میں علت دوستی کی آمد اور آفت  
 یہ ہے کہ دوستی میں مرید یا مراد چاہیے یا مرید حق اور مراد بندہ یا مراد حق اور مرید بندہ  
 اور اگر مرید حق ہو اور مراد بندہ تو ہستی بندہ کی ثابت ہو مراد حق میں اور مرید بندہ ہو  
 اور مراد حق طلب اور ارادت مخلوق کو اس میں راہ نہیں ہو رہی اس جگہ ہستی کی آفت  
 محب میں دونوں حال کے ساتھ ہی پس فنا محب کی بقاء محبت میں تمام تر ہے  
 اس سے کہ فنا اس کی بقاء محبت میں ہو اور ان سے منقول ہے کہ کہا ایک بار  
 میں مکہ میں گیا میں نے اکیلا ایک گھر دیکھا میں نے کہا کج مقبول نہیں ہو کیونکہ  
 میں نے پتھر اس جنس سے بہت دیکھے ہیں دوسری بار گیا تو میں نے گھر کو اور گھر  
 والے کو دیکھا میں نے کہا کہ ابھی تک حقیقت توجید کی نہیں ہے تیسری مرتبہ گیا  
 میں تو خداوند خانہ کو دیکھا میں نے اور خانہ کو نہ دیکھا میں نے پس میرے سر میں  
 ندا آئی کہ بایزید اگر آپ کو نہ دیکھتا اور تمام عالم کو دیکھتا تو مشرک نہ ہوتا تو اور  
 جو تمام عالم کو نہ دیکھا تو نے اور آپ کو دیکھا تو نے مشرک ہو گا تو اس وقت تو یہ  
 کی میں نے اور تو یہ سے بھی تو یہ کی میں نے اور اپنی ہستی کے دیکھنے سے بھی تو یہ  
 کی میں نے اور یہ حکایت لطیف ہو اس کے حال کی صحت میں اور حال والوں کو  
 عمدہ نشان ہے اور بعض ان میں سے امام فنون اور جاسوس فنون ابو عبد اللہ  
 الحارث بن اسد المصیعی عالم تھے جو اصول و فروع میں ماہر اور تمام اہل علم کے



مرجع ہیں اور تصوف کے حاصل کرنے میں آپ نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا رُغایب نام ہے اور سوائے اس کے تصنیف بہت ہے اور ہر فن میں عالی حال اور بزرگ ہمت تھے اور اپنے وقت میں شیخ المشائخ بغداد کے تھے اُن سے روایت ہے کہ اَلْعِلْمُ بِحَرَكَاتِ الْقُلُوبِ فِي مَطَالَعَةِ الْغُيُوبِ أَشْرَفُ مِنَ الْعَمَلِ بِحَرَكَاتِ الْجَوَارِحِ یعنی دل کی حرکتوں کے ساتھ محل غیب میں عالم ہو اُس سے بہتر ہے کہ جو ارح کی حرکتوں کے ساتھ عامل ہو مراد اس سے یہ ہے کہ علم محل کمال ہے اور جہل محل طلب اور علم پیشگاہ میں اچھا ہے اُس سے کہ جہل درگاہ پر ہو کیونکہ علم مرد کو درجہ کمال پر پہنچا دیتا ہے اور جہل درگاہ سے باہر نکالے اور حقیقت میں علم عمل سے زیادہ بزرگ ہے اس سبب سے کہ خداوند تعالیٰ کو عالم سے پہچان سکتے ہیں اور غلی میں نہیں پاسکتے اور اگر عمل بغیر علم کے اُس کی طرف راہ پاتا تصاری اور رہبان غوث شریعت اجتہاد میں ہیں۔ جو شان مشاہدہ میں ہوتے اور مومن معاصی مغایبہ میں ہوسکتے ہیں۔ پس عمل صفت بندہ کی ہے اور علم صفت خداوند کی اس قول کے بعض راویوں سے غلطی واقع ہوئی ہے اور وہ دونوں عمل کو روایت کرتے ہیں اور کہتے ہیں اَلْعَمَلُ بِحَرَكَاتِ الْقُلُوبِ أَشْرَفُ مِنَ الْعَمَلِ بِحَرَكَاتِ الْجَوَارِحِ یعنی عمل حرکات دل کے ساتھ زیادہ بزرگ ہے عمل سے ساتھ حرکات جوارح کے یعنی یہ بات محال کیونکہ عمل بندہ کا دل کی حرکتوں کے ساتھ تعلق نہیں کیڑتا اور اگر اس معنی سے فکر و مراقبہ باطن کے حالات کو چاہتا ہے تحقیق یہ بات تعجب کی نہیں ہے کیونکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تَفَكَّرْ سَاعَةً خَيْرٌ مِنْ عِبَادَةٍ سِتِّينَ سَنَةً یعنی فکر کرنا ایک ساعت کا اچھا ہے ساٹھ برس کی عبادت سے اور حقیقت میں سر کے عمل زیادہ بزرگ ہیں جوارح سے یعنی دیگر اعضا کے عمل اور حقیقت میں باطن کے احوال و افعال کی تاثیر کمال اعمال ظاہر کی تاثیر سے اس سبب سے ہو کہ کہا ہے تَوْحُّدُ الْعَالَمِ عِبَادَةُ سَمِئِيلَ الْجَبَّارِ



مَعْصِيَةً یعنی عالم کی نیند عبادت ہے اور جاہل کی بیداری معصیت ہے اس سبب سے کہ خواب بیداری میں اُس کا سر مغلوب ہو اور جب سر مغلوب ہو تو مغلوب ہو پس سر مغلوب غلبہ حق کے ساتھ اُس نفس سے جو حرکات ظاہر بجاہدت پر غالب ہو بہتر ہے اور اُن سے منقول ہے کہ ایک روز ایک درویش سے کہا کُنْ لِلّٰہِ وَلَا فَلَآءَ لکُنْ خَدَاوَنَدَاوُوہ وگرنہ خود نہ رہ یعنی حق کے ساتھ باقی رہ یا اپنے وجود کے ساتھ فانی رہ یعنی صفوت کیساتھ مجتمع رہ یا فقیر کے ساتھ مفترق حق کے ساتھ باقی رہ یا آپ سے فانی یا اُس صفت کے ساتھ رہ کہ حق سبحانہ کہتا ہے اُسْجُدُوا لِادَامَ یا اُس صفت کے رہ کہ هَلْ اَتٰی عَلٰی الْاِنْسَانِ حَیْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ یَكُنْ شَیْئًا مَّذْرُورًا اگر تو حق کے واسطے ہوا اپنے اختیار سے قیامت اپنیساتھ ہوا اور اگر اپنے اختیار نہ ہو تو قیامت حق کے ساتھ ہوا اور یہ معنی لطیف ہیں واللہ اعلم اور بعض اُن میں سے امام خلق سے منہ پھیرنے والے اور ریاست کی طلب سے برطرف ہونے والے ابوسلیمان حضرت داؤد الطائی رضی اللہ عنہ بہت بڑے شیخ اور اہل تصوف کے پیشوا گذرے ہیں اور اپنے زمانہ میں ہمیشہ اور امام ابو حنیفہ صاحب کے شاگرد تھے اور فضیل اور ابراہیم ادھم وغیرہ کے زمانہ کے قرین تھے اور طریقت میں حبیب داعی کے مرید تھے اور جملہ علوم میں بڑا حصہ رکھتے تھے اور درجہ اعلیٰ پر تھے اور فقہ میں فقیہ الفقہاء تھے اور گوشہ نشینی اختیار کی تھی اور ریاست کو ترک کیا تھا اور زہد و تقویٰ کو اختیار کیا تھا اُن کے مناقب بہت ہیں اور فضائل مذکور ہیں کہ معاملات میں عالم تھے اور حقائق میں کامل اور اُن سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ اپنی مریدوں میں سے ایک مرید سے کہا اِنَّ اَسْرَدَتَ السَّلَا مَتَ سِلَکَ عَلٰی الدُّنْیَا وَاِنْ اَرَدْتَ الْکَرَامَةَ کَلْبَرْ عَلٰی الْاٰخِرَةِ یعنی اگر سلا متی چاہتا ہو تو دنیا کو رخصت کر اور اگر نبرگی چاہتا ہو تو آخرت پر تکبیر کر کہو یعنی یہ دونو محل حجاب ہیں اور تمام فراغتیں ان دو چیز سے متعلق ہیں جو کہ چاہے کہ دل سے فارغ ہو۔



اُس سے کہو غیبی کی ارادت دل سے باہر کر اور تنہا بیٹوں میں مشہور ہے کہ وہ ہمیشہ محمد بن الحسن سے اختلاط رکھتے ہیں اور ابو یوسف انفاضی کو اپنے پاس نہ آنے دیتے اُن سے کہا کہ یہ دونوں اہل علم ہیں کس واسطے ایک کو عزیز رکھے تو اور ایک کو رو بر نہیں آنے دیتے تو کہا اس سبب کہ محمد بن الحسن بسبب نعمت اور کثرت دنیا کے علم میں آیا ہے اور دین کی عزت کا سبب اور اُس کی دنیا کی ذلت کا باعث ہے اور ابو یوسف درستی کے حال سے علم میں آیا ہے اور علم کو باعث عزت و جہا اپنا بنایا ہے پس اُس کی مانند نہیں ہوگا اور معروف کرخی سے روایت کرتے ہیں کہ کہا کسی آدمی کو نہ دیکھا میں نے کہ اُس کی آنکھ میں دنیا کا خطر داؤد طائی رض سے کمتر ہو کیونکہ تمام دنیا اور اُس کے رہنے والوں کی اُس کے نزدیک کچھ عزت نہ تھی اور فقر اکوچشم کمال دیکھتے اور ان کے مناقب بہت ہیں اور بعض اُن میں سے شیخ اہل حقائق کے اور جملہ تعلقات سے منقطع ابوالحسن سری بن مفلس لسطی جنید کے ماموں تھے اور جملہ علوم میں اور بالخصوص تصوف میں اُن کی ایک شان عظیم تھی اور جس شخص نے ابتدا میں ترتیب مقامات اور بسط احوال میں خوض کیا وہ یہ ہی تھے اور اکثر عراق کشائخ ان کے مرید ہیں اور انہوں نے حبیب اراعی کو دیکھا تھا اور اُن کے ہم نشین رہے اور معروف کرخی رو کے مرید تھے اور یہ بغداد کے بازار میں سقۃ فروش کر تے تھے جب بغداد کا بازار جلا ان سے کہا کہ تمہاری دکان جلی کہا میں اُس کے بند سے فارغ ہوا جب دیکھا گیا تو اُس کی دکان نہ جلی تھی اور اُس دکان کے چاروں طرف سے سب دکانیں جل گئیں تھیں جب ایسا دیکھا جو کچھ رکھتا تھا فقیروں کو دیا اور تصوف کا طریق اختیار کیا اُن سے پوچھا کہ اتہدار حالت کیونکر تھی کہا ایک روز حبیب راعی میری دکان پر آئے میں نے ٹوٹی روٹی اُس کو دی کہ فقیروں کو دے مجھ سے کہا خیر کہ اللہ اور اُن سے منقول ہے کہ **اللَّهُمَّ مَهْمَا عَدَّ تَبْنِي بِهِ مِنْ شَيْءٍ فَلَا تُعَذِّبْنِي بِهِ إِلَّا الْجَبَاب**



یعنی بار خدا یا اگر مجھے تو عذاب دینا چاہتا ہے تو مجھے حجاب کی ذلت کا عذاب نہ کر  
اس واسطے کہ جب تجھ سے مجھ پر حجاب نہ ہو گا تو تیری مشابہت سے عذاب اور بلا مجھ پر  
آسان ہوگی اور جو تجھ سے مجھ پر رہوں گا تو تیری نعمت میری ہلاکت کا باعث  
ہوگی پس جو بلا کہ مشابہت میں آسان ہو بلا نہ ہو لیکن وہ نعمت بلا ہوگی جو حجاب میں ہو  
اور دوزخ میں کوئی عذاب سخت زیادہ حجاب سے نہیں ہے کیونکہ اگر دوزخ میں دوزخ  
والے خداوند تعالیٰ کے دیوار کو مشاہد کرتے تو مومن اور غیہی ہرگز بہشت کو یاد نہ کرتے  
کیونکہ حق تعالیٰ کا دیدار اُن کو اس قدر خوشی دیتا کہ نن کی بلا اور کابد کے عذاب سے  
خبر نہ رکھتے اور بہشت میں کوئی نعمت کامل زیادہ دیدار سے نہیں ہے۔ اگر وہ سب  
نعمتیں اور سوگنی ان کی بہشتیوں کو حاصل ہونیں اور یہ لوگ خداوند تعالیٰ سے مجرب  
ہوتے ہلاکت اُن کے دلوں سے باہر آتی ہیں خداوند تعالیٰ کی سنت یہ ہے کہ ہر  
حال میں دوستوں کا دل اپنے ساتھ بنا رکھے تو تمام مشقت اور یا صحت اور بلا میں اُسکو  
شریت کیساتھ کھینچ سکتے ہیں لاجرم اُس وقت میں ان کی دعائیں ایسی ہونگی کہ ہم  
سب عذابوں کو تیرے حجاب سے دوست زیادہ رکھتے ہیں جبکہ تیرا جمال ہمارے  
دلوں پر مشکوف ہو واللہ اعلم۔ اور بعض اُن میں سے مایہ زہد و تقویٰ ابو علی  
شفیق بن ابراہیم الازدی قوم کے عزیز اور اُن کے مقتدا تھے اور جملہ علوم شرعی  
اور معالیٰ اور حقیقی کے عالم تھے اور ان کی تصانیف فنون میں بہت ہیں آپ نے  
بہت سے مشائخوں کو دیکھا تھا اور اُن کے ساتھ ہم صحبت ہے اور اُن سے منقول  
ہے کہ کہا جعل اللہ اہل طاعتہ اَحیاء فی مَمَاتِہِم دَاہِلَ الْمَعَاصِی اَمْوَائِہِمْ حَیَوَاتِہِم  
یعنی خداوند تعالیٰ نے اپنی اہل طاعت کو اُن کے مرگ کے حال میں زندہ کیا اور معصیت  
فالوں کو اُن کی زندگی کے حال میں مردہ کیا یعنی اطاعت والا اگر چہ مردہ ہو زندہ ہے  
کیونکہ ملائکہ اُس کی طاعت پر آفرین کرتے ہیں قیامت تک پس فنا مرگ میں باقی ہو



جزا کی بقا کے ساتھ اور بیان کرتے ہیں کہ ایک پیر نزدیک آپ کے آیا اور کہا ایہا شیخ میں نے گناہ بہت کئے ہیں تو یہ کرنا چاہتا ہوں اُس نے کہا کہ تو دیر میں آیا پیر نے کہا نہیں جلد آیا میں نے کہا کس واسطے کہا جو کوئی مرگ سے پہلے آوے اگرچہ دیر میں آیا جلد آیا ہو اور کہتی ہیں کہ اُن کی تو یہ کی ابتدا یوں تھی کہ ایک سال بلخ میں قحط پڑا تھا اور آدمیوں نے ایک دوسرے کو کہا یا اور سب مسلمان غمگین تھے ایک غلام کو دیکھا کہ بازار میں ہنستا تھا اور خوشی کرتا تھا آدمیوں نے کہا کہ کیوں ہنستا ہے کیا تجھ کو شرم نہیں آتی کہ مسلمان غم میں پھنسے ہوئے ہیں تو ایسی خوشی کرتا ہے۔ اُس نے کہا مجھ کو کچھ غم نہیں ہے میں اُس شخص کا غلام ہوں کہ جس کے ایک گاؤں ہر شقیق نے کہا یا خدا یا یہ غلام ایک خواجہ کے سبب جو ایک گاؤں رکھتا ہے اس قدر خوشی کرتا ہے اور تو مالک الملوک ہے اور ہماری روزی قبول کی ہوئی ہے اور ہم نے اس قدر اندوہ دلہرا اختیار کیا ہے دنیا کے فغل سے رجوع کیا ہے اور حق کے طریق پور کرنے شروع کئے اور نیز ہر گز روزی کا غم نہ کھاتے اور ہمیشہ کہتے کہ میں شاگرد ایک غلام کا ہوں اور جو کچھ پایا میں نے اُس سے پایا اور یہ کہنا اُن کی عاجزی تھی اُن کی مناقب بہت ہیں جو مشہور ہیں اور بعض اُن میں سے اپنے وقت کے شیخ اور طریق حق کے مجدد ابولیمان عبدالرحمن بن عطیۃ الدارانی رحمہ اللہ قوم تھے اور سخت مجاہد دل اور ریاضتوں کے ساتھ آپ مخصوص تھے اور علم وقت کے عالم تھے اور آفات نفس کی معرفت حاصل تھی اور ان کے معاملات اور حفظ قلوب اور رعایت جوارح میں کلام لطیف ہیں اور ان سے روایت ہے اِذَا عَلِبَ الرَّجَاءُ عَلَى الْخَوْفِ فَسَدَ الْوَقْتُ جِبَ رَجَاءُ خَوْفٍ بِرِغَالٍ ہُوَ وَقْتُ شَوْبِہ ہُوَ اس واسطے کہ وقت رعایت حال کے ہو اور بندہ اُس وقت تک حال کیواسطی ہو کہ اُس کو خوف غالب ہو اور جب وہ چاہے کہ تارک الرعایت ہو اس کا وقت فاسد ہو اور اگر خوف



رجا پر غلبہ کرے اُسکی توجید باطل ہو اس سبب کہ غلبہ خوف کا تا اُمید می سے ہو  
 اور تا اُمید می حق سے شرک ہو پس توجید کی صحت بندہ کی اُمید میں ہے اور حفاظت  
 وقت کی خوف کے صحت میں اور جو دونوں برابر ہوں دونوں محفوظ رہیں اور بندہ  
 توجید کی حفاظت سے مؤمن ہو اور وقت کی حفاظت سے مطیع اور رجا کا تعلق صرف  
 مشاہد سے ہو کیونکہ اُس میں جملہ اضطراب ہے اور مشاہد مجاہد کی اُرت ہو اور  
 یہ بات اس طور پر ہو کہ تمام اُمید بین تا اُمید می سے ظاہر ہوں اور جو کوئی ایسا کردار کے  
 سبب فلاح سے نا اُمید ہو وہ تا اُمید می اُس کو نجات اور فلاح اور کرم حق تعالیٰ سے  
 ماہ دکھلا دی اور خوشی کا دروازہ اُس پر کھولے اور اس کے دل کو طبیعت کی آفتوں سے  
 دھو دھو دھو اور تمام اسرار ربانی اُس پر مکشوف ہوں حضرت احمد بن ابی الحوار می کہتے ہیں  
 ایک رات خلوت میں نماز پڑھتا تھا اور اُس وقت میں بھگو آرام بہت تھا اور دوسرے  
 روز ابوسلیمان سے میں نے کہا اُنہوں نے کہا تو ضعیف مرو ہو کہ ابھی تک خلق تیرے  
 آگے ہو اور دو جہان میں کسی چیز کو وہ خطر نہیں ہے کہ بندہ کو حق سے باز رکھ سکے اور  
 جب کسی عروس کو جلوہ دین خلق کے سامنے اس واسطے کہ تمام خلق اُس کو دیکھے اور  
 خلق کے دیار سے اُس کو عزت زیادہ حاصل ہو لیکن اُس نے چاہے کہ اپنے مقصود کو سوا  
 کسی کو دیکھے کیونکہ غیر کے دیکھنے سے اُس کو ذلت ہو اگر تمام مخلوق مطیع کی طاعت  
 کی عزت دیکھے اُس کو نقصان نہ دیوے اور اگر وہ اپنے حسن طاعت کو دیکھے ہلاک  
 ہو عیاذ باللہ بعض اُن میں متعلق درگاہ رضا اور پروردہ علی بن موسی الرضا  
 ابوالمحفوظ معروف بن فیروز الکرمی ہیں جو قریباً اور سادات مشائخ سے تھے اور مولگی  
 میں مشہور تھے اور پرہیزگاری میں معروف اور ان کا ذکر اس ترتیب سے پہلے چاہئے  
 تھا لیکن میں نے دو شخصوں کے موافق ایک صاحب نقل دوسرے صاحب تصرف  
 میں اس جگہ تحریر کیا ہے ایک اُن میں سے شیخ متبرک ابو عبد الرحمن السلمی ہیں کہ اُسکی



کتاب اس ترتیب سے ہوا اور دوسرے اُستاد امام ابوالفاسم القشیریؒ ہیں کہ اُس کی  
سو کتابوں میں ان کا ذکر اسی طور سے ہوا اور اس جگہ پر ثابت کیا میں نے اس سبب  
سے کہ وہ اُستاد حضرت سری سقطی اور حضرت داؤد طائی کے تھے رحمہم اللہ تعالیٰ  
اور ابتدا میں بیگانہ تھے آپ علی بن موسی الرضا کے ہاتھ پر اسلام لائے، اور  
اُن کو یہ بہت عزیز تھے اور ستودہ اور ان کے مناقب و فضائل بہت ہیں۔ اور  
فنون علم ہیں تو ہم کے پیٹوا تھے اور اُن سے روایت ہے کہ کہا لَفْتَبَّانِ ثَلَاثُ عَلَامَاتٍ  
وَفَاءٌ بِمَا خَلَقْتَ وَوَدَّحٌ بِمَا جُودٌ وَعَطَاءٌ بِمَا سَوَّالٌ یعنی جو ان مروجوں کی علامت  
تین چیز ہوں ایک وفائے خلاف اور دوسرے جود کے بغیر تعریف اور تیسرے بخشش بے  
سوال کے لیکن وفائے خلاف کے وہ ہو کہ عیودیت کے زمانہ میں بندہ مخالفت اور نصیحت  
اپنے اوپر حرام رکھے اور تعریف بے بخشش کے وہ ہو کہ کسی آدمی کو بغیر دیکھے اچھا  
کھے اور بخشش بے سوال کے وہ ہو کہ جو ہستی ہو عطا میں تمہیز نہ کرے اور جو حال  
کسی کا معلوم ہو اُس کو سوال کا محتاج نہ کرے اور یہ سب ایک خلق سے دوسری خلق کے  
ساتھ ہوا اور سب مخلوق تینوں صفتوں میں عاریت ہیں اور یہ تینوں صفتیں حق تعالیٰ  
عزوجل کی ہیں اور اُس کا فعل بندوں کے ساتھ اور اُس کی تحفہ تحقیق کے طور پر ہر  
کیونکہ دوستوں کی وفا کے ساتھ خلاف نہیں ہے پس جب قدر یہ اپنی وفا میں خلاف  
کریں اور وہ اُس کی جگہ لطف زیادہ کرے اور اُس کی وفا کی علامت یہ ہے کہ  
ازل میں بغیر نیک فعل کے بندہ خاص کو پلائے آج وہ فعل بد کے سبب  
اُس کو نہ نکالے اور مرح بے بخشش سوئے اُس کے کوئی نہ کرے کہ وہ محتاج بندہ  
فعل کا نہیں ہے اور بندہ کی اُس کے تھوڑے فعلوں سے تعریف کرے۔ اور  
عطا بے سوال کے سوا اُس کے نہ دے کیونکہ وہ کریم ہوا ہر ایک کا حال جانتا ہے  
اور ہر ایک کا مقصود ہر دن اُس کے سوال کے حاصل کرے پس جبکہ خداوند تعالیٰ



بندہ کو بزرگ کرے اور اپنے قریت کے ساتھ مخصوص کرے اور اُس کے ساتھ یہ تینوں  
 معاملے کرے اور وہ کوشش کے ساتھ بمقدار امکان اپنا معاملہ خلق کے ساتھ یہی  
 کرے تو اُسوقت اُس کا نام فتوت رکھیں اور فقیان کے زمرہ میں اُس کا نام  
 لکھا جائے اور یہ تینوں صفت ابراہیم پیغمبر کی تھیں صدوات اللہ علیہ حقیقت پر انشاء  
 اللہ اپنی جگہ پر بیان کرونگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور بعض اُن میں سے عابدوں کی  
 زینت اور زاہدوں کے جمال حضرت ابو عبد الرحمن حاتم بن عثمان الاصبم رجب بلخ کے  
 محشموں میں سے ہوئی ہیں اور خراسان کے اگلے مشائخوں میں سے اور شیعہ کے مرید  
 تھے اور احمد خضر دہ کے استاد ہیں اور اپنے تمام حالات میں ابتداء سے انتہا تک  
 صدق خلاف ایک قدم نہ رکھا تھا یہاں تک کہ جبید نے کہا صَدِّيقُ زَمَانِنَا حَاضِرُ  
 الْاَصَمِّ اور اُن کا کلام عالی ہے آفات نفس کی رویت اور رغونات طبع کی  
 باریکیوں میں اور علم معاملات میں اُن کی تصانیف مشہور ہیں اُس سے روایت ہے  
 کہ کَمَا الشَّهْوَةُ ثَلَاثَةٌ شَهْوَةٌ فِي الْاَكْلِ وَشَهْوَةٌ فِي الْكَلَامِ وَشَهْوَةٌ فِي النَّظَرِ وَحِفْظُ  
 الْاَكْلِ بِالثَّقَةِ وَالتَّسَانُّ بِالصِّدْقِ وَالتَّظَرُّ بِالْعَبَسَةِ يَعْنِي شَهْوَتَانِ هُنَّ - ایک  
 کھانے میں دوسری گفتار میں تیسری دیدار میں اپنے کھانے کو ساتھ ہاؤر رکھنے اور  
 خداوند پر بھروسہ کرنے کے نگاہ رکھ اور زبان کو بوجہ بولنے کے ساتھ اور آنکھ کو عبرت کے ساتھ  
 دیکھنے سے پس جو کوئی کھانے میں توکل کرے شہوت اکل سے رہائی پاویگا حقیقتاً  
 اور جو کوئی زبان سے بیج بولے شہوت زبان سے رہائی پاوے اور جو کوئی چشم راست  
 سے دیکھے آنکھ کی شہوت سے چھوٹ جاوے اور حقیقت توکل کے راست جاننے  
 سے ہو اور روزی دینے کو یقین رکھے اُس وقت اپنی راستی اور دانش پر عبادت  
 کرے اُسوقت راستی سے اپنی معرفت کو دیکھے تاکہ اکل اور شرب اُس کا سوائے  
 دوستی کے نہ ہو اور اُس کی عبادت سوائے وجہ کے نہیں اور نظر سوائے مشاہدہ



کے نہیں ہیں چنانچہ راست جانے حلال کھائے جب تک کہ ذکر کرے اور جب  
 راست دیکھے اُس کو دیکھے اس سبب کہ دیا ہوا اُس کا سوا اُس کی دوستی  
 کے کھانا حلال نہیں ہے اور اٹھارہ ہزار عالم ہیں اُس کے ذکر کے سوا کسی کا ذکر  
 جائز نہیں اور موجودات میں اُس کے جمال و جلال کے سوا نظر کرنا جائز نہیں ہوا  
 جو کچھ اُس نے لو اُسکی دوستی میں کھائے تو شہوت نہ ہو اور جو اُس سے کھے  
 تو اُس کی دوستی میں کہو شہوت نہ ہو اور جو اُس کے فعل کو دیکھے تو اُس کی دوستی  
 میں دیکھ شہوت نہ ہو اور پھر جو اپنی خواہش کے موافق کھاویگا اگرچہ حلال میں شہوت  
 ہو اور جو اپنی خواہش سے کہے تو اگرچہ ذکر ہو اور دروغ اور شہوت نہ ہو اور جب اپنی  
 خواہش سے دیکھے تو اگرچہ استدلال کرے وبال اور شہوت ہو واللہ اعلم اور بعض اُن  
 میں سے امام مظلومی اور بن عم البتئی ابو عبد اللہ بن ادریس الشافعی اپنے وقت کو بزرگوں  
 سے ہوئی ہیں اور سب علموں میں امام شہو ہیں اور مردانگی اور پرنسپل گاری میں اُن کے  
 مناقب مشہور ہیں اور اُن کا کلام عالی تھا اور امام مالک کے شاگرد تھے اور مدینہ میں  
 رہتے تھے جب عراق میں آئے اور محمد بن الحسن کیساتھ اختلاف کیا اور ان کی طبیعت  
 میں گوشہ نشینی کا ارادہ رہتا تھا اور اس طریق کی تحقیق کو ڈھونڈتے رہتے تھے۔  
 یہاں تک کہ ایک گروہ اُن کے پاس جمع ہوا اور اُن کی بیعت کی اور احمد بن حنبل  
 ان سے تھے اپنی ہر حال میں محمود الخصال تھے اور ابندار حال میں منصور سے اُن کے  
 دل میں ایک مخالفت رہتی تھی یہاں تک کہ سلیمان راعی کو دیکھا اور اُن سے  
 قربت کی اور اُس کے بعد جس جگہ کہ جائے طلبکار حقیقی رہتے اور اُن سے روایت  
 ہے اِذَا دَايَيْتَ الْعَالِمَ لَتُغْلِبَ بِالرَّحْمَنِ وَالتَّوَدَّيْلُ فَكُنْ بِحَبِيئِ مِثْنَةٍ لِّشَيْءٍ يَعْنِي جِب  
 کسی عالم کو دیکھے تو کہ شخص ناویلا نہ ہو مشغول ہو ہرگز اُس سے کوئی شے نہ آئے  
 یعنی علماء ہر قسم کی مخلوق کے پیشوا ہیں جائز نہ ہو کہ کوئی ان سے آگے قدم رکھے کسی حالت



میں اور حق کی راہ میں سوائے اغیاط کے اور مبالغہ کے مجاہد میں کوئی نہیں جاسکتا اور علم کی خوشنیں  
 طلب کرنا کام اُس آدمی کا ہو جو مجاہد سے بھلے اور چاہے کہ آپ کو تخفیف اختیار  
 کرے پس رخص طلب کرنا درجہ عوام ہوتا کہ شریعت کے دائرہ سے باہر نہ ہو ورنہ  
 اور مجاہد قبول کرنا درجہ خواص کا ہوتا کہ نمرہ اُس کا رترب بین ویں اور علما خاص ہیں  
 جبکہ خاص کو درجہ عام پر رضامندی ہو اُس کے کچھ نہ ہوئے اور نیز رخص طلب کرنا  
 سبک رکھنا فرمان حق کا ہو اور حق کے دوست علما ہیں اور دوست دوستوں کے  
 حکم کو سبک نہ رکھیں اور اذن درجہ کو اُس کے اختیار نہ کریں اور اس میں احتیاط کریں  
 اور ایک شخص مشائخوں میں سے روایت کرتے ہیں کہ ایک رات پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم  
 کو خواب میں دیکھا کہ یا رسول اللہ تم سے مجھ کو روایت پہونچنی ہے کہ خدای عزوجل  
 کی زمین میں اولیاء اور اوتاد اور ابرار ہیں فرمایا اُس راوی نے جو خبر مجھ سے تمھکو  
 پہونچائی ہے وہ صحیح پہونچائی ہے کہا میں نے یا رسول اللہ پس چاہئے کہ ان میں کسی  
 کو دیکھوں فرمایا محمد بن ادریس ایک ان میں سے ہے اور ان کے مناقب اس کے  
 سوا بہت ہیں اور بعض اُن سے شیخ سنت اور قاسم اہل بدعت ابو محمد بن حنبل  
 ہیں جو مخصوص تھے پر سیرگاری اور تقویٰ میں اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث  
 کے حافظ تھے جو بڑے مشائخوں سے منشیین ہے مثل ذوالنون مصری اور بشر الحافی  
 اور سری السقطی اور معروف الکرنجی وغیرہ کی اور آپ کی کرامتیں ظاہر اور آپ کی  
 سمجھ بہت درست تھی اور وہ جو اجل متشہدان سے تعلق ظاہر کرتے ہیں ان پر  
 افترا ہے اور موضوع اور وہ ان سے بری ہیں اور ان کو دین کی اصولوں میں اعتقاد  
 ہے اور ان کا مذہب سب عالموں کو پسند ہے اور جبکہ معتزلہ نے بغداد پر غلبہ کیا اور  
 کہا کہ اس کو تکلیف دینا چاہئے تاکہ قرآن کو مخلوق کھو بھٹے اور کمزور تھے ان کے  
 ماتھے غفابین پر پہونچو اور ہزار نازیانے مائے کہ قرآن کو مخلوق کہہ آپ نے نہ کہا



اور اس درمیان میں ان کا ازار بند کھل گیا اور ان کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے پس وہ ہاتھ  
دوسرے جنب سے پیدا ہوئی اور اسکا ازار بند باندھا جب یہ برہان آپکی دیکھی تو انہوں نے  
چھوڑ دیا اور نیز اس زخم میں خزان حق پایا اور ان کے اخیر زمانہ میں ایک قوم ان کے  
پاس آئی اور کہا تو کیا کہتا ہے اس قوم کے حق میں جس نے تجھ کو مارا کہا کیا کہوں خدائے  
واسطے مارا انہوں نے جانا کہ میں باطل پر ہوں اور دے حق پر ہیں اور میں قیامت  
میں تنہا زخم کے سبب ان سے دشمنی نہیں کروں گا اور ان کے کلام عالی ہیں  
معاملات میں اور اگر جو کوئی ان سے مسئلہ پوچھتا اور اگر معاملات ہوتی جواب  
کہتا اور اگر خفائے سے ہوتا بشر حافی کے حوالہ کرتے چنانچہ ان سے منقول ہے کہ ایک روز  
ایک شخص آ یا اور کہا مَا الْاِخْلَاصُ خَالِ الْاِخْلَاصُ هُوَ الْاِخْلَاصُ مِنْ اَفَاتِ الْاَعْمَالِ  
یعنی اخلاص کیا ہے کہا اعمال کی آفتوں سے خلاص پانا یعنی نیک اعمال سے بے گناہی ہو کر  
کیا ہے کہا خدا سے غرور جل پر اپنی روزی پہونچانے میں یقین رکھنا کہا رضا کیا ہے  
کہا اپنے کاموں کو اللہ تعالیٰ کی سپرد کرنا کہا محبت کیا ہے کہا یہ بات بشر حافی سے  
ور یافت کر جب تک وہ زندہ ہے میں اس کا جواب دوں گا اور احمد بن حنبل ہر ایک حال  
میں متحن تھے زندگی کے وقت میں معتزلہ کی طعن سے اور وفات کے وقت میں  
شہبہ کی تہمت اور وہ اس سے بری تھے اور چونکہ بعض اہل سنت الجماعت اُنکے حال سے واقف  
نہ ہوئے ہیں ان کو تہمت لگاتے ہیں اور بعض اُن میں سے سرج وقت ابو الحسن احمد بن ابی الجواری منجلیہ  
مشائخ شام کے تھے یہاں تک کہ حضرت جنید نے اُنکے حق میں احمد بن ابی الجواری دیکھتا تھا شام اُنکا  
کلام اور اشارات لطیف ہیں طریقت کے علم میں اُنکو ایات صحیحہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل وقت کا  
رجوع ان کی طرف تھا ان کے واقعات میں اور یہ ابوسلیمان دارانی کے مرید تھے  
اور سفیان عینیہ اور مروان بن معاویہ انفاری کی صحبت پائی تھی اور سیاحی کی تھی اور  
ہر ایک سے ادب اور فائدہ حاصل کیا تھا اور ان سے روایت ہے اَللّٰهُ نَبَا مَزْبَلَةٌ



وَجَمْعُ الْكَلَابِ وَأَقْلُ مِنَ الْكَلَابِ مَنْ عَكَفَ عَلَيْهَا فَإِنَّ الْكَلْبَ يَأْخُذُ مِنْهَا مَا جَنَّتْ  
وَيَنْصَرِفُ وَالْمُحِبُّ لَهَا لَا يَنْزِلُ عَنْهَا وَلَا يَزِيدُ كُفَاهُ بِحَالٍ يَعْنِي دُنْيَا مُزِيلَةً هِيَ أَوْ كُتُوبُ  
كَيْ جَمْعُ هَوْنِكِي جَلَمٌ هِيَ أَوْ كُتُوبُ سَبَّحْتُ كَمْ هُوَ وَهُوَ شَخْصٌ كَمْ جُو دُنْيَا مَحُونِ كَيْ اُوپر کھڑا ہو  
اس واسطے کہ کتاب مزیدہ سے حاجت اپنی روا کرے اور سیر ہو اور لوٹ جائے اور دستار  
دنیا کا ہرگز دنیا سے نہ لوٹے اور نہ اُس کو ترک کرے اور یہ شخص حقیقہ ہوگا اُس جو انہرو  
کے نزدیک جس نے دنیا کو مزیدہ سمجھا اور اُس کے رہنے والوں کو کُتُوب سے بہت کم  
رکھا اس سبب کہ کتاب اپنا حصہ مزیدہ سے لیو چلا جاوے لیکن اہل دنیا جمع کرنے  
کے خیال میں اور اُس کی محنت میں بیٹھے رہیں اور ہرگز نہ پھریں اور یہ سب علمائیں  
انہات دنیا سنی ہیں کے انقطاع کی اور دنیا والوں سے اُس کے منہ پھیرنے کی ہیں اور  
خاصہ طریقہ والوں کو دنیا سے قطع تعلق کرنا ایک محل خوش اور روضہ خرم سے او  
ابتدا میں علم کی طلب کی اور اماموں کے درجہ پر پہنچا اُس وقت اپنی اُن کتابوں کو اٹھایا  
اور دریا میں ڈبو دیا اور کہا الذَّلِيلُ أَنْتَ أَفَّا لَا تَشْتَغَالُ بِالدَّلِيلِ بَعْدَ الْوُصُولِ إِلَى الْمَدَامُولِ  
مَحَالٌ يَعْنِي تُو ہمارے واسطے ایک اچھی دلیل اور راہ بری ہے اور مقصود پر پہنچنے  
کے بعد دلیل کے ساتھ مشغول ہونا محال ہے کیونکہ دلیل اُس وقت تک چاہئے  
کہ مرید راستہ میں ہو جب پیشگاہ ظاہر ہو اس وقت راہ نما کو کیا تعلق ہو اور شاخوں  
نے کہا ہے کہ یہ بات سکر کی حالت میں ہو اور اس راہ میں اُس نے کہا وَصَلْتُ فَقَدْ وَصَلْتُ  
پس پہنچا جو پہنچتا ہوا رہنا ہو پس شغل شغل ہو اور فراغت فراغت اور اصول  
اصول شغل و فراغت میں ایک نسبت ہے کہ یہ دونوں صفت بندہ کی ہوا اور وصل  
اور فصل اور عنایت حق اور اراوت ازلی اُس کے شغل و فراغت بندہ میں حاصل نہو۔  
اور ملازمت قرب اور مجاوت اُس پر نا جائز ہو اور اُس کا وصل بندہ کی بزرگی اور  
اُس کا ہجر اُس کی امانت اور اُس کی صفوں کا تغیر بائرنہیں اور میں جو علی بن عثمان الجلابی



کہتا ہوں کہ اُس پیر بزرگ کے لفظ وصول میں احتمال ہو کہ مراد وصول سیراۃ حق ہو  
اس واسطے کتابوں میں راہ حق سے مراد یہ ہے کہ جب طریق واضح ہو عبارت منقطع  
ہو کیونکہ عبارت کو اس قدر قوت نہ ہو کہ غیبت میں مقصود ہو اور جب مشاہد حاصل ہو  
عبارت متلاشی ہو اور جو صحت معرفت میں ہو نور یا بین گوئی ہوں کتابوں کی عبارت  
اولیٰ زیادہ کہ ضائع ہو اور متلاشوں میں سے سوائے اُس کے سب سے یہ ہی کیا مانند  
شیخ المشائخ ابو سعید فضل اللہ بن محمد المہدینی وغیرہ کی جنہوں نے اپنی کتا میں  
دھوڈالیں اور ایک گروہ نے تقیید کی اور تحقیق اُن لوگوں نے اُن سے چاہا کہ تعلقات  
کو قطع کریں اور انتفات کو ترک اور سو اُحق کے ہر چیز دل فارغ ہو اور یہ بات ماسوا  
اللہ سے ترک توجہ اور فراغت دل کیلئے ہو اور یہ ابتدائی سکر ہے اور بچپن کی سوا  
درست نہیں ہے اس واسطے کہ مکان پر پہنچو والیکو دونوں جہان کا حجاب نہیں ہوتا تو کاغذ کیا  
حجاب کریگا لیکن اس نے کہ کہا کتاب صوفیہ سے مراد نفی عبارت تحقیق معنی سے ہے  
جیسا کہ ہم نے کہا پس زیادہ اولیٰ یہ ہے کہ جو کچھ کتاب میں لکھا ہے زبان سے منفی  
ہو اور زبان پر عبارت جاری اور عبارت عبارت سے اولیٰ زیادہ نہ ہو اور مجھ کو  
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ احمد بن ابی الحوارمی نے اپنی حال کے غلبہ میں نہ سنا اور  
اپنے حال کی شرح کاغذ پر لکھی جب بہت ہو گیا تو اُس کا اہل نہ پایا جو شہرت دیتی  
پانی میں ڈبو دیا اور نیز احتمال ہوتا ہے کہ اُن کے پاس کتابیں بہت جمع ہو گئی تھیں  
جو اوراد و معاملات میں کام سے باز رکھتی تھیں اور مشغول کرتی تھیں پس شغل اپنے  
سمنے سے دور کیا اور فراغت دل کی معنی کے واسطے تلاش کی اور عبارت کو  
ترک کیا واللہ اعلم۔

اور بعض اُن میں سے سرہنگ جو ان مردان اور آفتاب خراساں ابو حامد احمد  
ابن خضر وینہ البغنی تھے جو علو حال اور شرف وقت میں مخصوص تھے یعنی زمانہ میں



قوم کے مفتد اتھے اور عام و خاص کے پند و طریق ملامت کا برہمن تھے اور پکیر و لشکر پو  
 کی مثل پہنتے اور فاطمہ جو ان کی بی بی تھی جو طرفیت میں ایک بڑی خان رکھتی تھیں۔  
 اور وہ امیر بلخ کی لڑکی تھی جب ان کو تو یہ کا ارادہ دل میں پیدا ہوا تو اہل کے پاس ایک  
 آدمی کو بھیجا کہ مجھ کو میرے باپ سے مانگ اُس نے قبول نہ کیا اور دوسری بار ایک آدمی کو  
 بھیجا اور کہا اے احمد میں تجھ کو مردانہ زیادہ اس جانتی تھی کہ حق کی راہ میں ایک  
 عورت کا راہ پر ہونہ راہ قطع کرنے والا پس احمد نے ایک آدمی کو بھیجا اور اُس کے  
 باپ سے اُس کو مانگا باپ نے بطور ترک کے اُس کو احمد بن خضر دیا اور  
 فاطمہ نے دنیا کے شغل و مشغلہ کو ترک کر دیا اور بطور عزت کے احمد کے ساتھ ہم نشین ہوئیں  
 اور احمد کو بایزید کی زیارت کا قصد ہوا اور فاطمہ ان کے ہمراہ ہوئیں جب بایزید کے  
 روبرو آئے منہ پر سے نقاب کو اٹھا دیا اور ان سے گستاخانہ کلام کرنے لگیں۔ پس  
 احمد اس بات سے متعجب ہوئی اور ان کے دل پر غیرت غالب ہوئی کہا اے فاطمہ  
 یہ کیا گستاخی تھی کہ بایزید کے ساتھ کی تو نے پس مجھ کو معلوم ہونا چاہیو فاطمہ نے کہا اے  
 کہ تو میری طبیعت کا محرم ہے اور وہ میری طرفیت کا محرم پس تجھ سے خواہش کے  
 ساتھ اور اُس سے خدا کے واسطے معاملہ ہے اور کہا اس بات پر دلیل یہ ہے کہ وہ  
 میری صحبت سے بے نیاز ہے اور تو میری طرف محتاج ہے یہاں تک کہ وہ ہمیشہ  
 ابو بکر کے ساتھ گستاخ رہتی ایک روز فاطمہ کے ہاتھ پر بایزید کی منظر ٹپ سی ہندی  
 لگی ہوئی تھی کہا اے فاطمہ ہاتھ پر ہندی تو نے کیوں لگائی فاطمہ نے کہا اے بایزید  
 جینک تو نے میرا ہاتھ اور ہندی کو نہ دیکھا تھا مجھ کو تیرے ساتھ انبساط تھا۔  
 اب میری آنکھ مجھ پر ٹپ سی ہماری صحبت حرام ہوئی اور اُس جگہ سے واپس آئی۔  
 اور نیشاپور کو لوٹ گئے اور مقام کیا نیشاپور والے اور وہاں کے مشائخ احمد کے ساتھ  
 خوش رہتے تھے اور جب یحییٰ بن معاذ الرازی نیشاپور میں آئے جو بلخ کا قصد رکھتے



تھے تو احمد نے چاہا کہ اُس کی دعوت کرے پس فاطمہ سے اس کا مشورہ کیا کہ مجھے کی دعوت  
 کو کیا چاہئے اُس نے کہا اتنی گائے اور بکری چاہئے اور چندیں حواج اور تو اہل اور  
 اتنی شمع اور عطر اور باوجود ان کے بیس گدھے بھی چاہئیں احمد نے کہا گدھوں کو مارنا  
 کیا معنی کہا جو ایک کریم گھر میں کریم کے ہمارے اوسے تو محلہ کے گتوں کو بھی اُس سے  
 خیر ہو اور ابو یزید نے کہا ہے مَنْ أَسَادَا أَنْ يَنْظُرَ إِلَى سَرَجٍ مِنْ التَّجَالِ فَخُبْرُهُ نَحْتِ  
 لِبَاسِ النَّسْوَانِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى فَاطِمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا يَنْفَعُ مَنْ يَنْفَعُ  
 پوشیدہ عورتوں کے لباس میں اُس کو چاہئے کہ فاطمہ کو دیکھے اور ابو حفص حداد کہتے  
 ہیں كَوْلَا لِحَدِّ ابْنِ خَفَرٍ وَبِهِ مَظْهَرُ الْفَتْوَىٰ يَعْنِي اِذَا رَأَى ابْنَ خَفَرٍ وَبِهِ نَهَى  
 توفتوت اور مروت پیدا نہ ہوتی اور اُس کا کلام عالی اور انفاس مہذب ہے اور  
 تصانیف مشہور ہیں جو ہر فن معاملات و آداب اور نکات سے ظاہر ہیں بخلاف میں  
 اور اُس سے منقول ہے کہ کہا الطَّرِيقُ وَارْضُ وَالْحَقُّ لَا يَحْمِلُ وَالسَّاعِي قَدْ أَسْمَعَ فَمَا  
 التَّخَيُّرُ بَعْدَ هَذَا مِنَ الْعَمَلِ يَعْنِي راستہ ظاہر ہے لہٰذا حق آشکارا اور نگاہ بان سنا  
 و یا ہیں اس جگہ میں بخیر سوائے بنیائی کے نہو یعنی وہ ڈھونڈتا خطا ہے جو راہ  
 حق مانند آفتاب کے روشن ہے تو آپ کو ڈھونڈا کہاں ہے تو جو پاوے راہ  
 کے سرے پر آوے تو کیونکہ حق زیادہ ظاہر اُس سے ہے کہ طلب طالب کے تخت  
 میں آوے اور اُس سے منقول ہے کہ کہا ابی درویشی کو پوشیدہ کر یعنی خلق  
 سے مت کہہ کہ میں فقیر ہوں تاکہ بھید تیرا آشکارا نہو وے کیونکہ یہ خدا کے  
 تعالیٰ سے ایک کرامت عظیم ہے اور ان سے روایت ہے کہ کہا ایک فقیر نے  
 رمضان کے مہینہ میں ایک امیر کی دعوت کی اور اُس کے گھر میں سوائے ایک  
 روٹی کے کچھ نہ تھا وہ بھی سوکھ گئی تھی جب امیر لوٹ کر گیا تو پھیلی روپیہ کی اُس کے  
 پاس رکھی اور کہا بی بی اور کہا یہ سنا اُس کی بی بی کہ اپنا بھید تجھ سے آدمی سے آشکارا کر



یا امیروں کی عزت کرے اور یہ اُن کے صدق فقر کی دلیل ہے واللہ اعلم۔  
 اور بعض اُن میں سے امام منوکلان اور برگزیدہ اہل زمان ابو تراب عسکر بن حسین  
 بخشی النعمی جو اجدہ شاخ خراسان سے تھے اور اُن کے پیشوا اور جو انمروسی اور زہد  
 اور پرہیزگاری میں مشہور اور اُن کی کرامتیں بہت ہیں اور عجائبات بیشمار کہ جنگل  
 میں دیکھنے ہیں اور ہر جگہ پر اور بڑے دانا مسافران متصوفوں سے تھے اور جنگل میں  
 تنہا رہتے تھے ان کی وفات بصرہ کے جنگل میں ہوئی تھی اور چند سال کے  
 بعد ایک جماعت اُن کے پاس پہنچی اور پیروں پر کھڑا ہوا یا یا منہ قبضہ کی طرف اور  
 مرا ہوا اور خشک ہوا اور کوزہ آگے رکھے ہوئے اور عصا ہاتھ میں پکڑے ہوئے  
 اور درندہ کوئی اُس کے آس پاس نہ گیا تھا اور پیروں سے نہ گرا تھا اور اُن سے روایا  
 ہو کہ کہا الْفَقِيرُ قُوَّتُهُ مَا وَجَدَ وَلِبَاسُهُ مَا سَلَّاهُ وَمَسْكَنُهُ حَيْثُ نَزَلَ يَعْنِي قُوَّةَ فَقِيرٍ  
 وہ جو بے جو ملجائے اور اُس کا لباس وہ ہے کہ جو اُس کو چھپا دے اور اُس میں تصرف  
 نہ کرے اور اُس کے ٹھہرنے کی جگہ وہ ہے کہ جہاں اُن سے اور وہیں منزل کرے اپنی  
 واسطے کوئی جگہ نہ بنا دے اس واسطے کہ ان تین چیز میں تصرف مشغولی ہو اور  
 تمام دنیا ان تین چیز کی بلا میں ہے جب تکلف کریں۔ اور سبب معاملہ کے ہو لیکن  
 تحقیق کی رو سے فقیر کی غذا وجد ہو اور لباس اُس کا تقویٰ اور مسکن اُس کا غیب  
 اس سبب سے کہ خداوند تعالیٰ نے فرمایا وَ اِنْ لَّوِ اسْتَقَامُوا عَلَى الطَّرِيقَةِ  
 لَا سَقَيْنَاَهُمْ مَّاءً غَدًا اور نیز کہا وَ رِيشًا وَلِبَاسُ التَّقْوَىٰ ذَٰلِكَ خَيْرٌ اور رسول  
 علیہ السلام نے فرمایا الْفَقْرُ وَطَنُ الْغَيْبِ پس جبکہ غذا اور شرب اُس کا شرب  
 قربت سے ہو اور لباس اس کا تقویٰ اور مجاہدہ ہو اور وطن اُس کا غیب ہو۔ تو  
 کیا بات عمدہ ہے۔

اور بعض اُن میں سے لسان محبت و وفازین طریقت و ولا ابو ذکر یا محیے ابن



معاذ الرازمیؒ تھے ان کا حال عالی تھا اور خصلت نیک اور حقیقت رجا میں حق تعالیٰ کے ساتھ پورا قدم رکھتے تھے حضرت حصری کہتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ کے دو بچے تھے ایک انبیاء سے اور ایک اولیاء سے یعنی یحییٰ بن زکریا علیہ السلام نے خوف کے مقام کو ایسا ادا کیا کہ سب مدعی خوف کی وجہ سے اپنی فلاح سے ناامید ہوئی اور یحییٰ بن معاذ نے رجا کے طریق کو ایسا پورا کیا کہ سب مدعیان رجا کے ماتھے باندھے لوگوں نے کہا یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کا حال معلوم ہے اس یحییٰ کا حال کس طور پر ہوا ہے کہا مجھ کو اس طرح پہونچا ہے کہ اُس میں جاہلیت ہرگز نہ تھی اور اُن سے گناہ کبیر کوئی نہ ہوا اور معاملات اور اُن کے بڑاؤ میں ایسی پوری انتہا رکھتے تھے کہ کوئی آدمی اُس کی طاقت نہ رکھتا تھا اُس سے ایک نے اصحاب سے کہا ایہا الشیخ تیرا مقام مقام رجا ہے اور تیرا معاملہ خوف والوں کا معاملہ ہے کہا جان اسے لڑکے ترک عبودیت گمراہی ہو اور خوف و رجا یہ دونوں ایمان کے رکن ہیں پس محال ہو کہ کوئی شخص کسی رکن کے اختیار کرنے سے ایمان کے رکنوں سے گمراہی میں پڑے اور خائف عبادت کرے سزا کے خوف سے اور امیدوار عبادت کرے وصل کی امید پر یعنی جب تک عبادت موجود نہ ہو نہ خوف درست ہو اور نہ رجا اور جب عبادت حاصل ہو یہ خوف و رجا ایک عبارت ہو اور اُس جگہ کہ عبادت چاہیے عبارت کو فائدہ نہ دیوے اور اُن کی تصنیف بہت ہیں اور نکتے اور اشارے نادر ہیں یہ پہلے ہی آدمی ہیں کہ اس گروہ کے مشائخوں سے خلفاء راشدین کے بعد منبر پر گیا وہ یہ ہی ہیں اور ان کا کلام بہت پیارا ہے اور طبیعت میں رفیق اور سننے میں مزیدار اور اصل میں باریک اور عبارت میں مفید اور اُن سے منقول ہے **الدُّنْيَا دَارُ الْإِسْغَالِ وَالْآخِرَةُ دَارُ الْأَهْوَالِ** العید بین الاشغال والاهوال حتی يستقر بعد النظر اُمالی الجنة و اُمالی النار یعنی دنیا اشغال کی جگہ ہے اور عقبی خوف کا مقام ہے



اور ہمیشہ بندہ درمیان مشغولی بیم ورجا کے ہے یہاں تک کہ جنت میں فرار پکڑے  
یا دوزخ میں پڑے وہ دل جو اشتغال سے چھوٹ گیا ہو اور اہوال سے بیخوف  
ہو اور بہت ان دونوں مقاموں سے ملند ہو اور حق تعالیٰ کے ساتھ مل گیا ہو اور  
مذہب اُن کا یہ تھا کہ امیری کو فقیری پر برتری دینے اور جب مقام سے میں اپنی فرض  
بہت زیادہ ہو گیا تو خراسان کا قصد کیا جب بلخ میں پہنچے تو وہاں کے آدمیوں نے انکو  
روک لیا وہاں ایک مدت کلام کیا انہوں نے ان کو سو نہار درم دے جب آپ لوٹے  
تاکہ فرض سے بری ہوں تو چوروں نے ان کو ٹوٹ لیا اور وہ سب چاندی چھری لگے  
آپ تنہا نیشاپور میں آئے اور انکی وفات اس جگہ واقع ہوئی اور ہر ایک حال میں آپ  
عزیز خلق تھے اور خلق میں خوبصورت تھے واللہ اعلم

اور بعض اُن میں سے شیخ المشائخ خراسان کے اور تادور زمین و زمان کے حضرت ابو  
حفص عمر بن سالم نیشاپوری الحدادی رہتے جو بزرگان اور سادات قوم سے تھے۔ اور  
جمالیہ مشائخ کے ممدوح ابو عبد اللہ امیر دمی کے صاحب تھے اور احمد خضرویہ کے رفیق  
اور شاہ شجاع کرمان سے اُن کی زیارت کے واسطے آیا اور وہ مشائخ کی زیارت  
کے واسطے بغداد کو گئے عربی زبان نہیں جانتے تھے جب بغداد میں پہنچے۔ تو  
مریدوں نے آپس میں کہا کہ بڑی بُرائی کی بات ہوگی کہ شیخ الشیوخ خراسان کو  
ایک ترجمان چاہیے جو ان کی بات کو سمجھا دے جب شونتر یہ کی مسجد میں آئے تو سب  
مشائخ جمع ہوئے اور وہ عربی ایسی فصیح بولتے تھے اُن سے کہ ان کی فصاحت  
سے سب لوگ عاجز ہو گئے اُن سے سوال کیا ما الفتویٰ انہوں نے کہا تم سے ایک  
شخص ابتدا کرے اور ایک بات کہے حضرت جنید علیہ الرحمۃ نے کہا الفتویٰ عندی  
فانک الرأیۃ ولسقاط النسبۃ یعنی فتوت میرے نزدیک وہ ہے کہ فتوت کو نہ  
دیکھے تو اور جو کچھ کرے تو اپنے ساتھ اُس کو نسبت نہ کرے کہ میں کرتا ہوں



تو ابو حفص نے کہا مَا أَحْسَنَ مَا قَالَ الشَّيْخُ وَلَكِنَّ الْفُتُوَّةَ عِنْدِي أَدَاءُ الْإِنْصَافِ  
وَتَرَكَ مُطَالِبَةَ الْإِنْصَافِ يَعْنِي اچھا ہے جو کچھ شیخ نے کہا لیکن فتوت میری نزدیک انصاف کرنا  
ہے اور انصاف کے طلب کو ترک کرنا ہے حضرت جنید نے کہا تَوَمَّوْا يَا أَصْحَابَنَا فَقَدْ  
ذَادَ أَبُو حَفْصٍ عَلَى أَدَمَ وَرُذْرَتَيْنِمْ یعنی اٹھو تم اسی بارانِ من کہ ابو حفص آدم اور اسکی  
ذریۂ سوزیادہ ہتھ جو انمردی میں اور کہتے ہیں کہ اُس کی توبہ کی ابتدا یہ تھی کہ ایک کنیزک پر  
شیفتہ ہوا ان سے لوگوں نے کہا کہ نیشاپور کے شہرستان میں ایک یہودی ہو اور  
تیرے اس شغل کے جیلے اُس کے پاس بہت ہیں ابو حفص اُس کے پاس آئے اور اپنا حال  
اُس سے کہا یہودی نے کہا تجھکو چالیس روز نماز نہ پڑھنا چاہئے اور کوئی خدا کا ذکر اور نیک  
کام اور نیک نیت دل اور زبان پر نہ لائے تو میں ایک افسوں تجھکو تبتلاؤں کہ جس سے  
تیری مراد حاصل ہو آپ نے ایسا ہی کیا جب چالیس روز پورے ہوئے تو یہودی نے  
اُس طلسم کو کیا اور اُس کی مراد پوری نہ ہوئی تو یہودی نے کہا بالضرور تجھ سے کوئی کام  
نیک ہوا ہے سوچ کر جواب دے ابو حفص نے کہا میں نے کوئی کام ظاہر باطن  
میں نہیں کیا جو نیک ہو لیکن البتہ ایک مرتبہ راستہ میں آتا تھا اور ایک پتھر پٹا تھا۔ اُس  
کو پاؤں سے پھینک دیا میں نے تاکہ کسیکا پاؤں اُس پر نہ آئے یہودی نے کہا مت  
آرزو کہ اُس خدائے عزوجل کو کہ تو نے چالیس روز اُس کا فرمان ضائع کیا اور اُس  
لے اسقدر رنج تیرا دور نہ کیا اُس نے توبہ کی اور یہودی مسلمان ہو کر اُن کے ساتھ  
آہن گرمی کرتا تھا یہاں تک کہ یاورد میں گیا اور ابو عبد اللہ باوردی کو دیکھا۔ اور  
اُن کی ارادت کا عہد اختیار کیا جب نیشاپور میں واپس آئے تو ایک روز بازار  
میں ایک اندھے کو دیکھا کہ قرآن پڑھتا تھا دروازہ کے سامنے اپنی دکان پر آپ  
بیٹھے ہوئے تھے کہ اُس کی سماعت نے آپ پر غلبہ کیا اور آپ آپ سے غائب ہو گئے  
اور ماتھے کو آگ میں رکھ دیا اور بغیر ہوز آن کے لوہا گرم کھٹی سے باہر لائے جب کہ



شاگردوں نے آپ کو دیکھا تو ہوش اُن کے اُڑ گئے جب ابو حفص اپنے حال میں  
 آئے تو ہاتھ کام سے روک دیا اور دکان پر بھی نہ آئے اور اُن سے روا بہت ہے  
 یہ کہا کرتا گت العمل لئلا سجع الیہ لئلا سجع الیہ لئلا سجع الیہ یعنی عمل سزا تھ  
 اٹھایا میں نے اُس وقت اُس کی طرف پھر لوٹا میں پس عمل نے مجھ کو چھوڑ دیا اُس کی طرف میں  
 بھی پھر نہ لوٹا میں اس سبب کہ جو کام کہ اُس کا ترک ساتھ تکلف اور کسب بندہ کے ہو  
 اُس کا چھوڑنا بہتر ہو اُس کے کرنے سے یعنی جملہ الکسب محل آفات ہیں اور اُس معنی کی  
 قیمت ہو کہ جو بے تکلف غیب سے ظاہر ہو اور جس محل میں کہ ہو اختیار بندہ کا اُس کے  
 ساتھ متصل ہو اور حقیقت کا لطیفہ اُس سے زائل ہو پس ترک اخذ کوئی چیز بندہ پر در  
 نہ آئے اس سبب کہ مخطا ذوال خداوند عزوجل کی طرف سے ہے اور اُس کے  
 حکم سے جب عطا حق سے آئی اخذ آیا اور جب زوال آ یا حق سے ترک آیا جب ایسا  
 ہو قیمت خاص کر اُس معنی کی ہو یعنی کہ قیام اخذ و ترک کا اُس کیساتھ ہی پس اگر ہزار  
 سال مرید قول حق کہے ایسا نہ ہو کہ حق یک لمحہ اُس کا قول کہے کیونکہ لایزال کا قبول کرنا  
 قبول ازل کے متعلق ہے اور سرور سرمدی سعادت سابق میں ملا ہوا ہے اور بندہ کو اپنے  
 خلاصی کی طرف سوائے خلوص عنایت کے راہ نہیں ہے پس عزیز ہے وہ بندہ کہ  
 مسبب نے اسباب کو اُس کے حال سے دفع کیا ہو اور بعض اُن میں سے اہل ملامت  
 کے پیشوا ابو صالح حمدول بن احمد بن عمارتہ ما لقصا رخ قدما ر مشلخ سے تھے اور ان  
 میں پریمیز گار فقہ اور علم میں درجہ اعلیٰ پر تھے اور مذاہب ثوری کہتے تھے اور طریقت  
 میں ابو تراب بخنی کے مرید تھے اور اُن کے بعد علی نصر آبادی کے اور اُن کا کلام  
 دقیق ہے اور مجاہدہ میں ایسا مذکور ہے کہ جب شان اُن کی علم میں بزرگ ہوئی تو نیشاپور  
 کے امام اور بزرگ آپ کے پاس آئے اور کہا کہ تجھ کو منبر پر جانا چاہئے اور مخلوق کو پسند  
 و نصائح کرنا چاہئے تاکہ تمہاری بات دلوں کو فائدہ پہنچائے کہا مجھ کو بات کہنا



جائز نہیں ہے انہوں نے کہا کہ کیوں کہا اس سبب سے کہ میرا دل ابھی تک دنیا اور اس کے مرتبہ میں پھنسا ہوا ہے پس میری بات فائدہ نہ دیگی اور دلوں میں اثر نہ کریگی اور جو بات کہ دلوں میں موثر نہ ہو تو علم کی حقارت کرنا ہے اور شریعت پر استہزا اور بات کہنا اُس آدمی کو مسلم ہو کہ اُس کی خاموشی سے دین میں خلل واقع ہو اور جب بیان کرے خلل دور ہو اور اُن سے پوچھا کہ پہلے لوگوں کا کلام دلوں کو کیوں زیادہ نفع دیتا ہے بقایہ ہمارے کلام کے لَا تَتَّبِعُوا النَّاسَ فِي الْاِسْلَامِ وَخِيفَةُ النَّفْسِ رِضَاءُ الرَّحْمَنِ وَخُفْيُ تَكَلُّمِ لِحْزِ النَّفْسِ وَطَلِبُ الدُّنْيَا وَقَبُولُ الْخَلْقِ يَعْنِي اسوا سطرے کہ انہوں نے بات واسطے عزت اسلام اور نجات نفوس اور رضا مندی خداوند کے کہی اور ہم کلام کرتے ہیں واسطے عزت نفس اور طلب دنیا اور قبول خلق کے پس جو کوئی بات مراد حق کے موافق کہے اور حق کہے اُس بات میں ایک صولت اور قہر ہو جو شریروں پر اثر کرے اور جو کوئی اپنی مراد کے موافق بات کہے اُس بات میں امانت اور ذلت ہو اور خلق کو اُس سے فائدہ نہ ہو اور اُس کہنے سے نہ کہنا اچھا ہوتا ہے اسوا سطرے کہ مراد اپنی عبارت سے فارغ ہو اور بیگانہ ہو اور بعض اُن میں سے شیخ باوقار ابو السری منصوب بن عمار بن زکریا کان مشلخ سے تھے اور ان میں بہت بڑے درویش تھے اور اصحاب عراقیان کے مرتبہ پر تھے اور خراسان والوں کے مقبول اور ان کا کلام عظمت میں بہت اچھا ہے اور آدمیوں کو نصیحت کرتے اور فنون و علم اور روایات و احکام و معاملات میں عالم تھے اور بعض متصوف سے اُن کے معاملہ میں مبالغہ کرتے ہیں اور حد سے زیادہ گزرنے ہیں اُن سے روایت ہے کہ کہا سُحَّانَ مَنْ جَعَلَ قُلُوبَ الْعَارِفِينَ اَوْعِيَةً الذِّكْرِ وَقُلُوبَ الشَّاهِدِينَ اَوْعِيَةَ التَّوَكُّلِ وَقُلُوبَ الْمُتَوَكِّلِينَ اَوْعِيَةَ الرِّضَاءِ وَقُلُوبَ الْفُقَرَاءِ اَوْعِيَةَ الْقَنَاعَةِ وَقُلُوبَ اَهْلِ الدُّنْيَا اَوْعِيَةَ الطَّهَرِ يَعْنِي پاک ہے وہ ذات کہ جس عارفوں کے دل کو محل ذکر بنایا اور زاہدوں کے دل کو توکل کا مقام



اور متوکلین کے دل کو رضا کا منبع اور فقیروں کے دل کو قناعت کی جگہ اور اہل دنیا کے دل کو طمع کا محل بنایا اور اس میں عبرت ہے کہ خداوند تعالیٰ نے جس عضو کو اور جس چیز کو پیدا کیا ہے اُس میں اُسی جنس کے معنی رکھے ہیں چنانچہ ہاتھوں کو گرفت کا محل پیدا کیا ہے اور پاؤں کو چلنے کا محل اور آنکھوں کو دیکھنے کا محل اور کانوں کو سنانے کا محل اور زبان کو گویائی کا محل بنایا ہے اور ان کی پیدائش اور ظہور میں ذرا بھی خلاف نہیں ہے اور پھر ہر ایک دل کو پیدا کیا اور اُن میں ہر ایک بات مختلف رکھی یعنی مختلف ارادے اور خواہشات رنگ برنگ رکھیں کسی دل کو محل معرفت کیا اور کمال کو تمام گمراہی بنایا اور کئی لکھ قناعت کی جگہ اور کئی دلوں کو محل طمع اور اس کی مانند اور کسی چیز میں عجائب فعل حق کے دلوں سے زیادہ ظاہر نہیں ہیں اور نیز اُن سے مروی ہے النَّاسُ رَجُلَانِ عَارِفٌ بِنَفْسِهِ فَشَغَلَ فِي الْمَجَاهِدَاتِ وَالسِّيَاضَةِ وَعَارِفٌ بِرَبِّهِ شَغَلَ بِعِبَادَتِهِ وَمَرْضَاتِهِ يَعْنِي آدَمِي دُغْرُوہ ہیں یا اپنی عارف ہوں یا خدا تم کو عارف جو اپنی عارف ہوں اُن کا شغل مجاہد اور ریاضت ہو جو حق تم کے عارف ہوں اُن کا شغل خدمت اور عبادت اور طلب رضا ہو پس عارف بخود عبادت و ریاضت میں ہو اور عارف بحق کی عبادت ریاست ہو اور یہ عبادت کرے تو درجہ پاوے اور وہ عبادت کرے تو آپ بالکل پایا جاوے واللہ اعلم اُن سے روایت ہے کہ کہا النَّاسُ رَجُلَانِ مُتَقَرِّبُونَ إِلَى اللَّهِ فَهُوَ فِي أَعْلَى الدَّرَجَاتِ عَلَى لِسَانِ الشَّرِيعَةِ وَالْآخَرُ لَا يَسْرِي إِلَّا فِتْقَارَ مَا عِلْمُهُ مِنْ فَاعِ اللَّهِ مِنَ الْخَلْقِ وَالْمَرْقِ وَالْأَجَلِ وَالْحَيَوَةِ وَالسَّعَادَةِ وَالشَّقَاوَةِ وَهُوَ فِي افْتِقَارِهِ إِلَيْهِ وَاسْتِغْنَاءِهِ بِهِ يَعْنِي آدَمِي دُغْرُوہ ہیں ایک محتاج طرف خدا کر رہا ہے بزرگ درجہ میں ہے یعنی ظاہر شریعت کے موافق ہیں۔ اور دوسرا وہ ہے کہ افتقار کو نہ دیکھے اس واسطے کہ وہ جانتا ہے کہ خدا سے غرور جل نے قسمت کیا ہے۔ ازل میں خلق اور رزق اور اجل اور حیوۃ اور سعادت اور بدبختی سے سوائے اس کے نہ ہو کہ



یہ شخص عین افتقار میں ہے اُس کی طرف اور اُس کے غیر سے بے پرواہی پس وہ  
 گروہ اُن کے افتقار میں ہیں رویت افتقار سے یعنی وہ محجوب ہیں رویت تقدیر سے  
 اور یہ گروہ ترک کرنے میں اُن کی رویت افتقار کے ہوا ان کی رویت افتقار کے ساتھ  
 یعنی مکاشف اور اُس سے بے پرواہی ایک نعمت کے ساتھ اور دوسرا منعم کے ساتھ  
 پس وہ جو نعمت کے ساتھ ہے نعمت کی رویت میں ہے اگرچہ غنی ہے فقیر ہے اور  
 وہ جو منعم کے ساتھ ہے اُس کی رویت مشاہدہ میں ہے اگرچہ فقیر ہے تو غنی ہے۔  
 واللہ اعلم۔

اور بعض اُن میں سے اولیاء کے مدوح اور اہل رضا کے پیشوا ابو عبد اللہ احمد بن محمد  
 الانطاکی رکن قوم کے تھے اور اُن کے سردار اور علوم شریعت کے عالم اور اصول و  
 فروع کے ماہر اور معاملات سے خبردار تھے آپ نے عمر و زہد پائی تھی اور پہلے لوگوں کی  
 خرافت صحت سے فیضیاب تھے اور آپ نے تابعین کی اتباع کو حاصل کیا تھا اور حضرت  
 بشر حافی و سری سقطی کی صحبت میں رہے ہوئے تھے اور حارث محاسبی کے مرید اور فضیل  
 کو دیکھا تھا اور اُن کے ساتھ مصاحبت رہی اور سب زہادین جانتے تھے اور اُن کا کلام  
 عالی ہے اور لطیف شافی اس قوم کے علوم و فنون میں اور اُن سے روایت ہے  
 أَلْقَى الْفَقْرَ مَا كُنْتُ بِهِ مُتَجَلِّلاً وَبِهِ رَاضِياً یعنی سب سے زیادہ نافع فقر  
 وہ ہووے کہ لو اُس کے ساتھ تجل ہووے اور اُس کے ساتھ راضی ہو یعنی جمال سب  
 مخلوق کا اسباب کے اثبات میں ہو اور جمال فقیر کا اسباب کی نفی اور سبب کے  
 اثبات میں اور اُس کی طرف رجوع کرنے میں اور اُس کے احکام کی رضا مندی  
 میں ہو اس سبب سے کہ سبب کے گم ہونے کا نام فقر ہے اور سبب کے وجود کا نام  
 غنا یعنی فقر بے سبب کے حق کے ساتھ ہو اور غنا ساتھ سبب کے اپنے ساتھ ہو  
 پس سبب حجاب کا مقام ہے اور ترک اسباب کشف کی جگہ ہے اور جمال دو نون



جہان کا کشف و رضا میں ہے اور خرابی عالم کی حجاب میں ہے اور یہ بیان واضح ہے  
تفصیل فقر کے واسطے واللہ اعلم۔

اور بعض اُن میں سے پرہیز گاری اور تقویٰ کے سالک ابو محمد عبداللہ بن خلیفہ رحمتہ  
اور جو قوم کے نابینوں سے اور اُن کے پرہیز گاروں سے تھے ہر حال میں اور اُن  
کی روایتیں عالی احادیث میں ہیں آپ مذہب ثوری رکھتے تھے اور فقہ معاملات  
اور حقیقت میں اور اُس کے اصحاب کو دیکھا تھا اور اُن کے ساتھ ہم نشینی کی تھی  
اور اُن کا کلام طریقت کے مقالت اور معاملات میں لطیف ہے۔ اور اُن سے  
منقول ہے کہ کہا من اساک ایکون حیاً فی حیوتہ فلا یسکن الظلم فی قلبہ  
یعنی جو کوئی چاہے کہ اپنی زندگی میں زندہ ہو پس طمع کو اپنے قلب میں جگہ نہ دے  
تاکہ کل سے آزاد ہو وے کیونکہ لالچی مردہ دل اپنے طمع کی وجہ سے ہی پس طمع جسکے  
دل میں مانند طمع کے ہوا محالہ وہ دل مختوم مردہ ہو گیا پچھا وہ دل کہ جو مردہ ہو پھر حق کے  
تزدیک زندہ ہو حق کے نزدیک اس واسطے کہ خدائے تعالیٰ نے دل کے واسطے  
عزت و ذلت پیدا کی ہے اور اپنے ذکر کو دل کی عزت کیا ہے اور طمع کو دل کی  
ذلت بنایا ہے جیسا کہ انہیں نے کہا خلق اللہ تعالیٰ القلوب مساکین الذکر مسکرات  
مساکین الشهوات ذکاء لکھوا الشهوات من القلوب الاخوان مزیج او شوق مفلک یعنی  
خداوند تعالیٰ نے دلوں کو موضع ذکر کا پیدا کیا اور جب نفس کے ساتھ مصاحبت اختیار  
کی تو مساکین شہوات ہوئی پس پاک نہیں کہ شہوات کو دل سے مگر خوف  
بیقرار کرنے والا یا شوق بے آرام کرنے والے کا یعنی خوف و شوق ایمان کے  
دور کن ہیں جب دل محل ایمان ہو اُس کے نزدیک ذکر و قناعت ہو نہ کہ طمع اور غفلت  
پس مومن کا دل لالچی اور شہوات کا تابع نہ ہو کیونکہ طمع اور شہوات نتیجہ وحشت کا ہے  
اور دل متوجش اُس سے ہوتا ہے اور ایمان کی خیر نہیں رکھتا ۔۔۔



کیونکہ ابان کو حق کے ساتھ انس ہے اور غیر حق سے وحشت ہے جیسا کہ کہا ہوا لَطَمَاءُ  
مُسْتَوْحِشٍ مِّنْهُ كُلُّوَاحِدٍ یعنی طمع کرنے والے سے ہر ایک متوحش ہوتا ہے

اور بعض اُن میں سے شیخ المشائخ طریقت میں اور اماموں کے امام شریعت میں ابو القاسم  
الجندی بن محمد بن الجندی بغدادی مقبول اہل ظاہر اور باب قلوب کے تھے اور فنون علم میں  
کامل اور اصول و فروع و معاملات میں مفتی اور امام اصحاب ثوری سے تھے اور اُن کا کلام  
عالی اور احوال کامل ہے یہاں تک کہ حیلہ طریقت والے اُن کی امامت پر متفق ہیں اور  
کسی مدعی اور منتصرت کو اُس پر اعتراض نہیں ہے۔ آپ سری سقطی کے بھانجے تھے  
اور اُن کے مرید نے ایک دن سری سقطی سے پوچھا کہ کسی مرید کا درجہ پیر سے زیادہ  
بلند ہو گا کہا ناں اس کی برائے ظاہر ہے یعنی جنید کا درجہ بلند میرا درجہ ہے اور  
یہ قول اُس پیر سے بسبب عاجزی کے تھا یعنی جو کچھ اُن سے کہا نظر بصیرت سے کہا  
کہا لیکن کسی کو اپنے فوق پر دیدار نہ ہو گا کیونکہ دیدار تحت تعلق رکھتا ہے اور قول اُن کا دلیل  
واضح ہے یعنی جنید کو اپنے مرتبہ کے فوق پر دیکھا اگرچہ دیدار تحت کی کے فوق پر تھی مشہور  
ہے کہ زندگی میں حضرت سری نے اپنے مریدوں سے خصوصاً حضرت جنید کہا کہ شیخ  
ہم سے کوئی بات کہے تو ہمارے دلوں کو راحت ہو اور اُنہوں نے قبول نہ کیا اور کہا  
جنتک میرا شیخ زندہ ہے میں کوئی بات نہ کہوں گا یہاں تک ایک رات کو آپ سوتے  
تھے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ اسے جنید خلق سے کلام کر  
کیونکہ میرے کلام کو خداوند تعالیٰ نے ایک عالم کی نجات کا سبب کیا ہے جب آپ  
بیدار ہوئے تو اُن کے دل میں یہ بات پیدا ہوئی کہ میرا درجہ سری کے درجہ سے گزر  
گیا کہ مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حکم ہوا جب صبح ہوئی تو حضرت سری  
نے ایک مرید کو بھیجا کہ جیب جنید نماز سے فارغ ہو تو اُس سے کہو کہ مریدوں کے  
کہنے سے بات نہ کہی تو نے اور بغداد کے مشائخوں کی شفاعت کو بھی رد کیا تو نے اور



میں نے پیغام بھیجا جب بھی بات نہ کہی تو نے اب اس مرتبہ کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم  
..... نے حکم کیا تو اُن کے حکم کو قبول کر حضرت جنید نے کہا وہ خیال میرے  
گذر گیا اور میں نے جانا کہ حضرت سری سقطی ہر حال ظاہر و باطن میں مجھ سے اونچی ہیں اور  
اُن کا درجہ میرے درجہ سے اونچا ہے کیونکہ وہ میرا سر پر خیردار ہیں اور میں اُن کو  
رومانہ سے بے خبر ہوں پس آپ اُن کے پاس آئے اور استغفار کی اور اُن سے  
دریافت کیا کہ تم نے کس طرح جانا کہ میں نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا  
ہے فرمایا کہ میں نے خداوند تعالیٰ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتا ہے کہ میں نے محمد  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا کہ جنید سے فرمائیں کہ وہ وعظ کئے تاکہ بغداد والوں  
کی مراد اُس سے حاصل ہو پس ان حکایتوں سے ایک دلیل واضح ہے کہ پیر جس  
صفت کے ساتھ ہوتے ہیں مریدوں کے حالات سے خبردار ہوتے ہیں اور اُن کے  
کلام عالی ہیں اور رموز لطیف اُن سے منقول ہے کہ کہا کَلَامُ الْأَنْبِيَاءِ بَنَاءٌ عَنِ الْخَفِيِّ  
وَكَلَامُ الصِّدِّيقِينَ إِشَارَةٌ عَنِ الْمَشَاهِدَةِ یعنی نبیوں کا کلام خفوی کی خبر تیا ہے اور  
کلام صدیقیوں کا نظر سے مشاہدہ کی طرف خبر سے اشارہ ہے اور اُس مشاہدہ سے فکر  
کی طرف اور اُس سے اشارہ غیر کی طرف نہیں ہوتا ہے یعنی صدیقیوں کا کمال انبیاء  
علیہم السلام کا انتہائی حال ہوتا ہے پس نبی اور ولی میں جو فرق ہے وہ واضح ہے  
اور انبیاء کی فضیلت اولیاء پر ظاہر ہے نجافت اُن دو گروہ ملاحظہ کے کہ نبیوں کو فضل  
میں موخر کرتے ہیں اور اولیاء کو مقدم اور اُن سے منقول ہے کہ کہا ایک وقت آرزو  
کے ساتھ میں نے چاہا کہ ابلیس کو دیکھوں ایک روز مسجد کے دروازہ پر میں کھڑا ہوا  
تھا کہ ایک بڈھا آیا اور دور سے وہ میری طرف متوجہ ہوا میں نے جب اُس کو دیکھا  
تو ایک وحشت نے میرے دلیں اثر کیا پس جب وہ میرے پاس آیا تو میں نے اُس  
سے کہا کہ اے بڑھے تو کون ہے کہ میری آنکھیں تیرے منہ کو نہیں دیکھ سکتیں



بیب وحشت کے اور بہاغت ہیبت کے میرا دل تیرے اندیشہ کی طاقت نہیں رکھتا  
ہے کہا میں ہوں کہ تجھ کو میرے دیکھنے کی آرزو تھی کہا اے ملعون تجھ کو سجدہ کرنے سے  
کس چیز نے باز رکھا آدم کے واسطے کہا اے جنید تجھ کو کیسا معلوم ہوتا ہے کہ میں  
اُس کے غیر کو سجدہ کروں جنید نے کہا میں جیہت میں پڑ گیا اُس کی اس بات سے  
اُس کے بعد مجھ کو ایک آواز غیب سے معلوم ہوئی قُلْ لَّہُ کَذِبْتُ کُوْنْتُ عَبْدًا مُّکْرَمًا  
لَمَّا خَرَجْتَ مِنْ أُمْرَةٍ وَتَهْیِیْہِ فَسَمِعَ النَّدَاءَ مِنْ قَلْبِیْ فَصَاحَ وَقَالَ اَحَرَقْتَنِیْ بِاللّٰهِ غَاب  
یعنی کہ اے اے جنید کہ تو جھوٹ کہتا ہے اگر تو فرمانبردار بندہ ہوتا تو اُس کے حکم سے انکا  
نہ کرتا اور اُس کے نہی کے پاس نہ جاتا۔ پس یہ ندا میرے قلب سے سُنی۔ اور  
ایک آواز ماری اور کہانوں نے جلا یا مجھ کو قسم ہے اللہ کی اے جنید اور غائب ہو گیا۔ یہ  
حکایت اُس کے حفظ و عصمت کی دلیل ہے اس واسطے کہ خداوند تعالیٰ اپنے اولیا اللہ کی  
شیطان کے مکر وں سے ہر حال میں حفاظت کرتا ہے اور اُس کو محفوظ رکھتا ہے  
روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ کے ایک مرید کے دل میں کچھ دوسوہ پیدا ہوا اور اُس نے  
سمجھا کہ میں کسی درجہ پر پہنچا ہوں جب حضرت جنید کی خدمت میں آیا تو اُس نے تجربہ  
چاہا آپ نے فرمایا کہ عبارتِ جواب چاہتا ہے یا معنوی اگر تو نے اپنا تجربہ کیا ہے۔ تو  
میرے تجربہ کی حاجت نہیں اور اگر معنوی جواب چاہتا ہے تو میں نے تجھے متبر  
ولایت سے موقوف کر دیا اسی وقت اُس مرید کا منہ سیاہ ہو گیا اُس نے ایک  
چیخ ماری اور کہا کہ یقین کی راحت میرے دل سے گئی اور استغفار میں مشغول ہوا  
اور اتھ اُس فضول گوئی سے اٹھایا اُس وقت جنید نے اُس سے کہا کہ اُس کو تھنے  
نہ جانا کہ خداوند تعالیٰ کے اولیا اسرار کے والی ہیں تو اُس کے زخم کی طاقت نہیں  
رکھتا ہے پھر آپ نے کچھ اُس کے اوپر دم کیا کہ وہ پھر اپنی مراد پر پہنچا اور مشائخ  
میں تصرف کرنے سے توبہ کی اور بعض اُن میں طریقت میں مشائخوں کے۔



پیشوا اور شریعت میں اماموں کے امام تصوف والوں کے شاہ اور تکلف کی آفریں  
 بڑی ابوالحسن احمد بن محمد الخراسانی التورسی حسن المعاملات اور ابن الکلمات اور ظہر الجاہات  
 تھے اور ان کا ایک مذہب مخصوص ہے تصوف میں اور ایک گروہ ہی متصوف سے کہ انکو  
 نوری کہتے ہیں جو اقتدا اور تولی ان کے ساتھ کرتے ہیں اور جملہ متصوف بارہ گروہ ہیں۔

**نوٹ** گروہ صوفیہ میں چودہ خانوادہ صیبا لطیفیت معدن ابابخیت اس التابین جعفر

خواجہ جن بصری مشہور ہوئے یعنی خواجہ جن بصری مرید خلیفہ حضرت علی علیہ السلام کی ہیں اور حضرت جن بصری

خلیفہ ہوئے ایک عبدالواحد بن زید و سرخواجہ حبیب عمی اور حبیب عمی کی پانچ خانوادہ صیبا ہر ایک ایک خاندان ہیں

زید یہ اور دوسرا عیاض بن عیاض بن زید تک اور وہ جن بصری تک اور علی مری

ادہم تک اور وہ فضل بن عیاض تک اور وہ عبدالواحد بن زید تک اور وہ جن بصری تک اور علی مری

کرم اللہ وجہہ تک اور خلیفہ حضرت خواجہ مود حشمتی تک پہنچتی ہیں اور وہ اپنی پاپ خواجہ یوسف تک اور وہ

اپنی پاپ خواجہ محمد حشمتی تک اور وہ اپنی پاپ احمد حشمتی اور وہ اسحاق شامی تک اور وہ علو دنیوری تک

اور وہ ہمیرۃ البصری تک پہنچتی ہیں اور نو خانوادہ صیبا عمی سی نکلتے ہیں یعنی حبیب طیفور یہ کرخیہ

ستیلہ جنید یہ فردوسیہ جو حکمی غصہ کیفیت بہاری کتاب ظہیر الفقار میں دیکھو مد منہ ظہیر منہ ترجمہ

اور ان سے دوسرے وہ ہیں اور دس مقبول ایک ان میں محاسبیاں ہیں اور دوسرا تقصاریاں

تیسرے طیفوریاں ہیں چوتھے جنیدیاں پانچویں ثوریاں چھٹے سہیلیاں ہیں

ساتویں حکیمیاں آٹھویں خزانیاں نویں حنیفہیں دسویں ستاریاں ہیں۔ اور

یہ سب محققوں سے ہیں اور یہ اہل سنت و جماعت سے ہیں لیکن وہ دو گروہ جو مردود

ہیں ایک حاویاں ہیں جو حلول اور متزاج سے منسوب ہیں اور سالیماں اور سبب ان کو ساتھ حلق اور دوسری

حلاجیان ہیں جن کا مذہب کثرت ہے اور انہوں نے الحاد و بدعتی کا طریقہ اختیار کیا ہے اور مردود ہو گئے ہیں اور باطنی اور ظاہری

ان سے تعلق رکھتی ہیں اور اس کتاب میں ان پر موقعہ پر ایک باب ان فرقوں کو فرق کو بیان میں لایا گیا اور ان میں گروہ کا اختلاف

اور ان دو گروہ کا اختلاف بیان ہو گا تاکہ پورا فائدہ ہو انشاء اللہ لیکن اسکا طریق ترک مدد سنت اور



رفع مساحت اور دوام مجاہدت میں ستودہ ہے کیونکہ اُن سے منقول ہے کہ میں ایک مرتبہ  
حضرت جنید کے پاس آیا تو اُس کو صدر شہین دیکھا میں نے کہا یا ابوالقاسم غشیہ **هَمَّ**  
**قَصْدَ رُؤُوكَ وَكَفَّتْهُمْ فَرَسَهُ وَارِنِي بِالْحِجَارِ** یعنی تو نے حق ان پر پوشیدہ کیا تو تجھ کو صد  
کیا اور میں نے ان کو نصیحت کی تو میرے پتھر مارے اس واسطے کہ مدہانت کو ہوا کے ساتھ  
موافقت ہے اور نصیحت کو مخالفت اور آدمی دشمن اسکا ہوتا ہے کہ اُس کی خواہش کی مخالف  
ہو اور دوست وہ ہے کہ اُس کی ہوا کے موافق ہو اور ابوالحسن نورسی رفیق جنید  
کے تھے اور سرسی کے مرید اور بہت مشائخوں کو دیکھا تھا اور اُن کے ساتھ بیٹھے۔  
تھے اور احمد بن ابی الحواری کو پایا تھا اور اُن کی طریقت اور تصوف میں لطیف اشارے  
میں اور عالی نکتے اور اُن سے منقول ہے کہ **كَلِمَاتُ الْجَمْعِ بِأَحَقِّ تَفْرِقَةٍ عَنْ غَيْرِهِ**  
**وَالْتَفْرِقَةُ مِنْ غَيْرِهِمْ جَمْعٌ بِغَيْرِهِ** بمعنی جمع کچھ تفرقہ ہو اُس کے ماسوا سے اور تفرقہ اُس  
کے غیر سے جمع سے اُس کے ساتھ جس کی کو حق تعالیٰ کے ساتھ ہمت جمع ہو اُس کی  
غیر سے متفرق ہو اور جو کوئی اُس کے غیر سے متفرق ہو اُس کے ساتھ جمع ہے پس  
حق کے ساتھ ہمت کو جمع کرنا اندیشہ مخلوقات سے جدائی ہے جبکہ مخلوقات سے اعراض  
درست ہو تو حق کے ساتھ توجہ درست ہوئی اور جب حق کے ساتھ توجہ درست ہوئی۔  
تو خلق سے اعراض درست ہوا اور حکایتوں میں میں نے پایا کہ ایک وقت احمد  
نورسی نے گھر میں ایک جگہ پر کھڑے ہو کر تین رات دن شور کیا تو لوگوں نے جنید سے  
کہا کہ اُٹھئے اور اُن کے پاس آئیے اور کہا اسے ابوالحسن اگر تو جانتا ہے کہ اُس کے  
ساتھ شور کرنا فائدہ دینا ہے کہ تاکہ میں بھی خوب شور مچاؤں اور اگر جانے تو کہ رضا  
ہل سو و مند ہو تو رضا کو اختیار کرتا کہ تیرا دل خرم ہو حضرت نورسی خروش سے  
ڑک گئے اور کہا کہ تو ہمارے واسطے اچھا معلم ہے اسے ابوالقاسم اور اُن سے  
منقول ہے کہ **كَلِمَاتُ الْأَشْيَاءِ فِي شَرِّ مَا نَشَيْدُهَا نَحْنُ الْكَفِيلُ بِعِلْمِهِ وَعَارِفٌ يَنْطَلِقُ عَنْ**



عَنْ الْحَقِيقَةِ يَعْنِي سَبَّحَ زِيَادَهُ عَزِيزٌ هَذَا زَمَانُهُ فِي دَوَّارِ بَيْنِ أَيْكَ عَالَمٍ جَوَّارِ  
 عِلْمٍ كَيْ سَاتَهُ كَامٍ كَرِيءٍ اَوْرَدُوهُ عَارِفٌ كَيْ اِنِّي حَقِيقَتِ حَالٍ سَبَّحَ بَاتٍ كَيْ يَعْنِي هَذَا  
 زَمَانُهُ فِي عِلْمٍ وَمَعْرِفَتٍ دَوَّارِ عَزِيزٌ فِي اِسْ سَبَبٍ سَبَّحَ كَيْ عِلْمٍ بَغِيرِ عَمَلٍ كَيْ عِلْمٍ نَهْوِ  
 اَوْرَعْرِفَتِ بَيْنِ حَقِيقَتِ كَيْ مَعْرِفَتِ نَهْوِ اَوْرَعْرِفَتِ اِسْ سَبَبٍ اِسْ سَبَبٍ اِسْ سَبَبٍ اِسْ سَبَبٍ اِسْ سَبَبٍ  
 اَوْرَعْرِفَتِ تَمَامٍ وَفَتُوں فِي عَزِيزٌ هَذَا اَوْرَعْرِفَتِ اِسْ سَبَبٍ اِسْ سَبَبٍ اِسْ سَبَبٍ اِسْ سَبَبٍ اِسْ سَبَبٍ  
 وَعَارِفٌ كَيْ طَلَبٍ فِي مَشْغُولٍ هُوَ اِسْ سَبَبٍ اِسْ سَبَبٍ اِسْ سَبَبٍ اِسْ سَبَبٍ اِسْ سَبَبٍ اِسْ سَبَبٍ  
 تَاكَ تَمَامٍ عَالَمٍ كُو عَالَمٍ دِيكْهُ اَوْرَعْرِفَتِ اِسْ سَبَبٍ اِسْ سَبَبٍ اِسْ سَبَبٍ اِسْ سَبَبٍ اِسْ سَبَبٍ  
 كُو عَارِفٌ دِيكْهُ اَوْرَعْرِفَتِ اِسْ سَبَبٍ اِسْ سَبَبٍ اِسْ سَبَبٍ اِسْ سَبَبٍ اِسْ سَبَبٍ اِسْ سَبَبٍ  
 پَانِي جَاتِي هِي جِسْ كَا وَجُو دَشْوَارِ هُوَ اِسْ سَبَبٍ اِسْ سَبَبٍ اِسْ سَبَبٍ اِسْ سَبَبٍ اِسْ سَبَبٍ  
 وَمَعْرِفَتِ اِسْ سَبَبٍ اِسْ سَبَبٍ اِسْ سَبَبٍ اِسْ سَبَبٍ اِسْ سَبَبٍ اِسْ سَبَبٍ اِسْ سَبَبٍ  
 مَنَقُولِ هِي كَيْ كَمَا مَنْ عِلْمٍ اَلْاَشْيَاءِ بِاللَّهِ فَرَجُوعُهُ فِي كُلِّ شَيْءٍ اِلَى اللّٰهِ يَعْنِي جَوَّارِ  
 خَدَاوند كَيْ سَاتَهُ جَاتِي اَوْرَعْرِفَتِ اِسْ سَبَبٍ اِسْ سَبَبٍ اِسْ سَبَبٍ اِسْ سَبَبٍ اِسْ سَبَبٍ  
 طَرَفِ هُوَ نَهْوِ جَوَّارِ كَيْ طَرَفِ اِسْ سَبَبٍ اِسْ سَبَبٍ اِسْ سَبَبٍ اِسْ سَبَبٍ اِسْ سَبَبٍ  
 اِسْ سَبَبٍ اِسْ سَبَبٍ اِسْ سَبَبٍ اِسْ سَبَبٍ اِسْ سَبَبٍ اِسْ سَبَبٍ اِسْ سَبَبٍ  
 كُو اَفْعَالِ كَيْ عِلَّتِ جَاتِي تُو هِمِيشَه بِيَارِ هُوَ اِسْ سَبَبٍ اِسْ سَبَبٍ اِسْ سَبَبٍ  
 هُوَ اَوْرَعْرِفَتِ اِسْ سَبَبٍ اِسْ سَبَبٍ اِسْ سَبَبٍ اِسْ سَبَبٍ اِسْ سَبَبٍ اِسْ سَبَبٍ  
 سَاتَهُ قَا تَمَّ هُوَ جَبَّ سَبَبٍ اِسْ سَبَبٍ اِسْ سَبَبٍ اِسْ سَبَبٍ اِسْ سَبَبٍ اِسْ سَبَبٍ  
 اَوْرَعْرِفَتِ اِسْ سَبَبٍ اِسْ سَبَبٍ اِسْ سَبَبٍ اِسْ سَبَبٍ اِسْ سَبَبٍ اِسْ سَبَبٍ  
 اِسْمَاعِيلِ اَلْجَبْرِ اِلَى اِلَهِ دَفْيَانِ اَوْرَعْرِفَتِ اِسْ سَبَبٍ اِسْ سَبَبٍ اِسْ سَبَبٍ  
 سَبَّحَ كَيْ دَوَّارِ اِسْ سَبَبٍ اِسْ سَبَبٍ اِسْ سَبَبٍ اِسْ سَبَبٍ اِسْ سَبَبٍ  
 سَبَّحَ كَيْ سَاتَهُ هِي اِسْ سَبَبٍ اِسْ سَبَبٍ اِسْ سَبَبٍ اِسْ سَبَبٍ اِسْ سَبَبٍ



اور اُن کے ساتھ ابو حفص کی زیارت کے واسطے نیشاپور میں آئے اور اُن کے پاس۔  
 ٹھہرے اور عمر اُن کی صحبت میں گزرائی اُن سے روایت ہے کہ کہا میرا دل ہمیشہ  
 طلب حقیقی کرتا تھا طفولیت کے زمانہ میں اور ظاہر والوں سے نفرت کرتا تھا۔ اور  
 میں جانتا تھا کہ بالضرور سو انہی اس ظاہر کے کہ عام لوگ اُس پر ہیں نیز ایک تر ہے ثلثیت  
 کا ایک روز بچے بن معاذ رازی کی مجلس میں میرا گذر ہوا اور اُس متر کو میں نے  
 پایا اور مقصود حاصل ہوا اور اُس کی صحبت سے میں نے تعلق کیا یہاں تک کہ ایک جماعت  
 شاہ شجاع کرمانی کے پاس سے آئی اور اُن کا حال بیان کیا۔ اور اپنے دل  
 کو میں نے اُن کی زیارت کے واسطے مائل پایا اور کرمان کا ارادہ کیا اور شاہ کی  
 صحبت کا طور میں تلاش کرتا تھا اُس نے مجھ کو اجازت نہ دی اور کہا کہ تیری طبیعت  
 رجا پروردہ ہے اور بچے کی صحبت پائے ہوئے ہے اور اُس کا مقام رجا ہے۔ اور  
 جس شخص نے کہ رجا کا مشرب پایا اُس سے طریقت کا اتمام نہ ہووے اس سبب سے  
 کہ رجا کی تقلید کرنا کاہلی کا پھل لاوے اور کہا کہ میں نے بہت تضرع اور زاری کی اور  
 بیس روز اُس کی درگاہ پر میں نے مداومت کی تو مجھ کو اجازت دی اور صحبت میں۔  
 قبول کیا اور ایک مدت تک اُس کی صحبت میں رہا اور وہ مرد غیرت دار تھا یہاں تک  
 کہ اُن کو نیشاپور کا قصد ابو حفص کی زیارت کی غرض سے ہوا اور میں اُن کے ہمراہ  
 آیا اُس روز کہ ابو حفص کے پاس اندر آیا شاہ قبا کہتے تھے ابو حفص نے جو  
 اُس کو دیکھا تو قدم بوسی کی اور رویہ اُس کے گیا اور کہا کہ وَجَدْتُ فِي الْقَبَاءِ  
 مَا طَلَبْتُ فِي الْعَبَاءِ یعنی میں نے قبا میں پایا وہ جو عبا میں ڈھونڈتا تھا ایک مدت  
 اُس جگہ رہا اور میری سب ہمت نے ابو حفص کی صحبت کا بھید حاصل کیا اور شہمت  
 شاہ نے مجھ کو اُس کی خدمت کی مداومت سے باز رکھا اور ابو حفص نے وہ عقیدہ میرا  
 مجھ میں دیکھا تھا آئین نہایت عاجزی کے ساتھ خداوند تعالیٰ سے چاہنا تھا کہ صحبت



ابو حفص کی مجھ پر آسان کرے بغیر اس کے کہ شاہ آزدہ ہو گا اُس روز کہ شاہ نے واپسی کا قصد کیا اور میں نے اُن کے ساتھ چلنے کی غرض سے نیشاپور یا سجامہ پہنا اور دل بالکل ابو حفص کے پاس چھوڑا ابو حفص نے کہا یا شاہ انبساط کے واسطے اس لڑکے کی صحبت کو اس جگہ چھوڑ کہ مجھ کو اُس کے ساتھ پسند ہو شاہ نے میری طرف منہ کیا اور کہا اَجِب الشَّيْخَ اور وہ گئے میں اُس جگہ رہا دیکھا میں نے جو کچھ دیکھا عجائبات سے اُس کی صحبت میں اور اُن کو مقام شفقت تھا خداوند عزوجل نے ابو عثمان کو تین پیر کے ساتھ نین مقام سے گذرانا اور یہ تینوں اشائے کہ ان سے کرتے آپ اُن کو تھے مقام رجاء یعنی کی صحبت میں اور مقام غیرت شاہ کی صحبت میں اور مقام شفقت ابو حفص کی صحبت میں اور جائز ہو کہ مرید یا پنج یا چھ جگہ یا زیادہ اس سے صحبت حاصل کرے اور ہر ایک پیر اور صحبت سے اُس کو کشف اور کوئی مقام ہو وے۔ لیکن زیادہ بہتر یہ ہو وے کہ پیروں کو اپنے مقام میں آلودہ نہ کرے۔ اور ان کی انتہا کو اُس مقام میں نشان نہ کرے اور کہے کہ ان کی صحبت سے میرا حصہ یہ تھا اور یہ اس سے اونچی ہیں میرا اس سے زیادہ حصہ نہ تھا یہ بات ادب سے بڑا نزدیک ہو اس سبب سے کہ حق کے پہونچنے والوں کو مقام و احوال سے کوئی کام نہوا اور تصوف کے ظاہر ہو لے ہیں سبب خراسان اور نیشاپور میں یہ ہی تھی جنید اور رویکم اور یوسف بن الحسین اور محمد بن فضل السجستانی کے ساتھ ہم صحبت رہے تھے اور کسی آدمی نے اپنے پیروں سے یہ مرتبہ نہ پایا تھا کہ اُس نے اور نیشاپور والوں نے اُس کے واسطے منبر رکھا تو تصوف کی زبان میں اُن سے کلام کیا ان کی بڑی بڑی کتابیں ہیں اور اس علم میں طرح طرح کی روایتیں ہیں اور اُن سے منقول ہے حَقُّ مَنْ اَعْتَمَدَ بِالْمَعْرِفَةِ اَنَّ لَا يَبْذُلُ كَسْرًا بِالْمَعْصِيَةِ يَعْنِي وَاجِبٌ وَسَرَادَار ہے اُس کو کہ خداوند نے معرفت سے عزیز کیا آپ کو معصیت سے ذلیل



نہ کرے اس سبب سے کہ معرفت اُس کی بخشش ہو اور معصیت فعل بندہ کا ہے  
 پس عین کیسے کو حق تعالیٰ عزت عطا فرمائے محال ہو ورنہ اپنے فعل سے ذلیل ہو  
 جیسے کہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کہ معرفت سے عزیز کیا اور ذلت اُن کو ذلیل  
 نہ کیا اور بعض اُن میں سے معرفت کے آئیل اور محبت کے قطب ابو عبد اللہ احمد  
 بن یحییٰ قوم کے برگ اور اپنے وقت کے سرکار تھے اور اُن کا اچھا طریق اور عمدہ  
 سیرت تھی صاحب جنید اور ابو الحسن نوری اور ایک جماعت کے کبرا سے تھے اُسکا  
 کلام عالی اور اشارہ لطیف ہے حقائق میں اُن سے منقول ہے کہ کَہَا هِمَّةُ الْعَارِفِ  
 اِلَى مَوْكَالَةٍ فَلَمْ يَعْطِفْ لِمَا لِي سِوَاہَا یعنی عارف کی ہمت حق کے ساتھ ہو اور اُس  
 سے کسی چیز کی طرف نہ لوٹے کیونکہ عارف کو سوا حق معرفت کے معلوم نہ ہو چونکہ اُسکی  
 دل کا سرمایہ معرفت ہو اُس کی ہمت کا مقصد رؤیت ہو اس واسطے کہ  
 ہمتوں کی پراگندگی رنج و غم کا پھل دیتی ہے اور غم درگاہ حق سے باز رکھے اور  
 اُن سے ایک حکایت ہے کہ ایک روز ایک لڑکے کو میں نے دیکھا کہ بہت خوبصورت  
 تھا میں اُس کے جمال میں متحیر ہوا اور اُس کے مقابلہ میں کھڑا ہوا جنید نے  
 اُس وقت مجھ پر گزر کیا اُن سے میں نے کہا اے استاد خدا ایسے چہروں کو آگ  
 میں جلا دینگا مجھ سے کہالے پسریہ بازار نفس کا ہو گجھکو اس خیال میں کہتا ہے  
 اگو عالم کے ہر ذرہ میں غیرت کیسا تھ تو بلا حنظلہ کرے یہ ہی عجائبات موجود ہیں لیکن  
 اس بے حرمتی کے سبب بہت جاہل مغارب ہو گا کہا جیکہ جنید نے منہ میری طرف سے  
 پھیرا اسی وقت میں قرآن پھول گیا آخر کو برسوں تک مدد مانگتا رہا میں خدا سے  
 عز و جل سے اور تو یہ کرتا رہا تو قرآن کو دو پارہ پایا اب یہ مجال نہیں کہ موجودات سے  
 کسی چیز کی طرف توجہ کر سکوں اور اپنے وقت کو اشیاء میں نظر کر کے ضائع کروں  
 اور بعض اُن میں سے زمانہ کے یکتا اور دنیا کے امام ابو محمد و یحییٰ بن احمد مشائخوں کے



سرداروں میں سب سے بڑے سردار تھے اور صاحبِ ستر اُن کے جنید تھے اور اقران  
 اُن کے تہمت حضرت داؤد و فقیہ الفقہاء تھے اور علم تفسیر و قرأت میں پورا حصہ رکھتے  
 تھے اور اُس زمانہ میں فتون علم میں ایسے تھے کہ علو حال اور رفعت مقام اور سفر کا  
 نیکو اور ریاضت شدید اور تفرید میں مشہور تھے اور آخر عمر میں آپ کو دنیا میں  
 پونیدہ کیا اور معتد ہوئی یہاں تک کہ جنید نے کہا کہ غمِ فراغ مشغول ہیں اور رویم بظاہر مشغول و تمام غلوں  
 فراغ ہیں و انکی تصانیف ہیں اور خصوصاً اس طریقت میں ایک کتاب سکنا غلط الہا جدیدین نام  
 رکھا ہے لکھی ہے اُن سے منقول ہے کہ ایک روز کوئی آدمی اُن کے پاس آیا  
 اور کہا کہ کَیْفَ حَالُکَ یعنی کیسا ہے میرا حال اُنہوں نے کہا کَیْفَ حَالُ مَنْ دُنْیَاہُ  
 وَ کَیْفَ دُنْیَاہُ لَیْسَ هُوَ بِصَاحِبِ نَفْسٍ وَ لَا بِعَارِفِ نَفْسٍ یعنی کیسا ہو گا حال اُس شخص کا کہ دین  
 اُس کا اُس کی خواہش ہو اور بہت اُس کی دنیا اُس کی دنیا ہو وہ نہ نیکو کار ہو خلق سے  
 بھاگا ہو اور نہ عارف ہو حق قبول کئے ہوئی اور یہ اشارہ نفس کے عیبوں کی طرف  
 کیا ہے کیونکہ نفس کے نزدیک دین ہوا ہو اور نفس کے نابعداروں نے خواہش  
 کا نام دین رکھا ہے اور اُس کی متابعت کو ورزشِ شریعت کہا ہے یعنی جو کوئی ان کی  
 حسبِ مراد چلے اگرچہ گمراہ ہو وے مندرین ہو اُن کے نزدیک اور جو کوئی ان کے خلاف  
 اگرچہ متقی ہو ان کے نزدیک بے دین ہو اور یہ اُفت ہا سے زمانہ میں ایک  
 دوسرے سے جدا نہ ہوئی بلکہ رائج ہے پس ہم پناہ مانگتے ہیں اُس شخص کی صحبت سے  
 کہ جس کی صفت ایسی ہو لیکن اُس پیرے زمانہ کی تحقیق سے اشارہ کیا ہے اور  
 جانر ہو کہ اُس حال میں اُس کو چھوڑ دیا ہو تو اپنے وجود کے وصف سے بیان کیا ہے  
 اور اپنی حقیقت کی صفت کا انصاف کیا ہے واللہ اعلم  
 اور بعض اُن میں سے زمانہ کے نادر بلند مرتبہ ابو یعقوب یوسف بن الحسین الزاریؒ  
 اُس وقت کے بڑے امام اور فخرِ مائشخ سے تھے اُنہوں نے عمر اچھی پائی



اور ذوالنون مصری کے مرید تھے اور بہت مشائخوں کے ہم نشین ہے اور سب کی خدمت کی اُن سے روایت ہے کہ کہا سب زیادہ ذلیل سب آدمیوں کا فقیر لالچی ہے جیسا کہ شریف زیادہ ان میں فقیر سچا ہووے اور لالچ بالخصوص درویش کو دونوں جہان کی دولت میں ڈالے اس سبب سے کہ فقیر بالتحقیق دنیا والوں کی نظروں میں حقیر ہیں جب ان سے لالچ کریں گے تو زیادہ حقیر ہوں گے پس بے پروائی سے فقیر کی پوری عزت ہوتی ہے اور طمع خاص کر فقیر کو صرف جھوٹ کے ساتھ منسوب کرتا ہے اور دوسرے محب خاص کر اپنے محبوب کو بھی تمام مخلوق سے زیادہ ذلیل ہو۔ جو اپنے محب کو اپنے محبوب کے مقابلہ میں سخت حقیر پہچانتے اور یہ بھی طمع کے نتیجوں سے ہو جب طمع ترک کی جاوے دولت بالکل عزت سے بدل جائے چنانچہ جب تک حضرت زینب کو حضرت یوسف سے طمع تھی ہر وقت زیادہ ذلیل رہتی تھی جبکہ طمع جاتی رہی تو خداوند تعالیٰ نے حسن و جوانی اُس کو پہنچوایا اور طریقہ ایسا ہی جاری ہے کہ اقبال محب اعراض محبوب ہو یعنی جب دوستی کو اختیار کرے اور دوست کی دوستی سے فارغ ہو اور دوستی کے ساتھ آرام پاوے تو دوست اُس کی طرف توجہ کرے اور حقیقت میں محب زیادہ عزت دار ہے یعنی جب تک وصل کی طمع نہ ہو اور جب محب کو وصال کی طمع ہو تو دیر نہ ہووے کہ اُس کی عزت بالکل ذلت سے بدل جاوے اور بعض اُن میں سے آفتاب محبت والوں کے پیشوا مودت والوں کے ابو الحسن سہمنون بن عبداللہ النخواسی ہیں جو اپنے زمانہ میں بے نظیر تھے اور محبت میں بلند مرتبہ رکھتے تھے اور سب مشائخ اُن کو بزرگ رکھتے تھے اور اُن کو سہمنون المحب کہتے تھے اور انہوں نے اپنا نام سہمنون الکذاب رکھا تھا اور غلام الخلیل سے بہت تکلیفیں اٹھائی تھیں اور خلیفہ وقت کے روبرو محال گواہیاں دیں اور مشائخ اُن سے رنجیدہ دل رہتے تھے اور غلام الخلیل ایک ریاکار آدمی تھا اور دعویٰ پارسائی اور تقویٰ



کا کرتا اور آپ کو خلیفہ کا پس مشہور کیا تھا اور دین کو دنیا کو فروخت کیا کرتا تھا جیسا کہ اُس زمانہ میں بعض مشائخ دین کو دنیا کے ماتھے بیچتے ہیں اور اُس وقت کے مشائخوں اور درویشوں کی مساوات حاصل کی تھی اور درویشوں کی برائی اور عیب امیروں کے سامنے بیان کیا کرتا تھا اس سے اُس کی یہ غرض تھی کہ ان کی کوئی نزدیک تک نہ جائے اور کوئی ان سے یرکت نہ حاصل کرے اور امرائے نزدیک میرا ہی مرتبہ قابض رہے اور وہ مشائخ کہ خاص کر ان کے وقت میں ایک آدمی اس صفت پر تھا اور اس زمانہ میں ہر ایک محقق کے پاس سو ہزار غلام الخلیل ہیں اور جبکہ مہمنون بغداد شریف میں بزرگ سمجھے گئے اور ہر شخص اُن کے پاس آئے لگا تو غلام الخلیل کو اس بات سے نہایت رنج ہوا یہاں تک کہ ایک عورت کی نگاہ مہمنون کے جمال پر پڑی اور اُس نے آپ کو ان کے سامنے پیش کیا تو مہمنون نے انکار کیا پس وہ عورت حضرت جنید رحمہ کے پاس گئی کہ مہمنون سے کہیں کہ مجھ کو زوجیت میں قبول کریں حضرت جنید رحمہ اُس سے ناخوش ہوئے اور اُس کو گھر کا اور بُرا کہا وناں سے وہ عورت غلام الخلیل کے پاس آئی اور جیسے کہ عورات نہمت لگاتی ہیں اسی طرح اُس نے تہمت بیان کی اور جیسے کہ دشمن سنتے ہیں اُس نے اُس عورت کے کہنے کو سنا اور بُرا کہا اور خلیفہ وقت کو اُس پر برہم کیا یہاں تک کہ اُس نے کہا کہ اُس کو مار ڈالیں جبکہ جلاو کو بلایا اور خلیفہ نے چاہا کہ حکم دے تو اُس کی زبان کو روک دیا اور جب اُس رات میں وہ سو یا تو خواب میں دیکھا کہ مہمنون کی جان کا زوال نیرے ملک کے زوال سے متعلق ہے پس دوسرے روز معذرت کی اور خوبی کے ساتھ اُن کو واپس کیا۔ اُن کا کلام عالی ہے اور محبت کی حقیقت میں اشارے باریک ہیں ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ آپ حجاز سے آئے تھے تو قید والوں نے کہا ہم سے بات کرو آپ منبر پر چڑھ گئے اور بات کہنے لگے مگر سننے والا کوئی نہ تھا آپ نے قناریوں کی طرف منہ کیا اور کہا



تم سے میں کہتا ہوں ہیں وہ سب قندیل آپس میں مگر کے ٹوٹ گئیں اور اُن سے منقول ہے کہ کہا لا يُعْبَرُ عَنْ شَيْءٍ إِلَّا بِمَا هُوَ لَقِي مِنْهُ وَلَا شَيْءٌ أَرْقَى مِنَ الْحُبَّةِ فِيمَ يُعْبَرُ عَنْهَا یعنی مراد اس کے وہ ہے کہ عبارت محبت سے منقطع ہے اس سبب کہ عبارت صفت معبر کی ہے اور محبت صفت محبوب کی ہے پس عبارت سے محبت کی حقیقت نہیں معلوم ہو سکتی تھی واللہ اعلم۔

اور بعض اُن میں سے شیخ ابوالفوارس شاہ شجاع الکریانی بادشاہوں کے ابنائے تھے جو اپنے زمانہ میں بے نظیر اور ابوتراب نخشبی کی صحبت پائے ہوئے تھے اور بہت مشائخوں کو پایا تھا اور ہم نے ابو عثمان کے ذکر میں کچھ تھوڑا اُن کا حال بیان کیا ہے اور اُن کے رسالے تصوف میں مشہور ہیں اور ایک کتاب بھی تصنیف کی ہے کہ جس کا نام امراۃ المحکماء ہے اور اُن کا کلام عالی ہے اور اُن سے منقول ہے لَا هِلَ الْفَضْلُ فَضْلٌ مَا كَمِيرٌ وَلَا فَإِذَا رَأَوْهُ فَلَا فَضْلَ لَهُمْ وَلَا هِلَ الْوَكَاةُ وَلَا تَمِيرٌ مَا كَمِيرٌ وَلَا فَإِذَا رَأَوْهَا فَلَا وَلَا يَتَكَلَّمُ بِعَيْنِ أَهْلِ فَضْلٍ كَوْ فَضْلٍ پرفضیلت ہے اُس وقت تک کہ وہ اپنا فضل نہ دیکھیں اور جب اپنا فضل دیکھا تو شان فضل کی دور ہوئی اور اسی طرح اہل ولایت کو ولایت ہوتی ہے۔ جیتک کہ وہ خود نہ دیکھیں جب دیکھیں تو شان ولایت کی نہیں رہتی اور مراد اس سے یہ ہے کہ جس جگہ کہ فضل ولایت کا ہو رویت اُس سے ساقط ہوا اور جب رویت حاصل ہو تو مٹنے ساقط ہوں اس واسطے فضل ایک صفت ہو کہ فضل نہ دیکھیں اور ولایت ایک صفت ہے کہ رویت ولایت کی نہ ہو یعنی جب کوئی آدمی کہے کہ فضل ہوں یا ولی تو وہ نہ فضل ہونہ ولی اور اُن کے آثار میں نکھا ہے کہ وہ چالیس برس نہ سوتے اور خداوند تعالیٰ کو خواب میں دیکھا اور کہا کہ یا خدا یا بیداری شب میں ڈھونڈتا تھا خواب میں میں نے تجھ کو پایا کہا اے شاہ خواب میں اُن راتوں کی بیداری



کے سبب تو نے پایا اگر بیدار نہ رہتا تو اب خواب میں یہ صریح تھا نہ پاتا و اللہ اعلم۔  
اور بعض اُن میں سے دلوں کے سردار اور آنکھوں کے نور عثمان المکیؒ طریقت کے  
سرداروں اور بزرگوں سے تھے اور اُن کی تصنیف مشہور ہے ان علوم کی حقیقتوں  
میں امارات کی نسبت حضرت جنید کے ساتھ کرتے تھے بعد اس کے کہ ابو سعید  
خراز کو دیکھا تھا اور ناجی کے ہم صحبت تھے اور اصول میں امام وقت تھے اور اُن  
سے روایت ہے لَا يَفِيعُ عَلَى كَيْفِيَّةِ الْعِبَادَةِ لَا تَسِرُ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ يَعْنِي  
دوستوں کی کیفیت و عبادت نہ واقع ہو کیونکہ وہ سرحق ہے مومنوں کے نزدیک  
اور جس قدر عبادت بندہ کی اُس میں تصرف کرے وہ سرحق نہ ہو اس سبب سے  
کہ کلیت تصرف اور تکلف بندہ اسرار بانی سے منقطع ہوا کہتے ہیں کہ جب عمر اصفہان  
میں آئے تو اُن کی صحبت میں ایک نوجوان آیا کہ اُس کا باپ آپ کی صحبت سے مانع  
تھا یہاں تک کہ وہ بیمار ہوا اور اُس کو ایک مدت گذر گئی ایک روز شیخ اُٹھے اور  
ایک جماعت کے ساتھ عبادت کے واسطے اُس کے پاس تشریف لے گئے اُس نے شیخ  
کو اشارہ کیا تاکہ قوال سے کہیں کہ کچھ اشعار پڑھے قرآن سے کہا تو اُس نے  
پڑھا شَعْرَ مَا لِي مَرَّضَتْ دَاخِلُ بَيْتِي عَائِلَةٌ مِنْكُمْ وَبِمَرَضٍ عِنْدَكُمْ فَأَعْبَدُ يَعْنِي  
مجھے کیا ہے کہ جب میں بیمار ہوا تو تم سے کسی بیمار پر مری بیمار رہی نہ کی اور  
جب تم بیمار ہوئے تو میں بیمار رہی کرتا ہوں۔ بیمار نے جب یہ سنا تو اُٹھ بیٹھا اور  
اُس کی بیماری کم ہو گئی اور کہا زور لی یعنی اور پڑھ جب قوال نے یہ دوسرا شعر پڑھا  
کہ شَعْرًا أَشَدَّ مِنْ مَرَضِي عَلَى صَدْرِي وَصَدْرِي عَجِبْتُ كَمَا عَلَى شَدِيدٍ يَعْنِي  
مجھ پر نہ دیش تمہاری بیماری سے زیادہ سخت ہے پس یہ سنکر بیمار اُٹھ کھڑا ہوا اور  
بیماری اُس سے جاتی رہی اور اُس کے باپ نے اُس کو عمرو کی صحبت میں سپرد کیا  
اور جو خیال کہ اُس کے دل میں تھا اُس سے توبہ کی اور وہ لڑکا ایک بزرگان دین



سے ہوا و انشاء علیہ بالصواب

اور بعض اُن میں سے مالک القلوب اور حاجی القلوب ابو محمد سہیل بن عبداللہ التستری  
 پیر وقت تھے اور سید زانوں سے واقف اور ستودہ اور اُن کی ریاضت بہت تھی  
 اور معاملات میں اچھے تھے اور آپ کا کلام لطیف عجیب افعال اور اخلاص  
 میں ہے اور علماء ظاہر کہتے ہیں کہ **هُوَ جَمْعُ بَيْنِ الشَّرِيعَةِ وَالْحَقِيقَةِ** یعنی اُس نے جمع کیا  
 ہے شریعت اور حقیقت کو اور یہ بات ان سے خطا ہے کیونکہ کسی نے فرق نہیں کیا ہے  
 کہ شریعت حقیقت کا غیر نہیں **ثَبُتُ شَرْعِيٍّ كَخِلَافِ خَلِينٍ** اور اس سبب کہ عبارت اُس میر کی اور کہیں  
 زیادہ سہل ہے آخر یہ بات کہتے ہیں یعنی جبکہ حق تعالیٰ نے جمع کیا ہے شریعت  
 اور حقیقت کو تو یہ محال ہے کہ اولیاء اُس میں فرق کریں تو لا محالہ جب فرق پیدا  
 ہوا تو ایک کار و اور دوسرے کا قبول لازم ہوا پس شریعت کا رویے دینی ہے اور  
 حقیقت کا رویہ کفر اور شرک ہو اور جو لوگ فرق کرتے ہیں وہ فرق معنی میں  
 نہیں ہے بلکہ اثبات حقیقت کا ہی جیسا کہ کہیں **كَأَلَّهِ إِلَّا اللَّهُ حَقِيقَةُ مُحَمَّدٍ رَسُولُ**  
**اللَّهِ كَمِيرُ يَصْنَعُ** یعنی اگر کوئی چاہے کہ صحبت کے وقت میں ایک کے ایمان کو دوسرے  
 جاکر نہ کر کے اور خواہش اُس کی باطل ہو اور **خِلَافِ شَرْعِيٍّ كَخِلَافِ خَلِينٍ** فرق حقیقت کی جیسا کہ  
 اور **ثَبُتُ شَرْعِيٍّ كَخِلَافِ خَلِينٍ** اور **ثَبُتُ شَرْعِيٍّ كَخِلَافِ خَلِينٍ** اور **ثَبُتُ شَرْعِيٍّ كَخِلَافِ خَلِينٍ**  
 والے جس چیز میں کہ طبیعت نہ پڑے اُس کے منکر ہوں اور اصولی راہ حق سے  
 کسی اصل کا انکار خطرناک ہوتا ہے **وَأَتَمُّدُ لِلَّهِ عَلَى الْإِيمَانِ أَوْثَانٌ سَمْعٌ** اور  
**كَمِيرُ يَصْنَعُ الْقَمَرُ وَالْقَمَرُ عَلَى أَهْلِ جَدِّ الْأَرْضِ إِلَّا وَهُمْ جَبَّالٌ بِاللَّهِ**  
**الْأَمِينُ يُؤَيِّدُ اللَّهَ عَلَى أَنْ تَقْسِمَ وَرُوحَهُ وَدِينِيَّةً وَأَخْبَارِيَّةً** یعنی سورج نہ  
 نکلا اور نہ دُیا کسی زمین والے پر کہ وہ خداوند تعالیٰ کے ساتھ جاہل نہ ہو مگر وہ  
 شخص کہ جس نے حق تعالیٰ کو اپنے تئیں اور جان اور دنیا اور آخرت پر قبول کیا



ہو یعنی جو کوئی ماتم اپنے نصیب کے آغوش میں رکھے پس دلیل اس کی ہو کہ وہ اہل  
ہے خداوند عزوجل کے ساتھ کیونکہ اُس کے معرفت ترک تدبیر کو چاہتی ہے اور ترک

تدبیر تسلیم ہو اور اثبات تدبیر جہل سے ہو یعنی تقدیر کے ساتھ ہو واللہ اعلم  
اور بعض اُن میں سے اہل حریم اور جملہ مشائخ کے قرة العین ابو محمد عبداللہ محمد بن الفضل البلیغی  
اجلہ مشائخ سے تھے اور عراق والوں کے پسندیدہ ابرخراسان والوں کے مقبول  
حضرت احمد بن حنبل کے مرید تھے اور ابو عثمان جیری کو اُن کے ساتھ ایک میل  
عظیم تھا جب لوگوں نے اُن کو بسبب مذہب عشق کے بلخ سے باہر نکال دیا۔

تو آپ سمرقند تشریف لے گئے اور بقیہ عمر اپنی آپ نے وہاں گزاری اُن سے منقول  
ہے کہ کہا اَعْرَفُ النَّاسِ بِاللَّهِ اَشَدُّهُمْ فُجَاهَةً فَرَّقِيَ اَوَامِرَهُ تَبِعَهُمْ لَسْتُ بِرَبِّهِمْ  
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ یعنی معرفت والوں میں سب بزرگ وہ شخص ہے جو ان میں  
سب زیادہ مجتہد ہو اور شریعت کے ادا کرنے میں اور سنت کی حفاظت میں سب  
زیادہ رغبت رکھتا ہو اور جو کوئی حق سے زیادہ نزدیک ہو اُس کے حکم کا زیادہ دوست  
ہو اور جو کوئی اُس سے دور زیادہ ہو اُس کے رسول کی تابعداری سے زیادہ ہمتہ پھیرتا

ہے اور اُس سے منقول ہے کہ کہا عَجَبٌ اِنَّ يَقْطَعُ الْبَوَادِي وَالْقُصَارَ الْمَفَادِرَ حَتَّى يَصِلَ  
اِلَى بَيْتِهِ وَحَرَمِهِ اِنَّ فِيهِ اَثَارَ اَنْبِيَآءٍ كَيْفَ لَا يَقْطَعُ بِاَدِيَةِ نَفْسِهِ وَهُوَ اَلَا حَتَّى يَصِلَ اِلَى قَلْبِهِ  
كَانَ فِيهِ اَثَارُ سُوْحَاكٍ يَتَّبِعُ تَعَجُّبُ كَمَا هُوَ اُسْ دَمِي سَيَكُونُ فِي جُكُلٍ اَوْ رِبَا بَانُوں كَوْ قَطْعٍ كَيْفَ هُوَ اَنَّا  
خَلَا كَلِمَتِ اللّٰهِ تَعَالَى تَعَجُّبُ كَمَا هُوَ اُسْ دَمِي سَيَكُونُ فِي جُكُلٍ اَوْ رِبَا بَانُوں كَوْ قَطْعٍ كَيْفَ هُوَ اَنَّا  
كَو قَطْعٍ نَحْنُ كَرْتَا كَيْونَكَ اُسْمِي اُسْ كَمَا اَتَا مَوْجُوْدٍ يَحْدُوْلُ كَاُسْ كَوْ مَعْرِفَتِ كَيْجَلَمُ مَوْجُوْدٍ كَيْجَلَمُ  
اَبَاوَرَسْ كِي لَانِي كَيْونَكَ تَعْرِى خَدَمَتِ كَا قَهْلُ سُوْحَا كَيْجَلَمُ كَيْجَلَمُ كَيْجَلَمُ كَيْجَلَمُ كَيْجَلَمُ  
كِي طَرَفِ سَيَكُونُ اُولِ دِهْ كِي هَيْشَهْ نَظَرِ حَقِّ كِي طَرَفِ سَيَكُونُ اُولِ دِهْ كِي هَيْشَهْ نَظَرِ حَقِّ  
اَنَسِي كَيْجَلَمُ كِي اُولِ دِهْ كِي هَيْشَهْ نَظَرِ حَقِّ كِي طَرَفِ سَيَكُونُ اُولِ دِهْ كِي هَيْشَهْ نَظَرِ حَقِّ



کہ انبیاء علیہم السلام کا اثر ہے وہاں میرے دوستوں کا قبیلہ ہے وانشاء علم بالصواب  
اور بعض اُن میں سے شیخ باخطر اور صفات بشر سے فانی ابو عبد اللہ محمد بن علی الترمذی  
فتون علم میں کامل اور امام تھے اور مختشان شیخ مشائخ تھے اور ان کی تصنیفات  
بہت ہیں اور کرامتیں ظاہر ہیں اور ہر کتاب کے بیان میں مشائخ مملو لایت اور کتاب  
النہج اور نوادرا اصول اور سوائے اس کے دوسری کتابیں بہت ہیں سیرت کبیرہ امام  
اس کا شکار ہے۔ اس نے کہا کہ محمد درہمیتیم ہے جو تمام عالم میں مثال نہ رکھے اور  
علوم ظاہر میں بھی اُن کی تصنیف ہے اور حدیثوں میں بڑے مرتبہ کی سند رکھتے  
ہیں اور ایک تفسیر کی ابتدا کی تھی اور عمر نے وفات کی جو اُس کو پورا کرتے جس قدر کہ  
تصنیف کی ہے اہل علم میں پھیلی ہوئی ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ کے خاص یاروں میں  
سے ایک شخص کے پاس فقہ پڑھ ہی تھی اور اُن کو ترمذی میں محمد حکیم کہتے ہیں اور  
اُس ولایت کے لوگ اور صوفی اُن کی اقتدا کرتے ہیں اور اُن کے مناقب بہت ہیں  
اور آپ نے حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے عالم جواب میں تعلیم پائی تھی۔  
اور اُن کے مرید ابو یکر و راق روایت کرتے ہیں کہ ہر کیشنبہ کو حضرت اُن کے  
پاس آتے اور اُن سے ایک دوسرے کے دفعات پوچھتے کہ کہا من جہل باوصاف  
النبیین علیہم السلام اجہل باوصاف الرسل <sup>صلی اللہ علیہ وسلم</sup> یعنی جو کہ شریعت کے علم اور بندگی کرنے کے اوصاف  
میں جاہل ہو وہ شخص خداوند تعالیٰ کے اوصاف میں زیادہ جاہل ہو اور جو کہ  
ظاہر میں معرفت نفس کی طرف راہ نہ جائے وہ حق تعالیٰ کی معرفت کی بالکل  
راہ نہ جائے اور جو کوئی صفات بشریت کی آفات کو نہ دیکھے وہ حق کی صفات کے  
لطیفوں کو نہ جائے کیونکہ ظاہر کا باطن کے ساتھ تعلق ہے اور جو کہ ظاہر کے  
ساتھ تعلق کرے تو بے باطن کے محال ہو اور جو کوئی باطن کا دعویٰ کرے بغیر ظاہر کے وہ بھی بجا نہیں معرفت  
وصاف بومیت کی رکان عبودیت کی صحیحہ متعلق ہے اور بغیر اس کے درست نہیں ہوتے



اور یہ بات اصل میں سخت اور مفید ہے جو اپنے مقام پر پوری بیان کی جاوے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔

اور بعض اُن میں سے امت کے زاہدوں کی شرف اور فقر و صفت والوں کے مز کی ابو بکر محمد بن ابی بکر و اوراقی بزرگان مشائخ سے تھے اور اُن کے زبڈ کے پیشوا اور احمد حضرو یہ کو دیکھا تھا اور محمد بن علیؑ کے ساتھ صحبت کی تھی اور آداب و معاملات میں اُن کی کتابیں ہیں اور مشائخ نے اُن کو مودب اولیا رکھا ہے اور وہ حکایت بیان کرتے ہیں کہ ایک روز محمد بن علیؑ نے چند جزو مجھ کو دے دیے کہ دریا میں اُن کو ڈال دے میرے دل نے اجازت نہ دی وہ گھر میں میں نے رکھی اور میں آیا اور کہا کہ ڈالامیں نے کہا کیا دیکھا تو نے میں نے کہا کچھ نہیں دیکھا کہا تو نے نہیں ڈالا لوٹ اور اُن کو پانی میں ڈال پھر لوٹا میں اور میرے دل کو برمان و دوسواں نے پکڑا اور اُن اجزا کو میں نے پانی میں ڈالا پس پانی اُسی وقت دو ٹکڑے ہو گیا اور اُس میں سے ایک صندوق ظاہر ہوا کہ جس کا سر کھلا ہوا تھا جب وہ اجزا پانی میں پڑے اور صندوق میں آگئے تو سر اُس کا آپس میں مل گیا اور پانی بھی جمع ہو گیا اور صندوق گم ہو گیا۔ میں نے یہ تمام ماجرا اگر شیخ سے بیان کیا آپ نے فرمایا کہ اب تک بیشک تو نے اجزا کو پانی میں ڈالا میں نے عرض کیا کہ یا حضرت اس بات کا بھید مجھ سے فرمائیے کہ وہ کیا چیز تھی جو پانی میں ڈالی گئی اور وہ صندوق کیا تھا جو پانی سے برآمد ہوا اور خود ہی غائب ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے ایک کتاب تصنیف کی تھی جس کا سمجھنا عقل پر مشکل تھا لہذا اُس کو حضرت خضر علیہ السلام نے طلب فرمایا تھا اور خدائے تعالیٰ نے پانی کو حکم فرمایا تھا کہ اُن کو پہونچا دے چنانچہ اُس نے بموجب ارشاد باری اولن اجزا کو حضرت خضر کے پاس پہونچا دیا اور ابو بکر و راق سے منقول ہے کہ کہا

النَّاسُ ثَلَاثَةٌ الْعُلَمَاءُ وَالْأُمَرَاءُ وَالْفُقَرَاءُ فَإِذَا فَسَدَ الْعُلَمَاءُ فَسَدَ الطَّاعَةُ



وَالشَّرَّاءُ بَعْدَهُ وَإِذَا فُسِدَ الْأَمْرَاءُ فُسِدَ الْمَعَاشُ وَإِذَا فُسِدَ الْفُقَرَاءُ فُسِدَ الْإِحْلَاقُ  
یعنی آدمی نین گروہ میں ایک امیر دوسرے عالم تمبیرے فقیر لوگ یعنی جیب امیر تباہ  
ہوں تو معاش خلق کی تباہ ہوا اور جیب عالم تباہ ہوں تو شریعت کی طاعت خلق پر  
تباہ ہوا اور جیب فقرا تباہ ہوں تو خلق کی عادتیں تباہ ہوں پس امراء اور سلاطین  
کی تباہی ظلم سے ہوا اور علما کی تباہی لالچ سے ہوا اور فقیروں کی تباہی ریاست  
طلبی سے ہے اور جیتک بادشاہ علماء سے روگردانی نہ کریں تباہ نہ ہوں، اور  
جیتک علماء بادشاہوں سے صحبت نہ کریں تباہ نہ ہوں اور جیتک فقرا ریاست نہ  
تلاش کریں تباہ نہ ہوں اس واسطے کہ ظلم بادشاہوں کا بے علمی سے ہوا اور طمع  
علماء کی بیداری سے اور ریاست فقرا کی بے توکلی سے ہو پس بادشاہ بے علم  
اور عالم بے عمل اور فقیر بے توکل شیطان کی ترویجی کا باعث ہے اور فساد و فساد  
خلق کا ان تین گروہ کے فساد سے متعلق ہے، اور بعض اُن میں سے توکل و رضا کے  
سفینہ اور طریق قنات کے سالک ابوسعید احمد بن علی الخزاز تھے جو مریدوں کے احوال  
بیان کرنے والے اور طالبوں کے اوقات کی پرمان تھے پہلے آپ قنات اور بقا کے  
طریق کو بیان کرتے تھے اور آپ کے مناقب مشہور ہیں اور ریاضت اچھی ہے اور  
تکلف مذکور اور تصانیف معلوم اور کلام رموز عالی سے ہے آپ نے حضرت ذوالنون  
مصرعی کو پایا تھا اور بشرحانی اور سری سقطی کے ہم صحبت تھے اُن سے منقول ہے  
جَبَلْتِ الْقُلُوبَ عَلَى حُبِّ مَنْ أَحْسَنَ إِلَيْهَا قَالَ وَاعْتَبِرْ يَا كَلْبُ الْيَدَى فُحْشًا خَيْرًا لِلَّهِ  
كَيْفَ لَا يَمِيلُ بِكُلْبَةٍ إِلَى اللَّهِ يَعْنِي دُلُوبِ كَيْفَ لَا يَمِيلُ إِلَى اللَّهِ يَعْنِي دُلُوبِ كَيْفَ لَا يَمِيلُ  
ساتھ اچھا کرے یعنی جو کوئی کسی کے مقابلہ میں بھلائی کرے بالضرور وہ شخص  
اُس کی طرف سے ملے گا اور دوست رکھے گا اور حضرت ابوسعید نے فرمایا ہے  
کہ تعجب اُس آدمی پر ہے کہ تمام ظلم میں سوائے خداوند عز و جل کے محسن نہ جانے



اور کیونکر دل یا لکایتہ اُس کے ساتھ موافقت نہیں کرتا اس واسطے کہ احسان حقیقت میں  
وہ شخص کرتا ہے کہ جو عین جبر کا مالک ہو کیونکہ اُس شخص کے حق میں نیکی کرتا ہے جو اس  
نیکی کا محتاج ہو اور جس شخص پر اور شخص احسان کرتا ہے تو اُس کو دیکھے وہ کیونکر کرتا ہے  
اور وہ کیونکر کسی کے ساتھ احسان کر سکیگا پس ملک اور ملک خداوند تعالیٰ کا ہے اور وہ  
غیر سے بے نیاز ہے اور وہ وہی کہ غیر سے بے پروا ہے اور حب دوستوں نے  
حق اس بات کا جانا تو منعم کو انعام اور محسن کو احسان میں دیکھا اور بالکل اُس کی  
دوستی میں قید ہو گئے اور اُس کی غیر سے روگردانی کی اور بعض اُن میں سے  
شاہ محققان اور دلیل مریداں ابوالحسن علی بن محمد الاصفہانی ہیں اور نیز کہتے ہیں  
کہ علی بن ہل کبار مشائخ سے تھے اور ضیاء کے لئے ساتھ مکاتبات لطیفہاں اور عمر بن عثمان کی انکی  
زیارت کیے اصفہان گئے اور یہ طریق ظاہر میں تودہ اور باطن میں خدا و یافقت آراستہ اور فن و آفت  
سے محفوظ اور حقائق و معاملات میں زبان اچھی اور دقائق و اشارت میں زبان لطیف  
آپ کی تھی اور اُن سے منقول ہے اَلْحُضُورُ اَفْضَلُ مِنَ الْيَقِينِ لِأَنَّ الْحُضُورَ وَطَلَبَاتِ  
وَالْيَقِينَ كَطَلَبَاتِ يَنْعَى حُضُورِ حَقِّكَ سَاحِدَ زِيَادَةِ بَرَكَةٍ يَنْعَى يَقِينِ يَنْعَى سَوَاسِطِ  
حُضُورِ مَوْطِنِ سَوَاسِطِ دِلِ مِلِ اور غفلت اُس کے ساتھ جائز نہ ہو اور یقین خاطر ہو کہ کبھی آو  
اور کبھی با و پس حاضر لوگ پیشگاہ میں ہوں اور یقین والے درگاہ پر اور حضور و غیبت  
میں اس کتاب میں ایک باب تنہا آو سے گی انشاء اللہ تعالیٰ اور نیز فرمایا  
مِنْ وَقْتِ اِدْعَايِ نِيَامِ السَّاحَةِ النَّاسُ يَقُولُونَ الْقَلْبُ وَاَنَا أَحَبُّ أَنْ أَرَى رَجُلًا  
يَصِفُ آيَةَ الْقَلْبِ أَوْ كَيْفَ الْقَلْبِ، فَلَا أَسْأَلُ يَدْعَى اِدْعَايِ وَقْتِ سَوَاسِطِ قَائِمِ  
ہونے تک آدھی کہیں گے کہ دل اور میں دوست رکھتا ہوں اس بات کو کہ کوئی مرد  
دیکھوں کہ لکی صفت کرے اور کہے کہ دل کہا ہے یا دل کیسا ہو پس نہیں دیکھتا  
ہوں میں اور عام لوگ اُس گوشت کے ٹکڑے کو دل کہتے ہیں اور وہ خاص کر مجنوںوں



اور مغلوبوں اور طفلوں کے ہو لیکن بے دل ہوں پس دل کیا ہو کہ دل سے سوائے عبارت کے نہیں  
 سنتا ہوں میں یعنی اگر عقل کو دل کہوں میں وہ دل نہیں ہے اور اگر روح کو دل کہوں وہ ہی دل نہیں  
 اور اگر علم کو دل کہوں وہ ہی انہیں ہے یعنی تمام شواہد حق کا قیام ویسے ہی اور اس سے سوائے عبارت کے  
 موجود نہیں اور بعض ان میں سے پیر اہل تسلیم اور طریق محبت میں مستقیم ابو الحسن محمد بن اسماعیل خیر  
 النساء حج تبرکات مشائخ سے تھے اور اپنے وقت میں معاملات میں ایک بیان اچھا بنایا  
 رکھتے تھے اور عبارت تہذیب اور مردانہ پائی تھی اور شبلی اور ابراہیم رحمہم اللہ  
 نے بالخصوص ان کی مجلس میں توبہ کی شبلی کو جنید کے پاس بھیجا خاص کر حرمت جنید  
 کی حفاظت کے واسطے اور دوسرے مرید سری سقطی کے تھے اور اقران جنید اور  
 ابو الحسن نوری سے تھے اور جنید کے نزدیک محترم تھے اور ابو حمزہ بغدادی نے ان  
 کا ایجاب تمام کیا تھا اور اس طرح منقول ہے کہ خیر النساء کہنے کا سبب یہ تھا کہ جب  
 اپنی موبو گاہ سے سامرہ میں گئے اور ان کا گزر حج کے ارادہ سے کوفہ میں  
 ہوا تو کوفہ کے دروازہ پر ایک دربان نے ان کو پکڑا کہ تو میرا بندہ ہے۔ اور  
 خیر نام ہے انہوں نے یہ حق سے دیکھا اور اس مرد کے خلاف نہ کیا بہت برسوں  
 تک اس کا کام کرتے رہے جس وقت کہ ان سے کہتے یا خیر یہ کہتے لیکن تو وہ آخر مراد  
 اپنے گئے ہوئے سے پشیمان ہوا ان سے کہا جائیں نے غلطی کی تھی تو میرا بندہ نہیں  
 ہے پس گئے آپ اور اس مرتبہ پر پہونچے کہ جنید نے کہا خیر خیر ناز یا وہ دوست  
 یہ کہتے کہ ان کو خیر کہتے اور کہتے جائز نہ ہو کہ مرد مسلمان نے میرا کوئی نام رکھا ہو میں نے  
 اس کو پھیرا اور کہتے ہیں کہ جب وفات ان کی قریب ہوئی تو نماز شام کا وقت تھا  
 جب موت کے پہنچے ہیں آئے اور آنکھ کھولی اور ملک الموت کو دیکھا تو کہا قِفْ عَاثَاكَ  
 اللّٰهُ فَاِنَّمَا اَنْتَ عَبْدٌ مَّامُورٌ وَاَنَا عَبْدٌ مَّامُورٌ وَمَا اُمِرْتُ بِہٖ لَا يَفُوتُكَ وَمَا اُمِرْتُ  
 بِہٖ فَهُوَ شَيْءٌ يَّكْفُوْنِي فَكَلِمَتِي فَمَا اُمِرْتُ بِہٖ ثُمَّ اَمُضْ وَمَا اُمِرْتُ بِہٖ يَعْنِي



کھڑا ہو معاف کرے تجھ کو اللہ کیونکہ تو بندہ فرماں بردار ہے اور میں بندہ فرمانبردار ہوں  
 وہ جو تیرے واسطے حکم دیا گیا ہے وہ تجھ سے فوت نہیں ہوتا ہے یعنی جان لینا اور وہ  
 جو میرے واسطے حکم دیا ہے مجھ سے فوت ہوتا ہے یعنی نماز شام پس مجھ کو چھوڑنا کہ  
 اپنا حکم ادا کروں تو میں تجھ کو چھوڑوں تاکہ تو اپنا حکم ادا کرے اُس وقت پانی مانگا اور  
 وضو کیا اور شام کی نماز ادا کی اور جان دی اور اُسی رات اُن سے خواب میں پوچھا کہ  
 خداوند تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا کیا کہا لا کَسَّالْنِي عَنْ هَذَا وَلَكِنْ اَسْتَرْحُتُ مِنْ  
 دُنْيَاكَ یعنی مجھ سے اس معاملہ میں دست پوچھ ہاں مگر تمہاری دنیا سے چھوٹ گیا اور  
 اُس سے منقول ہے کہ کہا اپنی مجلس میں مَسْرُحُ اللہ صَدَّدَ الْمُتَّقِينَ بِنُورِ الْيَقِينِ وَكَشَفَ  
 بَصَائِرَ الْمُؤْمِنِينَ بِنُورِ حَقَائِقِ الْاِيْمَانِ یعنی متقیوں کو یقین سے چارہ نہیں ہے کیونکہ  
 اُن کے دلوں کو یقین کے نور سے منشرح کیا ہوا و مؤمن کو حقائق ایمان سے چارہ نہیں  
 ہے کیونکہ اُس کے عقل کی بصارت ایمان کے نور سے ہی پس جس جگہ کہ ایمان ہو  
 یقین ہو و اور جس جگہ کہ یقین ہو تقویٰ ہو اس سبب کہ یہ قرینہ ایک دوسرے کا ہے  
 یعنی ایک تابع دوسرے کا ہے واللہ اعلم بالصواب۔

اور بعض اُن میں سے داعی عصر اور یگانہ دہرا بوجہ خراسانی خراسان کے قدیم شاہجوں  
 سے تھے اور ابو تراب کے ساتھ صحبت پائی تھی اور حضرت خراز کو دیکھا تھا  
 اور توکل میں پورا قدم رکھتے تھے اور حکایتوں میں مشہور ہے کہ وہ ایک دن  
 جاتے تھے اور کنوئیں میں گر پڑے جب تین روز اُس میں گذر گئے۔ تو  
 ایک گروہ مسافروں کا اُس کنوئیں پہ پہونچا اپنے دل میں کہا ان کو  
 آواز دوں پھر کہا یہ بات اچھی نہیں ہے کہ سوائے حق کے غیر سے  
 مدد چاہوں اور یہ شکایت ہوگی کہ خاص کر ان سے کہوں کہ میرے  
 خداوند نے مجھ کو کنوئیں میں ڈالا ہے اب تم مجھے باہر نکالو اتفاقاً وہ خود ہی



سب لوگ کنوے پر آگئے اور کنوے کی جو من نہ دیکھی تو آپس میں مشورہ کیا کہ آؤ اس  
 کانٹے کسی چیز سے ڈانپ دیں تاکہ کوئی مسافر اس میں نہ گر پڑے۔ کہا میرا نفس  
 اس بات سے اضطراب میں آیا اور اپنی جان سے ناامید ہوا اور جب انہوں نے  
 کنوے کے سر کو مضبوط کیا اور لوٹ گئے تو میں نے حق کے ساتھ متاجات  
 شروع کی اور مرنے پر دل میں نے رکھا اور سب خلق سے ناامید ہوا میں جب صبح ہوئی  
 تو کنوے سے میں نے آواز سنی اور جب میں نے اوپر کو نگاہ کی کہ دیکھوں تو یہی رکھ  
 کسی نے کنوے کے منہ کو کھولا اور ایک جانور عظیم میں نے دیکھا کہ مانند اڑدے کے  
 کہ دُھم اُس نے اندر کی میں نے جاننا کہ میری نجات اس میں ہے اور یہ حق کا  
 بھیجا ہوا ہے پس اُس کی دُھم میں لٹک گیا تو مجھ کو کھینچا پس ایک لافٹ نے  
 آواز دی کہ ہری اچھی نجات لایا ہا عمزہ ایک آفت کے ذریعے جو کائنات نجات ہم نے دی اور اُن سے  
 پوچھا کہ غریب کون ہے کہا اَلْمُسْتَوْحِش مِنَ الْاَلْفِ یعنی جو شخص الفت سے خوفناک ہو  
 یعنی سب الفتبیں اُس کی وحشت ہو جائیں وہ غریب ہی اس سبب سے کہ درویش دنیا  
 اور عقبے میں وطن نہیں رکھتا ہے اور الفت وطن میں وحشت نہیں ہوتی جب اُس کی  
 الفت کون سے منقطع ہوگئی تو وہ سب سے مستوحش ہو گیا اور یہ درجہ بہت بڑھ چکا ہے  
 وَاللّٰهُ عَلِيمٌ بِالْغُوْیِّ

اور بعض اُن میں سے داعی مریدان حکیم فرمان ابوالباس احمد بن مسروق اُزرگان اور  
 اہل خراسان سے تھے اور جملہ اولیا کا اتفاق ہے کہ وہ اوتنا والارض تھے اور اُن کے  
 قطب المذاہب علیہ الرحمۃ ہم صحبت تھے اُن سے پوچھا کہ ہم سے فرمائیے کہ قطب کون ہے  
 آپ نے فرمایا کہ کیا لیکن حکم اشارہ سے ایسا کیا کہ جنبہ ہے اور انہوں نے چاہیں۔  
 صاحب تمکین کی خدمت کی تھی اور ان سے فائدہ حاصل کیا تھا اور علوم ظاہر و باطن  
 میں کامل تھے اُن سے منقول ہے کہ کما من کان سروراً یغیر الحق تسویراً



يُورِثُ الْهَيْوَمَ وَمَنْ لَمْ يَكُنْ اُنْسُهُ فَيُخَذْ بِرَبِّهِ فَانْسُهُ يُورِثُ الْوَحْشَةَ اَيْ جَو كُوْنِي  
 سواي خداوند کے شاد ہوا اُس کی شادی جملہ اندوہ ہوا جس کی سب کو خدمت خداوندی میں اُس  
 ہوا اُس کی جملہ وحشت ہو یعنی جو چیز اُس کے سوا ہے فنا ہوا اور جو کہ فنا کے ساتھ  
 شاد ہو جیسے فنا کی فنا ہو وہ اندوہ گین ہوا اور سوائے اُنکے ہوا اُس کے سوا ہے اور  
 جب حقیر کی کموفات کی ظاہر ہوا اُس کی جملہ وحشت ہو اُس اندوہ و وحشت  
 تمام عالم کی غیر کی رویت میں ہے واللہ اعلم۔

اور بعض اُن میں سے مولوں اور محققوں کے استاد شیخ ابو عبد اللہ بن احمد اسماعیل  
 المغربی رضی اللہ عنہ جو بزرگان اور متقدمان وقت سے تھے اور اپنے زمانہ کے استاد  
 کے مقبول اور اپنے مریدوں کے مراعی تھے اور ابراہیم خواص اور ابیہیم  
 شیبانی رحمہم اللہ تعالیٰ دونوں اُس کے مرید تھے اور اُس کے کلام عالی اور  
 براہین واضح ہیں اور تخریر دنیا میں قدم پورا رکھتے تھے اُس سے منقول ہے  
 کہ کہا مَا رَأَيْتُ الشَّعْفَ مِنَ الدُّنْيَا اِنْ خَذَ مِنْهَا خَذَ مَثَلِكَ وَاِنْ تَرَ كَتَهَا تَرَ كَتَاكَ اَيْ  
 ہرگز دنیا سے منصف زیادہ کوئی چیز نہ دیکھی میں نے کہ جب تک اُس کی خدمت کرے  
 تو تیری خدمت کرے اور جو اُس کو چھوڑے تو تجھ کو چھوڑے جب تک اُس کو طلب  
 کرے تو تجھ کو طلب کرے اور جب اُس سے روگردانی کرے تو اور خداوند کی طلب  
 اختیار کرے تو تجھ سے بھاگے اور اُس کا خیال تیرے دل میں آئے پس جو کوئی  
 صدق کے ساتھ دنیا سے اعراض کرے اُس کے شر سے بے خوف ہوا اُس کی  
 آفت سے رمانی پاوے واللہ اعلم وباللہ التوفیق۔

اور بعض ان میں سے زمانہ کے پیر اور اپنے زمانہ میں یکتا ابو علی بن الحسن بن علی النعمانی  
 ہیں اپنے وقت میں بے نظیر تھے اور اُن کی تصنیفات ظاہر ہیں علم اور لطافت  
 اور رویت آفات میں محمد بن علی الترمذی کے خرید اور ابو بکر



وَلَا تَكُنْ مِنَ الْغَالِقِينَ تھے اور ابراہیم سمرقندی اُن کے مرید تھے اُن سے منقول ہے کہ کہا  
 اَخْلَقَ كُلَّهُمْ فِي مِيَادِينِ الْغَفْلَةِ يَكْضُونَ دَعْلَى الظُّنُونِ يَعْتَمِدُونَ وَعِنْدَهُمْ اَنَّهُمْ  
 فِي الْحَقِيقَةِ مُنْقَلِبُونَ وَعَنِ الْمَكَاشِفَةِ يَنْطَلِقُونَ یعنی قرار گاہ خالق کی پاگل غفلت کا  
 میدان ہے اور بھروسہ اُن کا ظن اور آفت پر ہوا و نزدیک اُن کے ایسا ہی کہ کردار اُن کی  
 حقیقت پر ہے اور گویائی اسرار مکاشفہ سے ہوا اور اشارہ ان کا پنداشت طبع اور غوث  
 نفس کی طرف ہے کیونکہ آدمی اگرچہ جاہل ہوا اور خاص کر اپنی جہل کا معتقد ہو خصوصاً  
 جاہل متصوف جیسے کہ علماء ان کے اَعْمًا مَا خَلَقَ اللّٰهُ ہیں اور جہاں ان کے اَذَلُّ  
 مَا خَلَقَ اللّٰهُ ہیں اس سبب سے کہ ان کے عالموں کو حقیقت ہو اور پنداشت نہیں  
 اور ان کے جاہلوں کو پنداشت ہو اور حقیقت نہیں پس غفلت کے میدان  
 میں رہتے ہیں اور اپنی دانست میں جانتے ہیں کہ ولایت کا میدان یہی ہے  
 اور ظن پر بھروسہ کرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ وہ یقین ہے اور رسم پر جاتے ہیں۔  
 اور جانتے ہیں کہ وہ حقیقت ہے اور خواہش سے کہتے ہیں اور جانتے ہیں کہ مکاشفہ  
 ہے پس اس باعث سے کہ پنداشت آدمی کے سر سے باہر نہیں ہوتی لیکن حق  
 تعالیٰ کے جلال و جمال کی رؤیت میں کیونکہ جمال کے اظہار میں بالکل اُسکو  
 دیکھیں اور ان کی پنداشت فانی ہووے اور جلال کے کشف میں آپ کو نہ  
 دیکھیں اور ان کی پنداشت سر باہر نہ نکلو واللہ اعلم

اور بعض اُن میں سے باسط علوم اور واضح رسوم ابو محمد بن احمد بن حسین الحریریؒ  
 ان کے صاحب سر جنید تھے اور ہل بن عبد اللہ کی صحبت بھی پائی تھی اور ہر قسم  
 کے علموں سے خبردار تھے اور فقہ میں امام وقت تھے اور اصول اچھا جانتے تھے  
 اور تصوف کے طریق میں ایسے تھے کہ جنیدؒ نے اُن سے کہا تھا کہ میرے  
 مریدوں کو ادب اور ریاضت سکھلاؤ اور جنید کے بعد ولیعہد وہ ہی تھے



کہ اُن کی جگہ پر بیٹھے اور اُن سے منقول ہے کہ کہا دَوَامُ الْإِيمَانِ وَتَوَامُّ الْأَدْيَانِ  
وَصَلَاحُ الْأَبْدَانِ فِي ثَلَاثٍ خَصَالٍ الْأَكْتِفَاءُ وَالْإِتْقَانُ وَالْإِحْتِمَاءُ مِنَ التَّفَنُّي بِاللَّهِ صَلَاحُ  
سِرِّ بَرَاتِهِ وَمِنْ تَقَى مَا لَهِيَ اللَّهُ عَنْهُ اسْتِقَامَتُ سِيرَتِهِ وَمِنْ إِحْتِمَاءِ مَا لَمْ يُؤَافِقْهُ انْقَضَتْ  
طَبِيعَةُ كُفْرِهِ إِلَّا كِتْفَاءُ صِفْوِ الْمَعْرِفَةِ وَعَارِيقَةُ الْإِتْقَانِ حُصْنُ الْخَلِيقَةِ وَغَايَةُ الْإِحْتِمَاءِ رَاعِدَةُ الْطَبِيعِ  
یعنی ایمان کی ہمیشگی وِردین کی مضبوطی اور بدن کی اصلاح تین چیزیں ہیں ہے ایک  
پسند کرنا اور دوسرے پرہیز کرنا اور تیسرے غذا نگاہ رکھنا جو کہ خدا کو پسند کرے اُس کا  
سرِ صلاح کے ساتھ ہو اور جو کوئی اُس کی اپنی سے پرہیز کرے اُس کی سیرت اچھی  
ہو اور جو کہ اپنی غذا کو نگاہ رکھے اُس کا نفس ریاضت پائے پس بدلائتفا کا  
معرفت کی صفوۃ ہو اور تقوے کی اتہانیک عادت ہو اور حفاظت غذا کی غایت  
تندرستی اور اعتدال طبیعت ہو جو کہ خداوند کے ساتھ پسند کار ہو اُس کی  
معرفت مصفا ہو اور جو کہ تقوے کے معاملہ میں چنگل مارے اُس کا خلق اچھا ہو دنیا  
اور آخرت میں جیسا کہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ كَثُرَ  
صَلَاتُهُ بِاللَّيْلِ حَسُنَ وَجْهُهُ فِي النَّهَارِ سِرِّينِي جس کسی کی رات کو نماز زیادہ ہو اس کا منہ  
دن میں بہت اچھا ہو اور حدیث میں ہے کہ قیامت میں متقی آئیں گے وَجُوهُهُمْ  
نُورٌ عَلَى مِثَارِ مِنْ نُورٍ یعنی نورانی چہروں کے ساتھ اور جو کہ غذا کی حفاظت کے  
طریق کو اختیار کرے اُس کا بدن بیماریوں سے اور اُس کا نفس شہوت سے  
محفوظ ہو اور یہ بات جامع ہو اور اچھی ہو اور سننے کے قابل ہو واللہ اعلم بالصواب  
اور بعض اُن میں سے طریقوں کے شیخ اور اہل صفا کے پیشوا ابوالعباس احمد بن محمد  
بن سہیل الکاملی رزیدہ گان مشائخ سے تھے اور ان کے محتشموں سے تھے اور ہمیشہ کے  
بزرگ تھے اپنے اقران میں اور علم تفسیر و قرأت میں عالم تھے اور لطائف  
قرآن سے ماہر کہ وہ اس کے ساتھ مخصوص تھے اور حضرت جنید کے کبار مریدوں



تھے اور ابراہیم راستانی کے ساتھ صحبت کی تھی۔ اور ابو سعید خدریؓ ان کی پوری  
 بزرگی رکھتے تھے اور سوا ان کے کسی کو تصوف میں تسلیم نہ کرتے ان سے منقول  
 ہے کہ کہا اَلْسُّكُونُ عَلَى مَا لَوْ فَانْهَا الطَّبَائِعُ يَقْطَعُ صَاحِبُهَا عَنْ بُلُوغِ دَرَجَاتِ  
 الْحَقَائِقِ یعنی ان چیزوں سے آرام پکڑنا کہ طبیعت کو ان کے ساتھ الفت ہو مرد  
 کو درجات حقائق سے دور پھینک دیتا ہے یعنی جو کوئی مالوفات طبع سے آرام اٹھاوے  
 وہ حقیقت سے باز رہے اس واسطے کہ طبیعتیں ادوات اور آلات نفس  
 ہیں اور نفس محل حجاب ہے اور حقیقت محل کشف اور مرید محبوب ساکن مثل مکان  
 کے نہ ہو پس اور اک حقائق کا محل کشف ہے اُس سبب سے کہ طبیعتوں کی  
 الفت دو چیز سے ہو ایک دنیا اور اُس کے اخوات سے اور دوسرے عقبے اور  
 اُس کے احوال سے جو شخص دنیا کے ساتھ الفت پکڑے سبب جنسیت کے اور  
 عقبے کے الفت پکڑے بیاحت پندار کے اور ناجنس نا شناخت ہونے کے  
 باعث یعنی الفت اُس کی پنداشت عقبے کے ساتھ ہو نہ اُس کی عین کے ساتھ  
 پس اگر حقیقت کو تو نے پہچانا تو اس سرے سے تعلق ترک کر اور جب اس سرے  
 سے علیحدگی ہوئی تو طبیعت کی ولایت تمام ہوئی اُس وقت حقیقتوں کا سمجھ کو  
 کشف ہو کیونکہ وہ سرے بالطبع سوائے فنا طبع کے ہے جو خوشی نہ رکھے  
 لَا تَفِيهَا مَا لَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ كَشْرِ يَعْنِي عَقْبے کا خوف اس سبب ہو کہ اُسکی  
 نہ پہر خطر ہے اور پس خطر نہ رکھے وہ چیز کہ دلوں میں آوے اور چونکہ عقبے کی  
 حقیقت کی معرفت میں وہم عاجز ہو تو طبیعت کو اُس کی ذات کے ساتھ کیونکہ  
 الفت درست ہووے اور پس ثابت ہو کہ طبیعت کی الفت عقبے کے پندے  
 ساتھ ہے واللہ اعلم

اور بعض ان میں سے معنی میں متفرق اور دعوے کے مستحکم ابو المنین الحسین بن



منصور الحاکم رضی اللہ عنہ ہیں جو شتاقان اور ستان طریقت سے تھے اور حال قوی اور  
ہمت عالی رکھتے تھے اور اکثر مشائخ اُس کی شان میں مختلف ہیں بلکہ ایک گروہ کے  
نزدیک وہ مردود ہیں اور ایک گروہ کے نزدیک وہ مقبول ہیں جن کے نزدیک نمونہ ہے وہ مرد  
بن عثمان المکی اور ابو یعقوب نہر جوری اور ابو یعقوب اقطع اور علی بن سہل صفہانی  
کے اور سوائے ان کے اور ایک گروہ نے اُن کو قبول کیا ہے جسے ابن عطا اور محمد بن  
خفیف اور ابو القاسم نصر آبادی رہ اور جملہ متاخرین نے اُن کو قبول کیا ہے۔ اور  
بعض گروہ نے اُن کے معاملہ میں توقف کیا ہے مثل حضرت جنید اور حضرت شیخ  
شبلی اور حریری اور حصری کے اور سوائے ان کے اور بعض گروہ نے سحر  
اور اُس کے اسباب کے ساتھ اُس کو منسوب کیا ہے۔ لیکن ہمارے زمانہ میں  
شیخ المشائخ شیخ ابو سعید ابوالخیر اور شیخ ابوالقاسم گرگانی اور شیخ ابوالہیاس  
شتاقی رضی اللہ عنہ ان کے معاملہ میں ایک سر رکھتے ہیں اور ان کے نزدیک وہ بزرگ  
تھے اور لیکن اُس تاد ابوالقاسم قشیری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ وہ اگر ارباب معانی  
اور حقیقت سے ایک تھے تو خلق کے جدا کرنے سے وہ جدا نہیں ہو سکتے اور اگر  
طریقت کے مہجور اور حق کے مردود تھے تو خلق کے قبول کرنے سے مقبول نہیں  
ہو سکتے اور بسبب تسلیم کے اُن کو اُن کی طرف چھوڑتے ہیں اور بسبب اُس قدر  
نشان کے کہ حق سے اُن کے ساتھ ہیں نے پایا اس وجہ سے اُن کو ہم بزرگ  
رکھتے ہیں لیکن ان سب مشائخوں سے سوائے تھوڑوں کے اُن کے فضل  
اور کمال اور صفائی حال اور کثرت اجتہاد اور ریاضت شاقہ کے ہم منکر نہیں ہیں  
اور اس کتاب میں اُن کے ذکر کو تحریر نہ کرنا امانت کے خلاف تھا کیونکہ بعض  
ظاہر آدمی اُن کی تکفیر کرتے ہیں اور اُس کے منکر ہوتے ہیں اور اُن کے حالات  
کو عذر و حیلہ اور سحر کے ساتھ منسوب کرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ حسین بن



منصوح علاج وہ ملحق بغدادی ہے کہ جو ستاد محمود بن زکریا کا ہے اور ابو سعید قریطی کا دوست اور حسین کہ  
 ہکواؤس کے معاملہ میں اختلاف ہے فارسی تھا اور مشائخ کا اسکو چھوڑ دینا اور رد کرنا اس واسطے  
 نہیں کہ اُس کے دین و مذہب میں طعن تھا بلکہ اُس کے حال اور روزگاریں ہے کہ شروع میں  
 سہل بن عبد اللہ کامریہ تھا اور اُس کے پاس سے بلا اجازت چلا گیا اور عمرو بن عثمان مکی سے ملا اور  
 اُن کے پاس سے بھی بلا اجازت چلا گیا اور حضرت جنید کے ساتھ تعلق پیدا کیا اور حبیب بنید ہی نے اُس  
 کو قبول نہ کیا تو اس سبب سے اُس کو چھوڑ دیا ہے پس وہ مجبور معاشرت میں ہے نہ مجبور صل میں ہے  
 اور یہ نہ دیکھا کہ شبلی نے کہا اَنَا وَالْحَلَّاجُ فِي شَيْءٍ وَاحِدٍ فَخَلَصَنِي جُنُونِي وَاهْلَكَ عَقْلِي لَعْنَتِي اور علاج  
 ایک ہی بات پر ہیں لیکن سیر دیوانہ پن نے مجھے چھوڑا دیا اور اُس کی عقل نے اُسے ہلاک کیا اگر وہ۔

اس کے ساتھ مطعون ہوتا تو شبلی نہ کہتا کہ میں اور علاج ایک چیز میں ہیں اور  
 محمد بن خفیف نے کہا هُوَ عَالِمٌ سَرَّيَانِيٌّ یعنی وہ عالم ربا تہی ہے پس ناخوشنودی  
 مشائخ کی اس طریقت میں ہجر اور وحشت کا پھل لاتی ہے اور ان کی تصنیف ظاہر  
 ہے اور جو رموز و کلام تہذیب اور اصول و فروع میں ہے اور میں کہ علی بن عثمان  
 الجلابی ہوں میں نے پچاس رسالے ان کی تصنیف سے دیکھے ہیں کہ جو بغداد  
 اور اُس کے نواحی اور خوزستان اور فارس اور خراسان کے بعض اطراف  
 میں ہیں میں نے دیکھے ہیں یعنی جیسے کہ ابتدا مریدوں کی ہواؤں سے بعض  
 قوت زیادہ اور بعض ضعیف زیادہ اور بعض سہل زیادہ اور بعض شیعہ۔

زیادہ ہوتے ہیں اور جب کسی کو حق سے نمود ہو قوت حال بیان کر دیتا ہے اور  
 اُس کی فضل حق سے مدد کرتا ہے اور یہ بات مثل معنی کے ہوتی ہے اور خاص کر  
 کہ معتبر اپنی عبارت میں جلدی اور تعجب کرے اُس وقت اوہام کو اُس کے سننے سے  
 نفرت زیادہ ہو اور عقولیں اُس کی ادراک سے باز رہیں اور اُس وقت کہیں کہ یہ  
 بات بلند ہے اور ایک گروہ منکر ہو جہل سے اور ایک گروہ اقرار کرے جہل کے



ساتھ اور ان کا انکار مثل اقرار کے ہو لیکن جب محقق اور بصیرت والے دیکھیں تو عبارت میں نہ لٹکیں اور اُس کے تعجب میں مشغول نہ ہوں اور ذمہ و مدح سے فارغ ہوں اور انکار و اقرار سے آسودہ ہوں اور پھر وہ لوگ کہ اُس جو امر و نہی کے حال کو سحر کے ساتھ منسوب کرتے ہیں وہ محال ہے اس واسطے کہ سحر سنت و جماعت کے اصول میں حق ہے جیسے کہ کرامت حق ہے لیکن ہمال کفر کے مال ہیں محظاہر ہوئے ہیں اور کمال معرفت کے حال میں کرامت کا ظہور ہوتا۔۔۔ ہے اس واسطے کہ ایک تو غضب الہی کا نتیجہ ہے اور دوسرا رضائے الہی کا خزانہ ہے اور یہ بات اثبات کرامات کے باب میں اس سے زیادہ شرح بیان کروں گا اور اہل بصیرت کا اس امر پر اتفاق ہے کہ مسلمان اہل سنت سے خاسر اور ساحر نہ ہو گا اور کافر اہل کرامت نہ ہو گا کیونکہ واضعاً و مجتمع نہیں ہوتے اور حسین رضی اللہ عنہ تک ہے نیک لباس میں ہے اور نماز اچھی طور پر ادا کرتے ہے اور ذکر اور مناجات بہت کیا کرتے اور روزے ہمیشہ رکھتے اور حمد مہذب کرتے رہے اور توحید میں اُن سے نکتے لطیف ہیں اگر افعال اُن کے سحر ہوتے تو یہ سب اُن سے محال ہوتے پس یہ بات درست ہے کہ جو کچھ بات اُن سے صادر ہوئی وہ کرامات تھی اور کرامات سوائے ولی کے دوسرے سے نہیں ہوتی۔ اور بعضی اہل سنت سے اُن کا رد کرتے ہیں اور اُن پر اعتراض اُن کے کلمات میں کرتے ہیں کہ جو بیعتی امتزاج اور اتحاد کے وہ شنیع عبارت میں ہے نہ معنی میں۔ کیونکہ مغلوب کو امکان عبارت کا نہ ہو تو کہ علیہ حال میں اُس کی عبارت صحیح ہو اور نیز جائز ہو کہ معنی میں عبارت مشکل ہو اور عبارت بنانے والے کا مقصود آسان طور پر نہ معلوم ہو سکے لیکن میں نے بغداد اور اُس کے نواح میں محدودوں کے ایک گروہ کو دیکھا ہے کہ جو دعویٰ دوستی کا اُس کے ساتھ رکھتے تھے اور اُس کے کلام کو اپنے زندقہ پر اُتھوں نے دلیل کیا تھا اور اسم حلاجی کا آپ پر رکھا تھا



اور اُس کے کام میں غلو کرتے تھے مثل فرقہ روافضہ کو۔ حضرت علی کی دوستی میں اور میں ان کے کلمات کی رو میں ایک باب میں علیہ السلام بیان کرونگا انشاء اللہ تعالیٰ جس میں ان کے فرقوں کا فرق بیان کیا گیا ہے اور حاصل کلام یہ ہے کہ جانتا چاہئے کہ اُس کا کلام اقتدا کے لائق نہیں اس واسطے کہ مغلوب ہر اپنے حال میں نہ ممکن اور کلام ممکن چاہئے تاکہ اُس کے ساتھ اقتدا کر سکیں۔ پس وہ ہمارے دل میں سچا اللہ تعالیٰ عزیز ہے لیکن کسی اصل پر اُن کا طریق مستقیم نہیں ہے اور کسی جگہ پر حال اُس کا متفر نہیں اور اُس کے احوال میں فتنہ بہت ہیں اور مجھ کو اپنی اتہامات میں اُس سے قوت بہت ہوئی ہے یعنی دلیل اور برہان اور آگے اس سے اُس کے کلام کی شرح میں ایک کتاب میں نے درست کی ہے اور ولیدوں اور محبتوں کے ساتھ غلو کلام اور اُس کے حال کی صحت ثابت کی ہے اور اُس کتاب میں کہ سوائے اس کے کہ میں نے تصنیف کی ہے اور اُس کا نام منہاج الدین ہے ابتدا اور انتہا میں اور اس جگہ پر بھی کچھ مختصر تذکرہ اُس میں فرم کر دیا ہے پس اُس طریق کو کہ اتنے اعتراض سے ہو اُس کی اصل ثابت کرنا چاہئے کیونکہ اُس کے ساتھ تعلق و اقتدا کریں لیکن صاحب خواہش نفسانی کو راستی سے موافقت نہیں ہوتی ہمیشہ وہ کجی کی طرف دوڑتا ہے اور اُس سے تعلق پیدا کرتا ہے اور اُس سے منقول ہو کر کہا اَلَا لَسِنَّةٌ مُّسْتَطَقَاتٌ تَحْتَ لُطْفِهَا مُسْتَهْلَكَاتٌ یعنی زبانیں خاموش دلوں کی گویا ہلاک ہیں یہ عبارات بالکل آفت ہیں اور حقیقت میں معنی عبارات کے لغو ہوں جب معنی حاصل ہوں تو عبارت سے مفقود نہ ہوں اور جب معنی مفقود ہوں تو عبارت سے موجود نہ ہوں سوائے اس کے کہ اُس میں ایک گمان ظاہر ہو اور طالب کو ہلاک کرے تو وہ عبارت کو جانے کہ یہ معنی ہیں۔



اور بعض اُن میں سے متوکلوں کے سرسنگ اور اہل تسلیم کے سالار ابوالحسن ابراہیم بن  
احمد الخواص ہیں جو توکل میں ایک شان عظیم رکھتے تھے اور مقام بلند اور بہت مضبوط  
کو پایا تھا اور اُن کی آیات اور کرامات بہت ہیں اور تصنیف اچھی طریقت کے  
معاملات میں اُن سے منقول ہے اَلْعِلْمُ كُلُّهُ فِي كَلِمَتَيْنِ لَا تَكْلَفُ فِي مَآكُفِيَّتِ وَلَا  
تُضَيِّعُ مَآ سَكْفِيَّتِ یعنی تمام علم دو کلموں میں مجتمع ہے ایک وہ ہے کہ وہ چیز کہ خدائے  
تعالیٰ نے اُس کا اندیشہ تیرے دل سے اُٹھا دیا ہے اور تو اُس میں تکلف نہ کرے  
اور دوسری وہ چیز کہ تجھ کو چاہئے کرنا اور تجھ پر فرض ہے تو ضایع نہ کرے۔ تاکہ  
دنیا و آخرت میں تو توفیق والا ہو دی یعنی مراد اس بات سے یہ ہے کہ قسمت  
میں تکلف مت کر کیونکہ ازلی قسمت تیرے تکلف کے ساتھ متغیر نہیں رہتی  
ہوتی، اور اُس کے احکامات میں کمی نہ کر کیونکہ حکم کا ترک کرنا تیری واسطے عذاب  
کا پھل لاتا ہے اور اُن سے جب کسی نے پوچھا کہ تم نے عجائبات سے کیا دیکھا کہا  
عجائب بہت دیکھے ہیں لیکن کوئی بات اس سے زیادہ عجیب نہ ہوگی کہ  
خضر پیغمبر نے مجھ سے درخواست کی کہ تو میرا جلیس ہو لیکن اس کو میں نے قبول  
نہ کیا کہا کس واسطے کہا اس سبب سے نہیں کہ اُس سے بہت اچھا دوست  
میں تلاش کرتا تھا بلکہ اس بات سے ڈرا میں کہ بد و نحق کے اُس پر  
اعتماد کروں اور اُس کی صحبت میرے توکل کو نقصان پہونچا دے اور سبب نافرمانی  
کے فریضہ سے باز رہوں میں اور یہ درجہ کمال کا ہو۔ اور بعض اُن میں سے  
سراپہ وہ تمکین اور اساس اہل یقین ابو حمزۃ البغدادی البراز رضی اللہ عنہ کبرا اور تکلمان  
مشائخ سے تھے اور حارث مخامبی کے مرید تھے اور ستری سقظی کے ساتھ  
رہے تھے اور نوری اور خیر مناج کے قرآن تھے اور مختشان مشائخ کی صحبت  
سے فیض یا ب تھے صحبت کی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اور بغداد کی مسجد رضا فیہ



وعظ کرتے تھے اور بڑے عالم تھے اور تفسیر اور قرأت میں ہمیشہ تھے اور اُن کی روایات  
 عالی تھیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں میں اور وہ وہ تھے کہ واقعہ نوری  
 اور اُن کے بلا کے وقت میں اُن کے ساتھ تھے کہ خداوند نے سب کو خلاصی  
 دی اور اُن کی حکایت مذہب نوری کی شرح میں بیان کر دے لگا اُن سے منقول  
 ہے کہ کہلا اِذَا سَلَّمْتَ مِنْكَ نَفْسًا فَقَدْ أَذَيْتَ حَقَّهَا وَإِذَا سَلِمَ مِنْكَ الْخَلْقُ  
 قَضَيْتَ حَقُّوْقَهُمْ یعنی جبکہ تیرے تن نے مجھ سے سلامتی پائی اور اُس کا حق ادا  
 کیا تو نے اور جب خالق نے مجھ سے سلامتی پائی اور اُن کے حقوق ادا کئے تو نے  
 یعنی حقوق دو ہیں ایک حق نفس کا مجھ پر اور ایک حق خلق کا مجھ پر یعنی جب نفس  
 کو معصیت سے روکے تو اور طریق سلامتی نفس اُس جہان کی طلب کرے تو اُس کا  
 حق ادا کرنے والا ہو وے تو اور جب خلق کو اپنی بُرائی سے بے خوف کرے تو اور  
 اُن کی بُرائی نہ چاہے تو اُن کا حق ادا کرنے والا ہو وے تو اور جب خلق کو اپنی بُرائی  
 سے بے خوف کرے تو اور اُن کی بُرائی نہ چاہے تو اُن کا حق ادا کرنے والا ہو وے  
 یعنی اس بات کی تو کو کوشش کر کہ تجھ اور خلق کو تیری ذات سے بُرائی نہ پہنچے  
 پس اُس وقت حق تعالیٰ کے حق ادا کرنے میں تو مشغول ہو واللہ واعلم اور بعض  
 اُن میں سے اپنے فن میں امام اور عالی حال اور لطیف کلام ابو بکر محمد بن  
 الموسیٰ الوطیٰ محققان مشائخ سے تھے اور حقائق میں ایک شان عظیم رکھتے تھے  
 اور درجہ بلند اور جملہ مشائخ کے نزدیک ستودہ تھے اور قدیم اصحاب سے جنید  
 کے تھے اور عبارت دقیق فرماتے تھے تاکہ ظاہر کے لوگ نہ سمجھیں اور کسی  
 شہر میں آپ قیام نہ فرماتے تھے جب آپ مرد تشریف لائے تو مرد والوں نے  
 بسبب لطافت طبع کے آپ کو قبول کیا اور آپ کی باتیں سنیں اور بقیہ عمر آپ  
 نے اُس جگہ اپنی گذارمی اُن سے منقول ہے کہ کہا الذَّاكِرُ فِي ذِكْرِكَ الْغَفْلَةُ مِنَ النَّاسِ



لٰذٰکِ سبب یعنی یاد کرنے والوں کو اُس کی یاد کرنے میں غفلت زیادہ ہوتی ہے اُس کے ذکر کے فراموشی کرنے والے سے اس سبب سے کہ جب اُس کو یاد رکھے۔

اگر اُس کے ذکر کو فراموش کرے تو نقصان نہیں ہے اور یہ بات نقصان دہتی ہے کہ اُس کے ذکر کو یاد کریں اور اُس کو فراموش کریں کہ ذکر غیر کا مذکور ہو پس روگردانی عین مذکور سے پنداشت ذکر کے ساتھ غفلت سے زیادہ نزدیک ہو روگردانی کرنے سے ذکر مذکور کی بغیر پنداشت کے اور بھولنے والے کو غیبیان اور غیبت میں پنداشت حضور حق نہیں ہے اور ذکر کو ذکر و غیبت میں مذکور سے پنداشت حضور ہے پس پنداشت حضور کی بے حضور کے غفلت سے بہت نزدیک ہے یعنی غیبت سے بغیر پنداشت کے اس واسطے کہ حق کے طالبوں کی ہلاک ان کے پنداشت میں ہے اُس جگہ کہ پنداشت بہت زیادہ معنی بہت کم اور اُس جگہ کہ معنی بہت زیادہ پنداشت بہت کم اور حقیقت ان کی پنداشت کی عقل کی تہمت سے ہوا اور عقل کو تہمت سے تہمت نفس کی حاصل ہو اور تہمت کو تہمت کے ساتھ اور تہمت کسی کے ساتھ مقارن نہ ہو اور اصل ذکر یا غیبت میں ہو اور یا حضور میں ہو یعنی جب غائب کو آپ سے غیبت ہو اور حق کے ساتھ حضور ہو تو وہ ذکر نہ ہو کیونکہ وہ مشاہد ہو اور جب حق سے غیبت ہو اور اپنے ساتھ حضور ہو تو وہ ذکر نہ ہو کیونکہ غیبت ہو اور غیبت غفلت سے ہو واللہ و اعلم بالصواب اور بعض اُن میں سے سکینہ احوال اور سفینہ مقال ابو بکر بن نفث بن مجد بن شبلی رضی اللہ عنہما اور مشائخان مذکور سے تھے اور زمانہ کے مہذب اور ایک وقت مہذب رکھنے تھے حق کے ساتھ اور ان کے لطیف اشعار ہیں۔ اور قابل تعریف جیسا کہ ایک متاخرین سے کہتے ہیں قَلْبُهُ مِّنْ عَجَائِبِ الدُّنْيَا اِشَارَاتِ الشَّيْطَانِ وَ ذِكَا تِ الْمُسَاكِينِ وَ حِكَايَاتِ الْجَعْفَرِيَّاتِ دُنْيَا كِي عَجَائِبَاتِ شَيْطَانِي كِي اسرارین



اور نفش کے تکتے اور جعفر کی حکایتیں ہیں اور آپ قوم کے بڑوں سے تھے اور طہیبت  
والوں کے پیشوا تھے پہلے حاجب الجواب خلیفہ کے تھے یعنی دربان خلیفہ کے افسر تھے اور  
خیرالناس کی مجلس میں توبہ کی تھی اور عقیدہ کا تعلق جنید کے ساتھ رکھاتھا اور بہت  
مشائخوں کو آپ نے پایا تھا ان سے منقول ہے کہ کہا ہے میں اس آیت کے قُلْ  
لِّمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ أَعْيَ أَبْصَارُهُمْ عَنْ الْمَحَارِمِ وَأَبْصَارُ الْقُلُوبِ  
عَنْ مَسْوَى اللَّهِ تَعَالَى يَوْمَ كَذَّبَ الْمُؤْمِنُونَ سِرِّی آنکھ کو نگاہ کہیں شہوت کی نظر سے اور دل کی آنکھ کو  
سوا اندیشہ رعب کے ہر طرح کی فکر سے پس شہوت کی متابعت اور محارم کا ملامت غفلت  
سے ہوا اور غفلت والوں کو مصیبت یہ ہے کہ اپنے عیبوں سے جاہل ہوں اور  
جو کہ اس جگہ جاہل ہو اُس جگہ بھی جاہل ہو وَمَنْ كَانَ فِي هَذِهِ أَعْمَى فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ  
أَعْمَى یعنی جو شخص اس دنیا میں اندھا ہو گا وہ قیامت میں اندھا ہو گا اور حقیقت میں  
جیتک حق تعالیٰ ارادہ شہوت کا کسی کے دل سے پاک نہ کرے اُس کے سر کی  
آنکھ اُس کے نقصانات سے محفوظ نہ ہوگا اور جیتک اپنا ارادہ کسی کے دل میں  
ثابت نہ کرے تو دل کی آنکھ غیر کے نظارہ سے محفوظ نہ ہے اور اُس منقول ہے  
کہ ایک روز بازار میں آئے ایک قوم نے کہا یہ مجنون ہیں کہا لَمَّا عِنْدَكُمْ فَجُنُونٌ  
وَأَنْتُمْ عِنْدِي أَصْحَاءُ فَخَرَدَنِي اللَّهُ فِي جُنُونِي وَزَادَنِي ضَجْبَةً لَكُمْ لَعْنَتِي میں تمہارا نزدیک  
دیوانہ ہوں اور تم میری نزدیک ہشیار اور چونکہ جنوں میرا محبت کے باعث سے ہو  
اور تمہاری صحت غفلت کی قوت سے ہو پس خدا می عز و جل میری دیوانگی میں  
زیادتی کرے تو میری قربت میری قربت پر زیادہ ہوا اور تمہاری ہشیاری میں  
زیادتی کرے تو بعد بعد پر زیادہ ہو یہ بات غیر سے تھی کس واسطے کوئی اُس درجہ  
میں ہو کہ دوستی کو دیوانگی سے فرق نہ کرے اور اُس کا نمیزا اس کو دونوں  
جہان میں نہ ہو دے واللہ اعلم



اور بعض اُن میں عالی احوال اولیا بالطقت اقوال ابو محمد بن جعفر بن نصیر الخالدی نے  
حضرت جنید کے اصحاب کبار سے تھے اور اس غم کے فنون میں مہر تھے اور القاسم  
مشائخ کے حافظ اور ان کے حقوق کی رعایت کرنے والے اور اُن کا کلام عالی  
بہت ہر فن میں ہے اور خاص کر ترک رعونت کے واسطے ہر مسئلہ میں حکایت متعلق  
کی ہے اور حوالہ اُس کا کسی کے ساتھ کیا ہے اور اُس سے منقول ہے کہ کہا اَللّٰهُ تَوَكَّلْ  
اِسْتَوَاءُ الْقَلْبِ عِنْدَ الْوَجُودِ وَالْعَدَمِ یعنی توکل وہ ہو کہ وجود و عدم رزق کا تیر  
دل کے نزدیک یکساں ہو رزق کی موجودگی سے جُزوم نہ ہو وے تو اور  
اُس کے عدم سے اندوگین نہ ہو اس واسطے کہ بدن مالک کی ملک ہو اور اُس کی  
پرورش اور ہلاک کے واسطے حق تعالیٰ بہت اعلیٰ ہی بقا بلہ تیری جیسا کہ چاہتا ہے  
رکھتا ہے تو بیچ میں دخل نہ ہے اور ملک مالک کی سپرد کر اور اپنا تصرف منقطع کر  
ابو محمد جعفر روایت کرتے ہیں کہ جنید کے نزدیک میں آیا اور اُن کو تنپ میں پایا میں  
نے کہا اے اُسْتَا حَق سے کہو تا کہ تم کو آرام ہو وے کہا کل رات میں نے کہا  
تھا پس مجھے ندا آئی کہ نیرا بدن ہماری ملک ہے ہم چاہیں گے تو تندرست رکھیں گے  
اور ہم نہ چاہیں گے تو بیمار رکھیں گے تو کون ہو کہ جو ہماری ملک میں دخل دیتا ہے  
پس اپنا تصرف منقطع کر تو بندہ ہو وے تو وَاَللّٰهُ اعْلَمُ بِالْغُثَاوَابِ اور بعض ان میں سے  
شیخ محمود اور معدن جو ابو علی محمد بن القاسم الرودبار سے رہنبر رگان جو انحراف متصفو  
سے تھے اور ان کے سرہنگ اور ابنار ملک سے تھے اور فنون معاملات میں  
ایک شان عظیم رکھتے تھے اور اُن کی آیتیں اور مناقب بہت ہیں اور کلام لطیف  
اس طریقت کے دقائق میں آیا ہے کہ کہا اَلْمَرْيَدُ لَا يَسِيْرُ لِنَفْسِهِ اِلَّا مَا اَسَادَ اللّٰهُ  
لَهُ وَالْمَرْيَدُ لَا يَسِيْرُ يَدُ مِنَ الْكُوَيْنِ شَيْئًا غَيْرَهُ یعنی مرید وہ ہو کہ کوئی چیز نہ چاہے  
خاص کر اپنے واسطے سوائے اُس کے کہ حق تعالیٰ نے اُس کو چاہا ہو اور مراد وہ ہو وے



کہ کوئی چیز نہ چاہے کوئین سے بجز تبارک اور تعالیٰ کے پس رضی بارادت حق تبارک  
 و تعالیٰ ارادت اپنی چاہے تاکہ وہ مرید ہو اور محب کو آپ ارادت نہ ہو جیسا کہ اسکی  
 مراد ہو وہ کہ حق کو چاہے سوائے اُس کے نہ چاہے کہ وہ چاہے اور وہ کہ حق اُس  
 کو چاہے وہ سوائے حق کے اور کو نہ چاہے پس رضامقانات انہداسے ہووے  
 اور محبت احوال انتہاسے ہو اور مقانات کی نسبت عیوبیت کی تحقیق کے ساتھ ہو  
 اور مشرب درجات کاربوبیت کی تائید کے ساتھ ہے اور جب ایسا ہو تو مرید اپنی  
 ساتھ قائم ہو اور مراد حق کے ساتھ قائم ہو واللہ اعلم اور بعض اُن میں سے  
 توحید کے خزانہ دار اور تفرید کے سمسار ابو العباس فاکم بن محمد البیاری مئی وقت  
 کے اماموں سے تھے جو علوم ظاہر اور حقائق کے عالم تھے اور ابو بکر واسطی  
 کے ساتھ صحبت کی تھی اور مشائخ سے بہت ادب حاصل کیا تھا اور اُن کا کلام  
 عالی ہے اور تصانیف ستودہ اُس سے منقول ہے کہ کہا التَّوْحِيدُ اَنْ لَا يُخْلَقُ كَلِمَةً  
 مَّا دُوْنَهُ یعنی تیرمول ہیں سوا حق کے اور کچھ نہ اُسے اور غاوقات کا گذر تیرے  
 دل کے پاس نہ ہووے اور تیرے معاملہ کی صفائی میں کدورت نہ ہووے۔ اُس  
 سبب سے کہ اندیشہ غیر کا اُن کی اثبات سے ہو اور جب غیر ثابت ہو تو حکم توحید  
 کا سا فط ہو اور وہ علم و ریاست کے خاندان سے تھے اہل مرو سے مرتبہ میں  
 کسی کو اُن کے اہل بیت پر تقدم نہ تھا اور باپ سے آپ کو بہت کچھ میراث ملی  
 تھی وہ سب میراث دے کر و تار موئے مبارک حضور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم  
 کے حامل کی تھی خداوند تعالیٰ نے اُس کی برکت سے اُن کو تو بہ نصوح ارزانی فرمائی  
 اور ابو بکر واسطی کی صحبت میں رہے اور اُس سے درجہ کمال پہنچے۔ کہ امام  
 جعفری متصوف سے کہلائے اور مرتے وقت وصیت فرمائی کہ موئے مبارک  
 میرے منہ میں رکھ دینا چنانچہ ایسا ہی کیا گیا جسکا اثر آج تک اُن کی قبر



سے ظاہر ہے کہ آدمی حاجت مانگنے کی واسطے اُس جگہ جاتے ہیں جہاں اپنی ضرورتیں  
وہاں سے چاہتے ہیں اور پاتے ہیں واللہ اعلم۔

اور بعض اُن میں سے مالک وقت تھوکتے ہیں اور تکلف اور تصرف سے غالی طبع ابو عبد اللہ محمد  
بن خفیف بن انواع علوم میں اپنے زمانہ میں امام وقت تھے اور پچا ہدات میں نشان  
عالی رکھتے تھے بلکہ تمام زمانہ اُن کا تالیف و تصنیف میں گذرا اور ابن عطا اور شبلی  
اور حسین بن منصور حلاج اور حریری کو دیکھا تھا اور مکہ شریف میں یعقوب نہر جو سی شرف  
صحبت پایا تھا اور عالم تجرید میں ملکوں کی سیریں کیں تھیں چونکہ آپ خاندان شاہی سے  
تھے جب خداوند تعالیٰ نے آپ کو توفیق تو بہ کی دی تو آپ نے بادشاہت کو ترک  
کر دیا اسی واسطے صاحبان اہل معنی آپ کی زیادہ قدر کرتے ہیں اور سب کے نزدیک  
آپ کا مرتبہ بڑا ہے اُن سے منقول ہے کہ کہا التَّوْحِيدُ الْأَخْلَاصُ عَنِ الطَّبِيعَةِ یعنی  
توحید اعراض کرنا ہے طبیعت سے اس واسطے کہ طبیعتیں جملہ محجوب ہیں اور اللہ کی نعمتوں  
ناہیا ہیں پس جبکہ طبیعت سے اعراض نہ ہو حق کی طرف توجہ نہ ہو اور صاحب طبع  
محجوب ہو یعنی توحید کی حقیقت سے اور جب آفت طبیعت کی دیکھی تو توحید کی حقیقت  
پر پہونچے اور اُن کی آیتیں اور دلیلیں بہت ہیں واللہ اعلم بالصواب بعض اُن  
میں سے سیادت کی سیف اور سعادت کے آفتاب ابو عثمان سعید بن سلام  
المغربی بزرگان اہل تمکین سے تھے اور فنون علم میں خط وافر رکھتے تھے اور  
صاحب ریاست اور سیاست تھے اور رؤیت اُفلک میں اُن کی نشانیاں بہت  
ہیں اور دلیلیں اچھی ہیں اور اُس سے منقول ہے کہ کہا مِنْ أَكْرَهٍ غَنِيَاءُ عَلَى  
مُجَالِسَةِ الْفُقَرَاءِ اِنْ جَلَدُوا لَمْ يَكُنْ تَعَالَى يَمُوتِ الْقَلْبُ یعنی جو کوئی امیروں کی صحبت قبول  
کرے بمقابلہ درویشوں کے جلسہ کے تو خدا سے تعالیٰ اُس کو مرگ دل میں مبتلا  
کرے کیونکہ تو نگروں کے ساتھ صحبت اختیار کرتا ہے اور فقیریوں کے



ساتھ مجالست کرتا ہے اس سبب سے کہ فقرا سے وہ آدمی اعراض کرنے جس نے ان کے ساتھ مجالست کی ہو نہ وہ آدمی کہ صحبت کی ہو اس واسطے کہ صحبت میں اعراض نہ ہو اور اگر ان کی مجالست سے اغنیا کی صحبت میں جاوے تو اس کا دل بنیاد مندی ہوتے سے مرہ ہو جاتا ہے اور گھمان میں گرفتار ہو جاتا ہے یعنی جب مجلس چھوڑنے کا ثمرہ دل کا ہلاک ہوتا ہو تو صحبت سے کس طرح روگردانی ہو پس مجالست اور صحبت میں جو فرق ہے وہ ظاہر ہے واللہ اعلم \*

اور بعض اُن میں سے صوفیوں کی صفت کے مبارزا اور عارفوں کے حالات کے معبر ابوالقاسم ابراہیم بن محمد بن محمود نصر بادی تھے اور یہ نیشاپور میں حوازم شاہ کے مثل تھے اور شاہ محمود شاہ پور میں تھے۔ علو حال کے ساتھ سوامی اس کے کہ اُن کی عزت دنیا میں تھی اور اس کی آخرت میں ہے اور ان کا کلام نادر اور دلیلیں اونچی ہیں یہ حضرت شیخ شبلی کے مرید اور متاخرین اہل خراسان کے استاد تھے۔ اور اُس کے زمانہ میں اُن کی مثل کوئی نہ تھا اور اُس زمانہ کے لوگوں میں آپ بڑے عالم اور بڑے پرہیزگار تھے اور اُن سے منقول ہے کہ کہا اَنْتَ بَابُ النَّسَبَاتِ لِنَسَبِ اٰلِ اٰدَمَ وَنَسَبِ اٰلِ اٰمِیْنٍ فَادَا اَنْتَ سَبَبٌ اِلٰی اَیْمٍ دَخَلَتْ فِیْهِ مِیَادِیْنِ الشَّهَوَاتِ وَمَوَاضِعِ الْاَلْفِ وَالذَّلَالَةِ وَهِيَ لِسَبَبِ الْبَشَرِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اِنَّكَ كَانَ ظُلُومًا لَّجُورًا وَاِذَا اَنْتَ سَبَبٌ اِلٰی الْحَقِّ دَخَلْتَ فِیْ مَقَامَاتِ الْکُنُفِ وَالْبِرَّهِیْنِ وَالْعِصْمَةِ وَالْوَلَايَةِ وَهِيَ لِسَبَبِ الْحَقِّ الْعَبْدِیَّةِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی سَجَادَ الرَّحْمٰنِ الْبَیِّنِ یَمْشُونَ عَلٰی الْاَرْضِ هُوْنَا بِعِنِّ تَوْوَسِتِ کے درمیان میں ہے یعنی ایک نسبت حضرت آدم کی ہے اور دوسری نسبت حضرت حق کی ہے پس اگر تو نے حضرت آدم کے ساتھ نسبت کی تو خواہشوں کے میدانوں میں قدم رکھا اور آفتوں اور ذلتوں کے مقاموں میں جا پڑا کیونکہ نسبت طبیعت کے بے قیمت ہوتی ہے اور حب حق کے ساتھ تو نے نسبت کی تو کشف



اور برہان اور عصمت اور ولایت کے مقامات میں داخل ہوا پس جس نے کہ ایک نسبت پائی وہ بشریت سے ہے اور دوسری عبودیت کی تحقیق سے حاصل ہوتی ہے یعنی آدم کی نسبت قیامت میں منقطع ہو جائے گی اور عبودیت کی نسبت ہمیشہ قائم رہے گی اور اُس پر تغیر جائز نہ ہو گا یعنی جب بندہ آپ کو اپنے ساتھ نسبت کرے یا آدم کے ساتھ نسبت کمال ہو تو یہ کہے کہ ظلمت نفسی یعنی تحقیق میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا اور جب حق کے ساتھ نسبت کرے تو آدمی اُس کا محل ہو ورنہ حق کہے یا عبادِ حق لا خوف علیکم ذلِکَ الْیَوْمَ

اور بعض اُن میں سے سرسایگان طریق حق کے سرور اور اہل تحقیق حق کی جانوں کے جمال ابو الحسن علی بن ابراہیم الحصری مدد گاہ حق کے محشمان اسرار سے کھجور اور کبرائے ائمہ متصوفہ سے اپنے زمانہ میں بے نظیر تھے اُن کے کلام عالی ہیں اور عبارتیں اچھی ہیں کل معانی میں اور اُن سے منقول ہے دَعَوْنِي فِي بَلَدِي هَذَا مَا لَكُمْ اَلَسْتُمْ مِنْ اَوْلَادِ اَدَمَ الَّذِي خَلَقَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی بِيدِهِ وَكَفَخْنِي مِنْ رُوحِهِ وَ اَسْجَدَ لَهُ اَمْلَا يَكْتُمُ اَمْرَهُ بِاَمْرِ خَالَفَ اِذَا كَانَ اَوَّلُ الدِّينِ دُرُخِيَا فَكَيْفَ يَكُونُ اٰخِرُهُ اِيعْنِي مَجْهُدِي بِلَا مِيں چھوڑو دنم اُس آدم کی اولاد سے نہیں ہو کہ خدا تعالیٰ نے اُس کو پیدا کیا حاضر پیدا ہیں اُس کے ساتھ اور بے واسطہ غیر کے اُس کو زندہ کیا اور ملائکہ کو حکم کیا تاکہ اُس کو سجدہ کریں اور پھر اُس کو ایک امر کے واسطے حکم کیا اُس نے اُس پر مخالفت کی جبکہ اول دنم میں دُور تھا تو آخر اُس کا کیسا ہو گا یعنی جب آدمی کو اُس پر چھوڑ دیں تو بالکل مخالفت ہو اور جبکہ اپنی عنایت کو اُس کی طرف بھیجیں تو بالکل محبت ہو جائے اب عنایت حق کو حسن عنایت سے شمار کر اور اپنے معاملہ کی خرابی کا اُس کے ساتھ مقابلہ کر اور ہمیشہ عمر اس میں گزار دے وہاں اللہ التوفیق یہ ہے بعض متقدمین متصوفہ اور اُن کے پیشواؤں کا ذکر جو کیا گیا



اگر سب لوگوں کا ذکر میں اس کتاب میں لکھتا اور ان کی حکایتیں بیان کرتا تو یہ کتاب ضخیم ہو جاتی اور میں اپنے مقصود اصلی سے رہی تالہذا ان کے ساتھ میں صوفیائے متاخرین کو ملنا کہ اس باب کو ختم کرنا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے مدد کا خواستگار ہوں  
و باللہ التوفیق۔

## الباب الثانی عشر

یعنی باب ان اماموں کے ذکر میں جو اخیر کو ہوئے ہیں

پس اس مطالب صادق جان کر نیک بخت کرے تجھ کو اللہ تعالیٰ کہ ہمارے زمانہ میں ایک گروہ ہو جو ریاضت کا بوجھ اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا ہے اور وہ ریاست کو ڈھونڈتا ہے اور تمام صوفیائے کرام اپنی مثل جانتے ہیں اور جب گذرے ہوئے لوگوں کے یعنی صوفیہ کے واقعات سنتے ہیں اور ان کی بزرگی کو ملاحظہ کرتے ہیں اور ان کے معاملات کو پڑھتے ہیں تو اپنے آپ میں نگاہ کرتے ہیں تو ان سے دور پاتے ہیں پس اس کو چھوڑ دیتے ہیں اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم وہ نہیں ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں اس قسم کے آدمی نہیں رہے ہیں اور قول ان کے محالات سے ہوتے ہیں اس واسطے کہ خداوند عالم ہرگز زمین کو بے حجت کے نہیں رکھتا ہے اور ہرگز اس امت کو بغیر ولی کے نہیں چھوڑتا ہے جیسے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا يَبْنِي آلُ طَائِفَةٍ مِّنْ أُمَّتِي عَلَى الْخَيْرِ وَانْحَقَ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ یعنی ہمیشہ میری امت کے لوگ خیر اور حق پر رہیں گے جب تک کہ قیامت قائم ہوگی اور نیز پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا يَبْنِي آلُ فِي أُمَّتِي إِلَّا بَعُونَ عَلَى خَلْقِ رَبِّهِمْ یعنی ہمیشہ میری امت میں چالیس بن جوئے ابراہیم علیہ السلام پر رہیں گے اور ان میں سے ایک گروہ



کہ جس کا ذکر اس باب میں ہم کریں گئے گذرا جنہوں نے سنی روح کو راضی کیا اور وہ  
روح کے سپرد کیا ہے یعنی ان میں سے ایک گروہ رخصت ہوا  
اور دوسرا باقی رہا رضی اللہ عنہم اور بعض اُن میں سے تمام ہدایت والوں  
کے جمال ابوالعباس احمد بن محمد القصاب ہیں جنہوں نے سنی اور ائمہ کے  
پہلے لوگوں کو پایا تھا اور ان کے ساتھ صحبت کی تھی اور وہ مشہور و معروف  
تھے اور صدق فراموش اور علو حال اور کثرت برمان اور زہد و کرامتیں  
یکتا تھے اور ابو عبد اللہ خیا علی جو طبرستان کے امام تھے کہتے ہیں کہ  
افضل خدا نے عزوجل سے کون ایسا ہے کہ جس کو بے تعلیم کے  
ایسا ہوا اگر ہم کو اصول دین اور وقائع توحید میں کوئی بات مشکل معلوم

ہو تو اُس سے دریافت کریں پس وہ شخص ابوالعباس قصاب ہے اور وہ اُمی تھے۔  
لیکن کلام اُن کی عالی اور نکتے لطیف تھے آپ علم تصوف اور اصول میں اہل ہدایت  
اور انتہا میں عالی حال اور نیکو سیرت رہے اور میں نے ان کی حکایتیں بہت  
سنی ہیں لیکن میرا مذہب اس کتاب میں اختصار پر ہے کہتے ہیں کہ ایک لڑکے  
نے اونٹ کی مہار پکڑی تھی اور بارگراں کے ساتھ بازار میں جانا تھا اور اُس جگہ  
ہمیشہ کینچڑ ہوتی تھی پس اونٹ کا پاؤں اُس جگہ سے پھسل گیا اور وہ گر پڑا  
اور بڑی اُس کی ٹوٹ گئی تو لوگوں نے ارادہ کیا کہ اونٹ کے بوجھ کو اُس کی پیٹھ سے  
نیچے اُتار لیں پس لڑکا خداوند تعالیٰ کے حضور میں ہاتھ اٹھا کر فریاد کرتا تھا اور  
روتا تھا اور یہ اُس کے پاس گئے کہ کیا ہوا ہے تو لوگوں نے کہا اونٹ کا پاؤں ٹوٹ  
گیا انہوں نے اونٹ کی ہانگ پکڑی اور آسمان کی طرف منہ کیا اور کہا خدا کے  
تعالیٰ اس اونٹ کے پاؤں کو درست کر اور اگر تو درست کرتا نہ چاہے گا تو ایک  
قصاب کے دل کو ایک لڑکے کے رونے سے تو نے کیوں جلایا ہے اُسی



وقت اونٹ اٹھا اور زمین پر چلنا شروع کیا اور اُن سے منقول ہے کہ کہا تمام دنیا کو  
اگر چاہے یا نہ چاہے اُس خداوند کے ساتھ عادت کرنا چاہئے والا تکلیف و رنج  
میں رہیں گے کیونکہ جیپ اُس کے ساتھ عادت کر لیا بلانہ آئے گی اور اگر عادت نہ  
کرے گا بلا آئے گی اور تو دل رنجیدہ ہو گا کیونکہ خداوند نفع لے ہماری رضا و رضا  
سے جو تقدیر کی ہے اپنی تقدیر کو متغیر نہ کرے گا پس ہماری رضا اُس کے حکم  
پر ہماری راحت ہے یعنی جو کوئی اُس کے ساتھ نیک خوئی کر لیا اُس کا دل راحت میں  
ہو گا اور جو کوئی اُس سے اغراض کر لیا وہ فدا و قضا سے رنجیدہ ہو گا۔ واللہ اعلم اور  
بعض اُن بیگ بیان مریدان اور برہان محققان ابوعلی بن الحسین بن محمد الدقاق  
تھے اور اپنے فن کے امام اور اپنے زمانہ میں بے نظیر تھے اور بیان صریح اور  
زبان فصیح رکھتے تھے اور کشف میں راہ خداوند کے پابند تھے اور بہت مشائخوں کو  
آپ نے دیبھا تھا اور اُن کے ساتھ صحبت کی تھی اور نعم آبادی کے مرید تھے اور  
ہمیشہ ذکر کیا کرتے تھے اُن سے منقول ہے کہ کہا مَنْ اَتَى بِغَيْرِ ضَعْفٍ فِي حَالِهِ  
وَمَنْ نَطَقَ مِنْ غَيْرِ كَذَبٍ فِي مَقَالِهِ یعنی جس کسی کو بدوں حق کے انس ہو وہ اپنے  
حال میں ضعیف ہو اور جو کوئی اُس کے غیر سے بات کرے وہ اپنے مقالات میں کاذب  
ہو اس واسطے کہ انس غیر کے ساتھ قلت معرفت سے ہے اور انس اُس کے  
ساتھ غیر سے وحشت ہے اور غیر مستوحش ہو غیر نطق نہیں کرتا۔ روایت ہے کہ ایک  
روز ایک بزرگ اُن کی مجلس میں اس نیت سے آئے کہ متوکلوں کا حال اُن  
سے دریافت کریں وہ اُس وقت ایک طبری دستار عمدہ سر پر رکھے ہوئے  
تھے اُن کا دل اُس کی طرف مائل ہوا اور کہا اَيْهَذَا اَلْاِسْتِئَاذُ مَا التَّوَكُّلُ یعنی توکل  
کیا ہے کہا توکل وہ ہے کہ آدمیوں کی دستار سے طمع کو کم کرے یہ کہا اور اُن کو آگے  
دستار کو ڈال دیا واللہ اعلم بالصواب۔



اور بعض ان میں سے اہل زمانہ کے شرف اور اپنے زمانہ میں یکتا ابوالحسن علی بن احمد  
 الخرقانی رضی اللہ عنہما سے تھے اور ان کے تلامذہ سے اور ان کے وقت کے اولیا  
 سب ان کی مدح کرتے رہے ایک مرتبہ شیخ ابوسعید نے ان کی زیارت کا قصد کیا  
 اور ان کے ساتھ ان کے محاورات لطیف ہر فن سے تھے اور جب لوگ  
 تو کہا کہ میں نے تجھ کو اپنے عہد کی ولایت میں قبول کیا اور شیخ نے حسن موذب سے  
 سنا اور وہ شیخ ابوسعید کے خادم تھے پس وہ کہتے ہیں کہ حضرت ان کے حضور میں  
 پہنچے تو آپ نے ان سے کوئی بات نہ کہی اور سوائے جواب سخن کے اور کچھ نہ  
 فرماتے تھے میں نے اُس سے کہا اے شیخ کس واسطے ایسا خاموش ہوا تو کہا عبارت  
 کی تحریک کرنے والے کو ایک بات کافی ہوتی ہے اور استاد ابوالقاسم قشیری  
 سے میں نے سنا کہ جب میں خرقان کی ولایت میں آیا تو فصاحت مجھ کو پہونچی  
 اور عبارت مجھ کو نہ رہی اور اُس کے دیدار سے میں نے جانا کہ اپنی ولایت سے  
 میں معزول ہو گیا اُس سے منقول ہے کہ کہا راہ دو ہیں ایک راہ ضلالت اور  
 دوسری راہ ہدایت پس جو ضلالت کی راہ ہے وہ راہ بندہ کی ہے یعنی خدا کی  
 طرف اور وہ جو راہ ہدایت کی ہے وہ راہ خداوند کی ہے یعنی بندہ کی طرف ہے  
 پس جو کوئی کہے کہ اُس کی طرف پہونچا میں نہ پہونچا وہ اور جو کہے کہ اُس کی طرف  
 پہونچا یا جان کہ پہونچا اس سبب سے کہ پہونچنا نہ پہونچنے میں متعلق ہے اور نہ پہونچنا  
 پہونچنے میں مستعمل ہے اور نار سید رستن اور نارستن نہ متعلق ہے بلکہ پہونچنے اور  
 نہ پہونچنے اور چھوڑنے اور نہ چھوٹنے میں متعلق ہے واللہ اعلم بالصواب اور  
 بعض ان میں بادشاہ وقت اور اپنے زمانہ کے یکتا عبارت اور اپنے بیان  
 میں ابو عبد اللہ محمد بن علی المعروف بالدرستانی مقیم بالبسطام تھے جو طرح  
 طرح کے علموں کے عالم اور درگاہ حق کے محتشم اور ان کا کلام مہذب ہوا اشارات



لطیف ہیں اور شیخ سہلگی جو ان شہروں کے امام اور ان کے اخلاقی ارچھے تھے  
 اور یہ اپنے حضور سے اُس کے انقاس سے سہلگی سے سنا منجملہ ان کے یہ ہے التَّوْحِيدُ  
 عَنْكَ مَوْجُودٌ وَأَنْتَ فِي التَّوْحِيدِ مَمْقُودٌ یعنی توحید تجھ سے درست ہے اور تو توحید میں  
 تاورست ہے کیونکہ اُس کے حق کے موافق قیام نہ کرے تو اور سب کم درجہ توحید میں  
 میری تصرف کی نفی ہو وہ ملک میں اور میری تسلیم کا اثبات اپنے امور میں خاص کر  
 حق عزوجل کا ہے اور شیخ سہلگی نے کہا ایک وقت لیسٹام میں بٹہ ہی آئی تھی اور  
 سب درخت اور کھیت اس کی کثرت سے سسبہا ہوئے اور آدمیوں نے اُس  
 وقت شور مچانا شروع کیا تو شیخ نے مجھ سے کہا یہ کیسا شور ہے میں نے کہا بھئی  
 آئی ہے اور آدمی اُس سے غمگین اور رنجیدہ ہوتے ہیں پس شیخ اُٹھے اور  
 یام پر آئے اور آسمان کی طرف منہ کیا اور دعا فرمائی کسی کا ایک پتے کا بھی نقصان  
 نہ ہوا واللہ اعلم بالصواب۔

بعض اُن میں سے شاہنشاہ محیان اور ملک الملوک درصوفیان ابوسعید فضل اللہ بن محمد  
 المصطفیٰ سلطان وقت اور جمال طریقت تھے اور تمام زمانہ کے لوگ اُن کے مسخر  
 تھے ایک گروہ دیدار کے واسطے درست اور ایک گروہ اعتقاد میں اچھا اور ایک گروہ  
 حال میں قوی تھا آپ عالم تھے فنون علم میں ایک گروہ زمانہ رکھتے تھے اور نشان عظیم  
 آپ کی تھی اور ان کے سوا اُن کی آیتیں اور نشانیاں اور برنامہ بہت تھیں۔  
 جیسے کہ اُن کے آثار دنیا میں ظاہر ہیں اور مشرق زمانہ میں علم پڑھنے کی واسطے  
 سرخس میں پہنچے سے آئے اور ابوعلی زاہد رضی اللہ عنہ کے ساتھ تعلق کیا اور ایک روز میں تین  
 روز کا سبقتی پڑھتے اور وہ تین روز عبادت میں گزارتے جب کہ اُس امام نے وہ  
 رشتہ اُس میں دیکھا تو تعظیم اُن کی زیادہ کی اور اُس وقت میں سرخس کے والی  
 شیخ ابوالفضل حسن تھے ایک روز سرخس کی ندی پر جاتے تھے ابوالفضل حسن



اُس کے آگے آئے اور کہا یا ابوسعید پیری راہ یہ نہیں ہے جو جاتا ہے اپنا راستہ اختیار کر شیخ  
 نے اُن سے کچھ تعلق نہ کیا اور اُس جگہ سے اپنی جگہ آئے اور ریاضت و مجاہدیت میں مشغول  
 ہوئے یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے ہدایت کا دروازہ آپ پر کھولا اور درجہ اعلیٰ پر آپ  
 کو پہنچایا اور شیخ ابوسعلم فارسی سے میں نے سنا ہے کہ کہا مجھ کو اُن کے ساتھ ہمیشہ  
 ایک خصوصیت تھی ایک وقت اُن کی زیارت کا میں نے ارادہ کیا جب ان کے پاس میں آیا  
 تو میری گوڈری ایسی میلی تھی جیسے چمڑہ کا تسہ ہوتا ہے اور اُن کو دیکھا کہ تخت پر بیٹھے ہوئے ہیں  
 اور دیبائے مصری پہنے ہوئے ہیں پس اپنے دل میں میں نے کہا کہ یہ دعویٰ فقر کا کرتا ہے  
 باوجود ان تمام تعلقات کے اور میں دعویٰ فقر کا کرتا ہوں اس تمام مجروری  
 کے ساتھ پس مجھ کو اس مرو کے ساتھ کیونکر موافقت ہوگی وہ میرے اس خیال سے  
 خبردار ہوئے اور سر اٹھایا اور کہا اے ابوسعلم فی ائی دیوان وجدات من کان قلبہ  
 قائمًا فی مشاہدۃ الحق یقع علیہ اسم الفقیر یعنی کس دیوان میں لو نے پایا کہ جس  
 آدمی کا دل مشاہدہ حق میں قائم ہووے اور اس پر نام فقر کا واقع ہو۔ یعنی  
 مشاہدہ والے بے پروا ہیں حق کے ساتھ اور فقیر لوگ مجاہدہ والے ہیں کہا میں اپنے  
 دل میں پشیمان ہوا اور اپنے بجا اندیشہ سے استغفار کیا اور اُن سے منقول ہے  
 ہے کہ کہا التَّصَوُّفُ قِیَامُ الْقَلْبِ مَعَ اللَّهِ بِلا واسطۃ یعنی تصوف قیام کرنا دل کا  
 حق کے ساتھ بغیر واسطہ کے ہے اور یہ مشاہدہ کی طرف شاہد ہے اور شاہد و علیہ دوستی  
 سے ہوا اور صفت تحقیق میں استغراق شوق رؤیت اور فناء صفت بقاء حق  
 کے ساتھ ہے اور کتاب الحج میں مشاہدہ اور اُس کے وجود میں ایک بیان کروں  
 گا میں انشاء اللہ تعالیٰ۔ روایت ہے کہ ایک وقت نیشاپور سے طوس کا ارادہ  
 کیا اور اُس میں ایک راہ سرد تھی اور پاؤں اُن کا موزہ میں سردی پاتا تھا۔ ایک  
 فقیر نے کہا میں نے دل میں خیال کیا کہ اس اپنے دو پیٹہ کو دو ٹکڑے



کروں اور ان کے پاؤں پر پیٹوں میرے دل نے اجازت نہ دی کہ دوپٹہ بہت اچھا تھا جب ہم طوس میں آئے اور مجلس میں اُن سے میں نے سوال کیا کہ شیخ مجھ سے فرق یہاں کرے درمیان دوسو اس شیطان اور الہام حق کے کہا الہام وہ ہووے کہ تجھ سے کہا کہ دوپٹہ کو دو ٹکڑے کر و تاکہ پاؤں بوسعید کا سردی نہ پاوے اور دوسو اس وہ ہے کہ تجھ کو منع کیا اس سے اور اس قسم کی اُن سے منواتر روایتیں ہیں اور مردوں کا کام یہ ہے واللہ اعلم بالصواب۔

بعض اُن میں سے اوتادوں کی زینت اور عابدوں کے شیخ ابو الفضل محمد بن حسن مختلفی ہیں میری اقتدا طریقت میں اُن کے ساتھ ہے اور علم تفسیر اور روایات کے عالم تھے اور تصوف میں مذہب جنید کا رکھتے تھے اور حصری کے مرید تھے اور صاحب سروانی اور ابو عمر قزوینی اور ابو الحسن بن سالیہ کے اقران سے تھے اور ساٹھ برس غزلت صادق کے حکم سے پہاڑوں میں بھاگ جاتے تھے اور اپنا نام خلق میں گم کیا تھا اور اکثر اوقات گام میں رہتے تھے اور عمر اچھی پائی اُن کی کہتیں اور بڑبائیں بہت تھیں لیکن لباس اور رسوم متصوف کی نہیں رکھتے تھے۔ اور رسم والوں کے سخت مخالف تھے اور میں نے ہرگز اُن سے زیادہ ہیبت کوئی آدمی نہ دیکھا تھا اور اُن سے منقول ہے کہ کہا اللہ نیا یوم و کنا فیہا صوم یعنی دنیا ایک روز ہے اور ہم تحقیق کر اس میں روزہ گزاریں اور اس سے کچھ حصہ نہیں لیتے ہیں اور اس کی قید میں ہم نہیں آتے ہیں اس سبب کہ اس کی آفت ہم نے دیکھی ہے اور اس کے حجابوں پر واقف ہوئے ہیں اور اس سے روگردانی کر کے ایک وقت اُن کے ہاتھ پر اُن کی طہارت کے واسطے پانی گراتا تھا میرے دل میں آیا کہ جو کام تقدیر و قسمت سے ہیں کس واسطے اُن کو لپٹے آپ کو پیروں کا بندہ بناویں خاص کر ایک کرامت کی امید کے واسطے کہا اسی پیر نے جانا وہ جو تونے



اندیشہ کیا ہے ان جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ سپاہی بچہ کو یا دوست بہت دمی تو  
 اس کو توبہ کی توفیق دیتا ہے اور کسی دوست کی خدمت میں مشغول کرتا ہے اور وہ خدمت  
 خاص کر اس کی کرامت کا سبب ہوتی ہے اور مثل اس کے بہت سے لطیفے ہر  
 روز مجھ پر ظاہر ہوتی اور اس روز کہ اس کو کہ جس روز آپ کی وفات ہوئی آپ بیت  
 الجن میں تھے جو کہ ایک موضع گھاٹی کے اوپر ہے اور بامیاں رود اور مشق کے  
 درمیان ہے اس وقت ان کا سر میری گود میں تھا اور مجھ کو دلین تکلیف ہوتی تھی۔ اس  
 وقت میں نے ایک دوست سے کہا جیسی کہ عادت آدمیوں کی ہوتی ہے  
 تو آپ نے مجھ سے کہا کہ اے پسرا عقلو کا مسئلہ تجھ سے کہتا ہوں۔ اگر  
 آپ کو اس سے درست کرے تو تمام رنجوں سے رٹائی پاوے تو جان کہ سب  
 جگہوں اور سب وقتوں میں خدائے تعالیٰ نیک و بد کو پیدا کرتا ہے۔ چاہئے کہ  
 اس کے کام پر خصوصیت نہ کرے تو اور کوئی رنج دل میں اختیار نہ کرے تو اور  
 سوائے اس کے وصیت دازنہ کی اور راہ حق میں جان دی رہے واللہ اعلم  
 بالصواب۔

بعض ان میں سے استناد اہام اور زینت اسلام ابوالفاسم عبد الکریم بن  
 ہوازن القشیری ہیں اپنے زمانہ میں یدیع تھے اور مرتبہ ان کا بلند اور مترل  
 اس کی بزرگ اور ان کا فضل و زمانہ تمام زمانہ کے لوگوں کو معلوم ہے اور ہر فن میں  
 ان کے لطیفے بہت ہیں اور تصنیفات نفیسہ تحقیق کے ساتھ اور خداوند تعالیٰ  
 نے ان کے حال زبان کو زیادتیوں سے محفوظ کیا تھا اور میں نے ان سے سنا  
 ہے کہ کہا صلی اللہ علیہ وسلم اذہل یان و اخرہ سکوت فاذا عکلت بصرک  
 مانند کیا صوفی کو برسام کی بیماری کے ساتھ کہ ابتدا اس کی بیدار کہتا ہوا اور انتہا۔  
 اس کی سکوت اس میں پس صفوت کی دو طرف ہیں ایک وحید اور دوسری نمود



اور نمود خاص کر مبتدیوں کو ہو اور نمود میں عبارت نمودن بیان سے ہو وے اور  
وہ منتہیوں کو ہو اور وہ میں عبارت وجد محال ہو جس جتیک طالب میں علو ہمت کے  
ساتھ اور تاطق میں ہمت میں اور نطق بھی اہل کعبہ کو ہدیان معلوم ہوتا ہے اُن کے پاس  
عبارت اور اشارت نہ رہی اور اُن کی مثال یہ ہے کہ جب موسیٰ صلوات اللہ  
علیہ مبتدی تھے تمام ہمت اُن کی رویت تھی تو ہمت سے عبارت کی اور  
کہا دیتِ آسمانی اَنْظُرْ اِلَيْكَ یہ عبارت نہ پانے مقصود سے ہدیان کی تھی اور ہمارے  
رسول صلی اللہ علیہ وسلم منتہی تھے اور ممکن اور جب وجود اُن کا مقام ہمت پر پہنچا  
اور ہمت اُن کی فانی ہوئی تو کہا لا اُحْصِيْ كُنَاءَ عَلِيكَ اور یہ منزل بلند اور مقام  
عالی ہے واللہ اعلم۔

اور بعض اُن میں سے شیخ اور امام اوصداور اپنے طریق میں مفرد ابو الیماس احمد  
بن محمد الاشتقاقی ہیں جو فنون علم اصول و فروع میں امام تھے اور سب معانی میں بلند تھے  
اور بہت مشائخوں کو دیکھا تھا اور کبیر اور اجلا اہل تصوف سے تھے اپنی راہ کو فنا سے  
عبارت کرتے تھے مشکل عبارت کے ساتھ وہ اس عبارت کے ساتھ مخصوص تھے اور  
میں نے جاہلوں کے ایک گروہ کو دیکھا کہ انہوں نے اُن کی اس عبارت کے ساتھ  
تقلید کی تھی اور اُن کے طریقے اختیار کئے تھے اور اُن کی پرانندہ عبارتیں لئے ہوئے  
تھے اور وہ تقلید یعنی سوسے بری تھے مجھ سے کہا دیکھ کیسی عبارت ہے چونکہ  
اُن کے ساتھ ایک خاص قسم سے اُلٹ تھا اور وہ میرے ساتھ نہایت تنفقت فرماتے  
تھے اور بعض علوم میں وہ میرے استاد تھے اور جتیک میں اُن کے پاس رہا  
کسی آدمی کو نہ دیکھا میں نے کہ شریعت کی اُن کے نزدیک تعظیم زیادہ ہو جس طرح کہ  
اُن کے نزدیک زیادہ تھی اور تمام موجودات سے ترک تعلق تھا اور سوائے امام محقق  
کے اُن کے کس کو فائدہ نہ ہوتا تھا اور عبارت اُن کی علم اصول میں بہت دقیق ہوتی



تھی اور ہمیشہ طبیعت اُن کی دنیا و عقبے سے نفرت کرنے والی رہتی تھی اور ہمیشہ شور کرتے کہ اَشْتَهِي عَدْمًا لَا دَجُودَ لَهُ یعنی میں اُس عدم کو چاہتا ہوں جس کا وجود نہ ہو اور فارسی میں کہتے ہر آدمی را بایست محال باشد و مرا نیز بایستی محال است کہ یقیناً دائم کہ اُن نباشد اور وہ وہ ہے کہ مجھ کو چاہئے کہ خداوند تعالیٰ مجھ کو اُس عدم کی طرف لے جاوے کہ ہرگز اُس امر کو وجود نہ ہووے کیونکہ جو کچھ مقامات اور کرامات سے ہے سب محل حجابِ بلا ہیں یعنی آدمی عاشق اپنے حجاب کا ہوا اور نیستی آرزوئے دیدار میں بہتر آرام حجابات سے ہے جو حق جل جلالہ کی ہستی ہے کہ عدم اُس پر جائز نہ ہو کیا نقصان اُس کے ملک کا اگر ہیں نے نیست باؤں کہ ہرگز خاص کر اُس نیست کی ہستی نہ ہو اور یہ اصل قومی ہے یعنی صحت قناریں واللہ اعلم بالصواب۔

اور بعض اُن میں سے قطب زمانہ اور اپنے زمانہ میں یگانہ حضرت ابوالقاسم بن علی بن عبد اللہ انکرگانی ہیں ان کی ابتداء بہت اچھی اور قومی ہوئی ہے اور اُس وقت میں سب کے دل کا منہ اُن کی درگاہ کی طرف تھا اور سب طالبوں کا اعتقاد اُن پر تھا اور کشف واقعات مریدین میں آپ ایک آیت تھے : : : : : ظاہر اور فنون علم سے آراستہ اور اُن کو ہر ایک عالم کی زینت تھے اور ان کے بعد ان کا ایک جانشین اچھا رہے گا انشاء اللہ تعالیٰ جو مفتدا قوم کا ہو اور وہ لسان الوقت میں ابو علی الفضل بن محمد الفارمدی ایفاء اللہ کہ اپنا حصہ اُس بزرگ کے حق میں نہ چھوڑا تھا اور کل سے اعراض کیا تھا پس ایزد تعالیٰ نے خاص کر اُس کو اُس زبان حال کی کتبوں سے وہ پیشوا کیا ہے کہ ایک نین شیخ کے روبرو بیٹھا ہوا تھا اور احوال اور نمود اپنی کو شمار کرتا تھا میں اور وہ اپنی کرامت سے وہ مجھ سے سنتا تھا اور مجھ کو لڑکپن کا غرور اور جوانی کی دانش اُس گفتار پر حریص کرتے تھے اور دل میں آتا تھا کہ اس پیر کو ابتدا میں اس کو چہر میں نہیں ہوا ہے کہ اس قدر عاجزی کرتا ہے میرے حق میں



اور عاجزی کرتا ہے میرے باطن میں پس میرا شیخ میرے اس راز کو سمجھ گیا اور کہا کہ جان من یہ عجیب ترین ہے واسطے جو اور نہ تیرے حال کی خاطر کے واسطے ہو بلکہ حال کا بدلنے والا محال کے محل پر آتا ہے اور یہ مجھ و نیاز محول احوال کے آگے کرتا ہوں اور یہ عام ہے سب طالبوں کو اور نہ کہ خاص تجھ کو پس جب میں نے یہ سنا تو میں بیتاب ہو گیا تو اُس وقت میرے شیخ نے کہا کہ اے بیٹا آدمی کو اس طریقت کے ساتھ نسبت زیادہ اُس سے نہیں ہوتی کہ جب اُس کو طریقت کے ساتھ متعلق کریں اور نوجہ کا خیال اُس سے پھیر دے اور جب اُس کو اُس سے جدا کریں تو اُس کا خیال عبارت پر پہنچے پس نفی اور اثبات اور کم ہونا اور موجود ہونا دونوں عالم خیال سے ہوں۔ اور ہرگز آدمی پندار کی قید سے نہ چھوٹے پس اُس کو چاہیے کہ درگاہ بندگی کی اختیار کرے۔ اور تمام نسبتوں کو آپ سے دفع کرے سوائے نسبت بندگی اور فرمانبرداری کے اور اُس کے بعد مجھ کو بہت سے اسرار تعلیم فرمائے اگر اُن نے ظاہر کرنے میں مشغول ہوں تو اصلی مقصد سے باز ہوں واللہ اعلم \*

اور بعض اُن میں سے رئیس اولیاء اور ناصح اہل صفا ابو احمد المنظر بن احمد بن حمدان رحمہ اللہ ہیں جب خداوند عالم نے تصوف کا دروازہ اُن پر کھولا اور تاج کرامت اُس کے سر پر رکھا تو مقام فنا اور بقا میں اُن کا بیان اچھا اور عبارت اعلیٰ ہوتی تھی اور شیخ المشائخ ابو سعید نے کہا کہ مجھ کو درگاہ میں بندگی کی راہ سے لائے اور خواجہ منظر کو خداوندی کی راہ سے لائے یعنی ہم نے مجاہدہ سے مشاہدہ پایا اور مشاہدہ سے وہ مجاہدہ میں آیا میں نے اُس سے سنا کہ کہا وہ جو بزرگوں کو قطع جنگلوں اور بیابانوں سے ظاہر ہوا ہے میں نے تکیہ اور مسند کے اوپر پایا ہے اور وہ لوگ جو عورت والے ہیں اُس قول کو اُس پیر سے دعویٰ کیساتھ اٹھاویں گے اور وہ ان کے نقصان سے ہوگا اور کوئی حال عبارت اپنے صدق حال سے دعویٰ نہ ہو خاص کر کہ جو اہل معنی



سے ہوا اور آج اُن کا ایک بیٹا نیک ماہی اور بزرگوار مہم حمد سلمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ایک روز میں اُن کے پاس تھا اور ایک شخص نیشاپور کے مدعیوں سے اُن کے پاس رہتا تھا اور کہتا تھا کہ جو اپنی عبارت میں فانی ہو وہ اُس وقت باقی ہو تو خواجہ مظفر نے کہا کہ فنا پر بقا کس طرح حاصل ہو کیونکہ فنا عبارت نیستی سے ہے اور بقا اشارۃً ہستی سے ہے اور ہر ایک ان کے نفی کرنے والا اپنے صاحب کی ہے پس فنا معلوم ہے لیکن جو یہ نیست ہو تو ہست ہو پس وہ عین نہ ہو گا بلکہ وہ آپ ایک چیز دوسری ہو اور روانہ ہو کہ ذاتین فانی ہوں لیکن صفت کا فنا ہونا جائز ہوتا ہے اور سبب کا فنا ہونا ہو بھی تو جب سبب اور صفت فانی ہو جائے تو موصوف اور سبب رہ جائیگا اور فنا اُس کی ذات پر درست نہ ہوگی اور میں جو علی بن عثمان الجلابی ہوں کہتا ہوں۔ کہ مجھے عبارت اُس خواجہ کی بعینہ یا و نہیں لیکن معنی یہی تھے کہ جو بیان کئے گئے اور خاص کر مراد عبارت کی زیادہ ظاہر کروں تاکہ عام لوگ واقف ہو جائیں پس مراد اس سے یہ ہے کہ بندہ کے اختیار میں اُس کی صفت ہوتی ہو پس اختیار حق سے اپنی اختیار میں مثل پردہ نشینوں کے ہے پس صفت بندہ کی اُس کا حجاب ہوئی یعنی حق سے اور لامحالہ اختیار حق کا ازلی ہوا اور اُس بندہ سے محدث اور جو اختیار حق کا بندہ کے حق میں بقا ہوا تو لامحالہ اختیار اُس کا فانی ہوا اور تصرف اُس کا منقطع ہوا واللہ اعلم اور ایک روز میں ہمسرا میں اُن کے پاس آیا تو آپ نے مجھ سے کہا یا ابا الحسن اس وقت کی خواہش بیان کر کہ کیا چاہتا ہے تو میں نے عرض کیا کہ اس وقت مجھ کو سماع سننے کی خواہش ہے اُسی وقت آپ نے ایک آدمی کو قوال کے بلاسنے کو روانہ کیا اور ایک جماعت راگ سننے والوں کی اور تاج دیکھنے والوں کی بھی اُس وقت موجود تھے میں جوش جوانی اور نور محبت کی وجہ سے پہلے کلمات کو ہی سن کر بیقرار ہو گیا جب مجھ کو تھوڑا سا زمانہ گزرا اور وہ جوش کم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ



اس سماع کو تو نے کیسا پایا میں نے کہا ایسا شیخ میں بہت خوش تھا تو آپ نے فرمایا کہ ایک وقت ایسا آویگا کہ بڑا آواز کو اکی دونوں خاصکر تجھ کو یکساں ہوں گی کیونکہ قوت سماع کی اُس وقت تک ہوگی کہ مشاہدہ نہ ہو گا جب مشاہدہ حاصل ہو گا تو ولایت سمع کی ناچیز ہو جائے گی اور ذکر کی جہت تک تو عادت نہ کر لیگا تب تک میری طبیعت قائم نہ ہوگی اور اُس کے ساتھ نہ رہے گی۔ واللہ اعلم بالصواب

## الباب الثالث عشر

یعنی باب ذکر میں صوفیاء متاخرین اہل بلدان کے بطور اختصار کے

پس اے طالب صادق! میں اُن لوگوں کا ذکر کروں گا کہ جو میرے ہم عصر ہیں ہوئے ہیں اگر میں ذکر اور شرح سب کے حال کی اس جگہ کروں تو یہ کتاب دراز ہو جائے گی اور اگر بعض کو چھوڑ دوں تو مقصود کتاب رہ جاوے لہذا اب نام اُن لوگوں کے جو میرے زمانہ میں ہوئے ہیں اور موجود ہیں اور جو افراد قوم سے ہیں۔ اور ان کے مشائخ اور ارباب معانی سے ہیں نہ رسوم سے ہیں اس کتاب میں لاتا ہوں تاکہ میں اپنی مراد حاصل ہونے سے زیادہ قریب ہوں انشاء اللہ تعالیٰ یعنی وہ لوگ جو کہ عراق و شام میں ہوئے ہیں منجملہ اُن کے ایک شیخ محمد زکی بن العلامی بزرگان مشائخ سے تھے اور زمانہ کے پیشواؤں سے اُس کو میں نے مثل شعلہ کے شعلہ مانے محبت سے آیات اور براہین ظاہر کے ساتھ پایا اور شیخ بزرگ دار ابو جعفر محمد بن المصباح العبدی لاتی رؤسا متصوفین سے تھے تحقیق میں آپ کی زبان اچھی تھی اور حسین بن منصور سے اُن کو بہت محبت تھی اور بعض اُن کی تصانیف سے اُن کے رویہ میں نے پڑھی ہے اور ابوالفاسم سدسی ایک پیر ماجاہد ت



اور نیک حال تھے اور فقیروں کے معتقد اچھے اعتقاد کے ساتھ تھے لیکن پارس  
 والوں سے شیخ الشیوخ ابوالحسن ابن سالیہ افصح اللسان تھے اور تصوف اور توحید  
 میں واضح البیان تھے اور آپ کے کلمات مشہور ہیں اور شیخ مرشد ابوالحسن بن شہرہ  
 یار مختشان قوم سے تھے اور سیاست پوری رکھتے تھے اور شیخ طریقت ابوالحسن  
 علی بن بکران بزرگان منصوفہ سے تھے اور شیخ ابوسلم ایک مرد عزیز وقت تھے اور  
 نیک زمانہ کے اور شیخ ابوالفتح سالیہ خا صکر باپ کے ایک بیٹے نیک اور ولی عہد  
 ہیں اور شیخ ابوطالب ایک مرد گرفتار کلمات حق کے تھے اور ان سب میں سے  
 میں نے شیخ الشیوخ شیخ ابوالحسن کو نہیں دیکھا ہے اور قہستان اور آذر  
 بایجان اور طبرستان والوں سے شیخ شفیق فرج معروف باخی رنجبانی ایک  
 مدنیکی سیرت اور ستودہ طریقت تھے اور شیخ اس زمانہ میں بزرگان اس گروہ  
 سے ہیں اور ان سے خیرات بہت ہے اور یہ بادشاہ تائب ایک مرد راہ  
 حق میں عیار تھے اور شیخ ابو عبد اللہ جنیدی ایک پیر رفیق و محترم تھے اور شیخ  
 ابوطاہر مکتوف اس وقت کے اجلہ سے تھے اور خواجہ حسن سمنانی ایک مرد  
 گرفتار ہے اور امیدوار اور شیخ سہلگی دانیان متصوفہ سے تھے اور احمد پسر  
 شیخ خرقانی خا صکر اپنے باپ کے نیک خلف تھے اور کنہ کا نیک سادات زمانہ سے تھے  
 اور کرمان والوں سے خواجہ علی بن حسین السیرکانی ستیاح وقت کے تھے  
 اور اچھے سفر کھتے تھے اور ان کا لڑکا ایک مرد حکیم عزیز ہے اور شیخ محمد بن سلمہ بزرگان  
 وقت سے ہوئے ہیں اور ان سے آگے اور اولیاء خدا کے عز و جل سے  
 مکتومان ہوئے ہیں اور جوان ولوط کے امیدوار ہیں اور خراسان والوں  
 سے جو اقبال حق کا سایہ اس جگہ ہے شیخ مجتہد ابوالعباس و امغانی تھے  
 جو زندگانی خوب رکھتے تھے اور آپ کا وقت اچھا تھا اور خواجہ ابو جعفر محمد



بن علی الجودی تھے جو بزرگوں اور محققوں اس گروہ سے ہیں اور خواجہ ابو جعفر تریزنی  
 عزیزان وقت سے تھے اور خواجہ محمود نیشاپوری مقتدار وقت تھے جو نیک با ن  
 رکھتے تھے اور شیخ جہشوق ابھی زندگانی رکھتے تھے اور وقت کو خوب گزرتے  
 اور جبرۃ الحسب تھے اور ایک پیر نیک باطن اور خرم تھے اور خواجہ رشید مظفر  
 پیر شیخ ابو سعید کے امیدوار ہیں کہ مقتدار قوم اور قبیلہ دلوں کے ہوں اور خواجہ  
 شیخ احمد عادی سرخی مبارک وقت تھے اور ایک مدت میرے رفیق رہے، اور  
 ان کے کام سے میں نے عجائب بہت دیکھی ہیں اور جو ان مردان متصوفہ سے تھے۔  
 اور شیخ احمد بخار سمقندی جہنم منجم اور سلطان زمانہ تھے اور شیخ ابوالحسن علی  
 بن ابی علی الاسود خاں صکر اپنے باپ کے ایک اچھے خلف تھے اور علو بہمت اور  
 صدق فراست میں اپنے زمانہ کے بیکتا تھے اور خراسان والوں سے سب کو  
 شمار کرنا تو مجھے دشوار ہے لیکن میں نے تین سو آدمی تنہا خراسان میں دیکھے ہیں  
 جن میں ہر ایک ایک مشرب رکھتا تھا کہ ان میں سے ایک تمام دنیا کے واسطے  
 کافی ہو اور یہ سب اس سبب سے ہے کہ طریقت کی محبت و اقبال کا آفتاب خراسان  
 کی قسمت میں ہے اور ماوراء النہر کے رہنے والوں سے خواجہ مقبول خاص عام  
 ابو جعفر محمد بن حسین الجرمی ایک مرد سنی والا اور گرفتار ہے اور بہت عالی رکھتا  
 ہے اور زمانہ صافی اور درگاہ حق کے طالبوں پر پوری شفقت کرتا ہے۔ اور خواجہ  
 فقیہ اپنے اصحاب میں جمیع ابو محمد بالغری اچھا زمانہ رکھتے تھے اور معاملات  
 قوی اور احمد ایلاتی شیخ وقت تھے اور زمانہ کے بزرگ اور رسوم و عاداتوں کے  
 تارک اور خواجہ عارف وقت کے بیکتا اور زمانہ کے نادر اور علی بن ابی اسحاق  
 خواجہ روزگار تھے اور ایک مرد مختشم اور زبان ابھی رکھتے تھے اور یہ نام ان کے  
 ہیں نے بیان کئے ہیں جن کو میں نے دیکھا ہے اور مقام ہر ایک کا معلوم



کیا ہے اور یہ سب لوگ اہل تحقیق سے تھے لیکن غزنین والے شیخ عارف اپنے  
 زمانہ میں منصف ابوالفضل بن الاسدی ایک پیر بزرگی کے لائق تھے اور ان کی باتیں  
 ظاہر ہیں اور کرامتیں باہر اور آتش محبت سے مانند شعلہ کے تھیں۔ اور شیخ تعلقات  
 سے علیحدہ اسماعیل الشاشی ایک پیر مختتم تھے اور ملامت کے طریق پر جاتے تھے  
 اور شیخ سالار طبری علماء منصور سے تھے اور زمانہ اچھا رکھتے تھے۔ اور شیخ عیار  
 اور معدن اسرار ابو عبد اللہ محمد بن الحکیم المعروف بہ مرید مستان حضرت حق  
 سے تھے اور زمانہ میں اپنے فن میں ثانی نہ رکھتے تھے اور زمانہ ان کا خلق پر  
 پوشیدہ تھا اور ان کی دلیلیں ظاہر ہیں اور آئیں ظاہر ہیں اور صحبت کی واسطے  
 ان کا زمانہ بہت اچھا تھا اور پہلے درویشوں سے سعید بن ابی سعید العیار۔ پیغمبر  
 علیہ السلام کی حدیث کے حافظ تھے اور ایک عمر اچھی پائی تھی اور بہت  
 مشائخوں کو دیکھا تھا اور قوی الحال اور باخبر تھے لیکن پوشیدہ چلتے اور اپنے  
 منہ کسی پر ظاہر نہ کرتے تھے۔ اور خواجہ بزرگ وار اور قاعدہ حرمت وقار ابوالعلا  
 عبد الرحیم بن محمد السعدی عزیز قوم ہے اور سید وقت اور مہذب زمانہ اور حال اچھا  
 اور فنون علم سے خبردار ہے اور شیخ یگانہ سورہ بن محمد الجودیزی اہل طریقت کے  
 ساتھ شفقت پوری رکھتے ہیں اور ہر ایک کی ان کے نزدیک بزرگی ہے اور مشائخ  
 کو دیکھا اور حکم اعتقاد عالم لوگ اور اس شہر کے علماء خوب پسند رکھتے ہیں کہ ان کی  
 بعد آدمی اچھے ظاہر ہوں گے کہ ان سے ہم کو اعتقاد ہو گا اور یہ گروہ پر اگندوں کا  
 کہ اس شہر میں موجود ہے اور اس راستہ کی صورت کو خراب کیا ہے اس شہر سے  
 پاک ہوں اور وہ بھی قدم گاہ اولیاء اور بزرگوں کی ہے اب ہم ان کے فرقوں کے  
 فرق کو اور مذہب کو ظاہر کرتے ہیں تاکہ سب لوگ ان سے واقف ہو جائیں۔  
 واللہ اعلم بالصواب۔



# الباب الرابع عشر

یعنی باب اُن فرقوں کے فرق میں جو مذاہب میں ہیں

اس سے پہلے ابو الحسن نورئی کے ذکر میں میں نے کہا تھا کہ یہ بارہ گروہ ہیں اُن میں سے دو گروہ مردود ہیں اور دس مقبول ہیں اور ہر ایک قسم کو ان دس گروہ سے ایک معاملہ اور ایک طریقہ اچھا مجاہدات میں ہے اور آداب لطیف مشاہدات میں ہے ہر چیز معاملات اور مجاہدات اور ان کی ریاضتیں مختلف ہیں لیکن شریعت کے اصول و فروع اور توحید میں موافق ہیں اور ابو یزید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے -  
 اِخْتِلَافُ الْعُلَمَاءِ رَحْمَةُ الْاِلهِ تَجَرُّدُ التَّوْحِيدِ اور اس کلمہ کے موافق ایک حدیث بھی مشہور ہے اور حقیقت تصوف کی مشائخوں کے انچار میں موجود ہے جو از روئے حقیقت اور مقسوم کے از روئے مجاز اور رسوم کے ہے پس میں بطور اختصار کے ان کئی باتوں کو اُس بیان میں تقسیم کرتا ہوں اور اصل مذہب میں ہر ایک کے واسطے ایک بساط بچھاتا ہوں تاکہ طالب کو اس کا علم حاصل ہو اور علماء کو سلام ہو اور مریدوں کو اصلاح اور محبتوں کو فلاح اور غفلت اور رضا و تدا ان مروت کو نسیجہ اور مجتہد کو دو جہان کا اللہ کی طرف سے ثواب حاصل ہو۔ پس محاسن بیان کی اقتداء ابی عبد اللہ حارث بن اسد المحاسبیؒ کے ساتھ ہے اور اس پر سب زبانیوں کا اتفاق ہے کہ وہ مقبول النفس اور مقتول النفس تھے اور علم اصول اور فروع اور حقائق کے عالم تھے۔ اور اُن کا کلام تجرید توحید میں تھا اور صحت معاملات ظاہری اور باطنی میں یکتا تھے اور ایک اعتراض اُن کے مذہب پر یہ ہے کہ رضا کو جملہ مقامات سے نہیں کہتے کہتے ہیں وہ جملہ احوال سے ہر اولین خلافت کا اقتدار انہوں نے کیا ہے اور اُس وقت



اہل خراسان نے یہ قول اُن کا اختیار کیا اور عراقیوں نے لیا کہ رضا جملہ مقامات سے ہے اور یہ نہایت توکل ہو اور ان دونوں قوموں میں آج تک اختلاف پڑا ہوا ہے اور اب میں اس قول کو بیان کرتا ہوں انشاء اللہ تعالیٰ اَلْکَلَامُ فِی حَقِیْقَةِ الرِّضَا یعنی یہ کلام رضا کی حقیقت میں ہے اور اس مذہب کا بیان یوں ہو کہ پہلے رضا کی حقیقت کو ہم ثابت کریں گے اور اُس کے اقسام بیان کریں گے اور اُس کے بعد حقیقت حال و مقام اور اُن میں فرق بیان کریں گے انشاء اللہ عزوجل لیکن جانتا چاہئے کہ کتاب اور سنت رضا کے ساتھ ناطق ہے اور امت اُس پر جمع ہے جیسا کہ خدا کے عزوجل نے فرمایا ہے وَرَضُوا عَنْهُ اَوْ نَزَّهَا لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یَاۤیُّوْنَ لَیْلَۃَ النَّجْمِ یعنی تحقیق راضی ہوا اللہ مومنوں سے جس وقت شہری بیعت کرتی تھے نیچے درخت کے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ذَاقْ طَعْمَ الْاِیْمَانِ مِنْ کَوْضِیْ بِاللّٰهِ لَیْسَ بِکَیْفَا فَرَا اِیْمَانِ کا اُس شخص نے کہ جس جو راضی ہوا اللہ کے رب ہو پس رضا و قسم پر ہے یعنی ایک رضا خداوند تعالیٰ کی بندہ پر رضا ہے اور دوسرے بندہ کی خداوند تعالیٰ سے رضا ہے لیکن حقیقت رضا خداوند تعالیٰ کی ارادت ثواب اور نعمت اور بزرگی بندہ کی ہے اور حقیقت رضا بندے کی قائم ہونا اُس کے فرمان پر اور گردن رکھنا خاص کر اُس کے حکم پر ہے پس خداوند تعالیٰ کی رضا بندہ کی رضا پر مقدم ہے کیونکہ جب تک اُس کا توفیق نہ ہو وے کی بندہ خدا اُس کو حکم پر گردن نہ رکھے گا اور اُس کے حکم پر اقامت نہ کرے گا اس سبب کہ رضا بندہ کی خداوند کی رضا کے ساتھ ہم قرین ہے اور اُس کے ساتھ بندگی کا قیام ہے اور حاصل یہ کہ رضا بندہ کی استواری دل کی ہونے قضا کے دو طرف پر یا منع ہے یا عطا ہے اور استقامت اُس کے سر کی نظارہ احوال پر ہے یعنی یا جمال ہو اور یا جلال ہو پس جیسا کہ اگر منع کے ساتھ واقف ہو یا عطا کے ساتھ ہو تو سابق ہو اُس کی رضا کے



نزدیک ہے وہ قساوی ہے اور اگر حق کی ہیبت جلال کی آگ میں جلے یا اس کے لطف  
 و جمال کے نور سے روشن ہو اور جلنا اور روشن ہونا اُس کے دل کے نزدیک کیاں  
 ہو اس واسطے کہ اُس کا شاہد حق ہے اور وہ جو اُس سے ہو وہ سب اچھا ہی اچھا ہے  
 کسی نے ایک مرتبہ حضرت امیر المومنین حسین بن علی کرم اللہ وجہہ سے حضرت ابوذر غفاریؓ  
 کا قول پوچھا کہ کہا اَلْفَقْرُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنَ الْفَنَاءِ وَالسَّقَمُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنَ الصِّحَّةِ فَقَالَ  
 رَحِمَ اللَّهُ اَيَا ذَٰلِكَ قَوْلُ مَنْ اَشْرَفَ عَلَیْ حُسْنِ اخْتِيَارِ اللَّهِ لَمْ يَمَيَّنْ غَيْرَمَا اخْتَارَ اللَّهُ لَنَا  
 یعنی فقیری میرے نزدیک زیادہ دوست ہے امیری سے اور بیماری زیادہ دوست  
 ہے تندرستی سے پس امام حسینؑ نے کہا رحمت خدا کی ابوذر پر ہووے لیکن میں  
 کہتا ہوں کہ جس کی کواد پر حسن و اختیار حق کے اطلاع ہونو کوئی تمنا نہ کرے سوائے  
 اس کے کہ خدائے تعالیٰ نے اختیار کیا ہو یعنی جب بندہ نے اختیار حق کو لکھا اور  
 اپنے اختیار سے اعراض کیا تو تمام غموں سے چھوٹ گیا اور یہ بات غیبت میں  
 درست نہیں ہے کیونکہ اس کو حضور می چاہیے اس واسطے کہ رضا و تسلیم مرد کو غم و  
 درد سے رٹائی دیتی ہے اور غفلت کے پنجے سے چھوڑا دیتی ہے اور غیر کا اندیشہ  
 اُس کے دل سے دور کر دیتی ہے اور تمام غم و الم سے رٹائی دیتی ہے پس دنیا کی  
 آلودگی رضا کی صفت ہے لیکن معاملات میں رضا کی حقیقت بندہ کو کفایت کرتی ہے  
 اس وجہ سے کہ دنیا کی قبولیت اور اُس کا رد خداوند عالم کے علم سے ہی یعنی جانے  
 کہ منع اور عطا علم خداوند عزوجل سے ہے اور اعتقاد کرے کہ خداوند تعالیٰ تمام  
 احوال میں اُس کا بنیاء ہے اور اس معنی والے چار قسم پر منقسم ہیں ایک گروہ وہ ہے  
 کہ نعمتوں پر رہنی ہو وہ دنیا ہے اور ایک گروہ وہ ہے کہ جو بلا پر راضی ہے اُس کو  
 بیخ طرح طرح کے ہیں اور ایک گروہ وہ ہے کہ اصطفیٰ اور برگزیدگی پر راضی ہو اور وہ محبت  
 ہے پس اُس نے کہ عطی سے عطا کی طرف بکھا اُس کو جان کے ساتھ قبول کیا تو کلفت



اور شقت اُس کے دل سے دور ہوئی اور جو عطیہ سے عطا کنندہ کی طرف نگاہ کرتا ہی  
تو وہ عطا میں ہی رہتا ہے اور رضا کے راستہ پر مشکل چلتا ہے اور تکلف سببِ شقت اور  
ہوتا ہے اور معرفت اُس وقت حقیقت ہوتی ہے یعنی بندہ معرفت حق میں مکاشف  
ہوا اور جب معرفت اُس کے لئے قید اور حجاب ہو تو وہ معرفت مکروہ ہو اور وہ نعمت  
کم بختی ہے اور وہ عطا پردہ ہے یعنی جو شخص دنیا کے لئے اُس سے راضی ہو وہ ہلاکت  
اور دنیاں کا رسی میں ہے اور اُس کی وہ رضا و زرخ کا باعث ہوتی ہے اس واسطے  
کہ دنیا اس قدر قدر نہیں رکھتی کہ جو کوئی اُس کی دوستی کا دم بھر سکے اور کوئی غم اُس کے  
دل پر نہ گذرے اور نعمت وہ نعمت ہوتی ہے کہ جو منعم کی طرف رہتا ہو اور جب  
منعم سے حجاب ہو تو وہ نعمت بلا ہو پس جو شخص بلا میں اُس سے رہتی ہو وہ ایسا  
ہے کہ بلا میں بلا ڈالنے والے کو دیکھے اور اُس کے دیکھنے سے بلا اور اُس کی شقت  
کی بدولت کوئے اُس وقت اُس کا بیخ و دوست کے مشاہد کے باعث آزار دہ  
نہیں ہوتا ہے اور جو لوگ کہ برگزیدہ ہونے کے باعث اُس سے راضی ہوں وہ  
اُس کے محب ہیں اور غضب میں اُن کی ہستی عاریتاً ہوتی ہے اور اُن کے دلوں  
کی منزلیں جنابِ پاک کے سوا نہیں ہوتیں اور اُن کے اسرار کا خیمہ روضہ انس  
کے سوا نہیں ہوتا یعنی وہ حاضر ہوتے ہیں اور غائب صوّت ہیں اور جسمانی وحشی  
عرش نشین روحانی ہیں اور موحدان ربانی مخلوق سے دل اٹھائی ہوئے ہوتے  
ہیں اور احوال و مقامات کی قید سے مکمل ہوئے ہیں اور خاص کر حق کی دوستی  
میں کمر باندھے ہوئے ہیں اور دوست کی مہربانی کے منتظر بیٹھے ہوئے ہیں پس رضا  
بغیر خسران کے ہے اس واسطے کہ رضا ساتھ اُس کے ملک صریح ہے اور ہر بیت  
عاقبت کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رَضٍ بِاللّٰهِ بِقَضَائِهِ تَسْلٰ  
قَلْبُهُ وَلَعِبَ يَدَايُہُ یعنی وہ کہ نہ راضی ہو اُس کے حکم پر دل اُس کا مشغول ہو اسباب



میں اور تن اُس کا رنجیدہ ہو اُس کی طلب میں اللہ اعلم بالصواب۔

## فصل دوسری

آثار میں ہے کہ موسیٰ صلوات اللہ علیہ نے کہا اَللّٰهُمَّ ذَلْنِيْ عَلٰی عَمَلٍ اِذَا عَمِلْتُ رَضِيْتُ عَنْهُ فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اِنَّكَ لَا تُطِیْقُ ذٰلِكَ يَا مُوسٰی فَاَوْحٰی اِلَیْهِ یَا اِبْنِ عِمْرَانَ اِنَّ رِضَايَ فِی رِضَاكَ بِقَضَائِیْ یعنی بار خدا یا بھکاوہ کہلا ایہی کام کی طرف کہ جو میں اُس کو کروں تاکہ تو راضی ہو وہی مجھ سے پس خداوند تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ تو وہ نہیں کر سکتا ہے پس موسیٰ علیہ السلام نے سجدہ کیا۔ اور تضرع کی تو خداوند عزوجل نے اُن کی طرف وحی بھیجی کہ اے پسر عمران رضا اور خوشنودی میری تجھ سے اُس میں ہے کہ تو میرے حکم پر راضی ہو یعنی جب بندہ حق تعالیٰ کے حکموں پر راضی ہو تو علامت اس کی ہو وہی کہ خداوند تعالیٰ اُس سے راضی ہے اور بشرحانی رضی اللہ عنہ نے حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ زہد زیادہ بزرگ ہے یا رضا تو فضیل نے کہا اَلرَّضَاءُ اَفْضَلُ مِنَ الشُّرْهِدِ لِاَنَّ الرَّاضِيَ لَا يَمْتَنِيْ كَوْنَهُ مَنَزِلًا لِّیْہِ یعنی زہد سے رضا زیادہ بزرگ ہوں واسطے کہ راضی کو تمنا نہیں ہوتی اوپر کی منزل کی یعنی زہد کی منزل کی اوپر ایک دوسری منزل ہے کہ زہد کو اُس منزل کے ساتھ تمنا ہوتی ہے اور رضا کے اوپر کوئی منزل نہیں ہے تاکہ راضی کو اُس کے واسطے تمنا ہو وہی پس پیشگان زیادہ فاضل ہی پائیگاہ سے اور یہ حکایت قول محاسبی کی صحت پر دلیل ہے کہ کہا رضا جملہ احوال سے ہے اور بخشش الہی نہ کیوں اور منزلوں سے اور یہی ختمال .... ہے کہ راضی کو تمنا نہیں ہوتی اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اَسْأَلُكَ الرِّضَاءَ بَعْدَ الْقَضَاءِ یعنی بار خدا یا تجھ سے چاہتا ہوں کہ مجھ کو راضی سکھے بعد اسکو

اس میں اُن آثار کا بیان ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے خدا سے دعا کی ہے



کہ حکم آوے میری طرف یعنی مجھ کو ایسی صفت پر رکھ کہ جب قضا تجھ سے آوے میرا مقدر  
 تو مجھ کو اُس کے دور سے راضی پاوے اس جگہ درست ہوا کہ رضا قبل ورود قضا کے درست  
 نہیں ہے اس سبب سے کہ وہ عزم رضا پر ہے اور عزم رضا کا عین رضا نہیں ہے اور  
 ابوالعباس بن عطاء کہتے ہیں۔ الرضا نظر القلب الی کونین اختیاراً باللہ للعبد یعنی رضا  
 نظر دل کی ہوتی ہے اختیار قدیم خدا کے خاص کر بندہ کو یعنی جو کچھ اُس کی طرف سے پہونچے۔ تو  
 جانے کہ اس کا الامدہ قدیم اور حکم سابق ہو مجھ پر پس مضطرب نہ ہو بلکہ خوش دل  
 ہو اور حضرت حارث محاسبی صاحب مذہب کہتے ہیں الرضا سکون القلب تحت  
 مجاری الاحکام یعنی رضا سکون قلب ہو نیچے مجاری احکام کے جو کچھ کہ ہوں اور اس  
 بات میں مذہب اُس کا قوی ہے اس سبب کہ سکون اور طمانیت اور سکون دل  
 کسب بندہ سے نہیں ہے بلکہ حق تعالیٰ کی بخششوں سے ہے اور دلیل یہ ہے کہ  
 رضا احوال سے ہوتا مقام سے اور کہیں کہ عتہ الغلام ایک رات نہ سویا اور صبح تک  
 کہتا تھا ان تعذبني فانا لك محبوب وان تسرحمني فانا لك محبوب یعنی اگر روزِ رخ میں مجھ  
 کو عذاب کرے تو میں تیرا دوست ہوں یعنی الم عذاب کا اور لذت نعمت کی بدن پر  
 ہوا اور قلق دوستی کا دل میں ہوا یہ خاص کر اُس کی مخالفت نہ کرے اور یہ قول  
 محاسبی کی تاکید ہے کیونکہ رضا محبت کا نتیجہ ہے کہ محب راضی ہووے اُس پر کہ  
 جو محب کرے اگر عذاب میں رکھے دوستی کے ساتھ تو محبوب نہ ہووے بلکہ خوش  
 دل ہو اور اگر نعمت میں رکھے تو دوستی سے محبوب نہ ہو اور اپنا اختیار ترک کرے  
 مقابلہ میں اختیار حق کے اور ابو عثمان حیرسی کہتے ہیں منذ اسابعین سنة ما  
 اقامني الله في حال فكرهته وما نقلني الى غيره فسخطته یعنی چالیس سال ہوئے  
 میں کہ خاص کر خدا موعود جل نے جس حال میں کہ رکھا ہے کراہیت کرنے والا نہیں ہوں۔  
 اور کسی حال سے طرف دوسرے حال کے مجھ کو نقل نہیں کیا ہے کہ میں اُس



حال میں غضبناک ہوا ہوں اور یہ اشارہ دوام رضا اور کمال محبت کی طرف سے اور حکایت میں مشہور ہے کہ ایک فقیہ درجہ میں گرفتار ہوا اور تیرنا نہ جانتا تھا کہ ایک شخص نے کنارہ پر سے کہا کہ کسی کو بلا کر لاؤں تاکہ تجھ کو باہر نکال کر لاؤں تو اس نے کہا کہ نہیں پھر کہا کیا لوڈ و ہٹا چاہتا ہے کہا نہیں کہا پس تو کیا چاہتا ہے کہا وہ جو خدا چاہے مجھ کو اپنی خواہش سے کیا غرض اور رضا میں مشائخوں کے بہت قول ہیں کہ جو عبارات کے اختلاف کے ساتھ ہیں لیکن قاعے یہ دو اصل ہیں کہ جو بیان کئے اور اختصار کی غرض سے طوالت کو ترک کیا لیکن اس جگہ چاہئے کہ مقام و احوال میں فرق بیان کروں اور اس کی تعریفیں لکھوں لکھوں اور پڑھنے والے کو یہ بات آسان زیادہ ہو جاوے اور اس کی تعریف کو جانیں انشاء اللہ تعالیٰ۔ الْفَرْقُ بَيْنَ الْحَالِ وَالْمَقَامِ یعنی حال و مقام میں فرق جان کہ یہ دو لفظ مستعمل ہیں ان دو گروہ ہیں اور ان کی عبارتوں میں جاری اور مستعمل ہیں اور علوم اور بیان حقائق ہیں اور خصوصاً طالبیوں کو اس کے علم سے چارہ نہیں لیکن یہ باب ان کے اثبات کی جگہ نہیں ہے لیکن علوم بیان کرنے سے اس جگہ میں چارہ نہیں ہے اور اللہ سے توفیق ہے اور عصمت اور عون ہی پس جانتا چاہئے کہ مقام ضمیر معیم کے ساتھ اقامت اور جائے اقامت ہے اور زیر معیم کے ساتھ قیام اور جائے قیام ہے یہ تفصیل و معنی لفظ مقام کے سہو ہیں جو عربی زبان کے خلاف ہے اور مقام ضمیر اقامت اور جائے اقامت بندہ ہے اور مقام فتح معیم کے ساتھ قیام ہے اور جائے قیام ہے نہ جائے اقامت بندہ کی راہ حق میں ہے اور حق ادا کرنا اور رعایت کرنا خاص کر اس کا اس مقام کو تاکہ اس کے کمال کا ادراک کرے اس قدر کہ ظاہر ہو و محرم آدمی پر اور یہ بات جائز نہیں کہ اپنے مقام سے درگزر کرے اور بغیر اس کے کہ حق اس کا ادا کرے جیسا کہ شروع مقامات میں نو بہ ہے اس کے بعد انابت اس کے بعد ہر اس کے بعد توکل و مثل اس کی جائز نہیں کہ بے تو بہ کے دعوے انابت کا کرے اور بے انابت



کے دعوے زہد کا کرے اور بغیر زہد کے دعوے توکل کا کرے اور خدا کے عز و جل نے  
ہم کو خبر دی جبریل سے کہ انہوں نے کہا وَمَا وَكَلْنَا لَكُم مَّقَامَ مَعْلُومٍ اور کوئی ...  
نہیں ہے ہم سے مگر اُس کو ایک مقام معلوم ہو اور پھر حال معنی ہو کہ حق کی طرف سے دل میں  
پیدا ہو بغیر اُس کے کہ آپ سے اُس کو کسی ساتھ دفع کر سکے یعنی جب اُسے  
یا تکلف کے ساتھ پکینچ سکیں اور جب جانے تو واپس نہیں کیا جاسکتا رہیں مقام سے  
مزا دے طالب کی راہ اور محل اجتہاد میں اُس کی قدمگاہ اور درجہ اُس کا سے  
اُس کے اکتساب کے مقدار کے موافق حق جل و علا کی حضرت میں ہو اور حال سے مراد یہ  
ہو کہ خداوند تعالیٰ کے فضل اور اُس کے لطف سے بندہ کے دل میں بغیر تعلق  
اُس کے مجاہد کے اور جان اُس سبب کہ مقام جملہ اعمال سے ہو اور حال جملہ افضال  
سے ہو اور مقام جملہ مکاسب سے ہو اور حال جملہ مواہب سے صاحب مقام اپنے  
مجاہدہ کے ساتھ قائم ہو اور صاحب حال آپ فانی ہو اور قیام اُس کا اُس حال  
کے ساتھ ہو کہ حق تعالیٰ نے اُس میں پیدا کیا ہے اور مشائخ رضائے جگہ مختلف ہیں اور  
ایک گروہ دوام حال کو جائز رکھتا ہے اور ایک گروہ جائز نہیں رکھتا ہے اور حارث  
محاسبی دوام حال کو جائز رکھتے تھے اور کہتے تھے کہ محبت اور شوق اور قبض اور ربط  
جملہ احوال ہیں اگر دوام اُس کا جائز نہ ہوتا تو محب محب ہوتا نہ مشتاق مشتاق اور  
یہ حال جہتک بندہ کی صفت نہ ہو اُس کا اکہم اُس پر واقع نہ ہو اور انہیں سہ ہے  
کہ وہ رضا کو جملہ احوال سے کہتے تھے اور وہ جو ابو عثمان نے کہا ہے اُس سے اشارہ  
اسی کی طرف ہے کہ مُنْذُ اَرْبَعِينَ سَنَةً مَا قَامَتِ اللّٰهُ عَلٰی حَالٍ فَاِنْ هُوَ اَوْ دُوْرُ  
گروہ دوام حال اور نفا کو جائز رکھتا ہے جیسا کہ جہیز نے کہا اَلْاَحْوَالُ كَالْبُرُوقِ فَإِنْ  
يَبْقَى فَاِنَّهَا بَيْتُ النَّفْسِ يَعْنِي اَحْوَالٌ مِّثْلُ بَجْلِ كَيْفَ اَوْ غَائِبٌ هُوَ كَيْفَ وَهِيَ بَاقِي  
ہونہ حال ہو کیونکہ وہ حدیث نفس اور ہوس طبیعت کی ہے اور ایک گروہ نے اُس حال



میں کہا ہے اَلَا حَوَالُ کَا سَمَہَا یعنی تزلزل حال اُس کو نام کی مثل ہو یعنی حال میں حلول کے  
دل کے ساتھ متصل ہو اور ثانی میں حال زائل ہو اور جو کچھ باقی ہو صفت ہو اور قیام  
صفت کا موصوف کے ساتھ ہو اور چاہئے کہ موصوف کامل زیادہ اُس کی صفت سے  
ہو اور یہ سب محال ہو اور یہ فرق بین اس واسطے بیان کرتا ہوں کہ اس طائفہ کی عبارات  
اور اس کتاب میں جس جگہ کہ حال مقام دیکھے تو جانے تو کہ مراد اُس سے کیا چیز ہے  
۱۔ بجا الجملہ جان لے تو کہ رضا نہایت مقامات ہے اور ابتداء احوال ہے۔ اور یہ ایک محل  
ہے کہ ایک طرف اُس کے کسب اجتہاد میں ہے اور ایک طرف محبت اور اُس کی غلیبان  
میں ہے اور اوپر اُس کے مقام نہیں ہے اور مجاہدوں کا انقطع اُس سے ہے  
پس ابتداء اُس کی مکاری سے ہے اور انتہا مواہب سے اب احتمال ہوتا ہے کہ  
جس نے ابتدا میں اپنی رضا اپنے ساتھ دیکھی کہا مقام اور جس نے کہ انتہا میں رضا  
اپنے حق کے ساتھ دیکھی کہا حال ہے پس حکم حضرت محاسبی کے مذہب کا اصل  
تصوف میں ہے لیکن معاملات میں کوئی خلاف نہیں کیا ہے بجز اُس کے کہ مریدوں  
کو زجر کرتا تھا اور معاملات سے جو موہوم خطا ہوتی ہر چند اصل اُس کی  
درست ہوتی جیسا کہ ایک روز ابو حمزہ بغدادی جو اُن کا مرید تھا اُن کے پاس  
آیا وہ ایک مرد مستمع اور صاحب حال تھا اور حارث شاہ ایک مرغ رکھتے تھے  
جو ہانگ دیتا تھا جس وقت ابو حمزہ آئے تو اُس وقت مرغ نے ہانگ دی۔  
پس حارث اُٹھے اور اُس کے مار ڈالتے کا قصد کیا اور کہا کفرت یعنی نے تو کافر  
ہو گیا اُس وقت مرید لوگ شیخ کے پاؤں میں گر پڑے اور اُس کو اُس کے چڑا کیا۔  
ابو حمزہ سے کہا اَسَلِمَ یَا مَطَرُ فذ سب نے کہا ابہا شیخ ہم سب اُس کو جلدی خاصاں  
اولیاء اور موصدوں سے جانتے ہیں آپ نے اس کے ساتھ یہ ترو د کیوں کیا۔  
حارث نے کہا مجھ کو اُس کے معاملہ میں ترو د نہیں ہے اور اُس میں سوائی خوبی کر



اور کچھ معاموم نہیں ہوتا اور اُس کے باطن کو سوائے متغزق توجید کے نہیں جانتا ہوں لیکن  
کس واسطے اُس کو ایسا کام کرنا چاہئے جو حلو یوں کے فعل کی مثل ہو تو ان کے مقالات  
سے اُن کے معاملات میں ایک نشان ہو لیکن ایک مرغ جو عقل نہیں رکھتا اپنی  
عادت اور اپنی خواہش کے موافق اذان دیتا ہے اُس کو حق کے ساتھ سماع کیوں  
معلوم ہوتا ہے اور حق جل و علا شجر می نہیں اور اُس کے دوستوں کے واسطے  
سوائے اُس کے کلام پر آرام نہیں اور سوائے اُس کے اسلام پر وقت اور  
حال نہیں اُس کو کسی چیز کے ساتھ حلول اور نزول نہیں اور اتحاد و امتزاج قدیم پر  
جائز نہیں جب ابو حمزہ نے اُس وقت نظر شیخ کی دیکھی کہا ایہا الشیخ ہر چند کہ میں  
اصل میں درست تھا لیکن جو میرا فعل ایک قوم کے فعل سے مشابہ ہوا میں نے  
تو یہ کی اور لوٹا میں اور اس قسم کے اُن کے طریقے بہت ہیں میں نے مختصر ا ذکر  
کیا مگر یہ طریق بہت پسندیدہ ہے سلامتی کی راہ میں بغیر تکسیر کے صحو میں کمال  
پر اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ  
الْآخِرِ فَلَا يَفْقِرَنَّ مَوَاقِفَ التُّهُمَةِ یعنی جو کوئی کہ خدا پر ایمان لاوے اور قیامت  
کے دن پر تہمت کے مقاموں پر نہ کھڑا ہو اور میں کہ علی بن عثمان الجلابی ہوں۔  
ہمیشہ خداوند تعالیٰ سے درخواست کرتا ہوں کہ مجھے ایسا معاملہ دے اور یہ صفت  
رسمی لوگوں کی صحبت سے نہیں ملتی کیونکہ اگر ان کے ساتھ مصیبت دریا ہیں  
موافقت نہ کرے تو تیرے دشمن ہوں قَدْ غَوَّيْنَا لِلَّهِ مِنَ الْجَهَنَّمَ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ  
گروہ قصاریہ یعنی قصاریوں کے پیروا ابو صالح بن حمزہ بن احمد بن  
عمارة القصاری تھے اور وہ علمائے بزرگ تھے اور اس طریق کے سادات سے تھے اور  
طریق ان کا اظہار اور نشر ملامت تھا اور فنون معاملات میں ان کا کلام عالی ہے  
اور وہ کہتے تھے چاہیے کہ علم خدائے عزوجل تیری ساتھ بہت اچھا ہو اُس سے



کہ عالم خلق کا چاہیہ کہ خلا میں معاملات حق کے ساتھ .....  
 اُس سے زیادہ اچھی کسے تو کہ ملا میں خلق کے ساتھ کیونکہ حجاب عظم حق کو تیرے  
 دل کا شغل ہے نلامت کے باب میں اور ابتداء کتاب میں احوال و حکایات اُن کی  
 بیان کر چکا ہوں اور میں نے اختصار کیا تھا کہ کتاب دراز نہ ہو اور اُن کی ناو حکایتوں  
 سے ایک یہ ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں نیشاپور کی حیرہ نہر میں جا رہا تھا  
 کہ نوح نام ایک چور جواں مردی میں مشہور تھا اور نیشاپور کے سب چور اُس کے  
 تابع تھے وہ راستہ میں مجھے ملا میں نے کہا کہ اے نوح جواں مردی کیا چیز ہے  
 اُس نے کہا کہ میری جوائن مردی دریافت کرتا ہے یا اپنی پوچھتا ہے میں نے کہا دونوں  
 دریافت کرتا ہوں اُس نے کہا کہ میری جواں مردی وہ ہے کہ میں نیچے مرقعہ پہنتا۔  
 ہوں اور اوپر قبا اور معاملہ وہ اختیار کرتا ہوں کہ صوفی ہو جاؤں اور خدا سے شرم  
 کرتا ہوں اور اس مرقعہ میں پرہیز کرتا ہوں اور بیری جوائن مردی وہ ہے کہ تو مرقعہ باہر  
 پہنتا ہے تا تو خلقت پراور خلقت تجھ پر مبتلا ہو جائے پس میری جواں مردی شریعت  
 کی حفاظت ہے اور میری جوائن مردی وہ ہے کہ وہ حقیقت کی حفاظت ہے اور یہ اصل بہت  
 قوی ہے وائدا علم۔

اگر وہ طیفویں اور یہ گروہ ابو یزید طیفور بن عیسیٰ بن سروشان البستانی کے  
 ساتھ تیار کہتے ہیں اور وہ صوفیہ کے تھے اور ان کا غلبہ شوق اور سستی اور  
 بڑا اچھا طریق تھا اور حضرت عزوجل کے ساتھ شوق اور سکر کا مقام رکھتی تھے کہ جو  
 آدمی کسی دوستی کی جنس سے نہیں ہے اور جو چیز کہ کسی باہر ہو اُس کا دعویٰ  
 باطل ہوتا ہے اور اُس سے تقلید کرنا محال ہے پس صاحب ہوش کو مقام شکر  
 صفت نہیں ہو سکتا ہے اور آدمی اپنی طرف سکر کی کشش کرنے کا اختیار نہیں  
 رکھتا ہے اور اُس کا سکر خود بخود ہوتا ہے بلکہ اُس کو خلقت کی طرف مطلق



توجہ نہیں ہوتی ہے تاکہ کسی صفت کی طرف تکلف ظاہر ہو اور اس طریقت کے  
 مشائخ اس بات پر ہیں کہ اقتدا سوائے ایسے مستقیم کے کہ اور نئے احوال سے  
 چھوٹا ہو درست نہیں ہے مگر ایک گروہ جائز رکھتا ہے کہ کوئی آدمی تکلف کے ساتھ  
 غلبہ اور سکر کی راہ پاتا ہے اس سبب سے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے  
 اَبْكُوا قِرَانَ كُفْرِيَكُمْ اَفْتَبَاكُمْ اَيْعْنِي رُوْكُمْ ویا رونے والوں کی صوت بناؤ تم اور اسکی  
 دوجہ ہیں ایک یہ کہ باکاری کو طور پر اپنی صورت ایک گروہ کیسی بنانا اور یہ شرک صریح ہے۔ اور  
 دوسرے اپنے آپ کو مثل بنانا تاکہ اللہ تعالیٰ اس کو اس درجہ پر پہنچائے۔ جس  
 گروہ کی کہ وہ مثل بنا ہے تاکہ خاص کر اس کے موافق ہو کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 فرمایا ہے مَنْ كَشَبَهُ يَفْقُومُ فَهُوَ مِنْهُمْ پس جس قدر کہ طرح طرح کے مجاہدے ہو سکیں اس راہ  
 میں کرے اور درگاہ امیر پر رہے تاکہ خداوند تعالیٰ اس کی معافی کی تحقیق کا دروازہ اس  
 پر کشادہ کرے کیونکہ ایک نے مشائخوں سے کہا ہے الْمَشَاهِدَاتُ مَوَارِثُ الْمُجْلَدَاتِ  
 یعنی مجاہدات سبب پیدا ہوتے ہیں میں کہتا ہوں کہ مجاہدات سکر کے حاصل کرنے کا  
 باعث نہیں ہوتا اور مجاہدات ہوش کی حالت میں کر سکتے ہیں اور صاحب ہوش  
 کو مست کی حالت پر توجہ نہیں ہوتی ہے اور یہ محال ہے اب میں سکر اور صحو کی  
 حقیقت مع اختلاف مشائخ بیان کرتا ہوں تاکہ شبہ جاتا ہے انشاء اللہ تعالیٰ۔  
**الْكَلَامُ فِي السَّكْرِ وَالصَّحْوِ** جان کہ عزت سے تجھ کو اللہ تعالیٰ کہ مقام سکر  
 غلبہ عبارت سے ہو کہ جو غلبہ محبت حق تعالیٰ سے ہے جو کہ باطن والوں نے بیان  
 کیا ہے اور مقام صحو سے مراد کا حاصل ہونا عبارت ہے اگرچہ اہل باطن نے اس  
 معنی میں بہت کچھ کلام کیا ہے یہاں تک کہ ایک گروہ اس کو فضیلت دیتا ہے اور  
 ایک گروہ اس پر زیادتی کرتا ہے پس وہ لوگ کہ جو مقام سکر کو صحو پر بزرگی دیتے  
 ہیں اُن میں سے پہلے شخص حضرت ابو یزید ہیں اور آپ کے پیرو کہتے ہیں



کہ مقام صحو آدمیت کی تکمیل اور اغتزال کی صفت سے صحت پذیر ہوتا ہے کہ جو حق تعالیٰ سے ایک پردہ ہے اور مقام سکر زوال آفت اور صفات بشریت کے نقصان اور اُس کی تدبیر اور اختیار کے دور ہونے کا نام ہے اور اُس کے تصرف کے فنا ہونے پر حق میں اطلاق کرتے ہیں بدیں وجہ کہ معانی اور قوتیں جو اُس میں موجود ہیں اُس کی جنس کے خلاف ہیں پس وہ زیادہ تر کامل اور اکمل اُس کے حال کا ہے جس طرح پر کہ داؤد علیہ السلام کی نسبت لکھا ہے کہ حالت صحو میں تھے کہ جو ایک کلام اُن سے ظہور میں آیا اور خداوند تعالیٰ فرمایا اُن کی طرف منسوب فرمایا وَقَتَلَ دَاوُدُ جَالُوتَ یعنی داؤد علیہ السلام نے جالوت کو قتل کیا اور ہمارے حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ارشاد فرمایا وَمَا دَمِيتُ اِذْ سَرَّهَيْتُ وَلَكِنَّ اللّٰهَ دَمِی فَنَشَأَنَّ مِا بَيْنَ عَبْدٍ وَعَبْدٍ یعنی تو نے نہ پھینکا جب تو نے پھینکا ولیکن اللہ تعالیٰ نے پھینکا پس بندہ میں اور دوسرے میں بہت بڑا فرق ہے یعنی جو اپنے آپ قائم تھا اور صفات پر ثابت اُس سے کہا کہ تو نے کیا یہ اسکی کرامت تھی۔ اور جو حق سے قائم تھا اور اپنی صفات سے فانی تھا اُس کو فرمایا کہ جو کچھ کیا وہ ہم نے کیا یعنی نسبت فعل بندہ کی ساتھ حق کے بہت اچھی ہے یہ نسبت اُس فعل حق کے کہ جو بندہ کی طرف منسوب ہو یعنی جب بندہ کی طرف حق تعالیٰ کا فعل مضاف ہو تو بندہ اپنے آپ قائم ہوتا ہے اور جب بندہ کا فعل ساتھ حق کے منسوب ہوتا ہے تو حق سے قائم ہوتا ہے کہ جب بندہ اپنے آپ پر قائم ہوتا تھا ایسا ہوتا جس طرح کہ داؤد علیہ السلام کی نظر ایک نامناسب جگہ پر پڑی اور ریا کی عورت کو دیکھا اور جب بندہ حق سے قائم ہو تو ایسا ہوتا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر اُسی جنس کی عورت پر پڑی تو زید پر وہ عورت حرام ہو گئی اس واسطے کہ وہ صحو کے مقام میں تھے اور یہ مقام سکر میں تھے پھر جو لوگ کہ مقام سکر کو صحو پر نفیست دیتے ہیں وہ حضرت جنید رضی اللہ عنہ ہیں اور اُن کے



تابع کہتے ہیں کہ مقام سکر محل آفت ہوا اس سبب کہ وہ تشویش احوال ہے اور محبت  
 کا جانے رہنا اور اپنا سرشتہ گم کرنا ہے اور جبکہ فائدہ تمام معانی کا علت ہوتا ہے  
 یا بطور فنا کے یا بطور بقا کے یا بطور اس کے محو کے یا بطور اس کے اثبات کے کہ  
 جو صحیح الحال نہ ہو اس سے فائدہ تحقیق کا حاصل نہیں ہوتا ہے اس سبب کہ دل  
 اہل حق کا کل موجودات سے مجرد ہوتا ہے اور یہ سبب نا بینائی کے سبب چیزوں کی  
 فکر سے خوش نہیں ہوتا ہے اس وجہ سے کہ انکی آفت سے آزادی ہو اور مخلوق  
 جو ماسوائے اللہ ہے وہ تمام اشیا کی مابیت سے بے خبر ہے کیونکہ اگر کل چیزوں کی  
 مابیت جانتے تو علایق سے چھوٹ جاتے اور دیدار و طرح پر حاصل ہوتا ہے ایک  
 یہ کہ دیکھنے والا شے کو بقا کی نظر سے دیکھتا ہے اور دوسرے وہ کہ اس کو فنا کی آنکھ سے  
 دیکھے اور تمام موجودات کو بقا حق کے تحت میں جانے پس یہ دونوں صفتیں اس کو  
 خاص کر اس کو موجودات سے روگرداں کرنے میں اس سبب سے کہ پیغمبر صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے دعائیں فرمایا ہے اَللّٰهُمَّ اَرِنَا الْاَشْيَاءَ كَمَا هِيَ یعنی دکھا  
 ہمکو ہر چیز جیسے کہ ہے کیونکہ جس کسی نے دیکھا اسودہ ہوا اور یہ منہ خدا کے غول  
 کے قول کے ہیں کہ فرمایا ہے فَاَعْتَبِرُوا اَيُّهَا الَّذِيْنَ لَا بُدَّ لَكُمْ مِنْ حِسَابٍ جَنَّتْ نَفْسٌ  
 اعتبار نہ پکڑیں پس یہ سب حالت صحو میں درست ہوتا ہے اور خاص کر اہل سکر کو  
 اس حالت کی کچھ خبر نہیں ہے جس طرح کہ موسیٰ علیہ السلام حالت سکر میں تھے کہ  
 ایک تجلی کے دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے بلکہ یہ پوش ہو گئے تھے جن کی نسبت  
 ارشاد ہوا وَكُنَّا مُوسٰی صَحِيْحًا اور ہمارے حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 حالت صحو میں تھے کہ مکہ معظمہ سے قبا و سین تک عین تجلی حق میں رہی۔ اور ہر  
 وقت ہوشیار اور بیدار تھے اور میرے شیخ طریقت جو حنبلی مذہب رکھتے تھے  
 فرماتے ہیں کہ مقام سکر باز یگاہ طفلان ہے اور مقام صحو جائے قادموں کی ہے



اور میں کہ علی بن عثمان جلابی ہوں اپنے شیخ کی موافقت پر ہوں کہ صاحب سکر کا  
حال حال صحیح ہوتا ہے اور سب کم درجہ صحیح بصریت کی عاجزی کے ملاحظہ سے حاصل ہوتا ہے۔ پس جو  
صحیح وقت معلوم ہو اس سکر سے بہتر ہے کہ جو عین آفت ہو اور ابو عثمان مغربی کی حکایت  
ہے کہ شروع حال میں آپ نے بیس برس گوشہ نشینی کی جنگوں میں جہاں تک کہ کسی آدمی کی آواز ہی انکو  
نہ پہنچتی تھی اور آپ کا تمام جسم گھل گیا اور آنکھیں آپ کی چھوٹی پرگشیں اور آدھت کی صورت آپ کی  
جالی رہی جب بیس سال کے بعد آپ کو صحت کا حکم ہوا کہ تو خلق کی صحبت اختیار  
کر اس وقت آپ نے کہا کہ ابتداء صحت خدا والوں اور اس کے گھر والوں سے اختیار  
کرنا چاہئے تاکہ مبارک ہو پہلے آپ نے مکہ معظمہ کا قصد کیا اور وہاں کے مشائخوں سے  
شرف صحبت حاصل کیا جب آپ کے آنے کی خبر اہل مکہ کو ہوئی تو وہاں کے مشائخوں نے  
آپ کا استقبال کیا اور آپ کو اپنے ہمراہ لے گئے جب آپ کو دیکھا تو آپ کی بینائی  
کم ہو گئی تھی اور سوائے استخوان کے آپ میں کچھ باقی نہیں تھا ان لوگوں نے  
کہا اسے ابو عثمان کہیں برس تو اس صفت سے زندہ رہا کہ آدم اور اس کی ذریت  
تیرے زمانہ میں عاجز ہو گئی ہم سے بیان کر کہ کس واسطے ہو گیا تھا اور کیا دیکھا اور  
کیا پایا اور کیوں واپس آیا حضرت ابو عثمان نے فرمایا کہ میں حالت سکر میں گیا اور  
آفت سکر کی دیکھی اور نا امیدی پائی اور عاجزی کے ساتھ واپس آیا اس وقت جملہ  
مشائخین نے فرمایا کہ اے عثمان حرام ہے بعد تیرے مشائخوں پر کہ حالت سکر کی  
بیان کریں کیونکہ سب کا تو نے انصاف کر دیا اور سکر کی آفت ظاہر کر دی چونکہ سکر بقا  
صفت کا عین اور قیاس صفت کا گمان ہے اور یہ جواب ہے اور صحیح بقا کی دید کا نام ہے  
کہ جو فنا صفت میں ہے اور یہ عین کشف ہوتا ہے جب کسی کو ظاہر ہوتا ہے تو اس کو مقام  
سکر ساتھ فنا کے زیادہ ہوتا ہے کہ جو صحت سے محال ہوتا ہے اس سبب کہ سکر  
ایک صفت ہے جو زیادہ صحت پر ہے اس وجہ سے کہ جہت تک بندہ کو اوصاف یاد رہیں



اس وقت تک بندہ کی خبر ہے اور جب وہ گم ہوں گے تو طالبوں کو اس کیساتھ  
ایک میز ہوگی اور یہ نہایت حال ان کا ہے کہ جو مقام صحو اور سکر میں رہتے ہیں اور حضرت  
ابو یزید رضی اللہ عنہ سے حکایت ہو کہ آپ مفلوب تھے اور حضرت یحییٰ بن معاذ رضی اللہ عنہ  
نے آپ کو خط میں لکھا کہ تم کیا کہتے ہو اس آدمی کے حق میں کہ جو دریائے جنت سے  
ایک قطرہ نوش کرے اور مست ہو جائے اس پر حضرت یزید رضی اللہ عنہ نے لکھا  
کہ تم کیا کہتے ہو اس آدمی کے حق میں کہ جس کو تمام عالم کے دریا شرب محبت ہوں  
سب ان کو نوش کر لے ورنہ تنگی اس کی باقی ہے بلکہ برابر شور کرتا ہو کہ العطش  
العطش اور اس کا حال آدمیوں پر ظاہر ہو اس سے معلوم ہوا کہ حضرت یحییٰ  
بن معاذ نے بحالت سکر آپ کو خط لکھا تھا اور حضرت یزید  
رضی اللہ عنہ سے بحالت صحو تھے برخلاف اس کے  
کہ صاحب صحو وہ ہے کہ جو طاقت فطرہ کی بھی نہ رکھتا ہو اور صاحب سکر  
وہ ہے کہ بحالت مستی سب کو نوش جان کر لے اور پھر چاہے کہ شراب سکر کا آلہ ہے  
پس جنس کیلئے جنس اولی ہوتی ہے اور صحو اسکے خلاف ہو لیکن سکر دو طرح پر  
ہے ایک دوستی کی شراب کے ساتھ اور دوسری پیالہ محبت کے ساتھ پس سکر ایک  
دوستی معلومہ ہے کہ پیدائش اس کی نعمت کی رؤیت سے ہے اور سکر محبت  
بے علت ہے کہ پیدائش اس کی منعم کی رؤیت سے ہے پس جو شخص نعمت کو دیکھتا  
ہے وہ اپنے اوپر دیکھتا ہے تو وہ اپنے آپ کو دیکھتا ہے اور جو شخص کہ منعم کو دیکھتا ہے  
تو وہ نعمت کو منعم کے ساتھ دیکھتا ہے تو وہ آپ کو نہیں دیکھتا ہے اگرچہ مقام سکر  
میں ہو اس کا سکر صحو ہوتا ہے اور صحو دو طرح پر ہے ایک صحو غفلت دوسرا صحو محبت  
پس جو صحو غفلت سے ہوتا ہے وہ حجاب ہے اور صحو محبت سے ہوتا ہے وہ کشف ہے  
اور جو غفلت کے قریب ہو اگرچہ صحو ہو سکر ہوتا ہے اور جو محبت کے قریب ہو اگرچہ



سکر ہو جو ہو جائے جب اصل حکم ہو جو سکر کی مثل ہے اور سکر جو کے مثل ہے  
 اور جب بے اصل ہوں تو دونوں بیفائدہ ہیں۔ حاصل کلام مردوں کی قدم گاہ میں  
 سکر و سکر عدلت اختلاف کے ساتھ معلول ہو اور جب سلطان حقیقت اپنا جمال دکھلاو  
 سکر و سکر دونوں طفیلی معلوم ہوں اس سبب سے کہ ان دونوں معنی کی طرفین  
 ایک دوسرے سے موصول ہیں اور انتہا ایک کی ابتدا دوسرے کی ہو اور ابتداء  
 و انتہا سوائے اس کے کہ آپس میں فرق نہ کیا جائے پیدا نہ ہووے۔ اور وہ  
 جو نسبت اس کے تفرق کے ساتھ ہو حکم میں تناسوی ہو اور حج نفی کی تفریق ہے۔  
 روایت ہے کہ مقام سرخس میں دو پیر تھے ایک لقمان اور دوسرا ابو الفضل حسن بن ایک  
 روز لقمان ابو الفضل کے پاس آئے ان کو ایک جزو ماتم میں لئے پایا کہا ای ابو الفضل  
 جزو میں تو کیا ڈھونڈ رہا ہے کہا وہی کہ تو اس کے ترک میں کہ یہ خلافت کس واسطے  
 ہے کہا تو خلافت ڈھونڈ رہا ہے کہ مجھ سے پوچھتا ہے کہ کیا ڈھونڈ رہا ہو تو مستی سے  
 ہشیار ہو اور ہشیاری سے بیدار ہو تو خلافت مجھ سے اٹھ جائے اور تو جانے کہ ہم  
 اور تم کیا ڈھونڈ رہتے ہیں پس طیفوریوں کو جنید یوں کے ساتھ اس قدر خلافت ہے  
 جو ہم نے بیان کیا اور معاملات میں مطلق مذہب ان کا ترک صحبت اور اختیار عزلت  
 کا ہے اور وہ اپنے سب مریدوں کو اسی طرح کا حکم دیتے ہیں اور یہ ایک طریق محمود  
 اور ایک سیرت مستودہ ہے اگر میسر ہو اور جنید یہ نسبت جنید یوں کے ابی القاسم  
 الجنید بن محمد کے ساتھ ہے اور ان کے وقت میں خاص کر ان کو طاؤس العلماء کہتے  
 اور اس گروہ کے پیشوا اور امام الایمہ تھے اور طریق ان کا معنی پر جو تھا جو طیفوریوں  
 کے بالکل برعکس اور ان کا اختلاف بیان کیا گیا اور سب سے زیادہ مشہور اور عظیم مذہبوں  
 میں معروف ان کا مذہب ہے اور سب مشائخ جنیدی مذہب کے ہوئی ہیں  
 اور سوائے اس کے ان کے کلمات میں اختلاف اس طریقت کے معاملات



میں بہت سچے لیکن میں نے کتاب کے طول ہو جانے کے خوف سے اس پر  
 اختصار کیا اور جو شخص اس سے زیادہ واقفیت حاصل کرنا چاہے تو دوسری جگہ  
 اُس کو دیکھنا چاہیے تاکہ اس سے بہتر اس کو حال معلوم ہو کیونکہ میرا مذہب  
 اس کتاب میں اختصاراً لکھا ہے اور طوالت کو ترک کرنا اور اللہ کے ساتھ توفیق ہو  
 اور حکایتوں میں میں نے پایا کہ حبيب بن منصور نے اپنے غلام میں عمر بن عثمان  
 سے تبرک کیا اور جنید کے پاس آیا تو جنید نے اُسے کہا لو کیوں آیا کہا تاکہ شیخ کی  
 صحبت اختیار کروں کہا مجھ کو محبوں کے ساتھ صحبت نہیں کرنا چاہیے کیونکہ  
 صحبت کے واسطے صحبت چاہئے کیونکہ حبيب آفت کے ساتھ صحبت کر لے تو ایسا  
 ہو کہ سہیل بن عبد اللہ نستری کے ساتھ اور عمر کے ساتھ تو نے کیا کہا اِنَّهَا الشَّيْخُ  
 الصَّوُّ وَالشَّكْرُ صِفَتَانِ لِّلْعَبْدِ وَمَا ذَا اَمَّ لِعَبْدٍ كَجَوْبَا عَنْ رَبِّهِ حَتَّىٰ فَنَىٰ اَوْ صَافَهُ يَفْنَىٰ  
 اے شیخ صحو اور سکر دو صفت ہیں بندہ کی خلاوند کو محبوب رہیگا جب تک اس کے  
 اوصاف فانی ہوں حضرت جنید نے کہا اے ابوالمنصور اَخْطَاكَ تَفِي الصَّوُّ وَالشَّكْرُ  
 یعنی خطا کی تو نے صحو اور سکر میں اس واسطے کہ اس امر میں کیا اختلاف نہیں  
 کہ سکر عبارت ہے صحت حال سے حق کے ساتھ اور صحو عبارت ہے نہایت شوق  
 اور بے انتہا محبت سے اور یہ دونوں معنی خالق کی صفت و اکتاب کے تحت میں  
 نہیں ہیں اے پسر منصور میں تیرے کلام میں فضول بہت دیکھتا ہوں اور عبارت  
 بے معنی واللہ اعلم بالصواب

النوسرانیۃ نسبت نوریوں کے ابی الحسن بن نور علی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہے  
 اور وہ ایک صدر علماء متصوفہ سے تھے اور ان میں مشہور و معروف مناقب  
 لامع اور حجتوں قاطع کے ساتھ اور ان کا تصوف میں مذہب پسندیدہ ہے اور  
 ان کے مذہب کا قاعدہ یہ ہے کہ تصوف کو فقر پر تفضیل دیتے ہیں اور معاملات



اُن کی حضرت جنید کے موافق ہے اور اُن کے نو اور طریقت سے ایک وہ ہے  
 کہ فرماتے ہیں کہ صحبت میں ایثار صاحب کا حق ہے اپنے حق پر اور صحبت بے  
 ایثار کے حرام رکھے اور کہا کہ صحبت خاصکردار و لیشوں کو فرض ہے اور عزلت  
 ناستودہ اور ایثار صاحب کا صاحب پر بھی فرض ہے اور اُن سے منقول ہے  
 کہ کہا اِنَّا كُنَّا كَهْرًا لِّلْعَزْلَةِ فَاِنَّ الْعَزْلَةَ مُقَارِنَةُ الشَّيْطَانِ وَعَلَيْكُمْ بِالصُّحْبَةِ كَانَتْ فِي الْحُجَّةِ  
 التَّحْمِيلِ یعنی پرہیز کرو تم عزلت سے کیونکہ وہ مقارنت شیطان کی ہے اور اپنے  
 اوپر صحبت کو لازم کرو کیونکہ صحبت میں خوشنودی خداوند عزوجل کی ہے اب میں  
 حقیقت ایثار کو بیان کرتا ہوں اور باب صحبت و عزلت میں رسم کے موافق  
 اُس کے رموز کی شرح کرتا ہوں تاکہ اُس کے فائدے زیادہ عام ہوں انشاء اللہ  
 تعالیٰ عزوجل۔

کلام ایثار میں خداوند عزوجل نے فرمایا وَيُؤْتِرُونَ عَلَى الْفُسْهُمِ وَلَوْ كَانَ  
 بِهِمْ خَصَاصَةٌ یعنی ایثار کرتے ہیں اپنی جانوں پر اور خرچ کرنے والے اگرچہ اُس کے  
 ساتھ حاجتمند ہوں اور یہ آیت فقرار صحابہ کی شان میں نازل ہوئی ہے جو بالخصوص  
 ہے اور حقیقت ایثار یہ ہے کہ صحبت میں حق اپنے صاحب کا نگاہ رکھے اور نصیب  
 اپنا اُس کے نصیب میں شامل کرے اور اُس کے آرام کے واسطے اپنے اوپر  
 سخت اختیار کرے لَا تَاِثَارُ الْقِيَامِ بِمُعَادَنَةِ الْاَغْيَا اِرْمَعِ الْاِسْتِغَالِ بِمَا اَمَرَ  
 الْمُجْتَبَا لِرَسُولِهِ الْمُخْتَارِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم قَالَ اللہُ تَعَالٰی خَدِ الْعُقُودَ اَمْرًا  
 بِالْعُرْبِ دَاْعِیً عَنْ الْجَاهِلِیْنَ یعنی ایثار قیام کرنا ہے غیروں کی معاونت پر  
 ساتھ اشتغال اُس چیز کے کہ حکم کیا ہو اُس کے واسطے جبار نے واسطے رسول مختار  
 صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اختیار کر عفو کو اور حکم کرا بھی بانوں کا او  
 مُنْمَ بِصِیْرِ جَاہِلِیْنَ اور یہ بات زیادہ شرح کے ساتھ آداب صحبت کے باب



میں آتی ہے لیکن مراد اس جگہ ایتبار ہے اور یہ دو طرح پر ہے ایک صحبت میں  
جیسے کہ ذکر اس کا گذرا اور دوسرا محبت میں اور صاحب کے حق کے ایتبار میں  
ایک طرح کا رنج و کلفت ہے لیکن حق دوست کے ایتبار میں تازگی اور راحت ہے  
اور حکایتوں میں مشہور ہے کہ جب غلام الخلیل نے اس گروہ سے عداوت اپنی  
ظاہر کی اور ہر ایک کے ساتھ ایک طرح کی مخالفت ظاہر لایا اور نوری اور رقام اور ابو  
حزہ کو پکڑا اور دار الخلافہ میں لے گئے اور غلام الخلیل نے کہا یہ قوم بد دینیوں  
اور زندیقوں سے ہے اگر امیر المومنین ان کے قتل کے واسطے حکم دے زندیقوں کی  
اصل جاتی ہے کیونکہ یہ گروہ سب کے سردار ہیں اور ہر آدمی کے ساتھ یہ بھلائی تیری  
ہاتھ سے ہو ہیں اس بات کا ضامن ہوں پس خلیفہ نے اسی وقت حکم دیا کہ ان کی -  
گردنیں مار دیں پس جلاو فوراً آیا اور ان تینوں کے ہاتھ باندھے جلاو نے رقام کے  
قتل کا ارادہ کیا تو نوری اٹھے اور رقام کی جگہ پر بیٹھ گئے دستگاہ جلاو پر نہایت  
خوشی کے ساتھ سنے اس بات سے تعجب کیا جلاو نے کہا اے جوان مرد یہ  
تلوار ایسی چیز نہیں ہے کہ اس رغبت کی ساتھ اس کے آگے آیا تو اور ابھی تک  
تیری نوبت نہیں پہنچی کہا سچ ہے میرا طریق ایتبار پر مبنی ہے اور سب سے زیادہ  
عزیز دنیا میں زندگانی ہے میں چاہتا ہوں یہ چند نفس ان بھائیوں کے کام میں  
خرچ کروں کیونکہ ایک نفس دنیا کا میرے نزدیک آخرت کے ہزار سال سے اچھا  
ہے اس سبب سے کہ یہ سرائے خدمت کی ہی اور وہ سرائے قربت کی اور قربت  
خدمت سے ملتی ہے وزیر نے یہ خیر خلیفہ کو پہنچائی خلیفہ وقت طبع اور وقت  
سکھنے اس کے سے ایسے حالت میں تعجب ہوا اور آدمی کو بھیجا کہ ان کے معاملہ میں تعجب  
کرو اور قاضی القضاات ابو العباس بن علی تھے ان کے حال کو اس کے سپرد کیا  
اور تینوں کو پکڑا اور گھر میں لے گیا اور جو کچھ ان پوچھا احکام شریعت اور حقیقت سے



خضر ان میں ان کو پورا پایا اور اپنی عفت سے ان کے حال سے پریشان ہوا  
 اس وقت نوری نے کہا ایہا القاضی یہ سب کہ تو نے پوچھا ابھی تک کچھ نہ پوچھا۔ فَإِنَّ  
 لِلَّهِ عِبَادًا يَأْكُلُونَ بِاللَّهِ وَيَكْسِبُونَ بِاللَّهِ وَيَجْلِسُونَ بِاللَّهِ وَيَقُولُونَ بِاللَّهِ  
 یعنی خداوند کے واسطے مرد ہیں کہ قیام ان کا اس کے ساتھ ہے اور قعود اور نطق  
 اور حرکت اور سکون سب اس کے ساتھ ہے اور زندہ اس کے ساتھ ہیں۔ اور  
 ٹھہرتے والے اس کے مشاہدہ سے ہیں کیونکہ اگر ایک لحظہ مشاہدہ حق کا ان کے زمانہ  
 سے علیحدہ ہو خرویش ان سے پیدا ہو پس قاضی متعجب ہوا ان سے باتیں کر کے اور  
 ان کے حال کی صحت کر کے خلیفہ کو لکھا کہ اگر یہ گروہ ملحد ہیں فَهِنَّ الْوَحْدُ فِي الْعَالَمِ  
 یعنی پس کون موحد ہو گا دنیا میں ہیں گواہی دیتا ہوں اور حکم کرتا ہوں کہ تمام روئے  
 زمین میں کوئی موحد نہیں ہے۔ خلیفہ نے خاص ان کو بلایا اور کہا کیا حاجت رکھتے ہو  
 کہا ہم کو تجھ سے حاجت ہے کہ ہم کو فراموش کرے تو نہ اپنے قبول کے ساتھ ہم کو  
 مقرب کرے تو نہ اپنے ہجر سے نکالا ہو کیونکہ ہجر نیزا ہم کو مثل قبول نیرہ کے ہے اور  
 قبول نیزا مثل ہجر تیرے کے خلیفہ رویا اور بزرگی کے ساتھ خضر ان کو واپس کیا  
 اور نافع سے روایت کرتے ہیں کہ کہا ابن عمر کو مچھلی کی آرزو ہوئی تمام شہر میں ہونڈ ہی  
 نہ پائی مگر چند روز کے بعد میں نے پائی حکم دیا تو اس کو بریاں کریں اور دسترخوان  
 پر ان کے رکھا اس وقت خوشی کی نشانیاں ان کی پیشانی پر تھیں اس وقت  
 ایک سائل ان کے دروازہ پر آیا آپ نے حکم دیا کہ اس کو اس سائل کو دے دو  
 غلام نے عرض کیا یا سیدی اتنے روز سے اس کو آپ مانگتے تھے اب کس واسطے  
 اس کو دیتے ہو اس کی جگہ سائل کو دوسری چیز دینا ہوں کہا اے غلام اس کا کھانا  
 مجھ پر حرام ہے کیونکہ اس کو دل سے باہر کیا ہے میں نے بسبب اس حدیث کے  
 کہ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنی آئینا امیر و اشتھى شہود



فَسَدَ قَلْبُهُ وَوَلَّى الْأَخْرَجَ عَلَى لَفْظِهِ غَفِيرًا لَهُ یعنی وہ شخص کہ آرزو ہو اس کو کسی چیز کی جو اچھی  
 سے جگہ اس کو پاوے مانتھ اس سے رک لے اور دوسرے کی آرزو اولیٰ زیادہ جانے اپنی  
 آرزو سے خداوند اس کو بخش دے۔ دوسری حکایتیں میں ہیں نے پایا ہے۔ کہ  
 دس آدمی فقیروں سے جھگڑ میں گم ہو گئے اور راستہ بھول گئے اور ان کو تشنگی  
 غالب ہوئی اور ان کے پاس ایک پیالہ پانی تھا ایک دوسرے پر خرچ کرتے تھے۔ اور  
 کسی نے نہ پیا یہاں تک کہ سب ان میں سے دنیا سے گئے سوئے ایک آدمی  
 کے کہ جب دیکھا کہ سب مر گئے میں نے اس پانی کو پیا اور اس کی قوت سے راستہ  
 پراپا میں کسی نے کہا اسکا اگر تو ہی نہ پیتا بہتر ہوتا اس نے کہا میں نے شریعت  
 کو ایسا جانا شریعت ایسی ہے کہ اگر میں نہ پیتا قاتل نفس ہوتا اور اس کے ساتھ  
 مانو ذکا پس یہ لوگ قاتل نفس ہوئی ہیں کہا نہ اس سب سے کہ ان میں سے ایک نہ  
 پیتا تاکہ دوسرا پیوے اور جب سب موافقت میں چلے گئے میں اکیلا رہا اور پانی  
 بالضرور مجھ پر شرعاً واجب ہوا کہ پینا چاہئے جب امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ  
 پیغمبر علیہ السلام کے بستر پر سوئے اور وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ سے  
 باہر آئے اور غار میں داخل ہوئے اس رات کو کفار نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے  
 مار ڈالنے کا قصد کیا تھا خداوند غزوہ جل نے جبرائیل اور میکائیل سے کہا کہ میں نے تم  
 میں اخوت قائم کی ہے پس تم میں سے کون ہے جو اخیار کو اختیار کرے اپنی زندگانی  
 کے ساتھ اور اپنے مرگ کو اختیار کرے پس اُن دونوں نے آپ کو زندگانی سے  
 اختیار کیا تو خداوند غزوہ جل نے حضرت جبرائیل اور میکائیل سے کہا کہ علی کی بزرگی  
 اور اس کا فضل اپنے اوپر تم ملاحظہ کرو کیونکہ میں نے اس کے اور اپنے رسول کے  
 درمیان میں بھاری قائم کی ہے اور اس نے اپنا قتل اور مرگ اختیار کیا ہے اور  
 پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ سویا ہے اور اپنی جان اس پر فدا کی ہے اور



زندگانی اُس پر ایشار کی ہے، اور اپنے ہلاک کے واسطے مستعد ہوا ہے اب تم  
دو نوزمین پر جاؤ اور اُس کی دشمنوں سے حفاظت کرو اُس وقت جبریل اور میکائیل  
آئے اور ایک اُن کے سر پر بیٹھا اور دوسرا بائینتی بیٹھا۔ پس جبریل نے کہا  
يَحْيٰى مِنْ تَحْتِهَا اِنَّكَ طَالِبٌ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُبَاهِى بِكَ عَلَىٰ مَلَكُوتِكَ يَعْنِي كُونِ بِتَر  
تیرے اے پسرابی طالب کے کہ خداوند تعالیٰ تیرے واسطے فخر سب فرشتوں پر کرتا ہے  
اور تو ابھی نیند سو رہا ہے اور اُن کی شان میں یہ آیت آئی وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ كُفِّرَتْ  
نَفْسُهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَؤُوفٌ بِالْعِبَادِ یعنی آدمیوں کے وہ شخص ہے جو بیچتا ہے  
اپنی جان کو واسطے رضامندی اللہ تعالیٰ کے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربانی کرنے  
والا ہے چو تکہ خداوند تعالیٰ نے محنت کے ساتھ جنگ احد کی لڑائی میں خاص کر مسلمانوں  
کو آزمایا تھا کہ ایک عورت صالحات انصار سے کہتی ہے کہ میں باہر آئی پانی  
لیکر تاکہ حرب گاہ میں اپنی طرف سے کسی کو پلاؤں صحابہ کرام سے ایک شخص  
کو میں نے دیکھا کہ زخمی پڑا ہوا اور سانس نہیں لے رہا تھا اُس نے میری طرف  
اشارہ کیا کہ وہ پانی مجھ کو ڈے میں نے اُس کو دیا ایک دوسرے زخمی نے آواز  
دی کہ مجھ کو ڈے اُس نے اُس پانی کو نہ پیا اور مجھ سے کہا اُس کو ڈے اسی طرح  
جب اُس کے پاس لائی ایک دوسرے نے آواز دی کہ وہ پانی مجھ کو دے اور  
اُس نے کبھی نہ پیا اور کہا اُس کو ڈے اسی طرح سات آدمیوں کی پاس میں پانی  
لے گئی جب سائیل آدمی نے چاہا کہ وہ پانی مجھ سے لے تو اُس نے خدا کی  
راہ میں جان دی اور جب میں کوئی کہ دوڑوں تو وہ چھیوں شخص خدا کی طرف  
پہنچ گئے اُس وقت یہ آیت آئی وَيُؤْتِيهِمْ مِنْ سَعْيِهِمْ وَكَانَ بِهِمْ خَصْلَصَةً  
اس کا ترجمہ بیان ہو چکا ہے اور قوم بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا جس نے چار تنگوں  
پر عبادت کی تھی ایک دن کہا اے بار خدا یا اگر ان پہاڑوں کو تو نے پیدا نہ کیا۔



ہونا تو چلنا اور سیر کرنا بندوں پر زیادہ آسان ہوتا اُس وقت کے پیغمبر کو حکم آیا کہ اس عابد  
 سے کہو کہ ہمارے ملک میں تجھ کو تصرف کرنے سے کیا کام ہے اب کہ تو نے تصرف  
 کیا تیرا نام نیکوں کے دفتر سے میں نے علیحدہ کیا اور بد بختوں کے دفتر میں میں نے  
 لکھ دیا عابد کے دل میں خوشی ظاہر ہوئی اور سجدہ شکر کا کیا خداوند تعالیٰ کو تو پیغمبر وقت  
 نے کہا اے نادان شقاوت پر سجدہ شکر کا واجب نہیں ہے کہا میرا شکر شقاوت  
 پر نہیں ہے بلکہ اس بات پر ہے کہ میرا نام دفتر میں موجود ہے اُس کے دفتروں  
 سے لیکن میں ایک حاجت رکھتا ہوں اے پیغمبر خدا کے کہا کہ تاکہ میں پھر  
 کہوں اُس نے کہا کہ خدا کے عزوجل سے کہ اب مجھ کو دوزخ میں تو پہنچتا ہے تو  
 ایسا کر کہ جگہ گنہگاروں کی جگہ مجھ کو دوزخ میں بھیج دے حکم ہوا کہ کہو خاص اُس میرے  
 بندہ سے کہ یہ امتحان تیری امانت کے واسطے نہ تھا بلکہ یہ ظاہر کرنا تھا تیرا مخلوق میں  
 اور قیامت میں تو جس کی شفاعت کرے گا وہ بہشت میں جاویگا اور میں نے احمد  
 حماد سرخسی سے پوچھا کہ تیری توبہ کی ابتدا کس طرح تھی کہا ایک وقت میں سرخس  
 میں گیا اور جنگل میں... گیا اپنے اونٹوں پر ایک مدت تک اُس جگہ رہا اور ہمیشہ  
 میں بھونکا رہنے کو دوست رکھتا تھا اور اپنا حصہ دوسرے کو دیتا تھا اور قول خدائے  
 عزوجل پر عمل تھا اَوْفِرُوا عَلَىٰ اَنْفُسِكُمْ وَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمْ مِنْهُ خَصَاصَةً کہ جو میرے دل کے  
 آگے تازہ رہتا تھا اور اس گروہ پر اعتقاد رکھتا تھا میں ایک روز ایک شیر بھونکا جنگل  
 سے آیا اور میرے اونٹوں سے ایک اونٹ کو مار ڈالا اور ایک بلندی پر گیا اعدا واز  
 دی اور جب قدر وٹاں کے قریب درندے تھے اُنہوں نے اُس کی آواز سنی  
 اُس کے پاس سب جمع ہو گئے وہ آیا اور اونٹ کو بھاڑ ڈالا اور کچھ نہ کھایا  
 اور پھر اُس بلندی پر گیا اور اُن درندوں کو مڑی اور گیدڑ و بھیڑیے سے اور جوانکی  
 مانند تھے سبہوں نے اُس سے کھانا شروع کیا اور وہ وٹاں موجود رہا جب تک



وہ سب واپس گئے اُس وقت ارادہ کیا تھوڑی سی دیر تک اُس سے نہ کھایا ایک مڑی  
 لنگڑی دوسرے معلوم ہوئی شیر پھڑاٹ گیا اور بلند سی پر گیا تو اُس کو مڑی نے  
 جس قدر چاہا کھایا اور لوٹ گئی اُس وقت شیر آیا اور تھوڑا کھڑا اُس سے کھایا اور  
 میں دوسرے دیکھ رہا تھا جب لوٹ گیا تو رُوحِ فصیح کے ساتھ مجھ سے کہا اے احمد  
 ایشار لغہ کا کنول کا کام ہے مرد اپنی جان اور نہ کافی ایشار پڑھ کر گئے ہیں یہ جب یہ برہان  
 میرے ہاتھ آئی تو میں نے تمام شعلوں سے اپنا ہاتھ اٹھا لیا اور اتھا میری توبہ کی  
 یہ تھی کہ جعفری خلد کہتے ہیں کہ ایک روز زوری خلوت میں مناجات کرتے تھے اور میں  
 گیا کہ اُس کو سنوں اس طور سے کہ وہ نہ جاسکے کیونکہ وہ سخت فصیح اور لائق تھے کہتے  
 تھے بار خدا یا دوزخ والوں کو تو عذاب کرے اور سب تیرے غلم اور قدرت اور  
 ارادت قدیم سے پیدا کئے ہوئے ہیں اور اگر دوزخ کو آدمیوں پر کرے گا تو قادر ہر  
 اس پر کہ مجھ سے اُس دوزخ اور اُس کے طبقات کو پر کرے اور خاکران سب کو  
 بہشت میں بھیجے تو جعفر نے کہا میں اُس کے کام میں متحیر ہوا تو میں نے جواب میں  
 دیکھا کہ اُنے والا آیا اور کہا کہ خداوند نے کہا کہ ابو الحسن سے کہو کہ اُس شفقت و عظیم  
 کی وجہ سے جو تجھ کو بہائے بندوں پر ہی ہم نے تجھ کو بخش دیا اور اُس کو نور سی اس وجہ  
 سے کہتے ہیں کہ اندھیوں کے گھر میں جب بات کہتے اُن کے باطن کے نور سے گہر روشن  
 ہو جاتا اور حق کے نور سے مردوں کے اسرار جانتے تھے یہاں تک کہ ضیاء نے اُنکے  
 واسطے کہا کہ ابو الحسن جاسوس القلوب ہی یہ خصوصیت اُن کے مذہب کی - اور  
 یہ اصل قوی اور ایک امر عظیم ہے جو اہل بصیرت کو تدبیر ہو اور آدمی پر کوئی سخت  
 زیادہ نزل روح سے نہیں ہے اور ہاتھ اٹھانا اپنے محبوب خداوند عزوجل نے تمام  
 نیکیوں کی کنجی نزل محبوب ہیں رکھی ہے جیسا کہ کہا کن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ  
 الیہ منہ پوچھو گے تم بھلائی کو یہاں تک کہ خرچ کرو اُس چیز سے کہ دوست کہتے ہو اور



جب کسی کے منہ دل ہو تو مال اور جان اور خرقہ اور رقمہ کی کیا حقیقت ہو اور اس طریقت  
 کی اصل یہ ہے جیسے کہ ایک شخص برویم کے پاس آیا کہ مجھ کو کوئی وصیت کر کہا یا بنتی لیس  
 اَلَا مَرْحَبٌ بِذَلِكَ الشُّرُوحِ اِنْ قَدْ رَزَقْتُ عَلَى ذَلِكَ وَاِلَّا فَكَلَامٌ تَشْفِيْلٌ بِزُكَاةِ الصُّوْفِيَّةِ  
 یعنی اسے پھر یہ امر سواسے نازل جان کے نہیں ہے اگر منہ سے ہو سکے والا صوفیوں کو  
 پہچان دے کلام میں مشغول نہ ہو اور جو کچھ سواسے اس کے ہے سب بیان ہے چنانکہ  
 خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے وَلَا تَحْشَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ  
 عِنْدَ رَبِّهِمْ يَبْتَازُونَ یعنی مت خیال کر جو لوگ کہ راہِ خدا میں قتل ہوئے وہ مردہ  
 ہیں بلکہ زندہ ہیں۔ اپنے رب کے نزدیک رزق پاتے ہیں اور نیز فرمایا وَلَا تَقُولُوا  
 لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ اور مردہ کہہو ان لوگوں کو جو اللہ کی راہ  
 میں قتل کیے گئے بلکہ وہ زندہ ہیں پس قربِ سرمدی میں نازل روح کی وجہ سے  
 حیاتِ ابدی حاصل ہوتی ہے اور ترکِ نصیب لینے میں اُس کے حکم اور اُس کے  
 دوستوں کی متابعت ہے لیکن ایشار اور اختیارِ کل معرفت کی رویت میں تفرقہ  
 ہوتا ہے اور عینِ جمع میں عینِ ایشار کیونکہ ترکِ نصیب اپنا اصل نصیب اپنا ہوا اور جیتک طاب کا طریق  
 اُس کے کسب کے متعلق ہوتا ہے تب تک اُس کی ہلاکت کا باعث ہوتا ہے اور جب شش  
 حق نے اپنی حکومت اور امداد ظاہر کی تو اُس کے حالات اور افعال سب بیکار  
 ہو گئے اور وہ اُس کو ظاہر نہ کر سکا اور حالت کا نام نہ دیا جس کا کوئی نام لے یا اُس  
 کو ظاہر کرے یا اُس پر کسی چیز کا اطلاق کرے اور اسی باب میں حضرت شیخ  
 شبلی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ تو مجھ سے غائب ہوا تو میری سدا بدہ نہ رہی اور  
 اس غائب ہونے سے میری صفات نہ موصوفہ پر آئندہ ہو گئے لیکن میں آجکے دن سے  
 غائب ہوں اس افسوس ناک کلام کے سوا اور کچھ نہیں ہے اور سہلیو کی نسبت  
 حضرت سہل بن عبد اللہ ترمذی سے ہے اور وہ تصوف میں اعلیٰ رتبہ پر تھے اور اپنے



زمانہ میں سلطان وقت تھے اور اہل عل و غفد تھے اور اس طریقت میں اُن کی دلیلیں  
 بہت ہیں کیونکہ اُن کی حکایتوں کے ادراک کرنے میں عقل عاجز ہے اور طریق اُن  
 کا اجتہاد اور مجاہدہ نفس کا اور ریاضت کا ہے اور مریدوں کو مجاہدے کے ساتھ درجہ  
 کمال کو پہنچانا ہے اور دوسری حکایتوں میں مشہور ہے کہ ایک مرید سے کہا  
 جہد اختیار کر تو ایک روز تمام دن کہ یا اللہ یا اللہ اور دوسرے روز اور تیسرے روز  
 اسی طرح تھا اُس کے ساتھ عادت ہو گئی کہا اب راتوں کو اسی طرح کہ اُس نے ایسا ہی کیا  
 تو ایسا ہوا کہ اگر آپ کو کسی جگہ خواب میں دیکھتا تو وہی کہتا یہاں تک کہ وہ عادت  
 اُس کی طبیعت کی عادت ہو گئی اُس وقت آپ نے کہا کہ اب اس سے لوٹ اور  
 اور دوست کی یاد میں مشغول ہو یہاں تک کہ تمام وقت اپنا اُس کی یاد میں گزارو  
 یہاں تک کہ ایک مرتبہ وہ شخص اپنے گھر میں تھا کہ ایک لکڑی سی ہوا سے اُس کے  
 سر پر گری اور ٹوٹ گئی اور کچھ قطرات خون اُس کے سر سے زمین پر گرے یہاں  
 تک کہ جو قطرہ زمین پر گرتا تھا اُن سے اللہ اللہ ظاہر ہوتا تھا اور پرورش  
 مریدوں کی مجاہدوں اور ریاضتوں سے طریق سہیلیوں کا تھا اور درویشوں کی  
 خدمت اور زبردگی کرنا محمد و نبیوں کا طریق تھا اور باطن کا مراقبہ طریق جنیدیوں کا تھا  
 لیکن ریاضت اور مجاہدات سب نفس کے خلاف ہے یہاں تک کہ جس نے نفس  
 کو تہ پہنچا تا اُس کیلئے ریاضت اور مجاہدہ کوئی فائدہ نہیں دے سکتا ہے  
 اب میں نفس کی معرفت اور اُس کی حقیقت کو بیان کرتا ہوں تا اُس کا علم ہو سکے  
 بعد مذہبوں کا بیان مجاہدات اور اُن کے احکام میں لکھنا ہوں تاکہ طالب پر  
 ان دونوں کی معرفت ظاہر ہو فاشدا علم بالصواب۔

الکلام فی حقیقت النفس معنی الہوی یعنی یہ کلام نفس کی حقیقت اور ہوا کو معنی  
 میں ہی چاہتا ہے کہ نفس اور دوسرے نفوس کے وجود و حقیقت



اور ذات شے کو کہتے ہیں اور لوگوں کی عادات اور عبارات میں بہت بڑا فرق ہے بلکہ کئی معنی کا احتمال ہے اور ایک دوسرے کے خلاف ہے کہ جو آپس میں متضاد ہیں ایک گروہ کے نزدیک نفس بمعنی روح کے ہیں اور ایک گروہ کے نزدیک بمعنی مروت کے ہیں اور ایک کے نزدیک بمعنی جسد کے ہیں اور ایک گروہ کے نزدیک بمعنی خون کے ہیں لیکن اس گروہ کے محققوں کی مراد اس لفظ سے کوئی چیز نہیں ہے اور وہ حقیقت میں منع شر ہے بلکہ برائی کا چشمہ ورہتا ہے اور ایک گروہ کہتا ہے کہ ایک شے ہے جو امانت قالب میں ہے جیسے کہ روح اور ایک گروہ کہتا ہے کہ ایک صفت ہے خاصہ قالب کی جیسے کہ حیات اور اس امر پر سب کا اتفاق ہے کہ اخلاق دنی نفس سے ظاہر ہوتے ہیں اور بُرے فعلوں کا سبب وہی ہے اور یہ دو قسم ہے ایک معاصی دوسری اخلاق دنی مانند کبر اور حسد اور نخل اور خشم اور حقد کی۔ پس جو شخص ان معانی میں جو شرع میں اور عقل کے نزدیک ناپسند ہیں مبتلا ہو اس کو چاہئے کہ ریاضت سے خاصہ ان اوصاف کو اپنے آپ سے دفع کرے جیسے کہ توبہ خاصہ معصیت کے واسطے ہے چونکہ معاصی اوصاف ظاہر سے ہے اور یہ اخلاق اوصاف باطن سے ہے۔ اور ریاضت افعال ظاہر سے ہے اور توبہ اوصاف باطن سے ہے اور جو اوصاف دنی باطن میں ظاہر ہوں تو وہ سب اوصاف صلح ظاہر سے دور ہوں اور وہ جو ظاہر میں پیدا ہوں وہ اوصاف ستودہ باطن سے پاک ہوں پس نفس و روح دونوں ایک لطیفہ سے ہیں جس طرح کما نکہیں نظر کا مکان ہیں اور کان سنتے کا مکان اور زبان ذائقہ کا مکان ہے اور مثل اس کے اور اوصاف جو جو ہر اور عرض میں وہ سب آدمی کے بدن میں مثل امانت کے ہیں جیسے کہ عالم میں شیاطین اور ملائکہ اور بہشت اور دوزخ ہیں لیکن ایک محل خیر ہے اور ایک محل شر ہے جیسے کہ آنکھ محل نظر ہے



اور کان محل سمع اور تالو محل ذوق اور ماتندان کی اعجابان اور اوصاف آدمی کے  
 قالب میں امانت رکھے ہوئے ہیں پس مخالفت نفس کی تمام عہدوتوں کا سر ہے۔ اور  
 سب مجاہدوں کا کمال ہے اور چونکہ ہندہ سوائے اس کے حق کی طرف راہ نہیں پاتا  
 ہے بدیں وجہ کہ اس کی موافقت میں ہندہ کی طاقت ہے بھاس کی مخالفت میں اس  
 کی نجات ہے اور حق تعالیٰ نے اس کے خلاف کرنے کے واسطے حکم فرمایا ہے  
 اور ان لوگوں کی تعریف کی ہے جنہوں نے نفس کے خلاف کوشش کی ہے اور  
 ان لوگوں کی بُرائی کی ہے جنہوں نے نفس کی موافقت کی ہے جیسے کہ خدائے  
 تعالیٰ نے فرمایا ہے وَ تَكْهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ یعنی جس  
 نے نفس کو خواہش سے منع کیا پس اس کے لئے بہشت حاصل ہے اور  
 نیز فرمایا اَنْفُسَكُمْ اسْتَكْبَرْتُمْ عَنْ رَبِّكُمْ كَلِمًا لَا يَنْفَعُكُمْ تَمَارًا  
 پس وہ چیز جو نہیں چاہتے تھے نفس تمہارے پس سرکشی کی تم نے اور یوسف  
 صدیق علیہ السلام سے ہم کو خبر دی کہ کہا وَمَا اَبْرَأْنِي فَهِيَ اِنَّ النَّفْسَ لَوَاسِئَةٌ لِّسَوْءٍ  
 مَا سَرَّحَ رَبِّي وَنَحْنُ اَوْفَاكٌ رَّكِبًا ہوں میں اپنے نفس کو کٹناہ سے نہیں نکلتی حکم کر دیا وہ اسے ساتھ  
 بدی کے مگر وہ کہ رحم کرے رہ میرا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے  
 اِذَا لَاسَرَّ اَدَّ اللّٰهُ يُعْبِدُ خَيْرًا بَصَرًا يُعْيُوبُ نَفْسًا یعنی جب اللہ تعالیٰ بندہ  
 کے ساتھ نیکی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو اس کے نفس کے عیبوں سے آگاہ کرتا  
 ہے اور آثار میں ہر دے کہ خدائے عزوجل نے حضرت داؤد علیہ السلام  
 کی طرف وحی بھیجی اور فرمایا کہ يَا دَاوُدُ عَادِ نَفْسَكَ فَلَنْ دُوِي فِي عَدَاوَتِهَا یعنی  
 اے داؤد اپنے نفس سے عداوت کر پس ضرور میری دوستی اس کی عداوت میں ہے  
 پس سب حالات جو ہم نے بیان کئے اوصاف ہیں اور بالضرور صفت کے واسطے  
 ایک موصوف کا ہونا ضروری ہے تاکہ اس کے ساتھ قائم ہو اس وجہ سے



کہ صفت اپنی آپ قاجم نہیں ہوتی اور معرفت اُس صفت کے سوائے شناخت  
 بدن انسان کے معلوم نہیں ہوتی ہے اور اُس کی شناخت کے طریق اسرار سے  
 ہیں اور اوصاف کا بیان ہے اور حقیقت انسانہ کی بابت لوگوں نے بہت کچھ کلام  
 کیا ہے کہ آیا یہ کس چیز کا نام ہے اور یہ کس چیز کے لائق ہے اور ان سب باتوں کا جانتا  
 طالبان حق پر فرض ہے اس واسطے کہ جو شخص اپنی خبر نہیں رکھتا ہے وہ دوسرے  
 کیا خبردار ہو سکتا ہے اور جب بندہ کو معرفت خداوند عزوجل کی تکلیف فرمائی گئی تو پہلے  
 اُس کو اپنی شناخت کرائی اُس سبب کہ جو کوئی اپنے آپ کو نہ پہچانے وہ اپنے غیر  
 کو بالکل نہ پہچانے جب بندہ معرفت خدا کے ساتھ مکلف ہوا اپنی معرفت اُس کو  
 چاہیے تاکہ اپنی صرورت کی صحت کے ساتھ خداوند تعالیٰ کے قدم کو پہچانے  
 اور اپنے فنا کے ساتھ حق کے بقا کو معلوم کرے اور نص کتاب اُس کے ساتھ مطلق  
 ہے کہ خداوند تعالیٰ نے خاص کر کفار کو اپنے ساتھ جہالت کی صفت پہنچائی کیا اور کہا وَمَنْ  
 يَكْتُمُ غَيْبًا عَنَّا هُوَ كَافِرٌ اَوْ اِيَّاكُمْ يَكْتُمُ غَيْبًا عَنَّا هُوَ كَافِرٌ اَوْ اِيَّاكُمْ يَكْتُمُ غَيْبًا عَنَّا  
 مَن يَكْتُمُ غَيْبًا عَنَّا هُوَ كَافِرٌ اَوْ اِيَّاكُمْ يَكْتُمُ غَيْبًا عَنَّا هُوَ كَافِرٌ اَوْ اِيَّاكُمْ يَكْتُمُ غَيْبًا عَنَّا  
 اپنے نفس سے اور ایک نے مشائخوں میں کہا ہے مَن جَهِلَ نَفْسَهُ فَهُوَ بِالْغَيْبِ جَاهِلٌ  
 یعنی وہ شخص کہ جاہل ہو ورنہ اپنے نفس سے پر، وہ غیر کے ساتھ جاہل ہے اور رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ اَمْنَى مِنْ عَرَفَ  
 نَفْسَهُ بِالْفَنَاءِ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ بِالْبَقَاءِ یعنی اُس نے کہ پہچان اپنے نفس کو پس تحقیق پہچانا  
 اُس نے اپنے رب کو یعنی پہچانا جس نے اپنے نفس کو فنا کے ساتھ پس تحقیق پہچانا۔  
 اُس نے اپنے رب کو بقا کے ساتھ اور کہا جاتا ہے مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ بِالذَّلِّ فَقَدْ عَرَفَ  
 رَبَّهُ بِالْعِزِّ اور کہا جاتا ہے مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ بِالْعُبُودِيَّةِ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ بِالسُّبُوْدِيَّةِ  
 پس جو کوئی آپ کو نہ پہچانے کل کی معرفت سے محجوب ہو اور ان سب سے مراد



اس جگہ معرفت انسانی سے ہے اور اختلاف آدمیوں کا اُس میں اہل قبلہ سے ہے۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ انسان سوائے روح کے اور کچھ نہیں ہے اور یہ حسد و جوشن اور سیکل اور جگہ اور ہنسناہ اُس کی ہے تاکہ طبیعتوں کے خلل سے محفوظ رہا ہو اور کہتے ہیں کہ حس و عقل اُس کی صفت ہے یہ باطل ہے اس لئے کہ جب جان اس بنائے انسانی سے جدا ہوتی ہے تو بھی اُس کو انسان کہتے ہیں اور مردہ شخص سے بھی یہ نام دور نہیں ہوتا یعنی جب اُس میں جان ہوتی ہے تو انسان زندہ ہوتا ہے اور جب بیجان ہوتا ہے تو انسان مردہ ہوتا ہے اور دوسرے یہ کہ ہر جانور کے بدن میں بھی جان ہوتی ہے مگر اُس کو انسان نہیں کہتے اگر انسانیت کا باعث روح ہے تو ہر جان دار پر انسانیت کا حکم چاہئے تھا حالانکہ نہیں ہے پس ان کے قول کے بطلان پر دلیل قائم ہے اور دوسرے گروہ نے کہا ہے کہ روح و جسد جب ایک جگہ جمع ہوتے ہیں تو اُس پر اس اسم کا اطلاق ہوتا ہے اور جب ایک دوسرے سے جدا ہوتا ہے تو یہ اسم ساقط ہو جاتا ہے جیسے کہ ایک گھوڑے پر جب دو رنگ جمع ہوتے ہیں یعنی ایک سیاہ اور دوسرا سفید تو اُس کو ابلیق کہیں گے اور جب ایک دوسرے سے جدا ہوں تو ایک کو سیاہ اور دوسرے کو سفید کہیں گے۔ اور یہ بھی باطل ہے بقول خطائے غزول

كَلُّ اَنْفٰی عَلٰی اَكْلِ نَسَانٍ حٰیثُ مِّنَ الدَّهْرِ كَمَا یَكُنُّ شَیْئًا مِّنْ ذٰكُوْا یَعْنٰی كَمَا یَا نَسَانِ ہر ایک وقت نہ تھا کہ کچھ شے نہ گور نہ تھا اور خاک آدمی جان کو انسان کہتے ہیں اور ابھی اس بدن میں جان لاحق نہیں ہوتی اور ایک گروہ کہتا ہے کہ انسان جزو لائیتخیزی ہے اور اس کا محل دل ہے کہ آدمی کے جملہ اوصاف کا وہی اصول ہے اور یہ بھی محال ہے کیونکہ اگر ایک کو مار ڈالیں اور دل اُس سے حیدر کریں تو بھی انسانیت کا نام اُس سے نہیں دُور ہوتا اور آدمی کے بدن میں جان سے پہلے دل موجود نہیں تھا اس پر سب کا اتفاق ہے۔ اور ایک گروہ صوفیہ سے اس میں غلطی واقع ہوئی ہے وہ



کہتا ہے کہ انسان کھانے والا اور پینے والا ہے اور محل تغیر نہیں ہے بلکہ وہ اسرار الہی سے ہے اور یہ بدن اُس کا پردہ ہے اور آمیزش طبع یعنی ملاپ بدن اور روح کے ایک جا ہونے میں امانت رکھا گیا ہے حضرت مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں میں کہتا ہوں کہ اس پر جملہ صاحب عقل کا اتفاق ہے کہ دیوانے اور کافر اور فاسق اور جاہل سب انسان کہلاتے ہیں اور ان میں اسرار سے کچھ معنی نہیں ہیں یہ سب کھانے پینے والے ہیں اور انسان کے بدن اور وجود میں کچھ معنی نہیں کہ اُس کو انسان کہہ سکیں اور انسان کے نیست ہونے کو بھی کچھ معنی نہیں بلکہ خداوند عالم نے مجموعہ کائنات میں جو کچھ سے ہمارا بدن مرکب ہے انسان کہا ہے بدین معنی کے کہ وہ بعض آدمیوں میں موجود نہیں ہے جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سَلَالَةٍ مُمْنٍ طِينٍ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَكِينٍ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ثُمَّ أَنشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ

یعنی بنایا ہے آدمی کو حینی ہوئی مٹی سے پھر بنایا اُس کو نطفہ ایک جمے ہوئے ٹھراؤ میں پھر بنائی اُس بوند سے پھسکی پھر بنائی اُس پھسکی سے بوٹی پھر بنائی اُس بوٹی سے ہڈیاں پھر پہنایا اُن ہڈیوں پر گوشت پھر اٹھا کر کھڑا کیا اُس کو نئی صورت میں سو بڑی برکت اللہ کی جو سب سے بہتر بنانے والا ہے۔

پس بقول خداوند تعالیٰ کے کہ وہ اصلاً الصادقین ہے کہ خاک پاک سے یہ صورت مخصوص باوجود ان سب تغیرات کے انسان ہے جیسا کہ ایک گروہ نے کہا ہے جو اہل سنت سے ہے کہ انسان زندہ ہے کہ یہ صورت اُس کی اس صفت کے ساتھ مقرر ہے کہ موت اس نام کو اُس سے دور نہیں کرتی جب تک کہ صورت اودالہ پر مقرر ہے اور ظاہر و باطن میں یہ نام قائم ہے اور صورت معبود سے تندرست اور بیمار مراد ہے اور مجنون اور عاقل کہ نام ہے اور بالاتفاق جو صحیح اور تندرست ہو وہ زیادہ



پیدائش میں کامل ہوئیں جانتا چاہئے کہ ترکیب انسان کی جو کامل زیادہ ہے  
 محققوں کے نزدیک تین چیزوں سے ہے ایک روح دوسرے نفس اور تیسرے  
 جسد اور اس صورت سے ہر ایک ذات کو ایک صفت ہے کہ وہ اُس کے ساتھ قائم  
 ہے یعنی روح کے واسطے عقل ہے اور نفس کے لئے خواہش اور بدن کی واسطہ  
 حس ہے اور آدمی نمونہ عالم ہے اور عالم دو جہان کا نام ہے اور انسان میں روح و  
 جہان کا نشان ہے یعنی اس جہان کا نشان باقی اور مٹی اور ہوا اور آگ ہر ایک  
 اُس کی ترکیب بنم اور خون اور صفرا اور سوا ہے اور نشان اُس جہان کا ہر  
 اور دوزخ اور عرصات ہیں یعنی جان بجائے بہشت کے ہے اور نفس بجائے  
 دوزخ کے ہے اور آفت اور وحشت اور حسد بجائے عرصات اور جمال ان  
 دونوں سے کا بسبب قہر و مواسات کے ہے یعنی بہشت اُس کے رضا کی تاثیر ہے  
 اور دوزخ اُس کے خلاف کا نتیجہ ہے اسی طرح مومن کی روح روح معرفت سے ہو اور  
 اُس کا نفس حجاب و ضلالت سے ہے اور قیامت میں مومن دوزخ سے نجات نہ پائیگا  
 اور بہشت میں نہ جائیگا اور بیدار حق کی حقیقت کو نہ پہونچے گا جب تک تحقیق ارادت  
 کو نہ پہونچے کہ اس کا مرکز روح ہے اور محبت کی صفائی تک نہ پہونچنا ایسا ہے  
 جیسا کہ بندہ دنیا میں نفس اور اُس کی خواہش سے نجات نہیں پاتا اور حقیقت  
 ارادت کو نہیں پہونچتا جس کی اصل روح ہے ایسے مقام قربت اور معرفت حقیقت پس  
 جو شخص دنیا میں اُس کو پہچانے اور دوسروں سے پہنچ کرے اور شریعت  
 پر قائم ہو گا وہ قیامت میں دوزخ اور پل صراط کو نہ دیکھے گا الغرض مومن کی روح اُس  
 کو بہشت کی طرف بلاتی ہے اور نفس دوزخ کی طرف بلاتا ہے سو کہ دنیا میں وہ اس کا نمونہ ہے  
 اس واسطے کہ ناقص خواہشوں کی طرف بلاتا ہے پس اُس سے صواب اور دوسرے  
 سے خطابے طالبان درگاہ باری تعالیٰ پر واجب ہے کہ وہ ہمیشہ نفس کے  
 خلاف راہ اختیار کریں تاکہ اُس کے برخلاف روح اور عقل کے مددگار ہوں



جو کہ اسرارِ الہیہ کا مجلی ہے ۔ واللہ اعلم بالصواب ۔

## فصل دوسری نفس کے بیان میں

اُس میں جو مشائخوں نے کہا ہے یہ ہے کہ ذوالنون مصری علیہ الرحمہ کہتے ہیں اشدّ الحجاب  
 دُؤْمِيَةُ النَّفْسِ وَتَدْبِيرُهَا سَبْكَ زِيَادَةِ سَخْتِ حِجَابِهَا سَبْكَ زِيَادَةِ سَخْتِ حِجَابِهَا سَبْكَ زِيَادَةِ سَخْتِ حِجَابِهَا  
 اور اُس کی تدبیر کی مناسبت کیونکہ اُس کی تابعداری حق عزوجل کی مخالفت ہے  
 اور حق کی مخالفت جملہ حجابوں کا ستر ہے اور ابو یزید بسطامی کہتے ہیں النَّفْسُ صِفَةٌ  
 لَا تَسْكُنُ إِلَّا بِالْبَاطِلِ يَعْنِي نَفْسٌ أَيْكٌ صِفَتٌ هِيَ كَسَكُونَتِ اُس کی باطل کے  
 ساتھ ہے جو ہرگز وہ راہ حق کی پوری نہ کر سکے اور محمد بن علی الترمذی کہتے ہیں رَحِمَهُ اللهُ  
 عَلَيْهِ تَرِيدُ أَنْ تَعْرِفَ الْحَقَّ مَعَ بَقَاءِ نَفْسِكَ فِيمَكَ وَنَفْسُكَ لَا تَعْرِفُ نَفْسَهَا فَكَيْفَ  
 تَعْرِفُ غَيْرَهَا يَعْنِي اِذَا تَوَجَّهْتَ إِلَى مَا هِيَ بَاقِيَةٌ عَنْ نَفْسِكَ فَكَيْفَ تَعْرِفُ غَيْرَهَا  
 حالانکہ تیرا نفس اپنے آپ کو نہیں پہچانتا پس وہ غیر کو کس طرح پہچانے گا۔ یعنی  
 نفس اپنے بقا کی حالت میں خود محجوب ہے تو حق کا مکاشفہ کس طرح کر سکے گا۔ اور  
 حضرت جہید علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اَسَاسُ الْكُفْرِ قِيَامُكَ عَلَى مَوَادِّ نَفْسِكَ يَعْنِي  
 بندہ کا اپنی مراد پر قائم ہونا کفر کی بنیاد ہے اس واسطے کہ نفس لطیفہ اسلام سے  
 دوپٹے بلکہ اعراض میں کوشش کرتا ہی عوارض و امراض کر بوالا منکر ہے اور منکر بیگانہ ہوتا ہے  
 ۔۔۔۔۔ اور ابو سلیمان دارانی کہتے ہیں النَّفْسُ خَائِبِيَّةٌ كَمَا كُنْتَ وَافْتُلُ  
 الْأَعْمَالُ خَدَاةٌ فَهَاجِبَةٌ لِنَفْسِ اِمَانَتٍ مِمَّنْ خِيَانَتُكَ كَرْنِ وَالَا اور  
 طلبِ رضا سے منع کرنے والا ہے۔ اور سب سے افضل عمل۔  
 اُس کا خلاف ہے۔ اس واسطے کہ امانت میں خیانت کرنا  
 بیگانگی ہے اور ترکِ رضا گمراہی کی ہے اور صوفیوں کو قول خیانت نفس



اور پگانگی میں اندازہ شمار سے رائے ہیں۔ اب آیا میں اپنے مقصود پر اور مذہب سہل کو ثابت کرتے پر نفس کے مجاہدوں اور اس کی ریاضت اور اس کی حقیقت کے بیان کے طریقوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے توفیق چاہتا ہوں۔

## الکَلَامُ فِي الْمَجَاهِدَةِ

یعنی

کلام نفس کے مجاہدہ میں

واضح ہو کہ جہاد کی بابت خداوند عالم نے فرمایا ہے وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا یعنی جن لوگوں نے ہماری خاطر جہاد کیا البتہ ہم ان کو اپنی راہ بتائیں گے اور حضور سر عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں الْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهُ فِي اللَّهِ یعنی مجاہد وہ شخص ہے کہ جس نے خدا کی راہ میں اپنے نفس سے جہاد کیا یعنی اللہ تعالیٰ کے راضی کو ٹکڑے اپنی نفسانی خواہشوں کو روکا اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْأَصْغَرِ إِلَى الْجِهَادِ الْأَكْبَرِ یعنی ہم نے چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف رجوع کیا اس سے معلوم ہو کہ غزائیں فی سبیل اللہ قتل ہونا چھوٹا جہاد سمجھا گیا اور اپنی نفسانی خواہشوں سے بچنا جہاد اکبر فرمایا جب صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہاد اکبر کیا ہے فرمایا کہ جہاد اکبر نفس پر قہر کرنا ہے آپ نے نفس پر قہر کرنے کو جہاد پر فضیلت فرمائی اس واسطے کہ ہمیں تکلیف زیادہ ہو کیونکہ وہ جہاد خواہش پر چلنے کا نام ہے اور مجاہدہ اس کا قہر ہے پس اسے طالب صداقتی مجاہدہ نفس اور اس کی سبب است کا طریق واضح اور ظاہر ہے۔ کہ سب ملثون اور مذہبوں میں عمدہ طریق ہے اور اہل طریقت اس کی پاسداری میں خاص ہیں اور یہ بات عام اہل طریقت میں مستعمل اور جاری ہے اور اس میں



مشائخ کی رموز اور اسرار ہیں اور حضرت سہیل ابن عبد اللہ تستری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے اصل میں بڑا غلو فرماتے ہیں اور مجاہدات میں آپ کے بہت سے دلائل ہیں اور کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنے آپ کو اس بات پر مقرر کیا تھا کہ ہر پندرہ روز کے بعد ایک بار کھانا کھائے اس وجہ سے آپ کی عمر زیادہ ہوئی چونکہ تھوڑی غذا کھانے سے عمر زیادہ ہوتی ہے اور دوسرے محققوں نے بھی مجاہدہ کرنے کو ثابت کیا ہے اور خاص کر اُس کو اسباب مشاہدہ سے کہا ہے اور انہوں نے مجاہدہ کو علت مشاہدہ کی کہا ہے اور حق کے پانے میں اُس کی ایک خاص تاثیر بتلائی ہے اور وہ دنیا کی زندگی کو طلب میں فضیلت دیتے ہیں۔ عقے کی حیات پر جس میں مراد بھی حاصل ہو بدیں وجہ کہ وہ کہتے ہیں کہ وہ اُس کا ثمرہ ہے یعنی جب دنیا میں تو خدمت کرے گا تو عقے میں اُس کا ثمرہ پائے گا یعنی خدا کی قربت پائے گا چونکہ بغیر خدمت کے قربت نہیں مل سکتی، اس وجہ سے کہ وصول حق کی علت بندہ کا مجاہدہ ہے جو اُس کی توفیق سے ہے اور دوسرے کہتے ہیں کہ وصول حق کے واسطے مجاہدہ علت نہیں ہے کیونکہ جو کوئی حق کو پہونچنے اُس کے فضل سے پہونچے پس فضل کو افعال سے کوئی نسبت نہیں ہے یعنی مجاہدات نفس کی تہذیب کے واسطے ہے نہ حقیقت قرب کے واسطے اس سبب سے کہ رجوع مجاہدہ کا بندہ کے ساتھ ہے اور حالہ مشاہدہ کا حق کے ساتھ محال ہے کہ یہ علت اُسکی ہے یا وہ آلہ اس کا ہے اور حضرت سہیل کی حجت اس میں ہے جو خدائے غر و جل کا قول ہے کہ فَمَا يَذَّكَّرُ بِهِ جَاهِدُ فَإِنَّا نَهْدِيكَ سُبُلَنَا وَهُوَ مَجْهُدُكَ وَهُوَ مَجْهُدُكَ وَهُوَ مَجْهُدُكَ اور نیز ورد انبیاء کا اور شریعت کا افہات اور کتابوں کا نزول اور جملہ احکام تکلیف کے سبب مجاہدات ہیں پس اگر مجاہدات مشاہدہ کی علت نہ ہوں تو سب امور ات دنیا باطل ہو گئی اور دنیا اور عاقبت کے حالات اور تمام حکم اور علتوں کا تعلق قائم نہ رہیگا۔ بلکہ جو شخص حکم کو سبب سے خالی جانتا ہے اُس سے شرع اور رسم جانی رہتی ہے



اور اصول اور فروع میں اُس کی کوئی تکلیف درست اور ثابت نہیں ہوتی یعنی کھانا  
سیر ہوئی کے واسطے ہو اور کپڑی نہی کے دور کرنے ہیں۔ اور دوسرے قول میں سب باتیں بیکار  
ہیں پس توحید کے اصول میں اتسبا کی رؤیت ہے یعنی اتسبا کا مخلوق میں  
لحاظ کرنا توحید ہے اور دوسرے سمجھنا تعطیل ہے اور مشاہدہ میں اس کی بہت سی دلیلیں ہیں  
اور اس کا انکار مشاہدہ کا انکار ہے بلکہ کھلا ہوا منکابرہ ہے پس اسے طالب کیا تو نہیں  
دیکھتا کہ سرکش گھوڑے کو ریاضت کی برکت سے آدمیت کی صفت میں کر دیتی ہیں  
وہ کیا کچھ کرتے لگتا ہے اور گھوڑے کا وصف اُس سے بدل جاتا ہے یعنی  
وہ چایک اٹھایا ہے اور اپنے مالک کو دیر تیا ہے رعلی ہذا القیاس

اور اسی طرح بے عقل طفل عجمی کو سبب ریاضت کے عربی زبان سکھلا دیتے ہیں اور اُس کے  
نطق طبعی کو اُس سے تبدیل کر دیتے ہیں اور وحشی جانور کو سبب ریاضت کے اُس درجہ  
پر پہنچا دیتے ہیں کہ جب اُس کو چھوڑ دیں تو وہ چلا جائے اور جیب بٹائی تو وہ واپس  
آجائے اور قید کا سرخ اُس کو آزادی اور کھلا رہنے کی نسبت اچھا معلوم ہو وے اور  
پید کتے کو ریاضت سے اس درجہ پر پہنچا دیتے ہیں کہ اس کا مارا ہو مطلق ہو جائے  
اور آدمی بے ریاضت کا ذبیحہ حرام ہے ہذا القیاس

پس شرع اور رسم کا مدار مجاہدہ پر ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو باوجود اس کے کہ قرب حق  
حاصل تھا اور عاقبت کی طرف سے امن کلی تھا اور آپ کی بے گناہی ثابت تھی آپ  
نے اس درجہ کوشش کی کہ مدتوں آپ بھوکے رہے اور آپ ہمیشہ شب بیدار  
رہے اور ہمیشہ آپ نے روزہ رکھا کبھی روزہ پر روزہ کی نوبت پہنچی کہ حکم آیا  
طه مَا آتَنَّا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لَتَشْفِيَ يٰ هَمَّ لَيْسَ بِرَمِيٍّ بِاسْ فَرَأْنَاهُ يُجِيدُ اس واسطے  
نہیں بھیجا کہ تو ہلاک ہو جائے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
کہ مسجد نبوی کی تعمیر میں خود حضور علیہ السلام انگلیں اٹھاتے تھے اور میں دیکھتا تھا



کہ آپ اس تکلیف کو گوارا فرماتے ہیں میں نے عرض کیا کہ یا حضرت مجھے یہ نہیں دیکھئے کہ جہائے  
آپ کے میں اس خدمت کو انجام دوں حضور نے فرمایا اے ابو ہریرہ تم کسی دوسرے شخص سے  
ایتھیں لیکر اٹھا لاؤ کیونکہ عیش کا گھر قیامت ہے اور دنیا تکلیف و محنت کا گھر ہے اور حضرت  
حیان بن خارجہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک روز میں نے حضرت عبداللہ بن عمر  
رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا کہ آپ عزاکے بارہ میں کیا فرماتے ہیں تو آپ نے جواب دیا اَبَدٌ بِنَفْسِكَ تَجَاهِدُ  
وَأَبَدٌ بِنَفْسِكَ فَاعْزُهَا فَإِنَّكَ إِنْ قُتِلْتَ فَارَابَعَتِ اللَّهُ فَارًا وَإِنْ قُتِلْتَ مُرَاتِبًا بَعَثَكَ اللَّهُ مُرَاتِبًا  
قَرَأَ نَفْسٍ شَرَعَ كَرًا وَجَاهِدَ فِي مَشْغُولٍ كَرَسٍ تَحْتِيقٍ اگرتو بھاگ کر مارا گیا تو خداوند عالم تجھ کو بھاگے ہوئے  
گروہ کیساتھ اٹھائے گا اور اگر ریاکاری کی حالت میں مارا گیا تو خداوند تعالیٰ تجھ کو ریاکاروں کی جماعت میں  
اٹھائے گا اور اگر صبر کی حالت میں قتل کیا گیا تو اللہ تعالیٰ تجھے صبر کرنے والوں کے ساتھ اٹھائے گا اور تو  
اس کا ثواب پائے گا جیسا کہ مصنف کتاب التالیف و تصنیف میں اثر ہے اسی طرح یہ کہیں مجاہدات  
کا معانی میں اثر ہے پس جو شخص بغیر مجاہدہ کے حصول وصول کا دعویٰ کرتا ہے وہ غلطی کرتا ہے اس واسطے کہ  
جہان اور اس کی حد کا ثابت کرنا خداوند تعالیٰ کی معرفت کی عین دلیل ہے اور دوسرا گروہ اسی آیت کی  
تفسیر میں مقدم و موخر ہے جیسا کہ آیت ہے وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا اِی وَالَّذِينَ هَدٰیْنٰهُمْ سُبُلَنَا لَنَجْھَدَنَّ عَنْهُمْ سَبُلَ الْاَلْبَابِ  
وہ ہماری راہ میں کوشش کرتے ہیں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کُنْ  
یُنْجُوْا اَحَدَكُمْ بِعَمَلِهِ قَبْلَ وَ لَا اَنْتَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تَالِیْ وَلَا اَنْتَ اَنْ یَغْتَدِبَ اللّٰهُ بِرَحْمَتِهِ  
یعنی کوئی شخص اپنے عمل کے معاوضہ میں رہائی نہیں پاتا پوچھا گیا یا رسول اللہ آپ بھی اس عمل پر  
شامل ہیں فرمایا کہ ہاں میں بھی اس میں شامل ہوں گا کہ اللہ جل جلالہ و عمنوال اپنی رحمت  
سے مجھے بچائے رکھے پس کوشش کرنا بندہ کا فعل ہے یہ محال ہے کہ اس کا فعل



اس کی نجات کا باعث ہو حالانکہ نبدہ کی رمانی اور نجات خواہش الہی کے متعلق ہے  
 جو کوشش سے نہیں ہے بلکہ خداوند عالم فرماتا ہے مَنْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يَهْدِيَهُ يَشَخْ  
 صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ وَمَنْ يُرِدْ أَنْ يُضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقًا حَرًّا جَالِيًّا سَبَوَاتٍ  
 کرنا چاہتا ہے تو اُسکے سینے کو اسلام کیلئے کشادہ کر دیتا ہے اور جس کو گمراہ کرنا چاہتا ہے  
 تو اس کے سینے کو تنگ کر دیتا ہے جس کو وہ جرح معلوم کرتا ہے اور فرمایا ہے تُوْتِي الْمَلِكُ  
 مَنْ نَشَاءُ وَتَشْرِعُ الْمَلِكُ مَنْ تَشَاءُ یعنی جس کو چاہتا ہے ملک عطا فرماتا ہے اور جس سے  
 چاہتا ہے اُس سے ملک چھین لیتا ہے اس میں خداوند عالم نے اپنی خواہش کو ثابت فرمایا  
 اور مخلوق کی تکلیف کی نفی فرمائی ہیں وجہ کہ اگر مجاہدہ وصول کی علت ہوتی تو  
 ابلیس علیہ اللعنة مردود نہ ہوتا اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوشش کی ترک و کی علت  
 ہوتی تو حضرت آدم علیہ السلام ہرگز مقبول نہ ہوتے پس سبقت بھی عنایت پر منحصر  
 ہے نہ کثرت مجاہدہ پر بلکہ یہ نہیں ہے کہ جو زیادہ کوشش کرنے والا ہو وہ زیادہ  
 سب سے فکر ہو بلکہ جس پر عنایت ایزدی ہوتی ہے وہ خدائے تعالیٰ سے زیادہ  
 نزدیک ہوتا ہے پس اے طالب صادق کیا تو نہیں دیکھتا کہ ایک شخص اندر جہد کی  
 عبادت میں مشغول ہے مگر حق سے دور ہے اور ایک شخص خرابات میں گنہگار ہے  
 مگر اُس کو قرب خداوندی حاصل ہے کیونکہ سب باتوں سے زیادہ اشرف دولت  
 ایمان ہے کیا نہیں دیکھتا کہ جو لڑکا ناسخ ہے اُس پر حکم ایماندار می کا ہی ایسا ہی مجنون  
 آدمیوں کو ایماندار کہتے ہیں پس جب شریف بخشوں کیلئے مجاہدہ علت نہیں ہے اور جو اس سے کم  
 درجہ ہے وہ بھی علت کا محتاج نہیں ہے اور میں کہ علی بن عثمان جلابی ہوں کہتا ہوں  
 یہ تحض تعبیر اور الفاظ کا خلاف ہے اور معنی مراد ایک ہے یعنی ایک کہتا ہے مَنْ طَلَبَ وَجَدَ لِنَفْسِهِ  
 جس نے ڈھونڈا پایا اور دوسرا کہتا ہے مَنْ وَجَدَ حَكْبَ يَعْرِجُ جس نے پایا اکٹھے ڈھونڈا پس پانچ کا سبب طلب ہو  
 اور طلب کا سبب پانا ہوا یعنی وہ کوشش کرتا ہے کہ مشاہدہ ہو اور یہ مشاہدہ کرتا ہے



کہ مجاہدہ ہو اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ مشاہدہ میں مجاہدہ کرنا ایسا ہی جیسا کہ طاعت کی توفیق اور توفیق عطیہ الہی ہے بغیر اسکے بندگی محال ہے جس طرح بغیر بندگی کے توفیق کا حاصل ہونا محال ہے اور جس طرح کہ بغیر مشاہدہ کے مجاہدہ نہیں ہوتا اسی طرح بغیر مجاہدہ کے مشاہدہ ناممکن ہے اس وجہ سے کہ مشاہدہ جمال خداوندی ہے جو سالک کے دل پر طاری ہوتی ہے اور بندہ کو مجاہدہ کی طرف راغب کرتی ہے، لیکن وہ جو قوم یعنی سہل اور ان کے اصحاب اس امر کی دلیل پکڑیں کہ جو کوئی مجاہدوں کے ساتھ اثبات نہ کرے وہ جملہ انبیاء اور کتابوں اور شریعتوں کا منکر ہے کیونکہ مدار تکلیف کا مجاہدہ پر ہے بہتر اس سے یہ ہے کہ مدار تکلیف کا حق کی ہدایت پر ہو کیونکہ مجاہدے حجت کے ثابت کرنے کے واسطے ہیں نہ حقیقت وصل کے واسطے ہیں اور خداوند عزوجل نے فرمایا

وَكُلُّ مَا نَزَّلْنَا إِلَيْهِمُ الْمَلَكُوتَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْئِي وَحْشًا نَّاعِلِيَهُمْ كُلُّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا  
إِنَّا نَشَاءُ اللَّهُ وَلَكِنْ أَكْثَرُهُمْ جَهَّائُونَ۔ یعنی اگر ہم فرشتوں کو ان کی طرف بھیجتے اور مروجوں سے ان کی بات چیت کراتے اور ان پر سب چیزیں اٹھاتے تب بھی یہ لوگ ایمان نہ لاتے جب تک ہمارا ارادہ نہ ہوتا اس واسطے کہ ایمان کی علت ہمارے ارادہ پر منحصر ہے نہ کہ دلائل اور ان کا مجاہدہ اور فرمایا

هَـ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ ءَأَنذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ سَرَاهُمْ كَايُومُنَّوْنَ  
یعنی جو لوگ کہ کافر ہوئے ان کے نزدیک اظہار حیثیت اور دلائل کا وارد ہونا اور قیامت کے خوفوں سے ڈرنا اور ان سب باتوں کا ترک کرنا برابر ہے یہ ایمان نہ لائیں گے کیونکہ ان کو اہل ایمان سے ہم نے مخلوق نہیں کیا اور ان کے دلی بد بختی کے ہر ذریعہ میں پس انبیاء علیہم السلام کا آنا اور کتابوں کا نازل ہونا اور شریعتوں کا قائم اور ثابت ہونا یہ سب طریقے وصول کے ہیں نہ علت وصول کے اس واسطے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ابو جہل بوجہ تکلیف کے حکم میں یکساں حالت میں تھے صرف فرق



اس قدر ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نہایت عدل کے سبب سے مرتبہ  
 فضیلت پر پہنچے اور ابو جہل بوجہ سرتابی اور حکمدولی کے باعث قعر جہنم میں پہنچا پس  
 علت وصول ابو جہل کی عدل کی طرف سے باز رہنا یہی عین وصول ہے نہ طلب  
 وصول کیونکہ اگر طالب مطلوب دونوں ایک ہوتے تو طالب کا مہیا ہوتا اور جب  
 مطلوب کو پالیتا تو طالب نہ رہتا اس واسطے کہ جو مقصود کو پالیتا ہو تو آرام میں ہو جاتا ہے  
 اور حاجت طلب کی نہیں رہتی ہے اور جو طلبگار ہوتا ہے اسکو آرام نہیں ہوتا ہے۔  
 جیسا کہ مقصود کو نہ پہنچے اسی واسطے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر مومن  
 اسْتَوَى يَوْمَ فُلُوْهُ مُقْبُوْنَ یعنی جو شخص بیکدان مساوی حالت میں رہا پس وہ زیاں کار  
 ہے یعنی رطلان حق سے، اور جس کے دو دن یکساں ہوں وہ ظاہرِ خسارہ میں ہے  
 بلکہ چاہئے کہ ہر روز طلب میں زیادہ ہو اور یہ درجہ طالبوں کا ہے پھر فرمایا اسْتَقِيْهُوْ  
 وَلَنْ تَخْصُوْا یعنی استقامت حاصل کرو اور حال پدید ہو پس مجاہدت کو سبب کہا اور سبب  
 ثابت کیا خاص کر حجت کے ثابت کرنے کو اور وصول کو سبب نفی کی تحقیق الہیت کو اور وہ  
 جو کہیں کہ گھوڑے کو مجاہدہ کے سبب سے ایک دوسری صفت پر پھیلے جانتا چاہئے  
 کہ گھوڑے میں ایک صفت ہے پوشیدہ کہ اس کے اظہار کا مجاہدہ سبب ہے  
 کیونکہ جب تک ریاضت نہ کرے وہ مضطرب رہے گا اور گدے میں چونکہ وہ معنی نہیں  
 ہیں ہرگز اس پر نہ ہو وہ اور نہ گھوڑے کو مجاہدہ سے گدے بنا کر سکتے ہیں اور نہ گدے کو  
 ریاضت سے گھوڑا کر سکیں اس سبب سے کہ یہ قلب عین ہو پس جبکہ وہ چیز کہ عین کو قلب  
 جس کر سکتی اس کا اثبات حق کی درگاہ میں محال ہو حضرت ہبل تشریحی ایسا مجاہدہ کرتے  
 تھے وہ اس سے آدھے اور اس کے عین میں وہ اس سے منقطع تھا نہ تھما  
 اس گروہ کے کہ اس کی مجاہدت کو بغیر محامد کے مذہب بنایا ہے اور یہ  
 اٹ محال ہے کہ وہ بالکل محامد ہے چاہئے کہ بالکل عبارت ہو اور یہاں



خاص کر اس قصہ والوں کو مجاہدہ اور ریاضت موجود ہے باتفاق لیکن بیوٹ اسکی اس میں  
آفت ہے پس وہ شخص کہ مجاہدہ کی نفی کرتا ہے نہ مراد اس کی عین مجاہدہ ہی کہ مراد عدم استقامت  
مجاہدت کی ہے اور عجیب ہونا اپنے افعال کے ساتھ محل قدس میں اس سبب سے کہ  
مجاہدہ فعل بندہ کا ہے اور مشاہدہ داشت حق جہتک داشت حق نہ ہو فعل بندہ کا قیمت  
نہ پڑے اپنی عمر کی قسم ہے کہ اپنے آپ سے دل نے اختیار نہ کیا کہ اس قدر مشاطگی  
اپنی کرے تو اور فضل حق نہ دیکھے تو جو اتنی بات اپنے کام کی کہ تو پس دوستوں کا  
مجاہدہ حق کا فعل ہو ان میں بے اختیار ان کے اور وہ قہر و گذارش ہو اور گذارش  
بالکل نوازش ہو اور مبالغوں کا مجاہدہ ان کا فعل ہو ان میں ان کے اختیار سے اور وہ تشویش اور پرانگی  
ہو اور دل پر آگندہ آفت سے پرانگندہ ہو و پس جہتک اسکے اپنی عقل سے عبارت نہ کر اور کسی صفتیں  
نفس کی متابعت نہ کر کیونکہ تیری ہستی کا وجود تیرا حجاب اگر کسی فعل سے محبوب ہو کسی دوسرے سے محتاج نہ کہ تیری  
تیری حجاب جہتک تیری کو بالکل فنا نہ کرے تو بقا کے لائق نہ ہو و کے کیونکہ نفس  
کتا ہے اور جلد کٹنے کی پاک نہیں ہو سکتی مگر دباغت سے اور حکایتوں میں مشہور ہے  
کہ حسین بن منصور نے کوفہ میں محمد بن الحسین العلوی کے گھر میں نرول کیا تھا اور  
ابراہیم خواص کوفہ میں آئے جب ان کی خیر سنی ان کے پاس گئے اور حسین نے کہا ابو  
ابراہیم اس چالیں میں جو تو نے تعلق اس طریق کے ساتھ رکھا تو اس بات سے تجھ  
کو کیا چیز حاصل ہوئی ہے کہا تیرا طریق کل مجھ کو میرا ہو حسین نے کہا ضیقت  
عَمَلِي فِي عَمَلَاتِ بَاطِنِكَ فَذِيكَ الْفَنَاءُ فِي التَّوْحِيدِ یعنی اس عمر کو تو نے باطن کی بادی  
میں ضائع کیا پس فنا کہا ہے توحید میں یعنی توکل عبارت ہے خداوند تعالیٰ کے ساتھ  
معاملہ کرنے سے اور اس کے پھروسہ پر باطن کی درستی کرنا اور جو کوئی ایک عمر باطن کے  
معاملہ میں تمام کرے تو ایک دوسری عمر چاہئے تاکہ ظاہر کے معاملہ میں پوری کرے  
تو دو عمر ضائع کرے اور ابھی تک حق سے کوئی ہو اور کوئی اثر نہ پایا گیا ہو شیخ ابو علی



سیاہ مرد زمی سے حکایت ہے کہ کہا میں نے نفس کو دیکھا ایک صوت میں میری  
صوت کی مانند ہے کہ ایک ہال اُس کے پکڑے ہوئے تھا اور اُس نے مجھ کو دیا میں نے  
اُس کو ایک درخت پر باندھا اور اُس کے مار ڈالنے کا ارادہ کیا مجھ سے کہا یا ابا علی مت  
تکلیف کر کیونکہ میں خدا کا شکر ہوں مجھ کو گم نہ کر سکے گا اور محمد بن علی بن نسومی سے  
روایت کرتے ہیں اور وہ جنید کے بڑے صحابیوں سے تھے کہتے ہیں کہ میں شروع  
حال میں نفس کی حالتوں میں بیٹھا ہوا تھا اور اُس کی گھائیں جان گیا تھا اُس کے ہمیشہ  
خند میرے دل میں تھا ایک روز ایک چیز مثل لومڑی کے بچہ کی میرے گلے سے باہر  
آئی اور حق تعالیٰ نے مجھ کو اُس کے ساتھ شناسا کیا اور میں نے جانا کہ وہ نفس ہی  
اُس کو پاؤں کے نیچے لایا میں اور جو ٹھوکر کہ اُس پر میں مارتا تھا وہ بہت بڑا ہوتا تھا  
میں نے کہا سب چیزیں تکلیف اور زخم سے ہلاک ہوتی ہے تو کس واسطے زیادہ ہوتا  
ہے۔ اُس نے کہا میری پیدائش اسی طرح پر ہے جو بچ اور چیزوں کا ہو وہ میری  
راحت ہو اور وہ جو راحت چیزوں کی ہو میرا بیخ ہو اور شیخ ابوالعباس شافعی نے جو  
امام وقت تھے انہوں نے کہا ایک روز میں میں اپنے گھر میں آیا ایک زرد کتے  
کو میں نے دیکھا اپنی جگہ پر سوتا ہوا میں نے جانا کہ محل میں سے گھر میں آ گیا ہے  
اُس کے نکالنے کا ارادہ کیا وہ میرے دامن کے نیچے آ گیا اور غائب ہو گیا اور  
شیخ ابوالعباس گرگانی نے جو آن قطب اور مدار علیہ ہے اپنے ابتداء حال سے نشان  
دیا کہ میں نے اُس کو ایک سانپ کی صورت میں دیکھا ہے اور ایک فقیر نے کہا میں نے  
نفس کو ایک چوہے کی صورت میں دیکھا میں نے کہا تو کون ہے کہا میں غفلوں  
کی ہلاکت ہوں اور ان کی برائی اور شر کا چاہنے والا اور دوستوں کی نجات کہ جو  
میں اُن کے ساتھ نہ ہوتا کیونکہ وجود میرا آفت ہے یہ اپنی پاکی پر مغرور ہوتے اور  
اپنے فعلوں پر تکبر کیونکہ جب طہارت دل اور صفائی سیر اور نور ولایت اور ہمت و تقاوت



طاعت پر ملاحظہ کریں خواہش اور غور ان میں ظاہر ہوا اور پھر جب مجھ کو فہم نہیں اپنے  
 دو پہلو میں وہ سب عجیب بن سے پاک ہوں اور یہ سب حکایتیں اس بات کی دلیل  
 ہیں کہ نفس عینی ہے نہ صفتی اور اُس میں صفت ہیں اور ہم اُس کی صفتوں کو ظاہر  
 دیکھتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے زیادہ دشمن تیرے  
 دشمنوں کا تیرا نفس ہے تیرے پہلو کے درمیان میں ہیں معرفت اُس کی حاصل  
 ہوئی تو نے جان لیا کہ آپ اُس کو ریاضت کے ساتھ ساتھ مانتے ہیں۔ سکتا ہے لیکن  
 اُس کی اصل اور جڑ نیست نہیں ہوتی اور جب شناخت اُس کی درست ہو اور  
 طالب اگر مالک ہو تو اُس کی بقا سے خوف نہ ہو وے اس واسطے کہ کَلَامُ  
 النَّفْسِ كَلْبٌ يَبْلَعُ قَرَامُوسًا الْكَلْبُ بَعْدَ الشَّرِّ يَأْكُلُ مَبْلَعًا يَخْنَعُ اس واسطے کہ  
 نفس کتا ہے بھونٹتا ہے اور روکنا کتے کا بعد ریاضت کے جائز ہے پس بخاہدے  
 نفس کے اس واسطے ہیں کہ اُس کے اوصاف فنا ہو جائیں نہ اُس غرض سے کہ  
 اُس کی ذات فنا ہو جاوے اور مشائخ کو اس باب میں کلام بہت ہی لیکن کتاب  
 کے طول ہو جانے کے خوف سے اسی قدر پر میں نے کفایت کی اب کلام خواہش  
 کی حقیقت اور شہوات کے ترک میں شروع کرتا ہوں انشاء اللہ عزوجل  
 وبالله التوفیق

کلام ہوا کی حقیقت بیان اب اے طالب صادق جان کہ عزت نے  
 تجھ کو اللہ تعالیٰ کے ایک گروہ کے نزدیک ہوا عبارت اوصاف نفس سے ہے اور ایک دوسرے  
 گروہ کے نزدیک عبارت ہے ارادت صبیح سے جو متصرف اور مدبر اُس کا نفس ہو جیسے کہ عقل  
 روح سے اور جس روح کو کہ اپنی پیدائش میں عقل سے کوئی قوت نہ ہو وہ ناقص ہو اور جس نفس کو  
 ہو اسے قوت نہ ہو وہ بھی ناقص ہو پس روح کا نقصان قربت کا نقصان ہو اور نفس کا نقصان  
 عین قربت ہو اور ہمیشہ بندہ کو دو دشمنیں ہوتی ہیں ایک عقل سے اور ایک



ہوا سے لیکن وہ شخص کہ دعوت عقل کا متابع ہو ایمان کے ساتھ پہنچے اور وہ جو ہوا  
 کی دعوت کا متابع ہو گمراہی اور کفر کو پہنچے پس ہوا حجاب اور گمراہی ہو اور مریدوں  
 کی رفعت گاہ اور طالبوں کے اعراض کی جگہ اور بندہ اُس کے خلاف کا مامور ہے، اور  
 اُس کے ارتکاب سے منع کیا ہوا لاکھ من کہہ ہا ہلاک و من خالفہا ملک اس  
 واسطے کہ تحقیق وہ جو اُس پر سوار ہوا ہلاک ہوا اور اُس نے کہ خلاف کیا اُس کا مالک ہو چھپا  
 کہ خداوند تعالیٰ نے فرمایا وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَكَتَمَ النَّفْسَ الْهَوٰی فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ  
 الْمَاوٰی یعنی جو اپنے رب سے ڈرا اور نفس کو خواہشوں سے روکا اُس کے فرار کی جگہ جنت ہے  
 اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَخْوَفُ مَا اَخَافُ عَلٰی اُتْبَاعِ الْهَوٰی وَ  
 طَوْلُ الْاَمَلِ ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں خدائی تبارک و تعالیٰ کے قول کی تفسیر میں  
 اَنْفَسَ اٰیَتٍ مِّنْ اٰیَاتِ الْهٰکِ هُوَ اَوْ بَیْکَھَا نُوْنِے اُس کو کہ بنایا اپنی خواہشوں کو معبود افسوس  
 اُن پر کہ بدون حق کے اُن کی خواہش معبود ہے اور تمام ہمت اُس کی رات دن اُس کی  
 رضا کی طلب میں ہے اور خواہشیں دو قسم ہیں ایک ہوا لذت اور شہوت کی ہوا اور دوسری ہوا جاہ  
 طلبی اور ریاست کا اور جو شخص تلج ہو و لذت اور شہوت کا تو خرابات میں ہو لیکن خلق اُس کے فتنہ سے  
 بیٹے خوف ہو اور دوسری قسم ہو اُن جاہ خلق دریاست ہو غافل ہوں اور جھوٹے پڑوں میں وہ فتنہ خلق کا  
 ہو کیونکہ آپ راستہ سے گرا ہوا ہوا و خلق کو بھی گمراہی کی طرف بلاتا ہے پس ہوا کی متابعت پناہ مانگنا پھر  
 پس جو شخص کہ اُس کی کل حرکات ہوا ہوں اور اُس کے ابتلاغ سے اُس کو رضا مندی ہو وہ حق سے  
 دور ہو اگرچہ مسجد میں تھا سے ساتھ ہوا اور پھر وہ شخص کہ ہوا سے اُس کو پرہیز ہو اور اُس کی متابعت سے  
 رضا مندی ہو وہ حق سے نزدیک ہو اگرچہ کنشت میں ہو اور برابر ہیچ خواص کہتے ہیں کہ بکثرت میں نے  
 سنا کہ روم میں ایک راہب کو شتر برس ہوئے کہ سبب رہبیت کا ایک عیادت  
 میں بیٹھا ہوا تھا اُسے عجیب شرط رہبیت کے چالیس سال ہوں اور یہ مرد کم  
 مشرب کا ہے کہ شتر سال سے اس دیر میں آرام کر رہا ہے اُس کا ارادہ میں نے کیا جب اُس کے



دیر کے نزدیک ہیں کھڑکی اُس نے کھولی اور مجھ سے کہا یا ابراہیم میں نے جانا کہ کس کام کے  
 واسطے تو آیا میں اس جگہ رہی کے واسطے نہیں بیٹھا ہوں ان شر بریں سے بلکہ میں ایک  
 کتار رکھتا ہوں اور اس دیر میں بیٹھا ہوا ہوں تاکہ گہم بانی کروں اور اُس کے شر سے مخلوق کو  
 باز رکھوں جب یہ بات اُس سے میں نے سنی میں نے کہا یا خدا یا تو قادر ہے کہ عین  
 گمراہی میں بندہ کو راہ صواب عطا فرمائے اور راہ راست کرامت کرے مجھ سے کہا اسے  
 ابراہیم کب تک لوگوں کو طلب کرے گا اپنے آپ کو طلب کر جب پاوے تو اپنا پاسبان سے  
 کیونکہ ہر روز یہ ہوائیں سوساٹھ طرح کے لباس الہیت پہنتی ہے اور بندہ کو گمراہی کی  
 طرف بلاتی ہے اس واسطے کہ شیطان کو انسان کے دل اور باطن میں دخل نیکی مجال نہیں ہوتی  
 جب تک دل میں گناہ کی خواہش پیدا نہ ہو اور جب اثر ہو گا ظاہر ہو اُس وقت اُس کو شیطان  
 پکڑتا ہے اور آراستہ کرتا ہے اور اس کے دل پر جلوہ کرتا ہے اور اس سے کہتا ہے میں تیرا اس کی ہوا  
 ہوا اور یہ معنی قول خدا عز وجل کے ہیں کہ خاص کر ابلیس سے اُس وقت کہ کہتا تھا کہ میں سب آدمیوں  
 کو راہ سے بہکاؤں گا اِنَّ عِبَادِي لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطَانٌ مجھ کو میرے خاص بندوں پر  
 قابو نہیں ہے پس شیطان حقیقت نفس اور ہوائے بھولہ ہوا اور اس سبب سے ہوا  
 کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَا مِنْ عَبْدٍ اَلَا قَدْ غَلَبَتْهُ شَیْطَانَةٌ اِلَّا عَمْرًا فَإِنَّ  
 غَلَبَ شَیْطَانَهُ یَعْنِیْ کُوْنِیْ اَدَمِیْ نِہِیْ ہے مگر شیطان نے اُس پر غلبہ کیا ہے یعنی ہر شخص کی  
 کی ہوا اور اس نے اُس پر غلبہ کیا ہے سو اسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کہ انہوں نے اپنی  
 شیطان پر غلبہ کیا ہے پس ہوا طینت آدم کی ترکیب اور ان کے فرائد کے جان  
 کی خوشبو ہی کیونکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اَلْهَوٰی وَالشَّهْوٰی تُمَحْوِقُ نَفْسَ الْعَبْدِ  
 بِطِیْنَتِهَا اِنَّ اَدَمَ یَعْنِیْ ہوا اور شہوت ابن آدم کی مٹی میں خمیر ہے پس ترک ہوا بندہ کو  
 امیر کرتی ہے اور از تکاب اُس کا امیر کو اسیر کرتا ہے جیسے کہ زلیخا نے ہوا کو از تکاب کیا  
 امیر تھے اسیر ہوئے اور یوسف نے ہوا کو ترک کیا اسیر تھے امیر ہوئے اور جنید



سے بوجھا کہ وصل کیا چیز ہے کہا ترک ارتکاب ہو گا تو شخص چاہے کہ وصل کو حق کے ساتھ  
 مکرم ہو ہو کو ترک کرے کیونکہ نیکو بندہ کسی عبادت کے ساتھ حق سے تفریق کرے زیادہ  
 بزرگ اُس سے ہو کہ ہوا کے خلاف کرے اس سبب کہ پہاڑ آدمی پر کھونا ناصح کم سان  
 زیادہ ہووے ہوا کے خلاف کرنے سے اور حکایتوں میں ہیں یا ہے کہ ذوالنون مصری  
 سے کہ کہا ایک کو دیکھا میں نے کہ ہوا میں اڑتا تھا میں نے کہا یہ درجہ تو نے کس طرح  
 پایا کہا قدم ہوا پر رکھا میں نے تو ہوا میں گیا میں محمد بن فضل البلیخی سے مشہور ہے کہ کہا  
 مجھ کو تعجب آتا ہے اُس سے کہ اپنی ہوا کے ساتھ اُس کے گھروں حلوے اور زیارت  
 کرے کس واسطے ہوا پر قدم رکھیں تاکہ اُس کی طرف پہنچے اور اُس کے ساتھ دیدار  
 کرے لیکن سب سے زیادہ خاصہ صفت نفس کی شہوت ہے اور شہوت کے معنی پرانگندہ  
 ہیں آدمی کے اجزاء میں اور سب حواس اُس کے کام میں ہیں اور بندہ سب کی حفاظت  
 کے واسطے مکلف ہے اور ہر ایک فعل کے سوا شہوت آکھ کی دیدار اور کان کا سننا  
 اور ناک سے سونگھنا اور زبان سے کہنا اور تالو سے چکھنا اور جسد سے لمس اور صدر سے  
 اندیشہ کرنا ہے پس طالب کو چاہئے کہ اپنا نگہبان اور حاکم بن جائے اور رات دن  
 اپنے زمانہ کو اُس میں گزارے تاکہ یہ داعی ہوا کو جو حواس میں پیدا ہوتے ہیں، آپ  
 سے منقطع کرے اور خداوند تعالیٰ سے دعا کرے تو اُس کو اُس کے ساتھ موصوف کرے  
 کہ یہ ارادت اُس کے باطن سے دور ہو و کیونکہ جو آدمی کہ شہوت میں مبتلا ہو کل  
 معانی سے محجوب ہو پس اگر بندہ تکلف کے ساتھ اس کو آپ دفع کرے اُس کا  
 رخ زیادہ ہوتا ہے جب اس کی جنسیں متواتر پیدا ہوں تو اس کا چارہ دور کرینکا  
 تسلیم ہے تاکہ مراد حاصل ہو اور حضرت ابو علی سب باہ مروزی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں  
 حارم میں گیا تھا اور استرہ سے رفع ضرورت کرتا تھا اُس وقت مجھے یہ خیال گذرا کہ آ  
 ابو علی اس عضو کو کہ جو منبع خواہشوں کا ہے اور تھکوبلا میں مبتلا رہتا ہوا آپ دور کر دے



تاکہ تو شہوت سے نجات پائے کہ بیکایک منادی غیب سے ندا آئی کہ اے ابوعلی تو ہمارے  
ملک میں تصرف کرتا ہے کیا تو نہیں جانتا ہے کہ کوئی عضو و سوسے و مرتبہ میں سے ایک  
زیادہ لائق نہیں۔ اگر اس کو آپ سے جدا کر لیا ہم پیری ہر ایک بال میں سو گنی شہوت اور  
ہوا و ہوس کو پیدا کر دیں گے اس مقام میں بندہ کو بدن کی خرابی میں کسی طرح کا تصرف نہیں  
ہے ہاں اُس کی صفتوں کے تبدیل کرنے میں توفیق حق کے ساتھ ہے اور وہ بھی امر  
تسلیم اور تیرسی حول و قوت کسی سے ہے اور حقیقت میں جب ضا و تسلیم اختیار ہو گئی تو  
بیک بندہ بیب عصمت حق کو محفوظ ہوا اور بندہ اپنے حفظ و قنات کے زیادہ نزدیک ہو جاتا  
ہے بیب مجاہدہ کے اس معلوم ہوا کہ حفاظت تمام آفتوں کی دور کرنے والی ہے اور  
جملہ غلتوں کی مٹانے والی ہے اور کسی صفت میں خاص کر بندہ کو اُس کے ساتھ مشارکت  
نہیں ہے سوائے اس کے کہ اُس نے فرمایا ہو کہ ہمارے ملک میں تصرف نہیں ہے اور  
جب تک تقدیر میں اُس کی عصمت مقدر نہیں ہے تو بندہ کوشش کیسا نہ کرے مگر علیحدہ  
نہیں ہو سکتا ہی کیونکہ کوشش اور سعی محض عنایت حق سے ہوتی ہے اور جب بندہ  
پر خدا تعالیٰ کا افضال نہ ہو تو وہ کوشش کچھ فائدہ نہیں دیتی بلکہ بھگلی کی  
طاقت اُس سے ساقط ہو جاتی ہے ہاں دو جگہ پر وہ کوشش ضرور کارآمد ہوتی ہے ایک یہ  
کہ تقدیر حق کو آپ سے بدل ڈالی اور دوسری یہ کہ بخلاف تقدیر کے آپ کچھ کمائی کرے  
اور یہ دونوں باتیں جائز نہیں ہیں کیونکہ تقدیر کا کوشش سے بدل نہیں ہو سکتا اور  
کوئی کام تقدیر کے سوا نہیں ہو سکتا اس کی موید یہ روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت  
شیخ شبلی رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے ایک طبیب نے آپ کے پاس آکر کہا کہ پرہیز  
کیجئے آپ نے فرمایا کہ کس چیز سے یعنی آیا اُس چیز سے کہ جو میرے مقدر میں ہے  
یا اُس چیز سے کہ جو میرے مقدر کے سوا ہے اگر مقدر سے پرہیز کرتا ہوں تو یہ امر  
مجھ سے نہیں ہو سکتا اور اگر سوا مقدر کے اور چیز سے پرہیز کرتا ہوں تو میری گھڑی



مجھے نہ دیں گے کَلَامُ الشَّاهِدِ لَا يُجَاهِدُ یعنی کہ جو شاہدہ میں ہو اُس میں کوشش نہیں کی جاتی ہے اس مسئلہ کو میں احتیاط کے ساتھ کسی دوسری جگہ پر انشاء اللہ تعالیٰ بیان کروں گا۔ واللہ اعلم۔

## أَمَّا الْحِكْمَةُ

اب ہم فرقہ حکیمہ کی بابت لکھتے ہیں کہ فرقہ حکیمہ یعنی حکیمان حضرت ابی عبد اللہ بن علی الحکیم الترمذی کے ساتھ نسبت کرتے ہیں اور وہ ایک علامہ اور امام وقت سے تھے کہ علوم ظاہری اور باطنی میں آپ کی تصانیف کا کثرت ہے اور اُن کے کلام کا فائدہ اور طریقہ بالکل مرتبہ ولایت سے تھا جو درجہ ولایت و حقیقت اور درجات اولیاء اور رعایت ترتیب سے ہے جس کی آپ رعایت کرتے تھے اور وہ علیحدہ ایک درجے زخار ہے اور اُس میں عجائبات پیشاں ہیں اور ابتداء اُن کی تدبیر اور کشف کی یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ نے اولیاء اللہ کو اپنے خالق سے برگزیدہ کیا ہے اور اُن کی ہمتوں کو بلند فرمایا ہے اور اُن کی ہمتوں کو دنیا کے تعلقات سے قطع فرمایا ہے اور اُن کے نفس کو حرص و آرزو سے علیحدہ کر دیا ہے بلکہ ہر ایک کو ایک درجہ قائم فرمایا ہے اور اُن پر معانی اسرار و ولایت کا دروازہ کھول دیا ہے۔ جس میں سخن و ساز ہیں اس جگہ مجھے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اُس کے اہل کی کچھ شرح بیان کروں تاکہ طالبین اثنی اللہ کو اس کا کچھ حال بھی معلوم ہو جائے لہذا اب میں مختصر طور پر کچھ اس کی تحقیق اور اس کا ثبوت لکھنا ہوں اور اس کے اسباب و اوصاف بیان کرتا ہوں خدا میری مدد فرمائے۔

## کلام ولایت کے اثبات میں



پس اسے طالب صداقتی منجھ کو معلوم ہووے کہ قاعده اور طریقت اور تصوف اور معرفت  
کی بنیاد سی ولایت اور اس کے اثبات پر ہے اور جملہ شاخیں رحمہم اللہ اس کے اثبات  
کے حکم میں موافق ہیں لیکن فرق اس قدر ہے کہ ہر ایک آدمی نے اس کو ایک دوسری  
عبارت کے ساتھ بیان کیا ہے اور حضرت محمد بن علی اس امر خاص میں مخصوص ہیں  
اس کی عبارت کے اطلاق کے ساتھ اور خاص کر طریقت و حقیقت میں لیکن ولایت  
واو کے زیر کے ساتھ حق میں تصرف کرنے کو کہتے ہیں اور لغت میں ولایت بکسر  
واو کے ساتھ امارت سے مراد ہے اور یہ دونوں مصدر ہیں یعنی فَعَلَ وَلِیتُ کی اور  
جب ایسا ہے تو اس جگہ چاہئے کہ دو لغت ہوں مثل ولالت اور ولت کے اور نیز  
مروی ہے کہ ولایت مرتبہ ربوبیت سے مراد ہے جیسا کہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے۔  
هَذَا لَكَ الْوَلَايَةُ اللَّهُ اَنْحَثُ اس جگہ ولایت خاص اللہ تعالیٰ کے واسطے ہی تاکہ کفار  
حق تعالیٰ سے دوستی کریں اور اس پر ایمان لائیں اور اپنے باطل معبودوں سے  
بیزار ہو کر تو یہ کریں۔ اور مرتبہ ولایت یعنی محبت کے بھی ہیں لیکن ولی جائز ہو جیسا کہ  
فَعِيلٌ بمعنی مفعول کی جو۔ اور خداوند عالم فرماتا ہے وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ یعنی وہ  
نیک مردوں کا دوست ہے۔ اس جہ سے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کو اس کے فعل اور  
اوصاف سے نہیں چھوڑتا ہے بلکہ اس کو اپنی حفاظت کی پناہ میں رکھتا ہے اور  
یہ بھی جائز ہے کہ فَعِيلٌ بمعنی مبالغہ فاعل کے ہو کہ بندہ اس کی بندگی سے بہت دوستی  
کرسے اور اس کی رعایت حقوق میں ہمیشہ قائم رکھے اور اس کے غیر سے منہ پھیرے  
یہاں تاکہ ایک مرید ہو اور دوسرا اس کا مراد ہو۔ تب یہ سب معانی حق سے بندہ  
کی طرف اور بندہ سے حق کی طرف جائز ہو سکتے ہیں بدین وجہ کہ خدا کے تعالیٰ اپنے  
دوستوں کا مددگار ہے اور ان کی مدد کا ان سے وعدہ کیا ہے جیسا کہ آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کبار رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ اَلَا اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ



یعنی خبردار ہو کہ اللہ تعالیٰ کی مدد قریب ہے اور یہ بھی فرمایا کہ **وَأَنَّ الْكَافِرِينَ كَافِرُونَ**  
**لَهُمْ** یعنی تحقیق جو کافر لوگ ہیں ان کے لئے مددگار نہیں ہیں جب کافر دلوں کا مددگار نہ  
ہوگا تو ضرور مومنوں کا مددگار ہوگا کہ ان کی عقلوں کی مدد کرے تاکہ آیتوں کی وہ دلیل  
پکڑیں اور ان کے دل پر معافی کے اسرار کھل جائیں۔ اور ان کو نفس اور شیطان  
کی مخالفت پر وہ انداز کر دیگا اور اپنے اوامر کی موافقت پر اور جائز ہو کہ ان کو  
دوستی کے ساتھ مخصوص کرے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے **يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ** یعنی ان کو  
دوست رکھے اور وہ اس کو دوست رکھیں تاکہ اس کو دوستی میں دوست رکھیں اور اس کی  
خلقی سے اپنا منہ پھیریں یہاں تک کہ وہ ان کا دوست ہو جائی اور یہ اس کے دوست  
ہو جائیں اور جائز ہو کہ ایک کو اپنی اطاعت پر قایم رہنے کی وجہ سے مرتبہ ولایت سے  
فائز فرمائے اور پاک دامنی میں رکھے تاکہ بندہ اس کی اطاعت پر قایم ہو جائے اور  
اس کی مخالفت سے پرہیز کرے اور شیطان علیہ اللعنة کی قید سے خلاصی پائی اور  
یہ بھی جائز ہے کہ ایک کو مرتبہ ولایت سے تاکہ اس کے ملک میں حل و عقد ہو یعنی  
سب بند و بست اس کے اختیار میں ہو اور اس کی دعائیں مقبول اور اس کے نفس قبول  
ہوں جیسا کہ ہمارے حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے **رَبِّ**  
**أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ** اور یہ امر مشہور ہے کہ حضرت  
عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک مرتبہ دریائے رود نیل اپنی عادت کے  
موافق بہنے سے ٹھہر گیا اس واسطے کہ زمانہ جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ جب کبھی  
دریائے رود نیل بہنے سے رُک جاتا تھا تو زمانہ جاہلیت میں لوگ ایک کنیز نہایت  
خوبصورت زرد زبور سے راستہ کر کے لوگ اس میں ڈالتے تھے تب وہ جاری  
ہوتا تھا جب لوگوں نے اس امر کی حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو خبر کی کہ دریائے  
رود نیل حسب عادت جاری ہونے سے رُک گیا اور زمانہ جاہلیت میں۔



ایک کینہ آراستہ کر کے اُس میں ڈالی جاتی تھی لہذا اب کیا کیا جائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک قلعہ اپنے قلم سے اس مضمون کا لکھا کہ اے دریائے روئیل اگر تو اپنے اختیار سے چلتا اور ٹھہرتا ہے تو ٹھہرا اور اگر اللہ کے حکم کے موافق ٹھہر گیا ہے تو عمر کہتا ہے کہ (اللہ کے حکم سے) جاری ہو جا اگر تو جاری نہ ہو گا تو قسم ہے خداوند عالم کی کہ میں اتنے دُور سے تیرے ماروں گا کہ نو یا د کرے گا کتب سیر میں لکھا ہی کہ جب وقت حضرت عمر کا رقعہ روئیل میں ڈالا گیا فوراً وہ دریا جاری ہو گیا پس یہ نشان حقیقت پر ہے اور میری مراد ولایت اور اُس کے اثبات میں یہ ہے کہ اکہ ولی کا اُس آدمی پر جائز ہے کہ جو ان معنی سے آگاہ ہو اور اُس کے معنی اُس میں موجود ہوں جس طرح پر کہ ہم نے بیان کیا کہ یہ امور صاحب ولایت کا حال ہوں نہ کہ قال ہوں اور اس امر کی بحث میں اکثر مشائخ رحمہم اللہ نے بہت کچھ کتابیں لکھی ہیں مگر اب میں اُس پر بزرگ کی عبادت سے تجھے آشنا کرتا ہوں جیسا کہ میرا اعتقاد اس مرتبہ کے متعلق ہے تاکہ تو بھی اُس سے فائدہ حاصل کرے اور دوسرے لوگ بھی اُس سے مستفیض ہوں اور جو طریقت کے طالب ہوں وہ اس سے کامیاب ہوں۔ انشاء اللہ۔

تعالیٰ ۛ

## فصل تفسیری

پس جانتا چاہئے کہ یہ لفظ خلق میں شامل اور کتاب و سنت اس پر ناطق ہے جیسا کہ ارشاد باری عز و جل ہے اَلَا اِنَّ اَدْلٰیاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ یعنی خبردار تحقیق دوستانِ خدا پر نہ خوف ہے اور نہ وہ غمناک ہوں گے اور ارشاد فرمایا فَخُذْ اَدْلٰیاءَ کَافِرٍ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ یعنی ہم دنیا و آخرت میں تمہارے دوست ہیں اور فرمایا کہ اللّٰهُ وَلِیُّ الْکَافِرِیْنَ اٰمَنُوْا یعنی اللّٰہ تعالیٰ دوست ہے اُن لوگوں کو جو ایمان

اللہ کے حکم سے ہے  
یہ کتاب  
میں نہیں



لائے اور حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ لَعِبَادًا  
يَغْبِطُهُمُ الْاَنْبِيَاءُ وَالشَّهَدَاءُ قَبْلُ مَنْ هُمْ يَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صِفْهُمْ لَنَا لَعَلَّنَا مِثْلَهُمْ  
قَالَ قَوْمٌ عَمَّا بَوَّابٍ رَفِجَ اللّٰهُ مِنْ غَيْرِ اَمْوَالٍ وَكَاتِبٍ وَجُوْهُهُمْ تُوِّرُّ عَلٰى مَنَابِرٍ مِّنْ نُوْرِ  
الْاَيْخَانُوْنَ اِذَا خَافَ النَّاسُ وَلَا يَخْرُؤُوْنَ اِذَا خَفِيَ النَّاسُ ثُمَّ قُلُوْا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ  
لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا يَخْرُؤُوْنَ يَعْنِي اللّٰهُ تَعَالٰی کے بندوں سے بعض ایسے ہیں کہ  
بنی اور شہید اُن پر رشک کرتے ہیں پوچھا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ  
کون ہیں اُن کی صفت فرما دیجئے کہ ہم اُن سے محبت کریں حضور نے ارشاد فرمایا  
کہ وہ قوم ہے کہ جو روح اللہ سے محبت کرتی ہے بغیر مال اور کسب کے اُن کے چہرے  
نورانی ہیں وہ نور کے منبروں پر چڑھیں گے جب لوگ ڈریں گے وہ نہ ڈریں گے اور  
جب لوگ غمناک ہونگے وہ غمناک نہ ہوں گے پھر یہ آیت پڑھی جس کے معنی ہیں  
کہ تحقیق دوستان خداوند تعالیٰ پر خوف ہے اور نہ وہ غمناک ہیں اور حضور علیہ  
السلام نے ارشاد فرمایا کہ خداوند عزوجل نے فرمایا ہے مَنْ اَذٰلٰى وَلِيًّا فَقَدْ اِشْتَكَى  
مَحَاسِنَ بَنِي اٰدَمَ یعنی جس نے ولی کو ایذا دی اُس نے مجھ سے لڑنا حلال چاہنا آپ کی مراد  
اس سے یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ولی ہیں ان کو دوستی اور مرئیت ولایت سے  
خاص کیا ہے اور یہ اُس کے ملک کے والے ہیں اور خدا سے اُن کو برگزیدہ کیا ہے  
اور اُن کو اپنے فعل کے اظہار کا نشان بنایا ہے اور قسم قسم کی کرامتوں سے  
اُن کو مخصوص فرمایا ہے اور طبعی آفات سے اُن کو محفوظ کیا ہے اور ان کو نفس اور ہواہوں  
سے دور کیا ہے تاکہ اُن کی ہمت ہمیشہ بلند رہے اسی وجہ سے ان کی ہمت اور کسی کی  
طرف نہیں ہوتی ہے اور خدا کے سوال کو اور کچھ نظر نہیں آتا ہے اور ہم پہلے بھی  
یعنی زمانہ گذشتہ میں بھی اولیاء اللہ ہوتے ہیں اور اب بھی موجود ہیں اور اس کے بعد  
بھی قیامت تک اولیاء اللہ ہوں گے بلکہ ان کے وجود یا عدم سے مسئلہ عام



قائم ہے جب ان کا وجود نہ ہو گا تو قیامت قائم ہو جائیگی اس واسطے کہ خداوند تبارک و تعالیٰ نے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سب امتوں سے اشرف اور اعلیٰ فرمایا ہے بلکہ اس امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ذمہ لیا ہے کہ میں شریعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر ایک بلا سے محفوظ رکھوں گا۔

پس چونکہ عقلی دلائل سمعی براہین اثباتی علماء میں موجود ہیں لہذا چاہیے کہ دلائل یعنی بھی موجود ہوں جو اولیاء اور خاصان خدا ہیں اور ہمارا یہ اختلاف صرف دو گروہ سے ہے ایک فرقہ معتزلہ دوسرا فرقہ حشوی معتزلہ سے کہ وہ ایمانداران سے ایک کے دوسرے سے خاص ہونے کا انکار کرتے ہیں یہ نہیں جانتے کہ وہی کے خاص ہونے سے انکار کرنا بیانی سے انکار کرنا ہے اور یہ کفر ہے اور عام حشوی خاص ہونے کو جائز کہتے ہیں لیکن کہتے ہیں کہ وہ لوگ ہونچکے اور اب نہیں ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ حشی و مستقیل کا انکار برابر ہے اس واسطے کہ انکار کے ایک طرف دوسری طرف سے زیادہ اولیٰ ہوتی ہے پس اللہ تعالیٰ نے دلائل نبوت کو آجتک قائم کر دیا ہے اور اولیاء اللہ کو ان کے ظاہر کرنے کا سبب گردانا ہوتا کہ ہمیشہ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں اور آیات الہی اور حجت ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صدق ظاہر ہے بلکہ ان لوگوں کو اولیاء جہان کا مالک کر دیا ہے۔ پس جو لوگ تابع حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں انہوں نے نفس کی متابعت کا راستہ چھوڑ دیا پس ان کے قدم کی برکت سے آسمان سے بارش ہوتی ہے اور ان کی صفائی حال کی وجہ سے زمین سے نباتات پیدا ہوتی ہیں۔ اور ان سے چار ہزار اولیاء اللہ چھپے رہتے ہیں اور ہر ایک دوسرے کو نہیں پہچانتے ہیں اور اپنے حال کی خوبی کو نہیں جانتے ہیں اور ہر ایک حال میں آپس کے اور خلقت سے چھپے رہتے ہیں اور اس امر میں بہت سے ارشادات ہیں اور اس امر کو اولیاء اللہ



کے کلام بھی ظاہر کر رہے ہیں اور خداوند تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ مجھے اس بار میں جو اسرار ظاہر ہوئے ہیں لیکن جو لوگ کہ مشکلات کے حل کرنے والے اور حل شدہ مشکل کو بند کرنے والے اور درگاہ خدا کے سپاہی ہیں وہ صرف نین سو آدمی ہیں جنکو اخبار کہتے ہیں اور ان کے سوا چالیس اور ہیں اُن کو ابدال کہتے ہیں اور سات اور ہیں اُن کو ابراہ کہتے ہیں اور چار اور ہیں اونکو اذناو کہتے ہیں اور تین اور ہیں کہ جو نقباء کے نام سے نامزد ہیں اور ایک اور ہی اُس کو قطب کہتے ہیں اور بعض اسی کو غوث کہتے ہیں اور یہ سب ایک دوسر کو پہچانتے ہیں اور کار و بار میں ایک دوسر کی اجازت کے محتاج ہوتے ہیں اور اس امر میں اخبار صحیح اور روایتیں بیشتر ہیں اور تمام اہل سنت والجماعت اس امر پر متفق ہیں اور جو لوگ میرے اس قول پر کہ ایک دوسر کو پہچانتے ہیں اگر اعتراض کریں کہ جب ہر ایک ان میں کا ولی ہے تو لازم آتا ہے کہ ہر ایک اپنے عاقبت سے بے خوف ہونا اور یہ محال ہے کہ ولایت سے آگاہ ہوتا ہر ایک امر سے محفوظ ہو جاتا ہے یعنی کہ مومن اپنے ایمان کو پہچاننے اور بے غم نہ ہونے اور بے غم نہ ہونے کی درست نہیں کہ ولی اپنی ولایت کو پہچاننے اور بے غم نہ ہو لیکن یہ امر اُس وقت جائز ہوتا ہے کہ خداوند عالم اپنی مہربانی سے اُس ولی کو اُس کی امن و عافیت سے شناسا کر دے یعنی اُس کے حال سے واقف کر دے اور اس کی حالت صحیح ہو اور وہ مخالفت سے محفوظ ہو تو بیشک وہ ولی امن و عافیت سے اپنی بے غم ہو جاتا ہے اور اس امر میں مشائخ رحمہم اللہ کا جو اختلاف تھا میں نے وجہ اُس اختلاف کی علت ظاہر کر دی کہ جو چار ہزار ولی پوشیدہ ہیں اُن کو اپنی ولایت کی آگاہی نہیں ہے اور جو دوسرا گروہ ہے وہ آگاہی رکھتا ہے اور اس امر میں اکثر فقہاء بھی اس گروہ سے متفق ہیں اور اکثر دوسرے گروہ سے اتفاق رکھتے ہیں اور ایسا ہی گروہ شکوک میں سے اُستاذ ابو اسحق اسفرانی اور متقدمین کی ایک جماعت بھی یہی کہتی ہے کہ ولی اپنے آپ کو نہیں پہچانتا کہ میں ولی ہوں اور اُستاذ ابو بکر



ابن خورک اور متقدمین کی ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ ولی اپنی ولایت کو جانتا ہے  
 میں کہتا ہوں کہ وہ گروہ اگر آپ کو پہچانتے اور جاننے تو کیا قباحت ہے تو جواب میں  
 کہتے ہیں کہ جب وہ جانتا ہے کہ میں ولی ہوں تو اپنے آپ پر مغرور ہوتا ہے۔ تو میں  
 کہتا ہوں کہ ولایت کے واسطے حفظ حق شرط ہے اور جو حق سے محفوظ ہو تو مغرور ہونا اس  
 پر درست نہیں اور یہ بہت بُرا خیال ہے کہ کوئی شخص ولی ہو اور اس کرامتیں بھی خلا  
 عادت سرزد ہوں اور وہ نہ جانتے کہ میں ولی ہوں یا یہ کرامتیں مجھ سے سرزد ہوئی  
 ہیں اور عوام الناس سے ایک گروہ نے خاص اس گروہ کی تقلید کی ہے اور بعض نے  
 دوسرے گروہ کی تقلید کی ہے اور ان کی بات معتبر نہیں ہے لیکن معتزلہ کلیت  
 تخصیص اور کرامت کے منکر ہیں اور ولایت کی حقیقت کرامت اور تخصیص پر موقوف ہے  
 اور کہتے ہیں کہ سب مسلمان یوں تو خدا کے اولیاء ہیں جیسے وہ مطیع ہوں اور جس کلامان کے  
 احکام کے ساتھ قیام کیا اور صفات خدا اور رفیت خدا کا منکر ہوا اور مومن کا دوزخ میں ہمیشہ  
 رہنا جائز رکھا اور جواز تکلیف کا مجرد عقل پر بغیر دروسو لوں اور نزول کتب کے قائل ہوا  
 وہ ولی ہے اور سب مسلمانوں کے نزدیک وہ ولی ہوتا ہے مگر ولی شیطان کا ہوتا ہے  
 اور معتزلہ کا قول ہے کہ اگر ولایت پر کرامت واجب ہوتی تو لازم تھا کہ سب مسلمانوں کو  
 کرامت ظاہر ہوتی اس واسطے کہ وہ سب ایمان میں شریک ہیں پس جب اصل میں  
 مشترک ہوئے تو فرغ میں بھی مشترک ہونا چاہئے پھر کہتے ہیں کہ جائز ہے کہ مومن  
 اور کافر دونوں میں کرامت ہو اور اس کی مثال اس طرح ہے کہ ایک شخص سفر میں بھوکا  
 ہے اس کو کوئی میزبان مل جائے یا راستہ میں کوئی شخص تھک کر بیٹھ رہا ہو اس کو کوئی  
 سواری مل جائے علیٰ ہذا القیاس اور کہتے ہیں کہ اگر ردا ہوتا کہ آدمی ایک رات میں کوئی  
 سفر طے کر لے تو چاہئے تھا کہ یہ بات نبیغیر صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے بھی ہوتی  
 جب آپ نے مکہ معظمہ کا ارادہ کیا بلکہ خداوند تعالیٰ نے فرمایا تَحِلُّ لَکُمُ الْبَلَدُ



کہ تَنَكُّوْا بِالْغِيَةِ اِلَّا بِشِقِّ اِلَا نَفْسٍ يَعْنِي اُٹھانا ہر بوجھ تمہارا کہ اُس شہر تک کہ تم اٹھانے  
 سکتے مگر سختی جان سے اس کے جواب میں حضرت سید علی ہجویری فرماتے ہیں کہ میں  
 کہتا ہوں کہ یہ تمہارا کہنا محض باطل ہے اس واسطے کہ خداوند عالم فرماتا ہے تُبْحَثَنَّ الَّذِي  
 اَسْرَى يَعْبُدُہٗ کَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِي بَاَسْرًا كُنَّا حَوْلَہٗ اَلَا یَعْنِی  
 پاکستہ وہ ذات جس نے اپنے بندہ کو رات کے وقت سیر کرائی خانہ کعبہ مسجد اقصیٰ  
 تک جس کے ارد گرد برکت ہے لیکن بوجھ کا اٹھانا اور اصحاب پاک کا مکہ شریف سے جمع ہو کر  
 روانہ ہونا پس یہ ہونا معنی رکھتا ہے اس پر صحابہ کا اجماع ہے کہ یہ کرامت خاص ہی عام نہیں  
 ہے اور اگر یہ سب مکہ شریف میں جاتے تو کرامت عام ہوتی اور ایمان غیبی ضروری نہ  
 ہوتا اور کل احکام ایمان غیبی پُر فہم ہوتی کیونکہ ایمان محل عموم میں ہی یعنی مطیع اور عاصی  
 میں برابر ہے اور مرتبہ ولایت محل تخصیص میں ہی پس خداوند عالم نے اُس کا حکم محلی عموم  
 میں رکھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کی موافقت پر حمل انتقال فرمایا۔ اور  
 دوسرا حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے محل مخصوص میں رکھا کہ آپ کو مکہ شریف سے  
 بیت المقدس میں پہنچایا اور اُس جگہ سے قباب قوسین اودانی تک پہنچے اور تمام  
 عالم کی آپ نے سیر فرمائی جب واپس تشریف لائے تو بہت سی رات باقی تھی حال  
 کلام یہ ہے کہ ایمان عام میں عالم ہو حکم کرامت خاص میں خاص ہو اور نفی تخصیص  
 کی بدیعون کا غلط مر مکارہ ہو جس طرح پر کہ بادشاہ کی درگاہ پر حاجب اور دربان  
 اور دستور اور وزیر ہوں ہر چند کہ نوکری کے حکم میں سب برابر ہیں لیکن ان میں بعض  
 خاص اور اخص بھی ہیں پس اس سے سمجھ لینا چاہئے کہ کو حقیقت میں ایمان یکسان  
 مومنوں کے واسطے ہے لیکن ایک شخص عاصی ہے اور ایک شخص مطیع ہے اور ایک  
 ظالم ہے اور ایک جاہل ہے اور ایک عابد ہے اور ایک فاسق ہے اور ایک عالم ہے اور ایک  
 کہ انکار تخصیص کا گویا انکار کل معافی کا ہے واسطہ انکسار بالعموم ہے۔



**فصل چوتھی** اب میں اُن رموزات ولایت کو بیان کرتا ہوں کہ جن کو مشائخ رحمہم اللہ نے  
 ولایت کی تحقیق میں بیان کیا ہے تاکہ طالبین الی اللہ کو اُن رموزات سے فائدہ کلی حاصل  
 ہو اس کے متعلق حضرت ابو علی جرجانی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اَلْوَلِيُّ هُوَ الْفَائِزُ فِي حَالِهِ وَالْبَائِزُ  
 فِي مُسْتَاهِدِّهِ الْحَقُّ كَمَا يَكُنْ لَهُ مِنْ نَفْسِهِ اِنْجِبَادٌ وَلَا مَعَ غَيْرِ اللَّهِ وَقَرَّادٌ يَعْزِي وَلِيٌّ وَهُوَ  
 ہوتا ہے کہ جو اپنے حال میں فانی ہوا اور مشاہدہ حق میں باقی ہوا اور اُس کو اپنے  
 وجود کی خبر نہ ہو اور نہ بغیر اللہ تعالیٰ کے اُسے غیر کے ساتھ قرار ہو اس واسطے کہ  
 بندہ اپنے حال کی خبر دیتا ہے اور جب حال ہی اُس کا فنا ہو گیا تو اُس کا خبر کا دنیا بھی فنا  
 ہو گیا پس وہ غیر حق کے ساتھ آرام نہیں پاسکتا کہ اُس کو اپنے حال سے آگاہ کرے  
 اس لئے غیر کو غیب کے حال سے مطلع کرنا اپنے حبیب کا بھیہد ظاہر کرنا ہے اور اپنے  
 پیارے کا بھیہد غیر حبیب پر ظاہر کرنا محال ہوتا ہے اور یہ امر بھی ثابت ہی کہ جب بندہ  
 مشاہدہ حق میں ہو گا تو پس مشاہدہ کی حالت میں اُسے غیر کا دیکھنا محال ہو گا اور جب  
 وہ غیر کو نہ دیکھے گا تو خلقت سے اُسے کسی طرح پر قرار نہیں ہو سکتا حضرت جنید بغدادی  
 رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اَلْوَلِيُّ مَنْ لَا يَكُونُ لَهُ خَوْفٌ لِأَنَّ الْخَوْفَ تَرْكِبٌ مَكْرُوہٌ يَحُلُّ فِي  
 الْمُسْتَقْبَلِ وَانْتِظَارُ الْمَحْبُوبِ يَفُوتُ فِي الْمُسْتَأْنَفِ وَالْوَلِيُّ ابْنُ دَقِيقَةٍ كَيْسَ لَهُ دَقْتُ مُسْتَقْبَلِ  
 فَيَنْجَاتُ شَيْئًا وَمَا لَا خَوْفَ لَهُ لَا سَجَائِلَ لِأَنَّ الرَّجَاءَ اِنْتِظَارُ الْمَحْبُوبِ يَحْصِلُ اَوْ مَكْرُوہٌ يَكْشِفُ  
 وَذَلِكَ فِي الشَّيْءِ مِنَ الْوَقْتِ وَكَذَلِكَ لَا يَخْزُنُ مِنْ خَزَائِنِ الْوَقْتِ مَا كَانَ فِي ضِيَاءِ الْوَقْتِ وَتَوَسَّلَ  
 الشُّكْرُ وَرَوْضَةُ الْمَوَافَقَةِ فَإِنَّ لَكُنْ لَهُ خَوْفٌ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى اَلَا اِنَّ اَوَّلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ  
 يَحْزَنُونَ اِذَا اسْتَوْصُوا بِمَا مَرَّاهُمْ وَكَانُوا عَلَى مَا مَرَّاهُمْ وَكَانُوا عَلَى مَا مَرَّاهُمْ وَكَانُوا عَلَى مَا مَرَّاهُمْ  
 ہوتا ہے اس قول سے مراد ہے کہ جو حضرت جنید فرمایا ہے کہ ولی وہ ہے جس کو خوف نہیں  
 ہوتا ہے اس واسطے کہ خوف اُس چیز سے ہوتا ہے کہ جس کے آئسے ناخوش ہوتا ہو یا ڈرتا ہو۔  
 یا آئندہ اُس بلا میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو یا آئندہ وہ محبوب ہو جو اس وقت موجود  
 ہے یا وہ چلا جائے گا بلکہ ولی صاحب وقت ہوتا ہے اور اُس کو آئندہ



ایسا وقت کوئی نہیں ہے کہ جس سے وہ ڈرے اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تحقیق اولیاء اللہ کو نہ خوف ہے اور نہ وہ غمناک ہوں گے اور جس طرح پر اُسکو خوف نہیں ہوتا ہے اُسی طرح پر اُس کو امید بھی نہیں ہوتی ہے اس لئے کہ رجا امید اور امید محتاط ہے کہ آئندہ اُس کو ملے یا سختی اُس سے ٹل جائے اور اسی طرح پر اُس کو غم نہیں ہوتا اس واسطے کہ غم کہ ورت وقت سے ہوتا ہے پس جو شخص کہ رضا کے ظلّ حمایت میں ہو اُس کو کیونکر غم ہو سکتا ہے اور عوام الناس کا اس قول میں ایسا خیال ہے کہ جب خوف اور رضا اور غم نہیں تو بجائے اس کے امن ہونا چاہئے۔ اور اُس کو امن بھی نہیں ہوتا کیونکہ امن توجیب ہو جبکہ اُس کے پیش نظر غیب ہو اور وہ وقت کی قدر نہ کرتا ہو بلکہ اُن لوگوں کی یہ صفت ہو کہ وہ بشریت کی طرف مطلق خیال نہیں کرتے ہیں اور اسی صفت کے سبب سے انہیں آرام نہیں ہوتا ہے اور خوف اور رجا اور غم اور مقام امن یہ سب نفس کے نصیب ہیں اور وہ جب فانی ہو گیا تو اُس کی صفت رضا ہو گئی اور جب اُس کی صفت رضا ہو گئی تو مشاہدہ حق میں وہ قائم ہو گیا یعنی جب محول کو دیکھنے تو حالات سے اُس کو روگردانی نظر آئیگی اُس وقت اُس کو ولایت ظاہر ہو جاتی ہے اور اُس کے معنی اُس پر کھل جاتے ہیں اور حضرت ابو عثمان مغربی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اَلْوَلِيُّ قَدْ يَكُونُ مَشْهُورًا اَوْ لَا يَكُونُ مَفْتُورًا یعنی ولی خلقت کے درمیان میں مشہور ہو رہتا ہے لیکن اس میں متبلا نہیں ہوتا ہے اور ایک اور شخص فرماتے ہیں۔ اَلْوَلِيُّ قَدْ يَكُونُ مَشْهُورًا اَوْ لَا يَكُونُ مَشْهُورًا یعنی ولی کبھی چھپا رہتا ہو اور مشہور نہیں ہوتا پس جس نے شہرت سے پرہیز کیا وہ ولی ہو کیونکہ شہرت باعث فساد ہے۔ پس ابو عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جائز ہے کہ وہ مشہور ہو مگر اُس کی شہرت بغیر فتنہ کے ہو کیونکہ فتنہ کذب کی حالت میں ہوتا ہے اور جب ولی اپنی ولایت میں صادق ہو اور اس کا ذب پر اس کا واقع نہ ہو اور کرامت کا اظہار کا ذب کے ماتھے پر



محال ہو حالانکہ فتنہ اُس کے زمانہ سے ساقط ہو اور یہ دونوں قول اُس اختلاف کی طرف  
 رجوع کرتے ہیں کہ جیتکا لی اپنے آپ کو نہ پہچانے اُس وقت تک مفتوں ہو جسکی  
 شرح کو ایک دفتر چاہئے اور میں نے حکایتوں میں دیکھا ہے کہ حضرت ابی اسیم بن اوسم  
 رضی اللہ عنہ نے ایک مرد سے فرمایا کہ تُو ولی ہوتا چاہتا ہے اُس نے کہا میں چاہتا ہوں آپ  
 نے فرمایا لَا تَرْغَبْ فِي شَيْءٍ مِنَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَخَرِّغْ نَفْسَكَ لِلَّهِ وَأَقْبِلْ بِوَجْهِكَ عَلَيْهِ  
 یعنی دنیا اور عقبی کے ساتھ رغبت مت کر کیونکہ رغبت کرنا دنیا میں اعراض کرنا ہے حق تعالیٰ  
 سے ساتھ کسی فانی چیز کے اور رغبت کرنا عقبی کی طرف اعراض کرنا باقی چیزوں کے ساتھ  
 اور جب اعراض فانی چیزوں کے ساتھ ہوا تو فانی چیزیں تو فنا ہو جائیں گی اور اعراض  
 نیست ہو جائیگا اگر اعراض کسی چیز کے ساتھ باقی ہوا تو بقا پر فنا نہیں ہو سکتی۔ تو  
 اعراض بھی فنا نہ ہو گا اور فائدہ اس کلمہ کا یہ ہے کہ خدا کو دنیا اور عقبی میں نہ دے۔ اور  
 فرمایا کہ فارغ ہو خاص کر اپنے سے اور خداوند عالم کی دوستی کے واسطے دنیا و آخرت  
 کو اپنے دل میں جگہ نہ دے بلکہ اپنے دل کا منہ خداوند عالم کی طرف کر لے جب یہ اوصاف  
 تجھ میں پیدا ہو جائیں گے اُس وقت تُو ولی ہو جائے گا۔ اور جب حضرت ابو بکر صدیق  
 سے دریافت کیا گیا کہ ولی کون ہے تو آپ نے فرمایا الْوَلِيُّ هُوَ الصَّابِرُ تَحْتَ الْأَمْرِ  
 وَالتَّائِيٌّ لِيَعْنِي وَلِيَّ وَهُوَ کہ خداوند عالم کے امر و نہی کے تحت میں صبر کرے اس سبب  
 کہ جس کسی کی دوستی حق کی اُس کے دل میں زیادہ ہوتی ہو تو اُس کا امر اُس کے دل پر  
 زیادہ معظم ہوتا ہے اور اُس کی نہی سے وہ دُور بھاگتا ہے اور نیز حضرت ابو بکر صدیق  
 سے یہ حکایت ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھ سے کچھ آدمیوں نے کہا کہ  
 فلاں شہر میں ایک ولی ہے میں اُس کی زیارت کے واسطے وہاں گیا جب میں اُسکی  
 مسجد میں پہنچا تو وہ اپنے گھر سے باہر آیا اور مسجد میں آکر اُس نے تھوک دیا کہ جو مسجد کی  
 زمین پر پڑا اس حالت کو دیکھ کر میں نے اُسے سلام تک نہ کیا اور ویسا ہی واپس ہوا







اور نہ اصول شریعت کے خلاف ہے بلکہ کرامت ولی کی صابق ہوئی کی علامت ہو  
اور ظہور اُس کا کاذب پر جائز نہیں ہے سوائے اس کے کہ کذب دعویٰ کی علامت ہے  
اور یہ فعل نقص عادت کا سبب ہے یعنی کرامت ولی سے ظاہر ہوتی ہے جھوٹے ولی  
سے نہیں ظاہر ہوتی ہے بلکہ یہ اُس کے جھوٹے دعویٰ کا نشان ہو اور چونکہ کرامت ایک  
فعل برخلاف عادت کے ہے کہ جو حالت بقای تکلیف میں ہو اور تعریف حق کی دلیل  
کی صورت پر کہ بیچ کو جھوٹ سے جانے والی ہو تا ہی اور ایک گروہ اہل سنت کے  
تردیک کرامت ولی سے سرزد ہوتی ہے نہ معجزہ بلکہ مدعجزة تک ہوتی ہے جس طرح  
مثلاً قبول دعا اور حصول مراد اور جو اس طور سے ہو کہ جو اس کی عادتوں کو نقص کرے  
ہم کہتے ہیں کہ جب سچے ولی سے تکلیف کی حالت میں کوئی فعل خلاف عادت ظاہر ہو  
تو تمہارا اس میں فساد کی بابت کیا خیال ہے اگر تم یہ کہو کہ یہ مقدر خداوند تعالیٰ کی نوع  
سے نہیں ہے تو یہ تمہاری خود گمراہی ہے اور اگر کہو کہ یہ مقدر نوع ولی سے ہے تو ولی صاق  
کے ماتھے پر اُس کے ظاہر ہونے میں بطلان نبوت ہے بلکہ یہ تخصیص انبیاء علیہم السلام کا  
انکار ہے پس یہ باتیں مشکل ہیں اس واسطے کہ ولی کرامتوں کے واسطے خاص ہے اور نبی معجزات  
میں خاص ہیں جیسا کہ کہا گیا *وَالْمُعْجِزَةُ لَمْ تَكُنْ مُعْجِزَةً بَعِيْنَهَا اِنَّهَا كَانَتْ مُعْجِزَةً لِّمَحْضُوْلِهَا وَمِنْ شَرَفِهَا*  
*اَقْلَانُ دَعْوَى النَّبُوَّةِ بِهَا فَالْمُعْجِزَاتُ يَخْتَصُّ لِلْاَنْبِيَاءِ وَالْكَلِمَاتُ يَكُوْنُ لِلْاَوْلِيَاءِ* یعنی معجزہ بعینہ  
معجزہ نہیں ہوتا سوائے اس کے کہ معجزہ اُس کے حاصل ہونیکے واسطے ہوتا ہے اور دعویٰ نبوت  
معجزہ کیلئے شرط ہے پس معجزہ نبی کے واسطے خاص ہوتا ہے اور کرامت ولی کے لئے  
خاص ہوتی ہے اس واسطے کہ جیسا ولی ہوتا ہے اور نبی نبی ہوتا ہے تو اُن کے  
درمیان کچھ مشابہت نہیں ہوتی ہے جس سے پرہیز کرنا لازم ہو۔ اب یوں سمجھنا چاہئے  
کہ پیغمبروں کا شرف اور اُن کے مراتب بہت اعلیٰ اور اشرف ہیں اور اُن کو شرف  
خاص میں اسی طرح معجزہ بھی اُن کا خاص ہے اسی طرح ولی سے کرامت اور اظہار



خرق عادت مخصوص ہے بعض کہتے ہیں کہ اصل میں معجزات مسباوسی ہیں اور درجات میں ایک کو دوسرے پر فضیلت ہے اور بعض روایت میں ہے کہ جب خلافت عادات فطریوں میں سے مساوات دور ہو جاتے ہیں تو ان کو ایک دوسرے پر کیونکر فضیلت نہیں ہوتی کہ ان کے افعال خلافت عادات ہی کرامت اور نبی ان سے زیادہ فاضل اور بزرگ ہیں یعنی جب ان کے فعل عادت ایک دوسرے سے ہوں تو ان کی تفصیل اور تخصیص کا کیا باعث ہے میں کہتا ہوں کہ یہاں پر بھی فعل خلافت عادت نبی پر تخصیص کی وجہ سے یعنی یکساں نہیں ہے پس جو شخص اہل عقل ہو اس کو دلیل معلوم ہو جائے تو اس کے دل سے شبہ جاتا ہے اور اگر کوئی ولی خلافت عادت کرامت ظاہر کرے اور وہ نبوت کا بھی دعویٰ کرے یہ باطل ہے چونکہ اس کے واسطے نص صریح ہے کہ ہمارے حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور ولایت کی شرط دل کی سچائی پر مبنی ہے اور جو دعویٰ خلافت معنی کے ہے وہ جھوٹا ہو اور جھوٹا شخص ولی نہیں ہوتا ہے اور اگر کوئی ولی نبوت کا دعویٰ کرے تو معجزہ میں دست اندازی ہوتی ہے اور یہ کفر ہے اور کرامت سوائے مومن کے اور کسی سے نہیں ہو سکتی۔ اور جھوٹا لو لنگناہ ہے خدا نے جھوٹوں پر لعنت فرمائی ہے پس اب یوں سمجھنا چاہئے کہ کرامت اثبات حجت نبی کے موافق ہے جب یہ امر پورے طور پر سمجھ میں آجائے گا تو کرامت اور معجزہ کا فرق بھی معلوم ہو جائے گا اس واسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنا معجزہ دکھانے سے اپنی نبوت ظاہر فرماتے تھے اور ولی اپنی کرامت سے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو ثابت کرتا ہے پس یہاں یہ کہنا لازم آیا کہ ولی اپنی ولایت میں صادق ہے اور نبی اپنی نبوت میں صادق ہے بلکہ یوں سمجھنا چاہئے کہ ولی کی کرامت بین معجزہ نبی ہے اور مومن کا کرامت کا دیکھنا صدق نبوت پر اور زیادہ یقین ہونے کا باعث ہے نہ موجب اشتباہ اس واسطے کہ ان کے دعویٰ میں خلافت واقع نہیں ہوتا



کہ ایک دوسرے کی نفی کرے بلکہ ایک کا دعویٰ دوسرے دعویٰ کی دلیل ہونا ہے جس طرح پر  
کہ جب وارثوں کا حق ایک دوسرے پر ثابت ہو جائے تو ان کے لیے وہ دلیل ہو جاتا  
ہے اس سبب کہ وہ سب دعویٰ میں متفق تھے اور اگر دعویٰ ہی مختلف ہوں تو ایک  
کی حجت دوسرے کی دلیل نہیں ہو سکتی ہے اسی طرح جب بنی دلالت معجزہ سے صحت  
نبوت کا مدعی ہو اور ولی اس کی تصدیق کرے تو اس امر میں اشتباہ کا ہونا محال ہے  
واللہ اعلم بالصواب۔

## معجزات اور کرامات کا فرق

جب یہ درست ہو کہ جھوٹے کے ہاتھ سے معجزہ اور کرامت ناممکن ہوتی ہے تو ضرور ایک  
زیادہ ظاہر فرق ہونا چاہیے تاکہ اچھی طرح معلوم اور ظاہر ہو جائے پس پہچان کہ معجزوں کی شرط  
ظاہر ہے اور کرامت کی شرط چھپانا۔ اور معجزہ کا پھل بغیر کو پہنچنا ہے اور کرامت  
عاص صاحب کرامت کے واسطے معجزہ نہیں کرتا ہے یہ علین معجزہ ہے اور ولی نہیں کر سکتا کہ  
یہ کرامت ہے یا استدراج اور صاحب معجزہ شرع میں تصرف کرتا ہے اور خدائے  
بزرگ و بلند کے حکم سے نفی اور اثبات سے شرع کی ترتیب کرتا ہے اور صاحب کرامت  
کے لیے احکام کے تسلیم اور قبول کرتے کے سوا کوئی چارہ نہیں کیونکہ کسی وجہ سے ولی  
کی کرامت بنی کی شرع کے حکم کا خلاف نہیں کہتی اور اگر کوئی کہے کہ جب تو نے کہا ہے کہ  
معجزہ عادت کے خلاف ہے اور بنی کے صدق کی دلیل ہے اور حبیب الکی حبس بنی کے سوا  
ہے تو اور کے واسطے روار کہتا ہے تو وہ متقاد ہوتا ہے یعنی عادت کیا جاتا ہے اور معجزہ کے  
ثبوت پر تیری علین حجت کو باطل کرتا ہے ہم کہتے ہیں کہ یہ امر حسی کا تجھے اعتقاد ہوا ہے تیری  
صورت کے خلاف ہے کیونکہ معجزہ لوگوں کی عادت کے خلاف ہیں جب ولی کی کرامت  
علین بنی کا معجزہ ہو تو وہی دلیل ظاہر کرتی ہے جو بنی کے معجزوں کو نہیں توڑتی۔ کیا یہ



نہیں دیکھا کہ جب خبیث کو کافروں نے مکہ میں سولی پر چڑھایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ اور جو کچھ کافر خبیث سے کرتے تھے وہ اصحاب کے فرما دیتے تھے۔ خدا تعالیٰ نے جب خبیث کی آنکھ سے بھی پردہ اٹھلایا اس لیے انہوں نے بھی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور ان پر سلام عرض کیا۔ خداوند تعالیٰ نے خبیث کا سلام پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے کان میں پہنچا دیا اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب خبیث کو پہنچا دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عاک کے لئے رو بہ قبلہ ہو بیٹھے پس یہ کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے خبیث کو مدینہ سے دیکھا اور خبیث مکہ میں تھے تو عادت کے خلاف یہ فعل معجزہ ہے اور جو خبیث نے مکہ میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور پیغمبر مدینہ میں تھے یہ بھی ایسا فعل ہے جو عادت کے خلاف ہے مگر کرامت ہے کیونکہ اتفاق سے غائب کی رویت عادت کے خلاف ہے پس ماند اور مکان کی غیبت میں کچھ فرق نہیں۔ خبیث کی کرامت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے مکان کی غیبت میں اور بچپلوں کی کرامت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے زمانہ کی غیبت میں برابر ہے۔ اور معجزہ کو کرامت کی ضد کے محال ہونیکے لیے یہ فرق ظاہر اور لیل و نضح ہے۔ کیونکہ کرامت صاحب معجزہ کے تصدیق کرنے کے سوا اور حال میں ثابت نہیں ہوتی۔ اور تصدیق کرنے والے خیران بردار مومن کے سوا غیر سے بھی ظاہر نہیں ہوتی وجہ یہ ہے کرامت کی کرامتیں پیغمبر کا معجزہ ہیں کیونکہ پیغمبر کی غیبت باقی ہے چاہے کہ اس کی دلیل بھی باقی ہو پس وہ پیغمبر کی رسالت کے صدق پر گواہ ہیں اور یہ روا نہیں ہوتا کہ بیگانہ کے ہاتھ سے کوئی کرامت ظاہر ہو۔ اور ان معجزوں میں ایسا کہ ہم خواص رحمۃ اللہ علیہ سے ایک حکایت بیان کرتے ہیں جو اس جگہ بہت ہی مناسب ہے۔ ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے میں اپنی عادت کے موافق تنہا غمگن میں گیا جب مجھے گھر ہوئے کچھ عرضہ گذرا تو گو غم سے ایک شخص اٹھا اور مجھ سے ہم نشینی چاہی میں نے اس میں نگاہ کی اس کو دیکھنے سے میسر دل میں ایک نفرت آئی میں نے کہا یہ کس لائق



ہوگا۔ مجھ سے کہا اے ابراہیم رنجیدہ نہ ہو کیونکہ میں نصاریٰ میں سے ہوں اور ان کے  
 راہبوں میں سے اور نیری صحبت کی امید پر روم کے شہروں کی سبک آخری حد سے  
 آیا ہوں۔ جب مجھے معلوم ہوا کہ بیگانہ ہی تو میرا دل آسودہ ہوا اور ہم نشینی کا طریق اختیار  
 کرنا اور اس کا ادا کرنا مجھ پر زیادہ آسان ہوا میں نے کہا اے نصاریٰ کے راہب میرے  
 پاس کھانے پینے کی چیز نہیں ہے مجھے خوف ہی کہ تجھے اس جنگل میں بے گنج پہنچا جا جو اب دیا  
 اے ابراہیم دنیا میں تیرا سقد شہرہ ہی اور نوا بھی تک نہ دٹی اور پانی کا غم کھاتا ہی۔ ابراہیم ہم  
 کہتے ہیں کہ مجھے راہب کی اس خوشی سے بڑا تعجب ہوا۔ تجربہ کے واسطے میں نے اس کی  
 صحبت کو قبول کیا کہ اپنے دعویٰ میں کہاں تک سچا ہے جبات راتیں اور دن ہم  
 چلے تو ہمیں پیاس لگی۔ راہب گھڑا ہو گیا اور کہا اے ابراہیم جہان میں اس قدر تیری ہوم  
 مچی ہوئی ہے اب کرامت کچھ دکھلا۔ کیونکہ مجھے پیاس کی مار سے نیری حضور میں گستاخی  
 کے سوا چارہ نہیں۔ آپ فرماتے ہیں میں نے زمین پر سر رکھا اور کہا اے اللہ مجھے اس  
 بیگانہ کے سامنے خوار نہ کر کیونکہ عین بیگانگی میں مجھ پر اس کا نیک ظن ہی کیا ہی اچھا ہو کہ  
 کافر کا ظن میرے حق میں پورا کرے۔ جب میں نے سر اٹھایا تو ایک طبق دیکھا جس پر دوڑیاں  
 اور دو شربت کے پیالے رکھے تھے۔ ہم نے اسے کہا یا پیادہاں سے چلے جیسا ورت دن  
 گزرتے تو میں نے اپنے آپ میں کہا کہ میں اس نصاریٰ کا تجربہ کروں تاکہ وہ اس سے  
 پہلے کہ کسی اور چیز میں میرا امتحان کرے اور کوئی چیز مجھ سے مانگے اور اپنی عاجزی دیکھے  
 میں نے کہا اے نصاریٰ کے راہب کچھ کیونکہ آج تیری باری ہی مچا ہوا ہے کہ تیرے  
 تیرے پاس کیا ہے، اُس نے زمین پر سر رکھا اور کچھ کہا۔ ایک طبق پیدا ہوا۔ چار ڈبیاں  
 اور چار پانی کے شربت کے پیالے اس پر رکھے تھے۔ مجھے اس بہت تعجب ہوا اور رنجیدہ  
 ہوا اور اپنے زمانے سے ناامید۔ اور میں نے اپنے آپ میں کہا کہ میں اسے نہیں کھائوں گا  
 کیونکہ یہ کافر کیلئے ناپا ہوا ہے میں کھاؤں تو یہ اس کی مدد دینی ہے یہ کب



کھاتا ہوں۔ مجھے کہا اسے ابراہیم کھلے۔ میں نے کہا میں نہیں کھاتا، پوچھا کس سبب  
 میں نے کہا اس لیے کہ تو اہل نہیں ہے اور اس کرامت کا ظاہر ہونا تیرے حال کی جنس سے  
 نہیں۔ اور میں اس کا متعجب ہوں اگر اس کو کرامت پر محمول کروں تو کافر پر کرامت روا  
 نہیں۔ اور اگر میں کہوں معونت ہی یعنی مدد دینی ہے تو مدعی کے لیے شبہ ہوتا ہے، کہا اے  
 ابراہیم کھلے۔ اور خوش خبری ہو تجھے دو چیزوں سے ایک تو میرے اسلام سے جو یہ ہے  
 اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ اور  
 دوسری یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے نزدیک تیرا مرتبہ بہت بڑا ہے۔ میں نے کہا کیونکر کہا اس  
 جنس سے میرے پاس کچھ نہ تھا، میں نے تیری شرم سے زمین پر سر رکھا اور کہا اے اللہ اگر محمد صلع  
 کا دین سچا ہے اور تیرا پسند کیا ہوا ہے تو مجھے دو روٹیاں اور دو پاتی کے شربت کے پیالے  
 دے۔ اور اگر ابراہیم خواص تیرا ولی ہے تو مجھے پاتی کے شربت کے دو پیالے اور دو روٹیاں  
 اور دے۔ جب میں نے سر اٹھایا تو طبق حاضر پایا۔ ابراہیم نے اُسے کھایا اور وہ جو انہر و جوارہا  
 شاہزادوں میں سے ایک بزرگ ہوا۔ اور یہ عین بنی کا معجزہ ہے جو ولی کی کرامت سے ملا  
 ہوا ہے اور یہ بہت نادر ہے کیونکہ بنی کی غلبت میں غیبر کے لئے دلیل پیدا ہوتی ہے اور  
 ولی کی حضور میں غیبر کے لئے اس کی کرامت سے نصیب ہوتا ہے اور حقیقت میں ولایت  
 کے منتہی کو اُس کے مبتدی کے سوا اور نہیں پہچانتا کیونکہ اُس سے ہر کیلئے پوشیدہ امور  
 میں سے تھا جیسا کہ فرعون کے جادو گروں کے واسطے پس ابراہیم نے بنی کے معجزہ کو صدق  
 کا ثبوت کیا، اور دوسرے نے بھی نبوت کا صدق طلب کیا۔ اور ولایت کی عزت بھی چاہی۔  
 خداوند تعالیٰ نے اپنی عنایت کے حسن سے اُس کے مقصود کو حاصل کیا اور کرامت اور معجزے  
 کے درمیان یہ ظاہر فرق ہے۔ اور ان معجزوں میں بہت باتیں ہیں۔ مگر یہ کتاب اس  
 سے زیادہ گنجائش نہیں رکھتی۔ اہل کرامت کا اظہار روایوں پر ایک اور کرامت ہوتی ہے  
 اور اس کی شرط پوشیدہ نہ نکلتی ہے ظاہر کرنا۔ اور میرا شیخ کہا کرتا تھا کہ اگر



ولی ولایت کو ظاہر کرے اور اُس کی دعویٰ کرے تو یہ حالت کی صحت کو زیان نہیں پہنچاتا  
لیکن اُس کے ظاہر کرنے میں ولی کا تکلف رعوت ہوتی ہے واللہ اعلم۔

**خدائی کا دعویٰ کرنا اے کے ہاتھوں سے کسی معجزہ کے ظاہر نہ کیا**

اس گروہ کے مشائخ اور بہت اہل سنت و الجماعت نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ وہ ہوتا ہے  
کہ کوئی فعل عامت کے خلاف کافر کے ہاتھ سے معجزہ اور کرامت کی مثل ظاہر ہوا اور شبہ  
کے اسباب اُس کے ظاہر ہونے میں منقطع ہوں گے مگر کسی کو ایسے فعل کے جھوٹ ہونے  
میں بھی شک ہو اس فعل کا ظہور کافر کے جھوٹ پر گواہ ہوتا ہے۔ اور یہ اس طرح ہوتا  
ہے جس طرح فرعون نے چار سو سال عمر پائی اور اس عرصہ میں اُس کو کوئی بیماری نہیں  
ہوئی، اور پانی اُس کے پیچھے رواں ہوا جب کھڑا ہو گیا تو پانی بھی کھڑا ہو گیا اور جب چلا  
تو پانی بھی چلا۔ لیکن اس دعویٰ میں داناؤں کو فرعون کے جھوٹ میں شبہ نہیں ہوا  
اگرچہ اُس نے خدائی کا دعویٰ کیا مگر دانا اس پر متفق ہیں کہ خداوند تعالیٰ محترم اور مرکب  
نہیں ہے۔ اگر ایسے ہی اور بھی بہت سے افعال فرعون سے ظاہر ہوئے ہوتے تو پھر بھی دانا  
کو اُس کے دعویٰ کے جھوٹ ہونے پر شک ہوتا اور جو مشہور صاحب ارم  
اور مرد سے اسی جنس سے روایت کرتے ہیں سب کو اسی پر قیاس کرنا چاہیے اور خبر صادق  
نے اسی کی مثل ہمیں خبر دی ہے کہ آخر زمانہ میں دجال آئے گا اور خدائی کا دعویٰ کرے گا۔  
اور دو پہاڑ ایک اُس کے دائیں اور دوسرے بائیں پر ہو گا جو دایں پہاڑ کی حیثیت کے ہو گا  
اور جو بائیں پر ہو گا دوزخ اور عذاب کی بجائے ہو گا دجال لوگوں کو اپنی طرف دعوت کرے گا  
اور خداوند تعالیٰ دجال کے ہاتھ سے لوگوں کو مارے گا اور زندہ کرے گا اور جہان میں جلال حکم مطلق  
ہو جائے گا مگر اُس کی بجائے سو گئے فعل عادت کے خلاف دجال سے ظاہر ہونے بھی عاقل  
کو اُن کے جھوٹ ہونے پر شک نہیں ہوتا کیونکہ عاقل کو ضرور یہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا گدھے پر



نہیں مٹتی اور متغیر اور متلون اور اندانہ نہیں ہوتا اور ایسے امور کو استدراج کہتے ہیں یعنی ظاہر  
 عادت ہو جو کافر سے ظاہر ہوتی ہے اور یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ نبوت کے مدعی سوجھوٹا ہو  
 عادت کے خلاف کوئی ایسا فعل ظاہر ہو جو اس کے جھوٹ کی دلیل ہو جیسا کہ صادق کو ہاتھ  
 سے اس کے صدق کی علامت ہوتی ہے لیکن یہ رد انہیں ہوتا کہ کوئی ایسا فعل ظاہر ہو جس میں  
 کسی کو نبوت کا شک پڑے اور جب اس شبہ کا ثبوت جائز ہو تو پھر سچے کو جھوٹے سے نہیں  
 پہچان سکتے اور اس وقت طالب نہیں جانتا کہ کس کو سچا سمجھے اور کس کو جھوٹا اور اس وقت  
 نبوت کا حکم بالکل باطل ہو جاتا ہے اور وہ ہے کہ ولایت کے مدعی سے کرامت کی جنس سر  
 کوئی چیز ظاہر ہو جو دین میں درست ہو اگرچہ اس کا معاملہ اچھا نہ ہو کیونکہ رسول کے صدق کا  
 ثبوت کرتا ہے اور اپنے پر خدا کا فضل ظاہر نہیں کرنا کہ اس فعل کی اپنی قوت سے نسبت  
 کرے اور جو ایمان کے اصل میں بغیر دلیل کے راست گو ہو وہ سب احوال میں اعتقاد کے  
 ساتھ ولایت میں دلیل سے راست گو ہوتا ہے کیونکہ جب اس کا اعتقاد سب احوال میں ولی  
 کے اعتقاد کی صفت سے ہوتا ہے تو اگرچہ اس کے عمل اس کے اعتقاد کے موافق نہ ہوں معاملہ  
 کے ترک کرنے سے ولایت کا دعویٰ اس سے جدا نہیں ہوتا جیسا کہ ایمان کا دعویٰ ہے  
 اور حقیقت میں کرامت اور ولایت خدا کی بخششوں سے ہے نہ بندہ کی کیوں پس ہدایت  
 کی حقیقت کے لئے کسب سبب نہیں ہوتا اور اس پہلے میں نے یہ کہا ہے کہ ولی معصوم نہیں  
 ہوتے کیونکہ عصمت نبوت کی شرط ہے لیکن ولی اس آفت سے بچے ہوئے ہوتے ہیں  
 جب کا وجود ولایت کی نفی کا تقاضا کرے اور آفت کے وجود سے ولایت کی نفی ایمان  
 کی نفی کا حکم رکھتی ہے اور یہ روت ہے معصیت نہیں اور یہ محمد بن علی حکیم ترندی کا  
 مذہب ہے اور جنید اور ابوالقاسم نوری اور حارث محاسبی اور خیرم اور ان کے سوا بہت سی  
 اہل تحقیق میں سے اسی پر ہیں خدا ان سب سے راضی ہو لیکن اہل معاملات جیسے عبد اللہ  
 تسری کا بیٹا سہل اور ابوسلمان دارانی اور ابو جردون فصاح اور ان کے سوا ان کا یہ مذہب ہے



کہ ولایت کی شرط طاعت کی ہمیشگی پر ہے یعنی ولایت کے لیے یہ شرط ہے کہ طاعت ہمیشہ ہو۔  
حب دلی کے دل پر کوئی کبیرہ گناہ گذرتا ہے تو وہ ولایت سے معزول ہو جاتا ہے اور اس کے  
پہلے میں نے کہا ہے کہ امت کے اجماع یعنی اتفاق سے بندہ کبیرہ کے سبب ایمان سے  
باہر نہیں آتا اور کوئی ولایت دوسری ولایت سے بہتر نہیں ہے پس چونکہ معرفت کی ولایت  
یعنی معرفت کا درجہ جو سب کرامتوں کا اصل ہے مصیبت و زائل نہیں ہوتا تو محال ہو کہ جو چیز شرف و کرامت  
میں اس سے کمتر ہو مصیبت زائل ہو اور شیخوں میں یہ اختلاف بہت طول ہو اور اس جگہ میری مراد اس سب کے  
ثبوت کرئیے نہیں لیکن سب سے زیادہ ضروری امر اس باب کے سمجھنے میں ہے کہ تو یقینی علم و سمجھ لے کہ یہ کرامت  
ولی پر کس حال میں ظاہر ہوتی ہے۔ صحو میں یا سکر میں اور غلبہ میں یا تنگی میں۔ صحو اور سکر  
کی شرح ابو یزید کے مذہب کے ذکر میں مفصل کر چکا ہوں اور ابو یزید بدو و النون مصرعی  
اور خفیف کے بیٹے محمد اور منصور کے بیٹے حسین اور معاذ کے بیٹے یحییٰ خدا کی ان پر رحمت ہو اور  
ایک جماعت اس پر ہیں کہ ولی کی کرامت کا اظہار اپنے سکر کے حال کے سوا اور حال  
میں نہیں ہوتا اور جو صحو کے حال میں ہو وہ بیوں کا مجرہ ہوتا ہے۔ اور ان کے مذہب  
میں مجرہ اور کرامت میں یہ ظاہر فرق ہے کہ کرامتوں کا اظہار ولی پر اپنے سکر میں ہوتا ہے  
جبکہ وہ مغلوب ہوتا ہے اور اس کے لئے دعوت نہیں ہوتی اور نبی پر مجزوں کا اظہار صحو میں ہوتا  
ہے تاکہ وہ لوگوں پر اس کی تحدی کرے اور لوگوں کو اس کے معارضہ کے واسطے بلاتا ہے  
اور صاحب مجرہ حکم کے دونوں طرف میں اختیار دیا گیا ہے۔ ایک اس کے ظاہر کرنے پر  
معارضہ چاہتا ہے اور دوسرا اس کے پوشیدہ کرنے پر۔ اور پھر بیوں کیلئے یہ بات نہیں  
بلکہ وہ کبھی کرامت کو چاہتے ہیں اور نہیں ہوتی اور کبھی نہیں جانتے اور ہو جاتی ہے کیونکہ دلی  
دعوت کرنے والا نہیں ہوتا کہ اس کا حال و صفوں کے باقی ہونے سے منسوب ہو بلکہ وہ  
پوشیدہ ہوتا ہے اور اس کا حال صفت کے فنا سے موصوف ہوتا ہے پس ایک صاحب  
شرع ہوتا ہے اور دوسرا صاحب بتیر پس چاہیے کہ کرامت اپنے سے غلبت اور



وہشت کے حال کے سوا اور حال میں ظاہر نہ ہوا اور ولی کا سب تصرف خدا کی تصرف سے  
 ہو۔ اور جس کا یہ وقت ہو اس کا سارا سخن خدا کی تالیف سے ہوتا ہے۔ کیونکہ بشریت کی صفت  
 کی صحت یا الٰہی کو ہوتی ہے یا غافل کو یا مطلق بندگان الٰہی کو۔ پس نبی یا الٰہی اور غافل نہیں  
 ہوتے اور نبیوں کے سوا مطلق بندگان الٰہی نہیں ہوتے اس جگہ تحقیق کے سوا ایک تردد  
 اور تلوں رہ جاتا ہے۔ اور ولی جب تک بشریت کے حال کے قائم ہونے سے باخود ہوتے ہیں  
 محجوب ہوتے ہیں اور جب مکاشف ہوتے ہیں تو خدا کے لطف کی حقیقت میں مدہوش  
 اور حیران ہوتے ہیں۔ اور کم امت کا ظاہر ہونا کشف کے حال کے سوا اور حال میں درست نہیں  
 ہوتا۔ کیونکہ یہ قرب کا درجہ ہوتا ہے اور یہ اس وقت ہوتا ہے کہ تپھر اور سونا اس کے دل کے  
 نزدیک یکساں ہو۔ اور کسی حال میں نبیوں کے سوا آدمی کی یہ صفت نہیں ہوتی مگر اس کی  
 کہ جس میں عاریتی ہو۔ اور یہ مسکر کی حالت کے سوا نہیں ہوتی۔ جیسے کہ حادث ایک روز دنیا  
 سے جدا ہو گیا اور دنیا اور عاقبت میں مکاشف ہوا اور کہا اَنفَعَضْتُ نَفْسِي عَنِ الدُّنْيَا فَاسْتَوَتْ  
 عَيْنِي نِي تَجَرُّ هَاؤُ دَ وَهَبْنَا دَفْعًا تَهَا مِيرَ نَفْسٍ لَمْ نَدُنْيَا سَ اعراض کیا اور میرے نزدیک  
 دنیا کا تپھر اور سونا اور چاندی اور انیٹ یکساں ہوا اگلے روز لوگوں نے دیکھا کھجوروں میں کام کر رہا تھا  
 پوچھا اسے حادث کیا کرتا ہے جواب دیا کہ خوراک طلب کر رہا ہوں کیونکہ اس سے چارہ نہیں  
 ہے پس وہ ساعت ویسی تھی اور یہ اس طرح ہے پس لیون کیلئے صحو کا مقام عوام کا درجہ  
 ہوتا ہے اور ان کے سکر کا مقام نبیوں کا درجہ جب سکر سے ہوش میں آتے ہیں تو اپنے آپ کو  
 مردوں کے فردوں میں سے جانتے ہیں اور جب اپنے آپ غائب ہوتے ہیں اور خدا کی طرف  
 رجوع کرنے والے ہوتے ہیں تو ان کا سکر ان کا پاک کرنے والا ہوتا ہے۔ اور سب عیبوں  
 سے خدا کی عبادت کے نئے پاک کیے جاتے ہیں اور اس کے یعنی عبادت الٰہی کے لائق ہو  
 جاتے ہیں اور سب جہان ان کے حق میں سونے کی طرح ہو جاتا ہے خَبَّ سَائِبَمَا دَهْبًا وَدُّرًا  
 حَيْثُمَا دُرٌّ فَادْنِیْضَةً فِي الْفَضَاءِ جہاں پر ہم گئے سونا ہی تھا اور جس جگہ پر ہم گئے وہ کیا در یعنی



موتی ہی تھے اور مہر انوں میں انکو پتھر وغیرہ فقہ یعنی چاندی تھی اور استادا امام ابو القاسم  
 قشیری سے میں نے سنا ہی کہ انہوں نے کہا ہے ایک وقت طبرستانی سے اُن کے حال کی  
 ابتدا کی نسبت میں نے پوچھا کہا ایک وقت مجھے ایک پتھر کی ضرورت ہوئی، روود خانہ شمس سے  
 جو پتھر میں اٹھا تا تھا ایک جوہر ہوتا تھا اور میں اُس کو پھر کھینک دیتا تھا اور یہ لہر اس لہر نہیں تھا  
 کہ جوہر اور پتھر اُن کے نزدیک یکساں تھے بلکہ اس واسطے تھا کہ ابھی تک جوہر اس پتھر سے  
 جس کی اُن کو خواہش تھی زیادہ حوار تھا اور بقید رہتا خواجہ امام خراسانی اسے شمس میں  
 میں نے سنا ہی کہ کہا ہے کہ میں لڑکا تھا اور فرم کے سامان کیلئے فوت کے پتوں کی تلاش  
 میں محلوں میں سے ایک محلہ میں گیا ہوا تھا ایک درخت پر چڑھ کر اُس کی شاخوں کو جھاڑتا  
 تھا شیخ ابوالفضل بن حسن اس کو چے میں گدڑی اور میں درخت پر تھا مجھے نہ دیکھا میں نے  
 اس میں کچھ شک کیا کہ وہ اپنے آپ سے غائب ہیں اور دل سے خدا کی طرف مشغول  
 ہیں اور خوش ہیں، پس انہوں نے سر اٹھایا اور کہا اے اللہ ایک سال سے زیادہ  
 گزرا ہے کہ تو نے مجھے ایک دانگ تک نہیں دیا کہ سر کے بال درست کروں، دوستوں  
 کے ساتھ ایسا کرتے ہیں، اسی وقت سب پتے اور شاخیں اور درختوں کے تنے زمین درم  
 ہو گئے ہیں، اُس وقت کہا بڑا تعجب کا مقام ہے، سب تعریفیں یعنی کناہ سے سخن  
 کہنا اعراض کا موجب ہے، دل کی کشائش کے لئے تجھ سے کوئی سخن نہیں کہہ سکتے  
 اور شبلی سے ذکر ہے کہ چار ہزار دینار سب دریائے دجلہ میں ڈال دئے لوگوں نے کہا کیا کرتا  
 ہے جواب دیا کہ پتھر کا پانی میں ہو، نا بہتر ہے، بعضوں نے کہا اور لوگوں کو کیوں نہیں  
 دیتا، کہا سبحان اللہ جب میں حجاب کو اپنے دل سے اٹھاؤں اور مسلمان بھائیوں کے  
 دل پر رکھوں تو خدا کو کیا جواب دوں گا اور دین میں بہ شرط نہیں ہے مسلمان بھائیوں  
 کے لئے اپنے سے زیادہ بُرائی چاہیے، یہ سب حال مسکرا ہے اور اس کی شرح کو میں نے  
 بیان کیا ہے، اور اس جگہ مقصود کرامتوں کا ثبوت ہے، اور پھر جنید ابوالعباس سیار ہی



اور ابو بکر واسطی اور علی کے بیٹے محمد جو صاحب مذہب تھے اس پر ہیں کہ کرامت صحو اور  
 تمکین میں ظاہر ہوتی ہے سوا سکر کے کیونکہ خداوند تعالیٰ کے ولی ملک کے مدبر اور سب  
 حال پر آگاہ ہوتے ہیں اور ان کو جہان کا والی بنایا ہے اور اس کا انتظام ان کو متعلق کیا  
 ہے اور جہان کے حکموں کو ان کی ہمت سے موصول کیا ہی پس چاہئے کہ سب اس سے زیادہ  
 صحیح رائے ان کی راسخی ہو۔ اور خدا کے لوگوں پر سب لوگ زیادہ شفیق دل ان کا دل ہو  
 کیونکہ یہ رسیدہ ہوتے ہیں اور تلویں اور سکر حال کے ابتدا میں ہوتا ہی اور جب بلوغ حاصل  
 ہو یعنی رسیدہ ہوں تلویں تمکین سے بدل جاتا ہے اس وقت طبع برحق ہوتا ہے اور اس کی کرامت  
 صحیح ہوتی ہیں اور اہل طریقت میں مشہور کہ اوقات ہر رات سب جہان کے گرد پھرتے ہیں  
 اداگر کوئی جگہ ایسی ہو کہ ان کی آنکھ وہاں نہ پڑی ہو تو اگلے دن اس مقام میں خلل واقع ہوتا  
 ہے اس وقت قطب کو آگاہ کرتے ہیں اس لئے وہ اپنی ہمت مبذول کرتا ہی اور اس کی برکتوں  
 کے سبب رخصت ہو کر تعالیٰ جہان سے خلل کو دور کرتا ہے اور جو یہ کہتے ہیں کہ زراہ ڈھیلہ اس کے  
 نزدیک یکساں ہی ہے سب سکر اور دیدار کی نادرستی کی علامت ہی اور اس کے لئے زیادہ  
 بزرگی نہیں ہوتی بشارت اس درست اور راست دیکھنے والے کیلئے ہوتا ہے جس کے  
 نزدیک زرد ہو اور ڈھیلہ ڈھیلہ ہو لیکن ان کی آفت پر بینا ہوتا کہ زراہ اور سیم اور کسی غیر کا  
 فریب نہ کھائے اور کہے کہ میں تم پر مغرور نہیں ہوتا کیونکہ میں تمہاری آفت کو دیکھ لیا  
 ہے پس جو اس کی آفت کو دیکھتا ہے اس کے لیے یہ حجاب کا محل نہیں اور جو ان کی ترک کرتا  
 ہے اس کا ثواب پاتا ہے اور پھر وہ شخص جس کیلئے زردھیلے کی طرح ہو گا وہ ان کے ترک کرنے  
 سے طریقت میں درست نہیں آتا تو نے نہیں دیکھا کہ جب حارثہ صاحب کمر تھا اس نے کہا  
 زراہ اور تھم اور ڈھیلہ اور سیم میرے نزدیک ایک ہے اور جب ابو بکر صاحب صحو تھے دنیا کی  
 قبض کی آفت کو دیکھا اور ثواب روشن ان کو معلوم ہوا تو دنیا سے ہاتھ اٹھایا یہاں تک کہ  
 پیغمبر نے کہا عیال کے واسطے تم نے کیا رکھا ہے جواب دیا اللہ اور اللہ کا رسول اور ابو بکر



وراقی ترمذی حکایت کرتے ہیں کہ ایک دن علی کے بیٹے محمد نے مجھ سے کہا اے ابو بکر! ان کے دن میں تجھے ایک جگہ لیجاؤں گا میں نے کہا آپ مختار ہیں۔ میں ان کیساتھ گیا بہت دیر نہیں ہوئی تھی کہ میں نے ایک بڑا سخت بیابان دیکھا اور اس کے درمیان ایک سبز درخت کے نیچے ایک زرین تخت تھا اور پانی کا چشمہ۔ اور اس تخت پر ایک شخص عمدہ لباس پہنے ہوئے بیٹھا ہوا تھا۔ جب علی کا بیٹا محمد اس کے پاس گیا تو وہ اٹھ کھڑا ہوا اور محمد کو اس تخت پر بٹھلایا اور جب کچھ عرصہ گزرا سب طرف سے ایک گروہ کے لوگ آنے شروع ہوئے اور چالیس آدمی تک ہاں جمع ہو گئے جو شخص تخت پر بیٹھا تھا اس نے آسمان کی طرف ایک اشارہ کیا۔ اسی وقت آسمان سے کھانے کے لائق ایک چیز پیدا ہوئی ہم نے اس کو کھایا۔ علی کے بیٹے محمد نے ایک سوال کیا اور اس مرد نے اس میں بہت گفتگو کی چنانچہ میں نے اس سے ایک کلمہ نہ سمجھا۔ جب کچھ عرصہ گزر گیا اجازت مانگی اور لوٹا۔ اور مجھے کہا جا تو نیک بخت ہوا کچھ عرصہ گزرنے کے بعد ہم ترمذ میں واپس آئے میں نے محمد کو کہا اے شیخ یہ کون سی جگہ تھی اور وہ مرد کون تھا۔ جواب دیا وہ بنی اسرائیل کا جنگل تھا اور وہ مرد قطب تھا جس پر مدار ہے میں نے کہا اے شیخ اتنے عرصہ میں ترمذ سے بنی اسرائیل کے جنگل میں ہم کیونکر پہنچ گئے تو فرمایا اے ابو بکر! تجھے پہنچنے سے کام ہے نہ پوچھنے سے اور نہ علت پیدا کرنے سے۔ اور یہ حال کو صحت کی علامت ہے نہ سکر کی۔ اب میں نے اس کو مختصر کیا ہے کیونکہ اگر اس کی تفصیل کی طرف مشغول ہوں اور اس کے اخوات کی شرح کروں تو کتاب لمبی ہو جاتی ہے اور مقصود سے ہجرتا ہوں۔ پس بعض دلیلیں جو اس کتاب کے متعلق ہیں کرامتوں اور ان کی حکایتوں کا ذکر کرتے سے انہیں لکھا ہے تاکہ مریدوں کو اس کے پڑھنے سے تنبیہ ہو۔ اور علما کیلئے راحت اور محققوں کے لئے مذاکرت اور عوام کیلئے یقین کی زیادتی اور شبہ دور ہو۔ اور اللہ سے توفیق مانگتا ہوں

ولیموں کی کرامتوں کا بیان



جانتا چاہئے کہ جب کرامتوں کا صحیح ہونا عقل کی دلیل سے ثابت ہوا اور اس کے ثبوت پر دلیل قائم ہوئی تو چاہئے کہ کتابی دلیل بھی تجھے معلوم ہوا اور جو صحیح حدیثوں میں آیا ہے کتاب اور سنت کی کرامتوں کی صحت پر اور عادت کے خلاف فعلوں پر جو دلیلوں سے ہوئے ہیں گواہ ہیں اور ان کا انکار کرنا نصی حکموں کا انکار کرنا ہے کیونکہ خداوند تعالیٰ نے کلام مجید میں ہمیں خبر دی ہے وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَأَنزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّانَ وَالسَّلَوى اور تمپر بادلوں کو ہم نے سائبان بنایا اور اتارا ہم نے تمہارے اوپر من اور سلویٰ منکروں میں اگر کوئی کہے کہ وہ موسیٰ کا معجزہ تھا تو روا ہے کہ ہم بھی کہیں دلیلوں کی کرامتیں محمد مصلم کا معجزہ ہے اور اگر یہ کہیں کہ یہ کرامتیں غیبت میں ہیں واجب نہیں کہی کا معجزہ ہوں۔ ان کا معجزہ ان کے وقت میں تھا۔ ہم کہتے ہیں کہ جب موسیٰ علیہ السلام ان سے غائب ہوئے اور وہ کوہ طور کو گئے وہی حکم باقی تھا پس زمانہ اور مکان کی غیبت برابر ہے جب وہاں مکان کی غیبت میں یعنی موسیٰ علیہ السلام کے غائب ہونے میں معجزہ روا ہے تو اس جگہ زمانہ کی غیبت میں بھی جو دلیلوں کا زمانہ ہے روا ہے اور دوسرا آصف بن برخیا کی کرامت سے ہمیں خبر دی ہے کہ جب سلیمان علیہ السلام کو یہ چاہئے تھا کہ بقیس کا تخت بقیس کے آگے سے پہلے وہاں حاضر کریں اور خداوند عالم چاہتا تھا کہ اس کی بزرگی اور کرامت لوگوں پر ظاہر کرے اور زمانہ کے لوگوں کو دکھلائے کہ دلیلوں کی کرامتیں جائز ہیں سلیمان نے کہا وہ کون ہے جو بقیس کے تخت کو اس کے آگے سے پہلے اس جگہ حاضر کرے۔ قرآن شریف میں آیا ہے قَالَ عِصْرُثِثٌ مِّنَ الْجِنِّ أَنَا بِيكَ يَا قُلُومٌ مِّنْ أَقَامِكَ ابْنُ يُوْنُسَ جَنُودٍ مِّنْ سَآئِرِ يَاسَ بَلْقِيسَ كَالْتَحْتِ كَوِيسَ لَا تَا هَوِ اس سَپَے كَ تَوَا بِنِ جِگَ سَ اُشَے سَلِیْمَانُ نَے كَہَا اس سے بھی خبر دی لا تا چاہئے۔ آصف نے کہا انا بیک یہ قیل ان یزید الیک طسرفک اس سے پہلے کہ تو آنکھ جھپکے میں اس تخت کو اس جگہ حاضر کرتا ہوں۔ اور اس گفتار سلیمان علیہ السلام اس پر معجزہ ہوئے اور انکار نہ کیا اور ناممکن معلوم نہ ہوا اور یہ کسی حال میں



معجزہ نہیں ہے کیونکہ آصف بن برخیا پیغمبرؐ تھے، اس لیے ضرور ہی کہ کرامت ہو، اور اگر معجزہ  
ہوتا تو اس کا اظہار سلیمانؑ کے ماتحت سے ہوتا، اور دوسرا مریمؑ علیہا السلام کے قصہ میں ہیں  
خبر دی ہے کہ جب حضرت زکریاؑ ان کے پاس آئے تھے تو گرمی میں جاڑے کے میوے دیکھتے  
تھے اور جاڑے میں گرمی کے، اس لیے کہ انہیں چھو آئی لَدِیْکَ اَقَالَتْ اَھُو مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ  
مریمؑ پر تیرے واسطے کہاں سے آیا اس نے کہا اللہ کے پاس اور اتفاق سے مریمؑ پیغمبر  
نہ تھیں اور اس کے سوا خداوند تعالیٰ نے ایک ظاہر بیان سے ہیں اس کے حال سے خبر دی  
اور کہا ہے وَھُنَّ تَحْتَ الْاَیْکِ بِجِدِّ النَّخْلِ نَسَاقُظْ عَلَیْکَ مَطَیَّابِجِنِّا اور تو اپنی طرف کھجور کی  
تنہ کو ہلا وہ تجھ پر کھجور نرا و تازہ ڈالے گا اور اس کے سوا اصحاب کہف کا احوال اور گئے کی  
اُن کے ساتھ باتیں کرتی اور اُن کی خواب اور غار میں اُن کا دین بائیں تصرف جیسا کہ آیا ہر  
وَنَقَلْنَهُمْ ذَاتِ الْاَیْمِیْنِ ذَاتِ الشَّعَالِ وَکَلَبْنَهُمْ بِاَسْطِ ذِی الْعِیْنِ بِالْوَصِیْدِ اور ہم ان کو دائیں  
اور بائیں طرف لوٹاتے ہیں اور اُن کا کتا اپنے دونوں ہاتھ غار کے دہانہ میں پھیلانے  
والا ہے یہ سب فعل عادت کے خلاف ہیں اور معلوم ہے کہ معجزہ نہیں ہے پس چاہئے  
کہ کرامت ہو، بول بھی ہو سکتا ہے کہ اس جگہ یہ کرامت بمعنی قبولیت دعا کے ہوں یعنی  
وہ امور جو ایسے تکلیف کے وقت حاصل ہو جاتے فقط ہو مومی امر تھے وہ دعا سے حاصل  
ہوئی اور حضرت مریمؑ پر کھجور نرا و تازہ کا یا بے وقت بیووں کا اثر ناستا ید اس سے  
ہو کہ لوگوں کی یہ گمانی کو اُن سے لوٹائے اور مثل اس کے، اور پیغمبرؐ سے صحیح حدیثوں  
میں حدیث الغار آئی ہے، اور وہ اس طرح سے ہے کہ ایک دن صحابہ نے پیغمبرؐ  
صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اے رسول اللہ ہمارے لئے گزشتہ امتوں کے عجائب  
فعلوں میں سے کچھ بیان کیجئے، آپ نے فرمایا کہ تم سے پہلے تین شخص کسی جگہ جاتے تھے  
جب رات کا وقت ہوا ایک غار میں جلتے کا ارادہ کیا، غار میں گئے اور اس میں سو گئے  
جب رات کا کچھ عرصہ گزر گیا تو پہاڑ سے ایک پتھر لڑکا اور اس غار کے دروازہ کو بند کر دیا



وہ حیران ہوئے اور ایک دوسرے سے کہا کہ اس جگہ سے بے ریا کاموں کے سوا کوئی چیز  
ہمیں نہیں چھوڑاتی جن کو خداوند کے ہاں شفیع بنائیں۔ ایک نے کہا میری ماں اور باپ  
تھا اور ایک بکری کے سوا اس کا دودھ میں اُن کو دیتا تھا دنیا کے مال سے میرے پاس  
کچھ نہ تھا۔ اور میں ہر روز لکڑیوں کا ایک گٹھا لاتا تھا اور اُس کی قیمت پناور۔ طعام کی  
وجہ میں صرف کرتا تھا۔ ایک رات میں بہت بے وقت آیا اور اُس بکری کے دوہنے  
اور دودھ سے اُن کی خوراک بہم پہنچانے تک وہ سو گئے۔ دودھ کا پیالہ میرے  
ہاتھ میں رہا اور میں بغیر کچھ کھائے اور پئے کھڑا رہا یہاں تک وہ تمام رات میں نے  
بوں ہی گزار دی اور ماں باپ کے جاگنے کی انتظار میں رہا یہاں تک کہ صبح ہوئی اور اُس  
وقت وہ جاگے اور دودھ پیاتے میں بیٹھ گیا۔ پس کہا اے خدا تعالیٰ اس میں اگر میں سچا  
ہوں تو میری فریاد سی کر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اُس وقت وہ پتھر اپنے فم سے ہلا اور ایک  
سوراخ پیدا ہوا اور دوسرے نے بیان کیا کہ میرے چچا کی ایک لڑکی تھی خوبصورت اور  
میرا دل اُس پر ہمیشہ مفتون تھا۔ میں اُس کو اپنی طرف بلاتا تھا اور وہ قبول نہیں کرتی  
تھی۔ یہاں تک کہ ایک وقت بہت جیلوں سے ایک سوئیں دینا اُس کے پاس  
بھیجے تاکہ ایک رات میرے لیے خالی کرے اور جب میں اُس کے پاس آیا خدا تعالیٰ  
سے میرے دل میں خوف ظاہر ہوا میں نے اُس سے ہاتھ مٹا لیا اور زرا اُس کے پاس  
رہنے دیا۔ پس کہا اے خدا تعالیٰ اگر میں اس میں سچا ہوں تو میری بیٹے راحت بھیج پیغمبر  
صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہے اُس وقت اُس پتھر نے ایک اور حرکت کی اور وہ سوراخ  
نہ زیادہ ہوا۔ لیکن اس سے ابھی باہر نہیں نکل سکتے تھے۔ پیغمبر نے کہا میرے پاس  
مزدوروں کا ایک گروہ تھا جو کام کرتے تھے جب وہ پورا ہو گیا تو سب نے اپنی مزدوری  
لے لی۔ اُن میں سے ایک گم ہو گیا۔ اس مزدوری سے میں نے ایک بکری خریدی  
دوسرے سال دو ہوئیں اور اگلے سال چار۔ اور ہر سال اسی طرح بڑھتی تھیں۔



جب کچھ سال گزر گئے تو بہت سال جمع ہو گیا، اس وقت وہ مزدور آیا اور کہا کہ ایک وقت میں نے تیرا کام کیا ہے تجھے یاد ہے اب اُس نوزی کی مجھے ضرورت ہے دیدے میں تے اُس سے کہا جا وہ سب تیرا مال ہے لے لے کہا کیا تجھے ٹھٹھا کرتا ہے میں کہا نہیں بیچ کہتا ہوں۔ وہ سب مال میں نے اُس کو دیدیا اور وہ لے گیا پس پیغمبر نے کہا ہی اُس وقت وہ پتھر غار کے دروازہ سے الگ ہو گیا اور وہ تینوں آدمی باہر نکل گئے اور یہ فعل عادت کے خلاف ہے، اور جریح راہب کی حدیث پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے مشہور ہے اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس کے راوی ہیں کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہے کہ کسی چھوٹے لٹکے نے گہواری میں سخن نہیں کیا مگر تین نے ایک نو عیسیٰ علیہ السلام ہیں جیسا کہ تم سب جانتے ہو، اور دوسرا بنی اسرائیل میں ایک ہب تھا جریح نام، یہ ایک مجتہد مرد تھا اس کی ماں پردہ دار تھی، ایک دن اپنے بیٹے کے دیکھنے کیلئے آئی جریح نماز میں تھا حجرہ کا دروازہ نہ کھولا، اور اگلے دن اور تیسرے دن بھی ایسا ہی ہوا، تنگدل ہونے سے اُس کی ماں نے کہا اے اللہ میرے لڑکے کو رسوا کر اور میرے حق میں اس کو پکڑ لے، اسی وقت ایک عورت نے ایک گروہ کو خوشامد سے کہا کہ میں جریح کو بے راہ کرتی ہوں، اس کے حجرے میں چلی گئی اور جریح نے اس کی طرف توجہ نہ کی، اور راستہ میں ایک چرواہے کے ساتھ صحبت کی اور حاملہ ہو گئی اور جب شہر میں آئی تو کہا یہ جریح کا حمل ہے، اور جب اُس نے بچہ جنا تو لوگوں نے جریح کے حجرے کا ارادہ کیا اور اُس کو سلطان کی درگاہ میں آئے، جریح نے لڑکے سے پوچھا کہ اے غلام تیرا باپ کون ہے اُس نے جواب دیا اے جریح میری ماں ننچہ پر جھوٹ کہتی ہے، میرا باپ چرواہا ہے اور تیسرا لڑکا ایک عورت کا تھا جو اپنے گھر کے دروازہ پر بیٹھی ہوئی تھی اچھا لباس پہنے ہوئی ایک خوبصورت سوار گذر عورت نے کہا اے اللہ میرے اس لڑکے کو اس سوار کی طرح بنا، لڑکے نے کہا اے اللہ مجھے ایسا نہ بنا جب کچھ زمانہ گزرا تو ایک مور بہ نام عورت گذری، اُس پہلی عورت نے کہا اے اللہ میرے



لڑکے کو اس عورت جیسا کہ بنا لڑکے نے کہا اسے اللہ مجھے اس عورت کی طرح بنانا کو تعجب ہوا  
 اور کہا کہ تو کیوں کہتا ہے، لڑکے نے جواب دیا اس لئے کہ وہ سوار حیر کرنے والوں میں سے  
 ایک جابر ہے، اور یہ ایک عورت ہے نیک لیکن لوگ اس کو برا کہتے ہیں اور نہیں جانتے  
 اور میں یہ نہیں چاہتا کہ جابروں میں ہوں، میں چاہتا ہوں کہ نیکوں سے ہوں، اس کے  
 سوا امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی لوطی زائدہ کی حدیث مشہور ہے کہ ایک دن  
 پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی، آپ نے کہا اے زائدہ میرے پاس زیادہ دیر کر کے  
 کیوں آئی ہے حالانکہ میں تجھ کو بہت دوست رکھتا ہوں جواب دیا اے رسول اللہ کج میں  
 ایک عجیب امر سے آئی ہوں، پوچھا وہ کیا ہے کہا صبح کو میں لکڑیوں کی تلاش کیلئے گئی تھی  
 تھی جب میں نے لکڑیوں کا ایک گٹھ باندھا تو میں نے اس کو ایک پتھر پر رکھا تھا تاکہ اسے  
 اٹھاؤں میں نے ایک سوار کو دیکھا کہ آسمان سے زمین پر آیا ہے اس نے مجھے سلام کیا اور کہا کہ  
 تم صلعم کو میرا سلام پہونچا اور کہہ کہ رضوان نے جو بہشت کا خزانچی ہے کہا ہے کہ آپ کو خوشخبری ہو  
 کیونکہ بہشت کو آپ کی امت پر تین حصہ کیا ہے ایک گروہ تو بغیر حساب کے اندر جائیگا۔ اور  
 ایک گروہ ایسا ہے کہ اس کا حساب آسان ہوگا اور ایک گروہ کو آپ کی شفاعت سے بخش دینگے  
 یہ کہا اور اس سوار نے آسمان کا ارادہ کیا اور آسمان زمین کے درمیان بیس میری طرف  
 توجہ کی کیونکہ وہ گٹھ مجھ سے اٹھایا نہیں جاتا تھا دیکھ کر کہا زائدہ اس گٹھ کو اس پتھر پر چڑھے  
 اور پتھر کو کہا اے پتھر اس گٹھ کو عمر کے حجرہ کے دروازہ تک زائدہ کے ساتھ لے جا پیغمبر صلعم صلی اللہ علیہ وسلم کے  
 ساتھ اٹھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے گھر کے دروازہ پر آئے اور پتھر کے آنے کا نیک نشان  
 دیکھا فرمایا اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے دنیا سے باہر لے گیا جب تک  
 رضوان نے مجھے میری امت کو خوشخبری نہ پہونچی بتا کہ میری امت میں ایک عورت کو حضرت  
 عیسیٰ کے پیغمبر پر پہونچا یا اور روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علامہ بن حنفیہ  
 کے بیٹے کو ایک لڑائی پر روانہ کیا راستہ میں آپ کے سامنے ایک آیا آپ نے



اُس پر قدم رکھا پس قدم ترش ہوئے اور دریا سے سب گذر گئے، اور حضرت عمرؓ کے بیٹے عبداللہؓ  
 یہ مشہور رہے کہ وہ ایک راستہ میں جا رہے تھے اپنے ایک گروہ کو دیکھا کہ جو خوفناک راستہ  
 پر کھڑا ہوا تھا اور ایک شیر نے اُن کا راستہ بند کر رکھا تھا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ  
 نے فرمایا کہ اے کُتے اگر راستہ بند کر نیکا تنجھے خدا کی طرف سے حکم ہے تو ہمو راستہ نہ دیا اگر  
 نہیں تو راستہ ہی بے شک اپنی جگہ سے اٹھا اور حضرت عبداللہؓ کے سامنے اپنی نیچی گردن کر کے  
 جنگل کو چلا گیا اور حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے مشہور ہے کہ آپ نے ایک کو ہوا  
 میں بیٹھے ہوئے دیکھا آپ نے دریافت کیا کہ اے خدا کے بند می تو نے یہ مرتبہ کیوں نہ کر حاصل  
 کیا اُس نے کہا کہ مجھ کو یہ مرتبہ ایک بہت نفوڑ می سی چیز کے بدلے میں خداوند تعالیٰ نے  
 عطا فرمایا ہے آپ نے کہا وہ کیا چیز ہے اُس نے کہا کہ میں نے دنیا سے جیب اپنا منہ  
 پھیر لیا اور خدا کی طرف متوجہ ہوا اُس وقت خدا نے مجھ سے پوچھا کہ اب تو کیا چاہتا ہے  
 میں نے کہا کہ آلہ العالمین میں یہ چاہتا ہوں کہ ہوا میں سب کے واسطے ایک مکان بنا دے  
 تاکہ میرا دل دنیا کے لوگوں سے علیحدہ ہو جائے اور روایت ہے کہ جب ہر مرد عجیبی مدینہ منورہ  
 میں واسطے قتل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آیا اور امیر المؤمنین کے قتل کا ارادہ کیا تو لوگوں  
 سے پوچھا کہ امیر المؤمنین کہاں ہیں لوگوں نے کہا کہ امیر المؤمنین کسی خرابہ میں ہونگے انحضرت  
 وہ تلاش میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خرابہ میں پہونچا دیکھا کہ آپ زمین پر سو رہے  
 ہیں اور دُور آپ کے سر کے نیچے رکھا ہوا ہے اُس وقت اُس مرد عجیبی نے کہا کہ انہیں  
 کے باعث ایک جہان تھرا رہا ہے جسے کہ وہ اکیلے اس خرابہ میں سو رہے ہیں لہذا  
 ان کا مار ڈالنا بہت آسان بات ہے جیب اُس نے آپ کے قتل کا ارادہ کیا اور تلوار  
 کھینچی تو غیب سے اُس وقت دو شیر پیدا ہوئے اور اُس مرد عجیبی کے مار ڈالنے کا قصد کیا  
 پس فوراً وہ عجیبی چلا اٹھا کہ امیر المؤمنین خواب سے بیدار ہو گئے اُس وقت عجیبی نے اپنا راقف  
 امیر المؤمنین سے عرض کیا اور شرف بہ اسلام ہوا اور روایت ہے کہ زمانہ خلافت حضرت



ابوکر صدیق رضی اللہ عنہ میں حضرت خالد بن ولید کے لئے ملک عراق سے علاوہ اور تحائف کی ایک ڈیو بھی بطور تحفہ کے آئی تھی جس میں ہر قاتل بھرا ہوا تھا حضرت خالد نے اس پیہ کو کھولا اور اس زہر کو ماتھ کی تنھلی پر رکھا اور بسم اللہ الرحمن الرحیم کہہ کر فوراً نوش جان فرمایا آپ کے اس واقعہ سے لوگوں کو کمال درجہ حیرت ہوئی اور ان میں سے بہت سے آدمیوں نے اسلام کو قبول کر لیا اور حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرماتے ہیں کہ عبادت کرنے والوں میں ہم سے یہاں ایک شخص علی بن ابی تھا جو اکثر ویرانہ میں رہا کرتا تھا ایک روز میں نے بازار سے ایک چیز خریدی اور اس کے پاس کے گیا اس نے مجھ سے دریافت کیا کہ یہ کیا چیز ہے میں نے کہا یہ کھانا ہے کہ جو تیرے واسطے لایا ہوں اس نے ماتھ کے نشارہ سے منع کیا اور میری طرف دیکھ کر ہنسنے لگا میں نے دیکھا کہ اس خرابہ کی دیواریں اور مٹھیں اور پتھر سبز ہو گئے تھے اس وقت مجھے کمال درجہ ہشتابی ہوئی اور جوشے میں لے گیا تھا اس کو اس جگہ پر چھوڑ دیا اور اس کی ہیبت نے مجھے اس جگہ نہ ٹھہرنے دیا۔ اور حضرت ابراہیم ادہم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میرا کندہ ایک چرواہے پر ہوا اور میں نے اس سے پانی پینے کو مانگا اس نے کہا کہ میری پاس دو روہ اور پانی دونوں ہیں تو کوئی چیز مانگتا ہے میں نے کہا کہ پانی مانگتا ہوں یہ شکر اس نے اپنا عصا پتھر پر مارا حکم خدا فوراً اس پتھر سے ایک نہایت شیریں چشمہ جاری ہو گیا یہ امر دیکھ کر مجھ کو سخت تعجب ہوا اس نے میرے استعجاب پر کہا تعجب نہ کر جب بندہ خدا تعالیٰ کا فرمانبردار ہو جاتا ہے تو سب جہان اس کا فرمانبردار ہو جاتا ہے اور حضرت ابوودار رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سلمان رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ بیٹھے ہوئے تھے اور دونوں کھانا کھا رہے تھے دیکھا میں نے کہ کان بے تسبیح کر رہا تھا اور ابو سعید خزاز سے روایت ہے وہ کہتے ہیں میں اکثر مشکل میں پڑتا تھا ہر تین کے بعد ایک بار طعام کھاتا تھا ایک مرتبہ یہ سہ روز مجھے کھانا نہ ملا اور بھوک کی وجہ سے مجھ پر ضعف طاری ہوا اور میری طبیعت پیڑھا کی موافق کھانسی خواہش کی میں نے ایک جگہ بیٹھ گیا کہ بالکل سے فوراً مجھے آواز دی کہ ایسا سید



نفس کی سکونت کے واسطے کچھ کھانا چاہتا ہے یا بغیر کھانے کے سُستی دفع کر دیا اور بغیر سبب کے طاقت چاہتا ہے اُس وقت میں نے عرض کیا کہ الہی کچھ طاقت چاہتا ہوں پس اسی وقت مجھ میں طاقت آگئی اور میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور کھانے اور پینے کی بغیر پس بارہ منزلیں یاہ کی طے کیں اور مقام تشریں آج تک حضرت عبداللہ کے بیٹے حضرت اہل حق کے گھر کو لوگ بہت اسباع کہتے ہیں یعنی دندوں کا گھر اور مقام تشر کے تمام لوگ اس امر متفق ہیں کہ بہت سے دندے اور شیر حضرت ہیل رحمۃ اللہ کے پاس آتے تھے اور حضرت ہیل رحمۃ اللہ علیہ اُن کو کھانا کھلاتے تھے اور کمال درجہ اُن سے محبت فرماتے تھے اور حضرت ابوقاسم مروزی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں دریا کے کنارے پر ابو سعید خراز کے ساتھ جا رہا تھا دیکھا کہ ایک جوان برفِ قصہ پہنے ہوئے ہے... اور عجیرہ پہاڑ میں لٹکا کے ہے حضرت ابو سعید نے فرمایا کہ اس جوان کا حال دیکر ہے معاملہ دیکر ہے جب میں اس کو دیکھتا ہوں تو معاوہم ہوتا ہے کہ یہ خدا رسیدوں میں سے ہے اور جب مجیرہ کو دیکھتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ طالبوں میں سے ہے لہذا میں نے معاوہم ہوتا ہے کہ اس سے چکر خور و ریاضت کریں کہ کون رات نہ کاٹے اس کے پاس حضرت خراز بھی آجائے خدا کا کون راستہ ہی اس کے ہاں دورا تھی ہیں ایک ہم کار نہ دوسرا ہم کار راتیں چھوٹے رات کی تھجہ کو مطلق کچھ خبر نہیں ہے مگر ہاں عوام کا یہ راستہ ہے کہ جس پر توجہ مل رہا ہے اور اپنے معاملہ کو خدا سے پہونچنے کی علت جانتا ہے اور عجیرہ کو حجاب جانتا ہے اور حضرت ذوالنون مصری کہتے ہیں کہ ایک وقت میں ایک جماعت کیساتھ ایک کشتی میں سوار ہوا کہ جو مصر سے مقام جدہ جا رہی تھی اور ایک جوان گڈری پوش بھی اُس کشتی میں سوار تھا مجھے اُس کے ساتھ ہم نشینی کی خواہش ہوئی مگر اُس کی ہیبت مجھے اُس کے ساتھ گفتگو سے باز رکھتی تھی بدین وجہ کہ وہ بڑا مغرور آدمی تھا اور عبادت الہی سے وہ کسی وقت خالی نہیں ہوتا تھا یہاں تک کہ ایک دن ایک شخص کی خواہش ہوئی اُس جگہ پر سکون ہو گئی اور قبیل کے مالک نے اُس جوان کو اُس کے چوراہے کی بہت لگائی اور لوگوں نے اُس پر



سختی کرنی چاہی میں نے کہا کہ اس طرح پر ہاتھ نہ کرو میں اس اٹھی دریافت کرتا ہوں  
 پس میں اس کے پاس گیا اور بہت فری سے میں نے اس جوان کو کہا کہ آپ پر لوگ کچھ گمان بد  
 کرتے ہیں اور میں نے ان لوگوں کو سختی سے باز رکھا ہے پس کیا امر کرنا چاہیے میں نے فوراً  
 اسکان کی طرف اپنا منہ کیا اور کچھ الفاظ کہے کہ جو میری سمجھ سے باہر تھے پس دیکھا میں نے تمام  
 مچھلیاں دریا کی سطح آب پر آگئیں ہیں اور ہر ایک کے منہ میں ایک جواہر ہے لہذا میں جوان نے  
 ایک مچھلی سے ایک جواہر لے لیا اور اس شخص کو دیدیا جس کا کہ جواہر گم ہو گیا تھا اور جب کشتی  
 کے لوگوں نے اس معاملہ کو دیکھا تو اس جوان نے سطح آب پر پاؤں رکھا اور فوراً چلا گیا جب  
 یہ امر تھیلی والے شخص نے معائنہ کیا تو اس نے اس جواہر کو دریا میں پھینک دیا اس امر  
 سے تمام کشتی کے لوگ نہایت شرمندہ ہوئے اور حضرت ابراہیم قی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں -  
 کہ ابتدائے فقر میں میں نے حضرت مسلم مغربی کی زیارت کا قصد کیا جب ان کی مسجد میں رہا تو آپ  
 امامت کر رہے تھے اور الحارثی پڑھ رہے تھے میں نے اپنا رد لیا کہ یہاں یہ شخص  
 کے درمیان اختلاف ہے کہ جو غلط اور صحیح کا امتیاز نہیں کر سکتا جو کچھ رات زیادہ ہو گئی  
 تھی میں اسی مسجد میں پڑھتا اور اگلے روز صبح کو نہ کے وقت پہنچا کہ فرات کے کنارہ پر جا کر پانی لون  
 .... دیکھا میں نے کہ راستہ میں ایک شیر سوراہے میں چلا گیا جب وہاں آیا تو دیکھا کہ  
 ایک شیر میرے پیچھے آ رہا ہے پس میں نے شور کرنا شروع کیا حتیٰ کہ حضرت مسلم اپنے حجرہ سے  
 باہر تشریف لائے جب شیروں نے ان کو دیکھا تو سب نے اپنی گردنیں نیچی کر لیں اور حضرت  
 مسلم نے ہر ایک کا کان پکڑ کر ان کو تنبیہ کی اور فرمایا کہ اے خدا کے کتوں میں نے تم سے  
 کب کہا تھا کہ میرے ہمانوں سے اس طرح پیش آؤ اس کے بعد مجھ سے فرمایا کہ اے  
 ابراہیم تم ظاہر کے ٹھیکہ کرنے میں مشغول ہو اور مخلوق سے ڈرتے ہو اور میں باطن  
 کے ٹھیکہ کرتے میں مشغول ہوں اس واسطے غلبی خدا کے ڈرتے ہیں اور حضرت سید  
 علی جویری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز ہم اپنے شیخ کے ہمراہ بیت الحن سے



دمشق کو چاہتے تھے اور خفیت سی بارش ہو رہی تھی کہ ہم کچھ کی وجہ سے مشکل چل سکتے تھے  
 میں نے دیکھا کہ حضرت تبیر و مرشد کی جوتیاں اور پانچا مرشدک ہے میں نے عرض کیا کہ یا  
 حضرت آپ کی جوتیاں اور پانچا مرشدک تو چاہا ہے فرمایا ہاں جبکہ میں اپنے تہمت کو نوکل کے  
 راستہ سے اٹھا لیا ہے اور اپنی باطن کو وحشت سے نگاہ رکھا ہے اُس وقت سے خدا و تعالیٰ  
 عز اسمہ نے میرے قدم کو کچھڑ سے محفوظ رکھا ہے اور فرماتے ہیں کہ مجھے ایک وقت ایک سا واقعہ  
 پیش آیا اور اُس کے حل کرنے کا طریقہ مجھ پر روشن ہوا تو میں نے طوس میں حضرت شیخ ابو  
 القاسم گرگانی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کا قصد کیا اور انکو میں نے اپنی مسجد کے حجرہ میں تہا پایا  
 اور وہ میرا واقعہ من و عن ایک سنون فرماتے تھے میں نے عرض کیا کہ یا حضرت تبیر یا تیں آپ  
 کس سے کہتے تھے فرمایا بیٹیا میں یہ باتیں اس وقت اس سنون سے کر رہا تھا کیونکہ حق تعالیٰ  
 نے اس کو اس وقت قوت گویائی عطا فرمائی ہے لہذا اس نے مجھ سے سوال کیا تھا اُس کا میں  
 جواب دے رہا تھا اور فرماتے ہیں کہ قرعانہ کے علاقہ میں ایک موضع ہے جسکو لوگ سلمانک  
 کہتے ہیں وہاں پر فرقہ اولاد سے ایک اوتاد رہتا تھا جس کو لوگ باب عمر کہتے تھے اور اُس  
 ولایت کے سپہ سالار بزرگ شیخوں کو باب کہتے تھے اور اُس اوتاد کے یہاں فاطمہ نام  
 ایک عورت بہت بوڑھی رہتی تھی اپنا مقام روزگندہ میں نے اُس اوتاد کی زیارت  
 کا قصد کیا میں جب اس اوتاد کے پاس پہنچا تو اس نے مجھ سے دریافت کیا کہ کیونکر آیا میں  
 نے عرض کیا کہ آپ کی زیارت کے واسطے حاضر ہوا ہوں فرمایا اسے بیٹھا میں فلاں روز  
 سے تجھ کو دیکھتا ہوں اور جب تک میں تجھ کو قنائب نہ کروں گا میں تجھ کو برابر دیکھتا رہوں گا  
 حضرت صاحب علی بخاری فرماتے ہیں کہ جب میں نے دنوں اور سالوں کا شمار کیا تو وہ  
 دن جس کا شیخ نے اشارہ فرمایا تھا میری تو یہ کا دن تھا اور فرمایا کہ اسے بیٹھا سفر کرنا کرکونکا  
 کام ہے پس یہ زیارت خلوص دل سے کر کیونکہ حضوری قلب سے حضوری کوئی چھی بات  
 نہیں ہے اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ اسے فاطمہ جو کچھ نیر سے پاس ہو وہ لاتا کہ یہ درویش



اُس کو کھائے یہ سن کر فاطمہ کچھ انگور لائی حجب میں نے یہ خیال کیا تو وہ انگوروں کا مٹو نہ تھا  
 اور ڈالہ اُس پر یہ امر تھا کہ اُن انگوروں کے ہمراہ کچھ جوہر بھی تازہ تھیں حالانکہ فرغانہ میں کھجور کا  
 کاہوتا ایک غیر مکتب امر تھا اور فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حسبِ عادت اپنی تنہا حضرت شیخ ابوسعید  
 رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر بیٹھا ہوا تھا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سفید کبوتر آیا اور اُس غلاف کے نیچے  
 جو قبر پر پڑا ہوا تھا چلا گیا اُس وقت مجھے یہ خیال ہوا کہ شاید یہ کبوتر کسی شخص کا اور کرا گیا ہو  
 اور غلاف کے نیچے پوشیدہ ہو گیا ہے جب میں نے اٹھ کر غلاف کے نیچے دیکھا تو کسی شے  
 کو نہ پایا اور دوسری اور تیسری روز بھی مجھ کو یہ واقعہ پیش آیا اس امر سے میں سخت متعجب  
 ہوا ایک رات میں نے حضرت شیخ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا اور اس واقعہ کو  
 آپ سے عرض کیا فرمایا وہ کبوتر میرے معاملہ کی صفائی ہے جو ہر روز میری قبر میں میری نمٹنی  
 کے واسطے آتی ہے اور حضرت ابو وراق رحمۃ اللہ عنہ فرماتے کہ ایک روز علی کے بیٹے محمد نام  
 نے اپنی تصنیف کئے ہوئے کچھ اجزاء مجھے دے دیے اور کہا کہ اُس کو دریا کے جھون میں  
 ڈال دے جب میں پاس آیا اور انہیں دیکھا تو وہ سب نکات تصوف تھے میرے دل  
 نے نہ چاہا کہ اُن کو دریا میں ڈال دوں پس میں نے اُن کو جا کر اپنے گھر میں رکھ دیا اور جب  
 شیخ کے حضور میں گیا اور شیخ نے دریافت کیا تو کہہ دیا کہ میں نے اُن اجزاء کو دریا میں ڈال دیا  
 پس شیخ نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ تم نے کیا دیکھا میں نے عرض کیا کچھ نہیں اُس وقت  
 شیخ نے فرمایا کہ تم نے اُن اجزاء کو ہرگز دریا میں نہیں ڈالا ہے اُس وقت مجھے دو مشکلیں  
 پیش آئیں ایک یہ کہ کیوں کہتا ہے کہ دریا میں ڈال دے اور دوسری یہ کہ  
 کیا دلیل ظاہر ہوگی لہذا میں پھر واپس گھر کو گیا اور اُن اجزاء  
 کو لے کر دریا کے جھون کے کنارہ پر پہنچا جس وقت اُن اجزاء کو میں نے پانی میں پھینک دیا  
 تو دیکھا میں نے کہ پانی آپس میں سے پھٹ گیا اور ایک صندوق اُس سے برآمد ہوا  
 جس کا منہ کھلا ہوا تھا اور وہ اجزاء اُس میں خود بخود جا پڑے اور صندوق کا منہ



بند ہو گیا اور فوراً نظر سے غائب ہو گیا اور پانی بہت دور چلتے لگا اس واقعہ کو دیکھ کر میں فوراً شیخ  
 کے حضور میں حاضر ہوا اور اس واقعہ کو بیان کیا شیخ نے فرمایا بیٹیک اب تم نے اُن اجزاء کو  
 دریا میں ڈالا ہے میں نے عرض کیا آپ کو قسم ہے خداوند عالم کی عزت کی یہ کیا امر تھا شیخ نے  
 فرمایا کہ میں نے عالم فقر کے متعلق ایک کتاب تصنیف کی تھی جس کی تحقیق سب عقلموں پر مشکل  
 تھی لہذا میرے بھائی خضر علیہ السلام نے اُس کو مجھ سے طلب فرمایا اور پچھلی کو خداوند  
 عالم نے حکم فرمایا تھا کہ وہ صندوق لائے اور خداوند عالم نے اُس پانی کو حکم دیا تھا کہ یہ  
 اجزاء حضرت خضر علیہ السلام کو پہونچائے اسی طرح کی بہت سی حکایتیں ہیں اگر لکھوں تو  
 یہ کتاب تمام عمر تک ختم نہ ہو جو نہ اس کتاب میں طریقت والوں کے اصول کا طریقہ لکھنا  
 ہے جن کو نقل کرنے والوں سے معاملہ کی شاخوں میں اپنی اپنی کتابوں میں لکھا ہے  
 اور بہت کچھ جمع کیا ہے اور نمبر پر چڑھ کر ذکر کرنے والوں نے اُن کو نشر بھی کیا ہے  
 لہذا شبہ کے باب میں جو فصل اس کے متعلق ہے اب اُس کو لکھتا ہوں تاکہ ان معنی  
 کے سمجھنے والوں کو کسی دوسری جگہ جاننے کی وقت نہ پڑے لہذا ولیوں پر نبیوں کی بزرگی  
 کا بیان لکھتا ہوں۔

## اولیاء اللہ پر انبیاء علیہم السلام کی بزرگی کا ذکر

پس اسے طالب صادق سمجھا و معام ہووے کہ اولیاء اللہ پر انبیاء علیہم السلام کو بزرگی اس طرح  
 پر ہے کہ اس امر پر تمام شیوخ طریقت کا اتفاق ہے کہ اولیاء اللہ پیغمبروں کے تابع بلکہ پیغمبروں  
 کی تصدیق کرنے والے ہیں اور اس وجہ سے بھی کہ انبیاء علیہم السلام اولیاء سے افضل تر ہیں اور  
 دوسرے یہ امر بھی ہے کہ ولایت کا انجام نبوت کی ابتداء کا نام ہے اور یہ بھی ہے کہ سب  
 نبی ولی ہوتے ہیں مگر ولیوں میں کوئی ولی نبی نہیں ہوتا بلکہ نبی پیغمبر کی عظمتوں کی نفی  
 کرنے میں ممکن ہیں اور ولی اس میں متان نہیں بلکہ عارضی ہیں کیونکہ پیغمبروں کے لئے حال



وہ نبیوں کیلئے مقام ہے اور جو ولیوں کیلئے مقام ہے وہ نبیوں کے لئے حجاب ہے اور حضرات علمائے اہلسنت اور شیوخ طریقت میں کسی نے اس امر میں اختلاف نہیں کیا ہے سوائے ایک گروہ کے جو ان حشیوں میں سے اہل خراسان سے ہیں اور توحید کے اصولوں میں گفتگو کرتے ہیں کہ جو ایک دوسرے کو نوٹ کرنے والے ہوتے ہیں اور اصول طریقت سے مطلقاً گہی نہیں رکھتے ہیں اور جو اپنی کو ولی کہتے ہیں اور جو دراصل ولی نہیں ہیں مگر شیطان کے دوست ضرور ہیں اور جو یہ کہتے ہیں کہ ولی نبیوں کے افضل ہیں اور یہ گمراہی ان کے واسطے کافی ہے کہ وہ جاہل کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ فضیل کہتے ہیں اور شبہ کا ایک گروہ ایسا بھی ہے کہ جو اس طریقت سے محبت کرتے ہیں۔ مگر انتقال کے معنوں میں خدائے تعالیٰ کے نزول اور حلول کو روا رکھتے ہیں اور خداوند عالم کی ذات پر تجزیہ یعنی تقسیم کو جائز جانتے ہیں اور اس مذموم مذہب کو جس طرح پرکھ میں نے وعدہ کیا ہے انشاء اللہ تعالیٰ ضرور اس کتاب میں تمام تر لکھوں گا پس یہ دو گروہ جو اسلام کے مدعی ہیں مگر نبیوں کی تخصیص میں نفی میں برہمنوں کے بالکل موافق ہیں اور اسلام کا یہ مسئلہ مسلم ہے کہ جو نبیوں کی تخصیص کی نفی کرتا ہو وہ کافر ہے پس انبیاء علیہم السلام اعمیان ہیں اور امام ہیں اور اولیاء احسان ہیں اور ان کے تابع ہیں۔ اور یہ امر محال ہے کہ متابع امام سے زیادہ فاضل ہو پس اسے طالبِ اذنی سمجھنا معلوم ہوئے اگر سب بیوں کے اقوال اور احوال کو نبی کے صدق کے ایک قدم کے پہلو پر رکھی تو تجھ کو وہ سب معدوم نظر آئیں گے کیونکہ ولی طلب کرتے ہیں اور تلاش کرتے ہیں اور نبی خدا رسیدہ اور مقصود کو پائے ہوئے ہوتے ہیں اور دعوت کے فرمان سے واپس آئے ہوئے ہوتے ہیں اور وہ ایک گروہ کو لیجاتے ہیں اور اگر کوئی ملحد خدا کی اس پر لعنت ہو یہ سکھے کہ عادت میں ایسا ہی ہوا ہے کہ جب رسول کسی ملک سے کسی کے پاس آئے تو اس کو چاہیے کہ مبعوث علیہ یعنی جس کے پاس بھیجا گیا ہے وہ رسول سے زیادہ فضیل ہو



جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جبریل علیہ السلام سے زیادہ فاضل ہیں اور اس صوت کا پیدا ہونا ان کے لئے خطا ہے اس کا جواب ہم یہ دیتے ہیں کہ اگر کسی ملک سے ایک شخص کی طرف رسول نیکر آئے تو چاہئے کہ مرسل الیہ یعنی جس کی طرف بھیجا گیا ہے وہ رسول سے زیادہ فاضل ہو جیسا کہ جبریل کو پانچمیں رسول پر بھیجا اور ہر ایک پانچمیں جبریل سے زیادہ فاضل تھا لیکن جب رسول ایک جماعت اور ایک قوم کی طرف ہو تو ضرور ہے کہ رسول اس گروہ سے زیادہ فاضل ہو جیسا کہ پانچمیں امتوں سے زیادہ افضل ہیں اور اس امر میں کسی مرد و عورت کو حدیث کے حکم کے موافق مشکل نہیں پڑتی ہیں نبیوں کا ایک سائنس سب لیون کنزائے سے زیادہ تر افضل ہے کیونکہ حیدر دلی نہایت کو پہونچتے ہیں تو مشاہدہ سے خبر دیتے ہیں اور بشریت کے عیاب سے خلاصی پاتے ہیں پس چاہئے کہ کتنا ہی بشر کا عین ہو مگر بنی کی ابتداء ولی کی انتہا ہے یہاں سے سمجھنا چاہئے کہ رسول کا پہلا قدم مشاہدہ میں ہوتا ہے پس معلوم ہوا کہ ولی کو رسول کی برابر کسی طرح پر قیاس نہیں چاہتا۔ واللہ اعلم۔

پس اہم طالب صادق کیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ ولیوں میں سے خدا کے سبب اس امر پر متفق ہیں کہ مقام ولایت کے کمال کے تفرقوں کا جمع کرنا ہے اور صوت میں یہ اس طرح ہوتا ہے کہ جب بندہ ایک ایسے درجہ میں پہونچتا ہے جہاں اس کی عقل فعل میں نظر کرنے سے قاصر ہوتی ہے اور فاعل کے شوق میں سب جہان کو بالکل اسی کا فعل جانتا ہے۔ اور اسی کا جاوہ دیکھتا ہے جیسا کہ حضرت ابو علی رودباری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں لَوْ ذَا لَتْ عَنَّا دُؤُوبُهُ مَا عَبَدْنَا هٗ۔ اگر عادت کیا گیا دیدار ہم سے نائل ہو جائے تو عبودیت کا اسم ہم سے ساقط ہو جاتا ہے کیونکہ ہم اس کے دیدار کے ہر عین میں عزائم نہیں پاتی اور نبیوں کے واسطے معنی حال کی ابتدا ہوتی ہیں بدیں و کائن کے زمانہ میں تفرقہ صوت نہیں پکڑتا ہے اور ان کے نفی اور اثبات اور مسلک اور مقطع اور اقبال اور اعراض اور انتہاء اور انتہا عین میں جمع ہوتے ہیں جس طرح پر کہ حال کی ابتداء میں سبیدنا حضرت



ابراہیم قلیل اللہ علیہ السلام نے آفتاب کو دیکھا تو فرمایا ہذا اری یعنی میرا رب یہ ہے اور جب  
چاند اور ستاروں کو دیکھا تو کہا ہذا اری پس حق کے غلبہ کی وجہ سے اپنے دل پر اور اس کے  
اجتماع سے عین میں غیر کا جمع ہونا نہ دیکھا اگر دیکھا تو جمع کی آنکھ سے ہی دیکھا پس عین میں  
میں اپنے دہار سے کنارہ کیا اور فرمایا لا احب الاہلین یعنی میں فنا ہونے والی چیز کو دوست  
نہیں کہتا پس انتہا جمع میں ہے اور انتہا جمع میں لا بیت کی انتہا اور انتہا ہے اور یہ  
ہوت کے واسطے زیبا نہیں ہے کیونکہ جینک ہے بنی ہے اور جینک رہیں گے  
بنی رہیں گے اور اس سے پہلے کہ معلوم میں موجود نہ تھے پس مراد حق وہی تھی اور حضرت  
ابو بکر صدیق رحمۃ اللہ علیہ سے حب لوگوں نے دریافت کیا کہ آپ نبیوں کے حال میں کیا فرماتے  
ہیں تو فرمایا کہ فوس ہے کہ ہم کو ان میں کچھ تصرف نہیں ہے جو کچھ کہ ہم ان کے معاملہ میں  
خیال کرتے ہیں وہ ہم سب آپ ہی ہوتے ہیں یعنی وہ ہمارا ہی خیال ہوتا ہے اور حق تعالیٰ  
نے ان کی نفی اور اثبات کو اس درجہ میں رکھا ہے کہ جو لوگوں کی دید اس میں نہیں ہوتی  
پس جس کے دلوں کا مرتبہ لوگوں کی سمجھ سے پوشیدہ ہو اسی طرح نبیوں کا مرتبہ ولیوں سے پوشیدہ  
ہے اور حضرت ابو بکر صدیق رحمۃ اللہ علیہ کی یہ رائے ہمارے واسطے دلیل ہے کیونکہ وہ فرماتے ہیں  
کہ ہمارے بھید کو آسمانوں پر لے گئے مگر اس نے کسی چیز پر نگاہ نہ کی حالانکہ اس نے بہشت  
اور دوزخ کو بھی دیکھا وہاں بھی اس نے کسی چیز پر توجہ نہ کی اور جب موجودات اور حجابوں  
سے گزر گیا تو قصرات طہا یعنی میں ایک مرغ بن گیا کہ جو خداوند عالم کی محبت میں  
اڑنے لگا یہاں تک کہ وہ مقام احدیت میں پہنچا اور اس کے درجہ اولیت کو دیکھا  
جب اس جگہ میں نے نگاہ کی تو مجھ میں کبر اور مٹی باقی تھی میں نے کہا کہ اے خداوند  
عالم غرا سکہ کیا میری کبر اور مٹی کو تیری طرف راستہ نہیں ہے پس فرمان الہی آیا کہ  
اسے یا بکر بکر تیری خودی سے تیری خلاصی میری دوست کی فرمانبرداری میں ہے پس  
اپنی آنکھوں کے واسطے اس کے قدم پاک کی خاک کو تو سرمہ بنا اور اس کی فرمانبرداری



میں کمر ہمت کو مضبوط کر جب منزل مقصود تک پہنچے گا ورنہ مقام فرسہ پہنچ کر ٹھیکہ ہو گا  
 چونکہ یہ ایک بہت بڑی حکایت ہے اور اہل طریقت اس کو معراج یا پیر کہتے ہیں کیونکہ معراج  
 کے معنی قریب حقیقی کے ہیں پس نبیوں کی معراج خدا کے قریب ہیں ذات اور جسم کے  
 ظاہر ہونے سے مراد ہے اور ولیوں کا ہمت اور بصیرت سے ہوتا ہے چونکہ پیغمبروں کا جسم  
 صفائی اور پاکیزگی اور قربت میں خاص ہوتا ہے جس طرح پر ولیوں کا دل اور ان کے بصیرتوں  
 کے سبب سے بھلی ہوتا ہے پس یہ ظاہر افضل ہے دوسری مثال یہ ہے کہ جس طرح ولی کی حالت  
 اس کو حال میں مغلوب کر دیتی ہے اور وہ مست ہو جاتا ہے اور درجات علیا میں  
 ترقی کرتا ہے اور خدا کے قریب میں آراستہ و پیراستہ ہو جاتا ہے اور جب حالت صحو میں آتا ہے  
 آتکے تو وہ سب دلیلیں اس کے دل پر موجود ہوتی ہیں اور ان سب کا علم اس کو حاصل ہوتا  
 ہے اسی طرح انبیاء علیہم السلام کا حال ہے کہ ان کو اول سے ہی تمام مراتب میں ترقی ہوتی  
 ہے اور ہر وقت وہ قریب الہی میں رہتے ہیں پس یہ امر بنصریات میں سے ہے کہ جس کی جسم کو  
 مقام قرب میں لیجائیں یعنی انبیاء علیہم السلام کو اور اس میں کہ جس کی بصیرت کو مقام قرب میں  
 لیجائیں یعنی اولیائے عظام تو یہ بین بہت بڑا فرق ہے واللہ اعلم بالصواب راہ میں اس  
 بحث کو نکھتا ہوں کہ جس میں فرشتوں پر ولیوں اور نبیوں کی بزرگی کا ذکر ہے خدا میری  
 مدد کرے۔

## فرشتوں پر ولیوں اور نبیوں کی بزرگی کا بیان

پس اے طالب صادق تجھ کو معلوم ہو گا کہ تمام علمائے اہلسنت والجماعت اور اہل طریقت  
 کا اس امر پر اتفاق ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیائے عظام تمام فرشتوں سے افضل ہیں  
 برخلاف گروہ فرقہ مغترکہ کے وہ نبیوں پر فرشتوں کو تفضیل دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فرشتے  
 رتبہ میں زیادہ بلند ہیں اور ان کی پیدائش نہایت پاکیزہ اور وہ خدا کے زیادہ مطیع ہیں



پس اس وجہ سے ملائکہ زیادہ فاضل ہیں اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں اس کی حقیقت انہی صوآت کے برخلاف ہے کیونکہ عبادت تن اور بلند مرتبہ اور پاکیزگی کی پیدائش عنایت الہی کے واسطے کوئی علت نہیں ہو سکتی ہے کیونکہ بزرگی اس کے واسطے ہوتی ہے جسکو خدا کے تعالیٰ عطا فرمائے اور یہ جو سب فرشتوں کی نسبت کہتے ہیں تو اس میں شیطان بھی تو داخل ہے لیکن وہ ملعون مخذول ہے پس بزرگی اس کے واسطے ہو کہ جس کو خدا نے بزرگ بزرگ اور بلند مرتبہ فرمائے اور لوگوں سے اس کو برگزیدہ کرے اور نبیوں کی بزرگی پر یہ دلیل ہے کہ خداوند عالم نے ملائکہ کو حضرت آدم کے سجدہ کرنا حکم فرمایا اور یہ ظاہر ہے کہ سجدہ کرنا والے سے سجدہ کیا گیا رتبہ میں ہر طرح بلند ہو گا اور اگر اس جگہ کوئی یہ اعتراض کرے کہ خانہ کعبہ بھی تو ایک پتھر کا مکان ہے اور ایک بین بیجان نہایت سخت ہے اور مومن اس سے زیادہ فاضل ہیں اور اسکو سجدہ کرتے ہیں پس کیا عجیب ہے کہ فرشتے آدم علیہ السلام سے زیادہ فاضل ہوں اگرچہ آدم کو سجدہ کیا میں کہتا ہوں کہ کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ سب مومن گھر یا محراب یا دیوار کو سجدہ کرتے ہیں بلکہ سب بھی کہتے ہیں کہ ہم خدا کے تعالیٰ کو سجدہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا اور خداوند عالم کے اس کلام کی کہ انہوں نے موافقت کی کہ خدا کے تعالیٰ نے جب فرشتوں کے سجدہ کا ذکر کیا اور فرمایا اُسْجُدُوا لِآدَمَ یعنی ہم نے فرشتوں کو حکم کیا اور کہا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کریں اور جب مومنوں کے سجدہ کا ذکر کیا تو کہا واسجدوا واعبدوا ربکم وافعلوا الخیر لعلکم تفلحون یعنی خدا کے تعالیٰ کو سجدہ کرو اور اس کی بندگی کے واسطے کمر باند ہو اور بھلائی اختیار کرو تاکہ تم نیکی پاؤ پس اس سے معلوم ہوا کہ خانہ کعبہ آدم کی طرح نہیں ہے کیونکہ جب مسافر چاہتا ہے کہ چارہائی پر بیٹھ کر خدا کی عبادت کرے اور اس کا منہ خانہ کعبہ کی سمت نہ ہو تو وہ معذور ہوتا ہے اور اگر کوئی شخص کسی جگہ میں ہو اور اس کو قبلہ کی سمت نہ معلوم ہوئے پس وہ جس طرف اپنا منہ کرے گا وہ خدا کے حکم کا ادا کرتے والا ہو گا پس آدم علیہ السلام کو



سجدہ کرنے میں کسی فرشتہ کو بجز ابلیس لعین کے عذر نہ ہوا لہذا اسی عذر کی وجہ سے وہ راندہ و گاہ ہوا پس اہل بصیرت کے واسطے یہ دلائل حجت ہیں اور اس کے سوا یہ بھی ہے کہ فرشتے اگرچہ خدا کی معرفت میں یکساں ہوں درجات میں مگر وہ کیونکر برابر ہو سکتے ہیں کیونکہ اُن کی پیدائش میں ایک چیز شہوت نہیں ہے اور نہ اُن میں حرص و طمع ہے اور نہ اُن کی طبیعت میں کوئی ذوق اور مذاق ہے صرف اُن کی غذا طاقت ہے اور اُن کا مذہب خدا کی اطاعت ہے پس اب بکھنا چاہیے کہ آدمی کی پیدائش میں اول تو شہوت مرکب ہے دوسرے گناہوں کا ارتکاب اور اُس کے دل میں دنیا کی آرائش اور حرص اُس کے دل میں مؤثر اور طمع و منگیب اور حیلہ اُس میں منتشر اور شیطان کا اُس پر غلبہ جو اُس کی رگوں میں مثل خون کے دوڑتا ہے اور اُن کا نفس بد اُس کے ساتھ ہے پس جو ایسا شخص ہو اور ان تمام باتوں سے اُس کا جسم مرکب ہو اور باوجود غلبہ شہوت اوکھید کاری اور گناہوں سے پرہیز کرے اور باوجود طمع کے دنیا سے اپنا منہ پھیر لے اور ترک لذات اختیار کرے اور باوجود وساوس شیطانی کے گناہ کا ارتکاب نہ کرے اور خواہش نفسانی سے محفوظ رہے اور طاعت پر اقامت کرے اور عبادت پر پیہنگی پسند کرے اور نفس کے ساتھ مجاہدہ اور شیطان کے ساتھ جنگ کرے پس حقیقت میں یہ اُس سے فاضل ہے کہ جس کی صفت میں شہوت مطلق نہیں ہے اور نہ اُس کی طبیعت میں غذا اور لذت ہے اور نہ اُس کے عورت اور کوئی اولاد ہے اور نہ خویش و بیگانہ کی بیکانگت ہے اور نہ سبب اور آلہ کا محتاج ہے اور نہ امید اور آفت میں مستغرق ہے اور جو محض عبادت کو فضل الہی سمجھتا ہے اور جمال پر عزت کو یا مال کو پائی کو بزرگی جانتا ہے پس تعجب ہے اُس کی بزرگی پر کیونکہ نعمت بہت جلد زائل ہو جاتے والی چیز ہے اس واسطے کہ بزرگی کو خدا کے افضال سے نہیں جانتا حالانکہ اُس کو چاہیے کہ خداوند عالم کی رضا میں اپنی عزت سمجھے اور اپنے ایمان کی معرفت حاصل کرے



تاکہ یہ نعمت ہمیشہ اُس کی قاجم رہے اور دونوں عالم میں اُس کی ہمیشگی نصیب ہو  
 پس دیکھو حضرت جبریل علیہ السلام کو کہ کتنے ہزار سال خداوند عالم کی عبادت کی او  
 انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری نصیب ہوئی کہ شب اسری میں آپ کے  
 گھوڑے براق کی خدمت میں آئی پس معلوم ہوا کہ ملائکہ اُس کے کیونکر فضل ہو سکتی ہیں  
 کہ جو باوجود تعلقات دنیاوی کے مجاہدہ فی النفس کرتے ہیں اور رات دن کی عبادت میں  
 مشغول رہتے ہیں اور خدا کے تعالیٰ اُن پر اپنا فضل کرتا ہے اور اُن کو بزرگی دیتا  
 ہے اور خطرات سے اُن کو محفوظ رکھتا ہے اور جب فرشتوں کا غور و حد سے گذر گیا  
 اور ہر ایک فرشتے نے اپنے معاملہ کی صفائی کو دلیل گردانا اور آدمیوں کے حق میں  
 ملامت کی تو غیرت حق اس امر کی مقتضی ہوئی کہ ملائکہ کا احوال ملائکہ پر ظاہر کرے پس  
 اُن سے ارشاد باری ہوا کہ تم اپنے گروہ سے تین شخصوں کو منتخب کر لو جو تمہاری نزدیک  
 زیادہ بزرگ ہوں اور زمین پر جائیں ہم اُن کو اپنا خلیفہ کریں گے اور وہ ہمارے  
 بندوں کو اصلاح پر لائیں اور اُن میں عدل کریں پس گروہ ملائکہ نے تین فرشتوں کو  
 ..... تمام گروہ فرشتوں سے منتخب کر لیا اور اُن میں پہلے ایک زمین پر آیا اور اکر  
 جوزین کی آفت کو دیکھا تو فوراً خدا کے تعالیٰ سے اپنی واپسی کی خواہش ظاہر کی اور  
 واپس ہوا اور دو فرشتے اُس کے بعد اور زمین پر آئے لہذا خدا کے تعالیٰ نے  
 اُن کی پیدائش کو بدل دیا اور وہ کھانے اور پینے کے خواہش مند ہوئے اور شہوت  
 کی طرف اُن کا میل ہوا اس کے سبب خدا کے تعالیٰ نے اُن کو دنیا کی ہی عذاب میں  
 مبتلا کر دیا اور آخر کو تمامی فرشتوں سے آدمیوں کی زندگی کو دیکھ لیا اور خلیفۃ اللہ کا  
 مصداق آدم ہی کو ٹھہرایا پس معلوم ہوا کہ خاص میں خاص فرشتوں کی زیادہ فضل ہیں اور  
 عام میں عام فرشتوں سے افضل ہیں پس جو آدمیوں سے معصوم اور محفوظ ہیں وہ  
 حضرت جبریل اور حضرت میکائیل سے افضل ہیں اور جو معصوم اور محفوظ نہیں ہیں



یعنی جو عام مومن ہیں وہ کراما کا تین سے افضل ہیں واللہ اعلم بالصواب اور اس امر میں جیسا کہ میں نے بیان کیا گفتگو بہت کچھ ہے اور صوفیائے کرام نے اس امر میں بہت کچھ بحث کی ہے مگر میں تو یہی کہوں گا کہ خدائے تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اُس کو بزرگی دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے اُس کو غارت کر دیتا ہے انسان کا کام کوشش کا ہے اور انجام اُن کا خداوند عالم کے اختیار میں ہے اور تصوف میں حکیموں کے مذہب کے متعلق اختصار کے طور پر جو کچھ میں نے بیان کیا ہے وہ ایک دوسرے صوفیہ کا اختلاف ہے اور حقیقت میں لایت حقتلے کے اسراروں سے ایک بھید ہے پس ہر شخص پر یہ اسرار ظاہر نہیں ہوتے اور یہ بھی معلوم ہے کہ ولی کے سوا ولی کو دوسرا شخص نہیں پہچان سکتا ہے اور اگر اس امر کا انکشاف منظور ہوتا تو عقلا کے نزدیک دوست اور دشمن میں کوئی امتیاز نہیں کر سکتا تھا اور نہ وصل کو غافل سے کچھ تمیز ہوتی پس خداوند تعالیٰ نے ایسا ہی چاہا کہ دوستی کے موتی کو خواری کی صدف میں پوشیدہ رکھا تاکہ آدمی جو اُس کو اختیار کرے تو دریا کے حیرت میں غوطہ لگا کر پس جو اُس کا طالب ہوتا ہے وہ اپنی جان عزیز کو خدا کی محبت میں سپرد کر کے اُس بللے کے دیا میں غوطہ مارتا ہے اور اُس جان لینے والے دریا سے گذرتا ہے اور اُس کی گہرائی میں غوطہ مارتا ہے یہاں تک کہ گوہر مراد اُس کو ماتھ آ جاتا ہے یا اُس کی طلب میں نیا سے گذر جاتا ہے حضرت سید علی ہجویری مصنف کتاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں چاہتا تھا کہ اس اہل کو بہت لہجہ کر کے لکھوں مگر اے طالبِ ذوقِ نیرے ملال کا خوف اور طبع کی نفرت اس امر کی مانع ہے کہ خدا کے مرید کے واسطے اسی قدر کافی ہے واللہ اعلم اب میں فرقہ خرازی کا ذکر کرتا ہوں کہ یہ فرقہ کیونکر ہوا اور لوگوں کا اس فرقہ کے متعلق کیا خیال ہے اور یہ فرقہ کس گروہ سے متعلق ہے۔

## فرقہ خرازی کا بیان



واضح ہو کہ یہ فرقہ حضرت ابوسعید خراز سے منسوب ہے اور اہل طریقت آپ کے دوستی رکھتے ہیں اور جو اس گروہ کے مرید ہیں وہ اپنے آپ کو خرازی کہتے ہیں چونکہ حضرت ابوسعید کی تصانیف بہت کثرت میں جو دربارہ تصوف کے ہیں چونکہ آپ عالم تجرید میں مرتبہ عظیم کہتے ہیں اور پہلے پہل آپ نے مقام فنا اور بقا کے متعلق بحث کی ہے اور اس کے معنی بیان فرمائے ہیں اور آپ نے تمام مراتب طریقت کو ان دونوں عبارتوں میں بیان فرمادیا ہے لہذا مجھے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں آپ کے معنی سے بحث کروں اور معنی فنا اور بقا سے لوگوں کو آگاہی دوں اور لوگوں کو ان کی غلطیوں سے مطلع کروں تاکہ سب لوگ جان لیں کہ حضرت ابوسعید خراز کا طریقت میں کیا مذہب ہے اور ان دونوں عبارتوں کے جو لوگ معنی مراد لیتے ہیں ان کا مقصد اصلی کیا ہے لہذا فنا اور بقا کی بحث اب میں شروع کرتا ہوں۔

## فنا اور بقا کا بیان

میں اسے طالبِ وقت سمجھ کر معلوم ہو گا کہ خدا کے بزرگ اور برتر نے فرمایا ہے ماعندک ینفذ وما عند اللہ باقی یعنی جو تمہارے پاس ہے وہ خرچ ہونے والا ہے یعنی فانی ہے اور جو خدا کے نزدیک ہے وہ باقی ہے اور دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے کل من علیہا فان وبقی وجہ ربک ذہاباً لہلال واکرام یعنی جو کچھ زمین پر ہے وہ فانی ہے اور پروردگارِ عالم کی ذات کہ جو بزرگی اور انعام کا صاحب ہے باقی ہے گی اور علم کی زبان پر یعنی باعتبار لغت کے فنا اور بقا معنوں میں مستعمل ہے اور حال کی زبان پر اور معنوں میں مستعمل ہے اور ظاہر آدمی حنفیہ اس معنی میں حیران و پریشان ہیں کسی اور امر میں اس قدر پریشان نہیں ہیں پس اسے طالبِ معلوم ہو کہ بقا کے معنی لغت میں تین طرح پر ہیں ایک تو یہ کہ جس کی پہلی اور آخری طرف فنا میں ہو یعنی اس طرح پر کہ جہاں پہلے نہ تھا اور آخر میں نہ ہوگا اور اپنی وقت میں باقی ہے اور دوسرا معنی بقا کے وہ ہیں کہ نہیں تھا اور ہوا ہے اور پھر کبھی غالی نہیں ہوگا



اور بہشت اور دوزخ اور اگلا جہان اور اس نیک لوگ ہیں اور تیسری معنی بقا کے وہ ہیں اب  
نیت اور نہ پہلے کبھی نیت تھا اور آئندہ کو نیت ہوگا اور یہ خداوند اور اس کی ہمیشہ رہنے والی صفتیں ہیں کہ  
جو بقا کی مرتبہ میں ہیں چونکہ خدا تعالیٰ اپنی صفتوں کیساتھ قدیم ہے اور خدا کی بقا سے مراد اس کی وجود کی  
ہمیشگی ہے اور کسی کو اس کی صفتوں میں اس کے ساتھ شرکت نہیں پس فنا کا علم اسی قدیم اس کو سمجھنے  
کہ دنیا فانی ہے اور لفظ بقا کا علم یہ مراد ہے کہ عاقبت باقی ہے اور اس جگہ بقی بمعنی بقا ہے جس طرح کہ خداوند  
عالم ارشاد فرماتا ہے والاخرة خیر والبقی چونکہ عاقبت عمل اور باقی چیز ہے اور یہاں بقی بمعنی بقا ہے جس میں ہے  
اسوجہ کہ عاقبت کی عمر کی بقا کو فنا نہیں مگر مال بقا اور فنا سے یہ مراد ہے کہ جہل فانی ہے تو ضرور  
ہو کہ علم باقی ہو جس طرح کہ گناہ جہل فانی ہوتے ہیں تو طاعت باقی رہتی ہے پس جب بڑا اپنی علم اور طاعت کو پاتا ہو کہ  
غفلت سے فانی ہوتا ہے تو ذکر کے بقا سے باقی ہوتا ہے یعنی وہ مبری صفتوں کو دور کرتے اور نیک صفتوں کو اختیار  
کرتے پر قادر ہوتا ہے لیکن اصل طریقت کی مراد اس عبارت سے یہ نہیں ہے کہ جس کو ہم نے بیان  
کیا ہے اور اس گروہ کا اشارہ اس اصل میں علم حال کی طرف نہیں ہے اور  
اس فنا اور بقا کو اہل ولایت کمال کے درجہ کے سوا اور کسی امر میں استعمال  
نہیں کرتے اور جو مجاہدہ کے رنج سے آزاد ہو جاتے ہیں اور مقاموں  
کی قید اور احوال کے تغیر سے الگ اور یافت یعنی مقصود کی طلب میں  
۲۔ تکمہ سے دیکھنے والی جملہ چیزوں کے اور کان سے سننے والے  
سب احوال کے اور جاننے والے تمام بھیدوں کے اور پائے ہوئے  
ہر ایک بات کے ہو جاتے ہیں تو وہ لوگ بسبب پائے ہر ایک اسرار کے  
اپنی یافت یعنی اپنی خود بینی کو آفت دیکھتے ہیں اور جملہ چیز سے منہ پھیر  
لیتے ہیں اور مراد میں اُل کا ارادہ فانی ہوتا ہے حالانکہ وہ خدا سے  
ہوتے ہیں اور اپنے دعوئے کو چھوڑے ہوئے ہوتے ہیں اور اپنے معنی سے  
علو ہوتے ہیں اور معنی کے اظہار سے اور کرامتوں سے محبوب ہوتے ہیں اور



مقامات کو دیکھے ہوئے ہوتے ہیں اور آفتوں کے لباس پہنے ہوئے ہوتے ہیں اور وہ اپنی مراد میں مراد سے بے مراد ہوتے ہیں اور کل جہان سے اپنے مشرب کو ساقط کر لیتے ہیں اور تمام خواہشات دنیا سے اپنے دل کو اٹھائے ہوئے ہوتے ہیں جس طرح پرکہ کہا گیا ہے۔  
 ليهلك من هلك عن بينة ويحيى من حي عن نبية اور میں کہتا ہوں <sup>ففت</sup> فتاى بفقد هواى فنت فساد هواى فى الامور هوالك اذا فنى العبد عن اوصافه ادراك البقاء بتمامه يعنى  
 میری کل ہوا دھوس کے گم ہو جانے سے میری فنا کی ہو بھی فنا ہو گئی یعنی یہ محبت اور حرص  
 بھی کر میں مرکز بہشت پاؤں میرے دل سے جاتی رہی اوصاف سب امور میں میری دلی خواہش  
 فقط تیری محبت ہی ہوئی ہے یعنی جب آدمی اپنے اوصاف بشریت سے فانی ہو جاتا ہے  
 یعنی وہ اوصاف بشریت سے علیحدہ ہو جاتا ہے اور شہوات اور لذات کو ترک کر دیتا ہے  
 تو وہ پھر بقا کے معنے کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے تو اب یوں سمجھنا چاہئے کہ جب بندہ اپنی صفتوں  
 کے وجود کی حالت میں صفتوں کی آفتوں سے فانی ہو جاتا ہے تو وہ اپنی مراد کی فنا میں اپنی  
 مقصود کی بقا میں باقی ہو جاتا ہے پس اُس کافر اور بعد کچھ نہیں رہتا نہ اُس کو وحشت  
 اور محبت رہتی ہے اور نہ مقام صحوا و سکر کا اُس کو فراق ہوتا ہے اور نہ وصل اور نا پدید ہونا اور  
 اصطلام یعنی جڑ سے اکھاڑنا اور نہ رسم اور علم رہتا ہے اور نہ وہ نقوش اور رقمیں ہوتا ہے بلکہ  
 کیا ہوتا ہے جیسا کہ ایک بزرگ اس کے متعلق فرماتے ہیں <sup>طاح</sup> طاح مقامى لانهم كلالها فلست ارى  
 فى الوقت قهرا ولا بعدا فنيت بينى فبان لى الهدى فهدا ظهور الحق عند القنا قصد  
 يعنى میرا مقام اور رسوم دونوں ہلاک ہوئے پس اب میں وقت میں قرب اور بعد کو  
 میں نہیں دیکھتا چونکہ میں نے اُن کو اپنے سے فنا کیا پس اب میرے واسطے ہدایت  
 ظاہر ہوئی یعنی فنا کے نزدیک ارادہ حق تعالیٰ کے حق کے ساتھ کا ظہور ہے  
 اس سے معلوم ہوا کہ حقیقت میں ہر چیز کی آفت کی رؤیت کے سوا اور کچھ نہیں ہے اور  
 اُس کے الادہ کی نفی کے بغیر اس سے قنارت نہیں ہو سکتی ہے اور جس شخص کو اس امر کا



خیال ہے کہ کسی چیز سے فنا اس چیز کے حجاب میں ہونیکے سوا درست ہے پس یہ ہی غلطی ہے کیونکہ ایسا امر نہیں ہے کہ کوئی آدمی کسی چیز کو دوست رکھے اور کھے کہ میں اس سے باقی ہوں اور یا کسی چیز کو دشمن رکھے اور کھے کہ میں اس سے فانی ہوں پس یہ دونوں صفتیں طالب کی ہیں اور کوچہ فنا میں نہ محبت ہو اور نہ عداوت ہے اور نہ بقا میں جمع اور تفرق کی رویت ہے اور ایک گروہ کو ان کے معنی میں غلطی واقع ہوئی ہے یعنی جو لوگ کہ یہ کہتے ہیں کہ فنا سے مراد ذات کا گم ہونا ہے اور اپنے وجود کا نیست ہو جانا ہے یہ خطا ہے اور جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ بقا ہے کہ خدا کے ساتھ بندہ بقا ہو یہ امر محالات سے ہے اور حضرت سید علی ہجویری مصنف کتاب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں نے ہندوستان کی سفر میں ایک مرد کو دیکھا کہ جو تفسیر اور تذکیر اور علم میں مدعی تھا اور مقام فنا اور بقا میں اس نے مجھ سے مباحثہ کیا تھا اس کی تقریر سے مجھے فوراً معلوم ہو گیا کہ وہ مقام فنا اور بقا سے بالکل نا آشنا محض تھا بلکہ محدث سے اس کو فہم کا فرق بھی نہیں معلوم تھا اور اس گروہ کے جاہلوں سے بہت ایسے لوگ ہیں کہ جو کلیت کا فنا واسمجھتے ہیں حالانکہ یہ ظاہر امکاں ہے اس وجہ سے کہ کسی شے کے اجزاء کا فنا اور ان کا بالکل منقطع ہونا کسی طرح پر روا نہیں ہے لہذا ان خطا کار جاہلوں سے میں دریافت کرتا ہوں کہ اس فنا سے تمہاری کیا مراد ہے اگر وہ یہ کہیں کہ ہم عین کے فنا کو فناء سمجھتے ہیں تو یہ تو محال ہے اگر کہیں کہ ہم صفت کی فنا کو فناء سمجھتے ہیں تو اسکو ہم ہی جائز رکھتے ہیں لیکن ایک صفت کا دوسری صفت کے بقا کے ساتھ ہے اور یہ دونوں صفتیں بندہ کی ہیں اور یہ محال ہے اور فرقہ فطوریوں اور رمیوں نصاری کا مذہب ہے کہ حضرت بی بی مریم بسبب مجاہدہ کے عالم بسام یعنی دنیا کی سبب صفتوں سے فانی ہوئی ہیں اور لاہوتی بقا یعنی ذات الہی کے ساتھ ان کو بقا حاصل ہوئی اور حضرت مریم نے اسی کو بقا سمجھا اس واسطے وہ باقی ہوئیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی بقا کے نتیجہ ہیں اس وجہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ترکیب ترکیب انسانی سے نہ تھی بلکہ بقا الہی سے انکی بقا تھی



پس وہ اور اُن کی والدہ اور خداوند تعالیٰ یہ تینوں ایک بقا سے باقی ہیں اور جو قدیم ہے اور جو خدا کی صفت ہے اور یہ قول اُن حشیوں کے قول کے موافق ہیں کہ جو مجسمہ او شبہ میں ہیں اور خداوند عالم کی ذات کو حادثوں کا محل کہتے ہیں اور قدیم کی واسطے محدث کی صفت قرار دیتے ہیں پس میں ان سبکہ کہتا ہوں کہ کیا محدث قدیم کا محل ہے اور قدیم محدث کا محل ہے اور کیا قدیم کی واسطے محدث وصف ہو سکتا ہے یا محدث کی واسطے قدیم صفت ہو سکتی ہے میرے نزدیک اسکا جائز کتنا دہریوں کا مذہب ہے اور عالم کی حدوث کی دلیل کو باطل کرتا ہے اور اس سے صانع اور مصنوع کو قدیم کہنا چاہئے اور با دونوں کو محدث قرار دینا چاہئے کیونکہ مخلوق کا امتزاج نامخلوق سے ہوتا ہے اور نامخلوق کا حلول مخلوق میں ہوتا ہے اور یہ زیانکاری خاص اُن کے واسطے کفایت کرتی ہے بدین وجہ کہ جب وہ قدیم کو حادث کا قرار دیتے ہیں اور حادث کو قدیم کا محل کہتے ہیں تو مصنوع اور صانع کو قدیم کہنا پڑیگا اور لایل سے مصنوع حادث ٹھہرتا ہے پس صانع کو بھی حادث کہنا پڑیگا کیونکہ ہر چیز کا فعل محل اُس کے علین کی طرح ہوتا ہے اور جب محل حادث ٹھہرے تو لازم ٹھہرے کہ حال بھی حادث ہو پس ملازم ہو کہ حادث کو قدیم یا قدیم کو حادث کہیں اور ان دونوں امور کا مان لینا سرسر گمراہی ہے یعنی جو چیز کسی دوسری چیز سے موصول اور مقرون اور متحد اور مترشح یعنی ملی ہوئی اور اور ایک ہی ہو گئی ہو تو اُن دونوں چیزوں کا حکم ایک ہی چیز کی طرح ہوگا پس معلوم ہوا کہ ہمارا بقا ہماری صفت ہے اور ہمارے فنا بھی ہماری صفت ہے اور ہماری صفتوں کی خصوصیت میں ہماری بقا ہماری فنا کی طرح ہے اور ہماری فنا ہماری بقا کی طرح ہے یعنی ہماری فنا ایک صفت ہے کہ جو بقا کے ساتھ ہے اور وہ ایک دوسری صفت ہے اور پھر اگر کوئی فنا سے یہ امر مراد لے کہ بقا کو اس سے کوئی تعلق نہیں ہے تو جائز ہو سکتا ہے اور اگر بقا سے یہ امر مراد لے کہ فنا کو اس سے کوئی تعلق نہیں ہے تو بھی درست ہے کیونکہ اس فنا سے مراد غیر کے ذکر کی فنا ہے اور اس بقا سے مراد خدا کے ذکر کی بقا ہے جیسا کہ کہا گیا ہے



من فتن من الملائق بالمالا یعنی جو اپنی مراد سے فانی ہوتا ہے تو وہ خدا کی مراد سے باقی ہوتا ہے۔ پس اے طالب صادق جب تو اپنی مراد سے قائم ہو انو تیری مراد فانی ہوئی اور تیرا قیام فنا سے ہوا اور جب تو خدا کی مراد میں متصرف ہو انو خدا کی مراد باقی ہے پس تیرا قیام ساتھ بقا کے ہوا اور اس کی مثال اس طرح سمجھ لے کہ جو آگ کے غلبہ اور قہر میں پڑ جاتا ہے وہ آگ کی صفت پر ہو جاتا ہے اور ایک چیز کے وصف کو دوسری چیز کے وصف میں بدل دیتا ہے پس اس کو سمجھ لے کہ خدا کے ارادہ کا غلبہ آگ کے غلبہ سے بہت بہتر ہے مگر آگ کا یہ تصرف تو ہے کہ وصف میں ہے پس عین وہی ہی کیونکہ لوہا کبھی آگ نہیں ہوتا ہے واللہ اعلم بالصواب

## چھٹی فصل

پس اے طالب صادق متصوفین کو ان امور کے رموز میں ایک رمز خاص ہے کہ جو حضرت ابوسعید خراز رحمۃ اللہ علیہ اس گروہ کے مرشد اور صاحب راز ہیں خود ارشاد فرماتے ہیں الفناء قناء العبد عن رؤیة العبودیۃ والبقاء بقاء العبد بمشاہدۃ الالہیۃ .... یعنی مقام فنا بندگی کی رؤیت سے بندہ کا فنا ہونا مراد ہے اور بقا بندہ کے ساتھ بقا مشاہدہ الہی سے ہے یعنی بندہ کو اپنے افعال سے بندگی کو دیکھنا آفت ہے اور بندہ بندگی کی حقیقت کو اُس وقت پہنچتا ہے کہ جب اُس کو اپنی کردار کا دیدار میر نہیں ہوتا اور اپنے فعل کے دیکھنے سے فائق ہو جاتا ہے اور خداوند عالم کے افعال کی دیکھنے سے باقی ہوتا ہے تاکہ اُس کی نسبت حق تعالیٰ سے ہو جائے اور اس نسبت کو اپنی جانب منسوب نہ کرے کیونکہ افعال سے جس قدر فعل بندہ منسوب ہو گا وہ سب ناقص ہو گا اور جو افعال حق تعالیٰ سے منسوب ہو گا وہ سب کامل ہو گا پس جب بندہ اپنی تعلقات سے فانی ہو انو فوراً حق تعالیٰ کے عرفان کی تجلی اُس پر ہو جاتی ہے اور وہ ہر وقت



مشاہد الہی میں رہتا ہے اس کے متعلق حضرت ابوالغنیوب نہر جوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں  
 حصۃ العبودیۃ فی الفناء والبقاء یعنی بندگی کرنے کی صحت فنا اور بقا میں ہے  
 کیونکہ جب تک بندہ اپنے کل تعلقات کو ترک نہ کر لیگا تب تک اخلاص کے ساتھ خدمت  
 کے لائق نہیں ہوگا پس انسانیت کے تعلقات سے کنارہ کرنا فنا ہے اور اخلاص عبودیت  
 کا نام بقا ہے اور حضرت علامہ شبہانی کے بیٹے حضرت ابراہیم فرماتے ہیں علم الفناء  
 والمقا علی الاخلاص والوحدانیۃ وصحت العبودیۃ وما کان غیر هذا فهو  
 المغالیط والنزہۃ یعنی فنا اور بقا کے علم کا قاعدہ اخلاص اور وحدانیت پر ہے  
 یعنی جب بندہ خدا کی وحدانیت کا اقرار کرنے والا ہو تو وہ اپنے آپ کو خدا کے حکم کا مغلوب  
 اور مقہور دیکھتا ہے اور مغلوب غالب کے غلبہ میں فنا ہوتا ہے اور جب مقام فنا  
 بندہ پر درست ہوتا ہے تو وہ اپنے عجز کا اقرار کرنے لگتا ہے اور بندگی کے سوا کوئی  
 چارہ نہیں دیکھتا اپنے رضا کی بارگاہ کے حلقہ میں ہاتھ ڈال دیتا ہے اور جو کہ فنا کو خدا  
 کی ذات میں فنا ہو جانا یا بقا کو خدا کی ذات سے متحد ہو کر باقی رہنا جانتا ہے وہ غلطی پر  
 ہے اور زندقہ اور نصاریٰ کے مذہب پر ہے جیسا کہ اس سے پہلے ہم بیان کر چکے۔ اور  
 میں کہ عثمان جلالی کا بیٹا علی ہوں صاف کہتا ہوں کہ یہ سب قول اگرچہ عبارت میں مختلف  
 ہیں مگر ازر وئے معنی کے ایک دوسرے کے نزدیک ہیں اور ان سب کی حقیقت ایک  
 ہے لیکن فرق استقدر ہے کہ بندہ کی فنا خدا کے جلال کے دیکھنے سے ہی اس وجہ سے  
 کہ اُس کی عظمت کے کشف سے یہاں تک بندہ کی حالت ہو جاتی ہے کہ وہ اُس کے  
 غلبہ جلال کی وجہ سے اپنے دین و دنیا کو فراموش کر بیٹھتا ہے اور احوال اور مقام اُسکی  
 بزرگی میں جھپٹا کر امتوں کا نمود اُس کے زمانہ میں اُس کی عقل سے گم اور نفس اُن کا فانی  
 ہو جاتا ہے اور فنا کے میدان میں اُس کی زبان حق تعالیٰ سے ناطق ہو جاتی ہے اور  
 اُس کا جسم فروتنی کرنے والا ہو جاتا ہے جس طرح پر کہ ابتدا ربی آدم کی پشت سے



اولاد کا نکلتا اور آفتوں میں بندوں کا مبتلا ہوتا ہے جیسا کہ اسمعی کے متعلق ایک بزرگ فرماتے ہیں۔  
 فتنہ منکنت انت کنت ادرسی کیف لسبیل الیک ۛ ائیتنی عن جمیع فتن الیک علیک  
 یعنی اگر میں جان لیتا کہ میرے پاس پہنچنے کی کیا سبیل ہو تو میں تمام چیزوں سے قناعت  
 کر کے تیری ہی یاد میں رہتا رہتا اور ایسا ہی ایک اور بزرگ فرماتے ہیں۔

فنی فتائی فنا فتائی      وفی فتائی وجدت انت

موت اسی رسم جسمی      سالت عنی فقات انت

یعنی میری فتائیں میری فنا بھی فنا ہو گئی اور میں نے اپنی فتائیں تیری عرفان کو حاصل  
 کر لیا اور میں نے اپنے اکم اور جسم کی رسموں کو تیری یاد میں اٹھلا دیا پس اگر تو نے مجھ سے  
 کوئی سوال کیا تو میں نے یہی کہا کہ تو ہی جانتا ہے۔

پس اے طالب صوابی یہ احکام فنا اور بقا ہیں۔ جو تجھ سے بیان کئے اور یہ ہی فقر اور تصوف  
 کے باب میں مینے بیان کیا ہے اور جہاں اس کتاب میں فنا اور بقا سے مراد ہے یہی خزانوں  
 کا مذہب ہے۔ چونکہ حضرت ابوسعید خراسانی رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ سب سے افضل اور عمدہ  
 ہے اس واسطے کہ جو جدائی وصل کی دلیل ہوتی ہے وہ اصل سے خالی نہیں ہوتی ہے  
 اور اس گروہ کے کلام میں یہ عبارت بہت مشہور ہے واللہ اعلم ۛ

## خفی فی

اس گروہ کے مشائخ خفیف کے بیٹے حضرت ابی عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے محدث کرتے ہیں  
 روایت ہے کہ یہ بزرگ اپنے وقت کے علامہ اور عالم ظاہری و باطنی سے آراستہ تھے۔ تمام  
 لوگ انکی بہت قدر کرتے تھے انکی تصنیفات تصوف میں بکثرت ہیں اور انکی نیک صفتیں  
 لوگوں کی زبانزد ہیں اور انکے عادات و اخلاق خلق محمدیہ سے سراسر ملوث تھے آپ عزیز روزگار  
 اور عزیز نفس اور پاک فن تھو اور نفسانی خواہشوں سے منہ پھرتے والے تھے ۛ حضرت مصنف



کتاب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں نے بزرگوں سے سنا ہے کہ اپنے چار سونکاح کئے تھے اسکا سبب  
لوگوں نے یہ بیان کیا کہ حضرت ابو عبد اللہ محمد شامی ہر ادول میں تھے جب اپنے توبہ کی توفیق راز کے  
لوگ آپ کے پاس بکثرت آنے لگے اور جب آپ کا مرتبہ بزرگ ہوا تو بادشاہوں اور سار کی مٹیاں  
تبرگ آ آپ کو چاہنے لگیں کہ آپ سے نکاح کریں چنانچہ آپ ان سے انکی خواہش کی موافق نکاح کر لیا  
کرتے تھے اور مباشرت سے پہلے یا کرہ ہی کو آپ طلاق دیدیا کرتے تھے لیکن ایک چالیس سال  
تک یہ صحبت رہی مگر ایک زہر کی لڑکی آپ کی صحبت میں زیادہ رہی اور بکران شیرازی کی بیٹی شیخ  
ابوالحسن علی سے میں نے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ ایک روز ان عورتوں سے جو آپ کی حکم میں تھیں  
ایک گروہ جمع ہوا اور ہر ایک آپ کی حکایت بیان کرنے لگے آخر سب عورتیں اس امر پر متفق ہوئیں  
کہ انہوں نے شیخ کو خلوت میں نفسانی خواہش کے اسباب میں کبھی نہیں دیکھا یہ ہر ایک عورت  
کے دلیں ایک سو سو پیدا ہوا اس سے پہلے ہر ایک عورت جانتی تھی کہ فلاں عورت شیخ کی بہت  
مخصوص ہے آخر بالاتفاق سب نے کہا کہ شیخ کی صحبت کے ہمید وزیر کی لڑکی کے سوا زیادہ  
کوئی خبر نہیں رکھتا ہے کیونکہ کئی سال ہو گئے ہیں کہ وہ شیخ کی صحبت میں شیخ کی راز دار  
ہے اور شیخ اس کو زیادہ دوست رکھتا ہے لہذا اس گروہ نے اپنے میں دو عورتوں کو پسند کیا  
اور انہیں وزیر کی لڑکی کے پاس اس غرض سے روانہ کیا کہ وہ جا کر کہیں کہ شیخ تجھ کو زیادہ  
پسند کرتا ہے اور شیخ تیری صحبت سے بہت خوش ہوتا ہے کیا ہم کو معلوم ہو سکتا ہے کہ شیخ تجھ کو  
کبھی اپنے تصرف میں لایا یا نہیں جب ان عورتوں نے یہ سوال وزیر کی لڑکی سے کیا تو اس نے  
ان سے کہا کہ جب شیخ مجھ کو نکاح کر کے لایا تو ایک شخص میرے پاس آیا اور کہا کہ آج رات شیخ میرے  
گھر میں آئیگا تو سامان دعوت کر اس روز میں خوب کھانے فریدار پکا کر اور اپنی زیبائش میں بہت  
کچھ تکلف کیا تو شیخ ایک عرصہ تک مجھ کو دیکھتے رہے جب میرے دیکھنے سے فراغت پائی تو کچھ عرصہ تک  
کھانیا کو دیکھتے رہے اور اسکے بعد میرا ہاتھ کو پکڑا اور اپنی آئین میں اپنے سینے پر لگے سینے  
دیکھا کہ شیخ کے سینہ سے ناف تک پندرہ گریں پڑی ہوئی تھیں اسوقت مجھ سے فرمایا کہ اے



دیر کی لڑکی مجھ سے دریافت کر کہ یہ گریں کیسی ہیں اور کیونکر ہیں جبکہ دریافت کیا کہ یہ گریں کیونکر ہیں شیخ نے فرمایا کہ یہ سب گریں بقیار می اور شدت صبر سے ہیں کہ مینی بقیاری اور صبر کو مانگھ سے جانے نہیں دیا ہے اسکی یہ گریں پڑ گئی ہیں کیونکہ تیری چہرہ اور تیرے کھانے سے پیٹنے صبر اختیار کیا ہے یہ فرمایا اور اٹھ کر خانقاہ کو چلے گئے پس اے میری بہنو شیخ کا جو بڑا معاملہ میرا تھا ہوا ہے وہ یہ ہے جو میں نے تم سے بیان کیا چونکہ تصوف میں شیخ کا مذہب غیبت اور حضوری کا ہے لہذا حضرت مولف کتاب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اسی عبادت کا بیان بقدر اپنی طاقت کے اوسکو بیان کرتا ہوں \*

## غیبت اور حضوری کا بیان

پس اطلب صا دق غیبت اور حضوری یہ دو عبارتیں ہیں کہ جبکا ابراؤ مقصود کی عین معنی میں عکس کی طرح ہو ہے اور آپس میں جو ایک دوسرے کی ضد ہیں اور ارباب لسان اور اہل معنی میں مستعمل پے درپے ہیں پس حضور کے اوقیہنی دلالت سے دل کا حضور ہی بدرجہ کفیبی حکم اسکے واسطے عینی کا حکم رکھے اور غیبت مراد خدا کے غیر سے دل کا غائب ہونا ہے اُس حد تک کہ اپنے سے غائب ہو جائے بلکہ اپنی غیبت سے بھی غائب ہو جائی تاکہ اپنے سے اپنی غیبت کے سبب اپنی اوپر نگاہ نہ کر سکے اور اسکی علامت رسوم کے حکم سے منہ کا پیر لینا ہے جیسکہ حرام سے بنی معصوم ہوتا ہے پس اپنے سے غیبت حق سے حضور ہی اور حق سے حضور اپنی سے غیبت ہی یعنی جو اپنی سے غائب ہے وہ خدا تعالیٰ کی درگاہ میں حاضر ہوتا ہے اور جو خدا تعالیٰ کی درگاہ میں حاضر ہوتا ہے وہ اپنی سے غائب ہوتا ہے پس دل کا مالک خداوند تعالیٰ ہے یہ امر ثابت ہے خب خدائے بزرگ کے جبروں میں سے کسی جذبے نے طالب کے دل کو مفہور کر دیا تو اس کے نزدیک غیبت کو حضور بنا لیا پس اس کے شرکت اٹھ گئی اور اضافت اُس پر منقطع ہو گئی جیسا کہ ایک بزرگ کا قول ہے ۔

ولی فواد دانت مالکہ بلا شریک فکیف ونقسم



یعنی جہول کے لئے خدا کے سوا دوسرا مالک نہیں ہے تو یہ بات ایسا چچی ہے کہ غیر حاضر اور اس کے  
تصرف میں ہو اور حکم نظر میں عین کے ساتھ جمع ہو پس اگلا لب یہ دلائل نور و روشن خیال احباب کی  
دلیل ہیں لیکن جب بزرگوں کے واسطے فرق واقع ہوتا ہے تو اس میں بہت بحث ہیں یعنی ایک  
گروہ کے نزدیک حضور غیبت پر مقدم ہے اور ایک گروہ غیبت کو حضور پر مقدم کہتا ہے جیسا کہ  
مقام سکرا و صحو میں ہم نے بیان کیا ہے مگر صحو اور سکر و صفوں کے باقی ہونے پر قائم ہوتا ہے  
اور غیبت اور حضور اور صفوں کے قیام پر باقی رہتا ہے پس جو لوگ کہ تحقیق میں اس امر کا اعزاز  
رکھتے ہیں اور غیبت کو حضور پر مقدم کہتے ہیں وہ لوگ بن عطاء اور حسین بن منصور اور ابو بکر اور یسار بن حسین  
اور ابو حمزہ بغدادی اور حضرت سمنون محب ہیں اور عرفیوں میں سے ایک گروہ کہتا ہے کہ  
خدا کے راستہ میں سب بڑا حجاب تو ای ہے جیب تو اپنے آپکے غائب ہوا تو تیری ہستی کے جوہوں  
کی آفتیں تجھ میں فانی ہو گئیں اور زمانہ کا قاعہ پلٹا اور مرید و نیک مقامات سب تیرے  
حجاب ہو گئے اور طالبوں کے احوال سب تیری واسطے آفت ہو گئے اور مثبتات یعنی تیری نمود و ہمت  
میں خوار ہو گئے اور تیری آنکھ اپنی اور اپنی غیر سے بند ہو گئے اور صفات بشریہ اپنی قرار گاہ میں  
قریب کے شعاع سے جا لگیں اور او کی صوت یوں سمجھنا چاہیے جس طرح پر کہ خداوند عالم نے تیرے  
غائب ہونے کے حال میں پشت آدم سے نکلنا کانا اور اپنا مبارک کلام تجھ کو سنایا اور خلعت  
توحید اور لباس مشاہدہ سے تجھ کو مخصوص بنایا اور جنت تک تو اپنے سے غائب رہا اس وقت تک خدا سے  
بغیر حجاب کے حاضر رہا اور جب اپنی صفاتوں سے حاضر ہوا تو مقام قرب میں تو غائب ہو گیا پس تیرا  
ہلاک تیرے حضور میں ہے جیسا کہ خدا کے بزرگ و برتر نے فرمایا ہے ۔ و لقد جئتمونا  
فرادی کہا خلافت کم اول قریۃ یعنی تحقیق آئے تم تمہارے پاس اکیلے جیسا کہ ہم نے تم کو  
پہلے پیدا کیا اور حضرت حارث مجاہدی اور حضرت جنید اور سہیل بن عبد اللہ اور حضرت ابو نعیم  
حداد اور حضرت ابو حمد و ن قضا اور ابو محمد و ان صوری اور حضرت علامہ حضری اور حضرت  
محمد بن خلیفہ علیہ السلام صاحب مذہب معا و ایک جماعت کے اس پر ہیں کہ حضور کو



غیبت پر تقدم ہے اس وجہ سے کہ سب جمال حضور میں ہیں اور اپنے سب غیبت خدا کے حضور میں رہتے  
ہے جب تو پیشگاہ خداوندی میں آتا ہے تو اس وقت راست آفت بخاتا ہے ہیں جو اپنے سے غائب  
ہوتا ہے ضرور گاہ خدا میں حاضر ہوتا ہے چونکہ غیبت کا فائدہ حضور ہے اور بغیر حضور کی غیبت  
میں نور نہیں ہوتا ہے پس لازم ہے کہ تارک غفلت ہوتا کہ غیبت کا مقصود حضور ہو لہذا جس وقت  
مقصود موجود ہوتا ہے اُس وقت غفلت نہیں رہتی ہے جیسا کہ ایک بزرگ فرماتے ہیں

لیس لغائب من غائب من البلاد اما الغائب من غائب من المراد

ولیس الحاضر من لیس له ولد اما الحاضر من لیس له فواد

(حتی استقر فیہ الطراد)

یعنی غائب وہ نہیں ہوتا کہ جو شہر اور ولایت سے غائب ہو بلکہ غائب ہوتا ہے جو اپنے سب  
ارادوں سے غائب ہوتا کہ اُس کا ارادہ خدا کا ارادہ ہو جائے اور حاضر وہ نہیں ہوتا جس کو چیز و نہا  
ارادہ نہ ہو بلکہ حاضر وہ ہوتا ہے کہ اُس کا دل خورندہ ہو اور اپنے آپ کو آراستہ کرنے والا نہ ہوتا کہ  
اُس کی دنیا اور عاقبت نہ ہو اور نہ ہوا سے آرام ہو آرام کرنے سے مراد ایک جگہ قرار پکڑنا ہی  
اور اس نام کے متعلق ایک بزرگ فرماتے ہیں

من لم یکن یک فانیا عن نفسه وعن الهوی بالانزاع الاحباب

فکانتہ بین المراتب اقف لمنا لحظا و نحن مآب

یعنی جو تیرے ذکر اور یاد میں نفسانی شہوات اور دوستوں کی محبت کو فناء کر دے تو وہ گو یا مرتب  
میں حظ نفسانی کے حصول کی اچھی بازگشت کیلئے تیسرا ہوا ہے اس کے متعلق مشہور ہے کہ حضرت  
ذوالنون مصری کے مریدوں سے ایک شخص نے حضرت بایزید کی زیارت کا ارادہ کیا جب  
انکی حجرہ کے دروازہ پہنچا اور دروازہ کو کھٹکھٹایا تو حضرت بایزید نے دریافت فرمایا کہ تو کون ہے  
اور کس کڑھونڈتا ہے اس نے کہا کہ بایزید کو کھا بایزید کون ہے اور کہاں ہے اور کیا چیز ہے  
میں خود مدت سے بایزید کو ڈھونڈتا ہوں مگر مجھے بایزید نہیں ملا جب شخص لوٹ کر حضرت



ووالنون مصری کے پاس آیا اور یہ حال بیان کیا تو آپ نے فرمایا یا خبیث البویزید ذلہب  
فی الدناہمین اللہ یعنی میرا بھائی یا زید راہ خدا کے جائے والوں میں جا ملا  
ایک اور رعایت ہے کہ ایک شخص محض حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا اور کہا کہ بہتر ہو  
کہ جب قدر تھوڑے دن میں میرے پاس تشریف رکھیں تاکہ میں آپ سے کچھ باتیں کروں آپ نے  
فرمایا کہ اے جو امر تو مجھ سے وہ چیز چاہتا ہے جسکو میں مدت سے چاہتا ہوں یہاں تک کہ کئی سال  
ہو چکی ہیں کہ میں چاہتا ہوں کہ ایک دم اپنے ساتھ حاضر ہوں مگر مجھ سے نہیں ہو سکتا ہے تو  
اب تو ہی بتا کہ میں تیرے ساتھ کیونکر رہ سکتا ہوں اس سے معلوم ہوا کہ غیبت میں حجاب کی  
وحشت ہے اور حضور میں کشف کی راحت ہے اور بلکہ تمام احوال میں کشف حجاب کی طرح  
نہیں ہے اس کے متعلق حضرت شیخ ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔

تفشم غیم الجوع عن قمر الحبيب واسفرانودا لصبر عن مظلة الغیب

یعنی محبت کے چاند سے ہجر کا بادل ہٹ گیا اور غیبت کے اندھیرے صبح کا نور پھوٹ نکلا  
پس اے طالب ان معنوں کے فرق میں مشائخ کے عمدہ لطیفے اور ظاہر گفتگوئیں ہیں بلکہ ہر  
ایک ان گفتگو و نکو آپس اپنے تدارک کرتا ہے بعض کہتے ہیں کہ حق سے حضور اور اپنی غیبت  
برابر ہے کیونکہ غیبت سے مراد حضور ہے اور جو اپنے آپ سے غائب نہیں ہے وہ حق سے حاضر  
نہیں ہو اور جو حاضر ہے وہ غائب کس طرح پر کہ حضرت ایوب علیہ السلام کی بے صبری بلکہ  
وارد ہونے میں تھی یعنی انہوں نے اپنے آپ کو نہ دیکھا بلکہ اس حال میں اپنے سے غائب ہی تھو  
چنانچہ حق تعالیٰ نے اس پر صبری کے عین کو صبر جدا نہیں کیا اور جب حضرت ایوب نے عرض  
کیا اے منی الضردانت ارحم الراحمین یعنی تحقیق مجھ کو ایذا پہنچتی ہے اور تو بہت  
مہربان ہے اور خداوند تبارک تعالیٰ نے فرمایا فاستجبنا له فکشفنا ما به من ضرر یعنی  
وہ تو یہ کرنبو الاتھا پس ہمتے اسکو قبول کیا اور کھولا اسکو جو اس پر ضرر اور ایذا تھے اور  
یہ حکم سے الودہ میں ظاہر ہے پس اے طالب اس مضمون کو غور سے سمجھ لے اور حضرت



جنیدؒ سے مروی ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ کچھ زمانہ میرا ایسا تھا کہ آسمان اور زمین میرے  
 حال پر روتے تھے۔ پھر میں ایسا ہو گیا کہ میں اون کی غیبت پر رونے لگا اور اب پھر یہ زمانہ ہے  
 کہ نہ مجھے آسمان کی خبر ہے اور نہ میں زمین کو جانتا ہوں اور نہ اپنی مجھے خبر ہے۔ پس اے  
 طالب یہ ایک عمدہ اشارہ ہے جس سے حضور میں غیبت اور حضور کے معنی معلوم ہوتے  
 ہیں یہ سب خفیفی فرقہ کے طریق ہیں کہ جو اپنے بیان کئے اگر میں یہ امر ظاہر کروں کہ غیبت اور  
 حضور سے اس قوم کی کیا مراد ہے تو کتاب طول پکڑے لہذا اس مختصر پر اکتفا کیا گیا ہے  
 وبالله التوفیق

## فرقہ سیاریہ

پس اے طالب اب میں تجھ کو فرقہ سیاریہ کی شناخت بتاتا ہوں۔ اس فرقہ کے لوگ ابی عیسیٰ  
 سیاری سے محبت کرتے ہیں یہ مرد کے امام تھے اور تمام علوم کے عالم اور ابو بکر واسطی  
 کے بار تھے اور آج نسا اور مرد میں اون کے اصحابوں اور اون کے طبقہ کے لوگوں میں بہت لوگ ہیں  
 مگر کوئی مذہب تصوف میں اپنے حلیہ نہیں رہا مگر ان کا مذہب اپنے حلیہ پر باقی ہے کیونکہ مرویہ  
 نسا کسی وقت پیٹوا سے خالی نہیں رہا ہے جسے ابی عباس کے اصحابوں کو آج کے روز تک اون کے  
 مذہب کے قائم رکھنے اور اون کی رعایت کرنے میں تاکید کرتے رہے ہیں اور نسا کے لوگ جو آپ کے  
 دوستوں میں سے ہیں اہل مرد کے ساتھ بہت لطیف اور بامعنی خط و کتابت کرتے ہیں چنانکہ  
 انکی باتیں ایک دوسرے کے ساتھ خط و کتابت سے ہوتی ہیں حضرت مصنف کتاب علیہ الرحمۃ  
 فرماتے ہیں کہ میں نے ان خطوں میں کبھی خط کو مرد میں دیکھا ہے نہایت خوش خط اور بامعنی ہیں  
 بلکہ انکی بنا جمع اور تفرقہ پر ہے اور یہ الفاظ تمام اہل علم میں مستعمل ہیں بکہ ہر ایک گروہ کا  
 آدمی اپنی عبارتوں میں اپنی سمجھ کے موافق اپنی صفت میں ان الفاظ کا استعمال کرتے ہیں  
 لیکن ہر ایک کی مراد جدا ہے جیسا کہ اہل حساب جمع اور تفرقہ سے مراد عددوں کے جمع  
 کرنے اور اون کے ایک دوسرے کے جدا ہوتے سے سمجھتے ہیں اور لغوی ناموں کا جمع کرنا



اور ان کے معنوں کا فرق جانتے ہیں اور فقہاء لوگ نیز کائنات کا تفرقہ اور قیاس کا جمع کرنا اور نفس کی جمع اور قیاس کا تفرقہ قرار دیتے ہیں اور مولیٰ انکی صفت کا جمع کرنا اور فعل کی صفتوں کا تفرقہ سمجھتے ہیں لیکن اس گروہ کی مراد ان معنی سے ہے جیسا کہ میں نے ذکر کیا ہے اور میں ان عبارتوں میں اس گروہ کے مقصود کو اور ان کے اختلاف کو لکھتا ہوں تاکہ اے طالب تجھے اسکی حقیقت معلوم ہو جاوے اور صوفیہ کے کرام کا جمع اور تفرقہ سے کیا مقصود ہے واللہ اعلم بالصواب

## جمع اور تفرقہ کا بیان

پس اے طالب خدائے تعالیٰ نے تمام لوگوں کو اپنی دعوت میں جمع فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے واللہ یدعو الی دال السلام یعنی خدا تعالیٰ پکارتا ہے سلامتی کے گھر کی طرف اس کے بعد ہدایت کے حق میں فرق بیان کیا ہے یعنی دیہدی من یشاء الی صراط مستقیم اور راہ دکھلاتا ہے کہ چاہتا ہے سیدھے راستہ کی طرف اور از روئے دعوت کے سب کو بلایا ہے اور ایک گروہ کو اپنے ارادہ کے اظہار کے حکم کے موافق نکال دیا ہے خود ہی جمع کیا اور سب کو حکم دیا اور ان میں فرق تبلیا اور ایک گروہ کو گمراہی کے سبب سے رو فرمایا اور بعض کو توفیق مرحمت فرمائی اور اس کے سوا نہی میں جمع کیا اور میں فرق کیا اور ایک گروہ کو پاک کی عنایت فرمائی اور ایک گروہ کو آفت میں مبتلا کیا پس ان معنوں میں جمع کے بھید کی حقیقت خدا کی مراد اور معلوم سے نہی اور امر و نہی سے تفرقہ کا اظہار ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی اور خود ہی قربانی نہ کرنے دی اور ایلین علیہ اللعنة کو ارشاد ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کر اور شیت یہ تھی نہ کرے اور آدم علیہ السلام کو گمراہیوں کو مانع کیا اور خود ہی اس کے کھانے کی رغبت میں پیدا کی اور الیسا ہی اور یہ ہے جیسا کہ کہا ہے الجسد ما جمع باوصافہ والتفرقة ما فرق بانفاله یعنی جمع وہ ہے کہ جو اسکی صفتوں میں جمع کیا گیا ہو اور تفرقہ وہ ہے کہ جو اس کے فعلوں میں فرق تبلائے اور یہ سب راہ کا قطع کرے مراد ہے اور خدا تعالیٰ



کے ارادہ کا ثبوت ہے گو یہ امر لوگوں کے ارادہ میں تصرف کا ترک ہی مگر نہیں ہنوی جقدہ اس کے متعلق بیان کیا ہے سوائے گروہ معتزلہ کے سب کا اس پر اتفاق ہے مگر معتزلہ کو اس پر اتفاق نہیں ہے اور ان کے سوا اور لوگوں نے بھی جمع اور تفرقہ میں اختلاف کیا ہے بعض اس کو توحید قرار دے کر لے ہیں اور اس کے دو درجہ قرار دیتے ہیں یعنی ایک خدا کی صفتوں میں سر بندہ کی صفتوں میں کہتی ہیں پس جو خدا کی صفتوں میں ہو وہ توحید کا سر ہے اس بندہ کا کہ منقطع ہو جاتا ہے اور جو بندہ کے اوصاف میں اسے مراد توحید و صدق عقیقت اور صحت عزیت ساتھ اور یہ قول ابو علی رودباری کا ہے۔ اور دوسرا گروہ اس کو صفات پر جلی کرتے ہیں کہ جمع صفت حق تعالیٰ کی ہے اور تفرقہ حق تعالیٰ کا قول ہے اور بندہ کا کہ اسے منقطع ہے چونکہ اہیت میں خدا کو ساتھ جھکڑا نہیں ہے پس غفلت اور صفات کا جمع کرنا اس کو اختیار میں کیونکہ جمع اصل میں ٹھیک و برابر کرتا ہے اور اس کی ذات اور اس کی صفتوں کو سوا سب چیزیں عدم کے مساوی ہیں اور عبارت دین کے ایک دوسرے جدا کر نہیں اور خلق کی تفصیل میں مجتمع نہیں ہوتے ہیں پس اطالب اس کو یوں سمجھنا چاہئے کہ خدا تعالیٰ کی صفاتیں قدیم ہیں اور اسے مخصوص ہیں ان کا قیام اس کی ذات پاک سے ہے اور ان کے وجود کی خصوصیت اسی سے ہے اور ذات اور اس کی صفاتیں دونوں میں اگر وہ ہونگی تو اس کی وحدانیت میں فرق لازم آئے گا پس اس کی امدانیت پر جمع کا حکم اس معنی کے سوا اور کسی معنوں میں ہرگز اچھا نہیں ہے۔

## حکم میں تفرقہ

پس ای طالب اب میں تجھ کو بتاتا ہوں کہ حکم میں تفرقہ کیونکر ہے کیونکہ یہ خداوند علم کے فعال ہیں کہ حکم میں سب متفرق ہیں اس وجہ سے کہ ایک کے واسطے وجود کا حکم ہے اور دوسرے کے واسطے عدم قرار دیا ہے مگر یہ یاد رہے کہ عدم وہ ہوتا ہے کہ جو ممکن الوجود ہوتا ہے پس اگر کہے بی فنا کا حکم ہے اور دوسرے کی واسطے بقا کا حکم ہے اور اس کے سوا ایک اور گروہ ہے جو علم پر جاتا ہے اور کہتا ہے کہ الجملہ علم التوحید والتفرقة علم الاحکام یعنی جمع توحید کا علم ہے اور تفرقہ احکام کا علم ہے اس معلوم ہوا کہ اصول کا علم جمع ہے اور اس کے فروع کا علم تفرقہ ہے اور مثل ان کی اور ایک بزرگ کہتے ہیں الجملہ ما اجتمع علیہ اهل العلم والتفرقة ما اختلفوا فیہ



یعنی جمع وہ ہے جس پر اہل علم نے اجماع کیا ہوا اور تفرقہ وہ ہے کہ ہمیں علمائے اختلاف کیا ہو اور  
تصوف کی تحقیق کہ نہ خالق نہ مخلوق نہ خدا نہ اللہ تعالیٰ اور نہ کچھ چہروں کو ہوش کرے وہ اپنی بھارتوں اور مروتوں  
میں فقط تفرقہ سے مراد مطلقاً نہیں کہ سب قرار دیتے ہیں بلکہ مجمع کہ لفظ کو مواضع مجاہدہ اور مشاہدے  
بتلائے ہیں اس کے طالب علم کہ کر جو بندہ مجاہدہ سے خدا کی طرف راہنہ پائے وہ تفرقہ میں ہے اور  
جس بندہ پر خدا کی عنایت اور مہربانی ہے وہ جمع ہے پس بندہ کی عزت اس میں ہے کہ وہ اپنے قلوب کے  
وجود اور مجاہدہ کو خدا کی نوازشوں میں متفرق پائے اور مجاہدہ کو ہدایت کے پہلو میں متقی کر دیں بندہ  
کا کسبِ ثواب سے ہوا اور اس کا قیام سبب خیال ہے سو چونکہ خدا تعالیٰ سب صفوں سے موصوف ہے اور  
بندہ کے افعال کی تکمیل و کارسازا سکی و عافیت کیونکہ بندہ کو افعال کی صفاقت محبت تعالیٰ کی صفات سے ہوا چنانچہ  
سب کی نسبت آزاد ہوتا ہے جیسا کہ پیغمبر علیہ السلام نے ہیں حضرت جبریلؑ و خضرؑ و ادریسؑ و ابراہیمؑ و اسماعیلؑ  
کہ لا یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبہ فاذا احببہ کنت لہ سبعاً و بصرّاً ویداً  
و قواد و لساناً و قہراً لیسمع و لی بصر و لی یبطش یعنی بندہ جب مجاہدہ کے ذریعہ  
سے ہم سے نزدیک کرنا ہے تو ہم اس کے تئیں اپنی دوستی تک پہنچانے میں اور اس کی ہستی کو  
اوس میں فانی کر دیتے ہیں اور اس کی نسبت اس کے مخلوق سے ہم اٹھا لیتے ہیں تاکہ وہ ہم سے مستجاب  
جو کچھ سنتا ہے اور ہمیں کہتا ہے جو کچھ کہتا ہے اور ہمیں کو دیکھتا ہے جو کچھ دیکھتا ہے اور ہمیں کہتا ہے  
جو کچھ کہتا ہے یعنی ہمارے ذکر میں ہماری ذکر کا مغلوب ہوتا ہے اس کا سب اس کے ذکر سے فنا ہوتا ہے اور  
ہمارا ذکر اس کے ذکر کا سلطان ہو جاتا ہے اور اومیت کی نسبت اس کے ذکر سے دور ہو جاتی ہے  
پس اس کا ذکر ہمارا ذکر ہو جاتا ہے اور اس کا غلبہ حال اس کی صفت پر ہو جاتا ہے جیسا کہ حضرت بابائے  
نے فرمایا ہے سبحانی ما اعظم شأنی یعنی پاک و ایمان کو نبوالا نہیں اور میری شری شان ہے  
پس جو کچھ کہا وہ خدا کی گفتار کا نشان ہے جو کچھ کہا وہ حق کہا اور ہمارے حضور علیہ السلام نے ارشاد  
فرمایا الحق ینطق علی لسان عبد یعنی خدا تعالیٰ حضرت عمرؓ کی زبان پر باتیں کرتا ہے اس کی حقیقت یوں  
ہے کہ جب قہریت خدا کی طرف آدمی پر غلبہ کرتی ہے تو اس کی ہستی اس سے دور ہو جاتی ہے اس واسطے کہ



بندہ کی سب گویائی خدا کے متعلق ہوتی ہے اس استحاکم بغیر کہ خدا کو مخلوق سے امتزاج ہوتا ہے  
یا اتحاد ہوتا ہے یا اس کا حلول ہوتا ہے تعالیٰ عن غلات علی صفہ الملاحۃ علو اکبراً اور خدا اس سے پاک اور بہت  
ہی بلند ہے پس وہ ہے کہ حق تعالیٰ کی دوستی بندہ کے لیے غلبہ کرے اور غلبہ اور کثرت کو سب سے  
طبیعیں اور عقل اوکی برداشت کرنے سے عاجز ہو جائیں اور اس کا امر بندہ کے کسی ساقط ہوا وقت  
اس وجہ کو جمع کہتے ہیں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مستغرق اور مخلو ل حال تھے کہ جو فعل  
اس کے سرزد ہوا تو خداوند تعالیٰ نے اس فعل کی نیت کو ان سے دور کر دیا ایسا سطر ارشاد فرمایا دما  
سہبت اذہمیت و لکن اللہ رمی یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ بھی بھر خاک دشمن کے  
منہ میں نہ گرنے نہیں والی بلکہ بچنے والی۔ اور ایسا ہی فعل حضرت داؤد علیہ السلام سرزد ہوا کی نیت  
ارشاد ہوا و قتل داؤد و جالوت یعنی داؤد علیہ السلام نے جالوت کو قتل کیا اور یہ حال کے تفرقہ  
میں ہی اس کی درمیان کہ بندہ کا فعل اس کی طرف منسوب کریں اور وہ تو محل آفت اور حد قدکھی اور اس کے درمیان کہ اس کے  
فعل کو اپنی طرف صاف کریں اور وہ قدیم اور بے آفتاب ہیں پس اس کا طالب جیسا کہ دی پر ایسا فعل ظاہر ہوتا ہے جو انسان کو  
خلو کی خبر نہیں ہوتا ہے تو بالضرور اس کا فاعل خداوند تبارک و تعالیٰ ہوتا ہے اور معجزی اور کرامتیں سب  
خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہیں پس جو امر عادت کئے گئے ہیں وہ سب تفرقہ سے ہیں اور جو  
عادتوں کے خلاف ہیں وہ فعل سب جمع ہیں اس کی مثال یہ ہے کہ ایک بات میں قاب قوسین میں جانا  
حضور علیہ السلام کا عادت کیا گیا نہیں تھا بلکہ یہ تھا کہ فعل تھا کوئی اور فعل نہیں تھا اور غائب  
سے ٹھیک ٹھیک باتیں کرنا اور آگ سے نہ جلتا عادت کیا گیا نہیں تھا بلکہ فعال خداوند ہی تھا  
پس اس کا طالب حقت تعالیٰ نے اپنے نبیوں اور پیغمبروں کو یہ کرامتیں عطا فرمائیں ہیں مگر اپنے فعل کو  
اپنی طرف منسوب فرمایا ہے اور ان کے قتل و کچلنے سے تعمیر کیا ہے اس واسطیکہ دوستوں کا فعل  
خدا کا فعل ہوتا ہے اور دوستوں کی بیعت خدا سے ہوتی ہے اور اوکی طاعت خدا کی طاعت  
ہوتی ہے جیسا کہ ارشاد ہے اِنَّا الْاٰیٰتِیْنَ بیا بیعونک انما بیا بیعون اللہ یعنی تحقیق وہ لوگ جو تجھ  
سے بیعت کرتے ہیں اس کے سوا نہیں ہے کہ وہ بیعت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ سے اور یہ بھی



ارشاد ہوتا ہے ومن يطع الرسول فقد اطاع الله یعنی جس نے رسول کی اطاعت کی پس یہ تحقیق اوستے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اس کے معامہ ہوا کہ خدا کے دوست بھیدوں میں جمع ہوتے ہیں اور اظہار کے معاملہ میں متفرق ہوتے ہیں تاکہ اجتماع اسرار کی بدولت دوستی مضبوط اور استحکم اور افراق کے ظاہر کرنے میں عبودیت صحیح جیسا کہ ایک بزرگ فرماتے ہیں ۛ

قد تحققت بیری فنانا جاک لسانی فاجتمعنا لمعان وافتراقنا لمعان

یعنی میں نے اپنے بھید کو متحقق کیا پس میری زبان نے نثری مناجات کی اور میرا دل اکثر معنی کو لئے جمع اور اکثر معنی کی واسطے متفرق ہوا اس کے معامہ ہوا کہ بھید و نکلے جمع ہونیکو جمع قرار دیا ہے اور زبان کی مناجات کو تفرقہ اور اس کے بعد جمع اور تفرقہ کو اپنا نشان بتلایا ہے اور اس کا قاعدہ خود بنایا ہے اور یہ ایک پاکیزہ سخن ہے۔ واللہ اعلم۔

## ساتویں فصل

پس طالب صدق اس جگہ ایک اختلاف ہو چکا ہے اور اس گروہ کو درمیان میں جبکہ یہ بقولہ کہ جمع کا اظہار تفرقہ کی نفی پر ہے اسوجہ سے کہ یہ دونوں آپس میں ضد ہیں اس واسطے کہ جب ثابت غالب ہوتی ہے تو کسب اور مجاہدہ کا درجہ جاتا رہتا ہے اور یہ محض تعطل اور بیکاری ہے حضرت مصنف کتاب فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ یہ تمہارا عقیدہ کا خلاف ہے کیونکہ جب تک معاملہ اور کسب مجاہدہ کی طاقت ہو وہ کبھی بندہ سے ساقط نہیں ہوتا کیونکہ جمع تفرقہ سے جدا نہیں ہو سکتا تو کسب سے اور عرض کے جوہر سے اور صفت کے موصوف سے پس مجاہدہ ہدایت اور شریعت حقیقت سے اور یافت کبھی طلب کے جدا نہیں ہو سکتی ہے لیکن یہ ہو سکتا ہے کہ مجاہدہ کبھی مقدم اور کبھی مؤخر ہوتا ہے اس کو بولوں سمجھنا چاہیے کہ جیسر مجاہدہ مقدم ہوتا ہے اُس پر مشقت زیادہ ہوتی ہے اسوجہ سے کہ وہ غیبت میں آتا ہے اور جیسر مجاہدہ مؤخر ہوتا ہے اُس پر سبب اور کلفت نہیں ہوتا ہے کیونکہ وہ حضرت میں ہوتا ہے اور جو اعمال



کی مشقت کی نفی کرتا ہے وہ عین عمل کی نفی کرتا ہے اور وہ سخت غلطی میں مبتلا ہوا اور وہی کہ بندہ ایسے درجات میں پہنچے کہ وہ اپنی سبب صفوں کو معیوب اور علواً سمجھو اور اپنی نیک صفتوں کو بھی معیوب دیکھے اور جب اپنی اچھی صاف کو بھی عیب کی نگاہ سے دیکھا تو بری صفتوں کو اس سے زیادہ معیوب دیکھیں گے۔  
 مینے یہ معنی اس واسطے بیان کیے ہیں کہ ایک جاہل قوم کو انکے معنی میں غلطی واقع ہوئی جو بیگانگی کی حالت میں ہیں بلکہ کتہ میں کہ ہماری کوشش یافتگی کوئی چیز نہیں یعنی کوشش سے یافت نہیں حاصل ہوتی ہے اور ہماری طاعت معیوب ہے اور ہماری افعال معیوب ہیں اور زانیہ مجاہدہ یعنی کوشش کرنا بہتر ہے پس طالب صادق میں ان سے کہتا ہوں ہمارے کام اتفاق سے فعل میں اور علت کا محل اور آفت کا منبع کہتے ہیں پس یہ ضرور ہے کہ فعل کو نہ کرنے اور ترک کو بھی فعل کہنا چاہئے پس جب دونوں فعل ہیں اور فعل علت کا محل نہیں ہے تو کیوں نہ ہو تو کو کئے ہوئے سے بہتر جانتے ہو اور یہ ظاہر از بیان کاری اور بڑا خیال ہو چکیا پس کفر اور ایمان کے درمیان یہ ایک بڑا فرق ہے اسوجہ سے کہ مومن اور کافر اس پر متفق ہیں کہ مخلوق کے فعل علت کا محل ہیں۔ پس مومن فرمان کے موافق کئے ہوئے فعل کو نہ کئے ہوئے سے بہتر جانے اور کافر تعطل کے موافق نہ کئے ہوئے کو کئے ہوئے سے بہتر سمجھے پس جمع یہ ہے کہ آفت کے دیکھنے سے تفرقہ کا حکم اس سے سا تظہر نہیں ہوتا اور تفرقہ وہ ہے کہ جمع کے مجاب میں تفرقہ کو جمع جائے علامہ مزین کہیر اس معنی کے بکطرف اشارہ کرتا ہے الجمع الخصوصیتہ والتفرقت العیودیۃ موصول احدہما بالآخر غیر موصول عنہ یعنی حق تعالیٰ کی خصوصیت بندہ کے واسطے جمع ہوتی ہے اور بندہ کی عبودیت اسکی واسطے تفرقہ ہے اور خصوصیت عبودیت سے علیحدہ نہیں ہے اسوجہ سے کہ خصوصیت کا نشان عبودیت کے نگاہ رکھنے کا نام ہے پس جب مدعی معاملہ میں معاملہ کے ساتھ قائم نہ ہو تو وہ اپنے دعوے میں جھوٹا ہے پس جائز ہے کہ مجاہدہ کا ثقل اور اسکی تکلیف حکم کے ادا کرنے میں بندہ سے اٹھ جائے عین جمع میں سوا کسی واضح عذر کے جو شریعت میں عام ہوا اور حضرت مضاف



کتاب فرماتے ہیں کہ میں ان معنوں کو بیان کرتا ہوں تاکہ امر طالب صادق بنجے اچھی طرح معلوم ہو جائے  
 کہ جمع دو قسم ہے ایک جمع سلامت ہے اور دوسری جمع تکسیر ہے پس جمع سلامت یہ ہے کہ جو مقتوعانے کے  
 کے احوال غلبہ اور وحد کی قوت اور قلق کجالت میں شوق ظاہر کرتا ہے اور بندہ کا خداوند عالم محافظ ہوتا ہے اور اپنا  
 حکم اس کے ظاہر پر چاہی کرتا ہے اور بندہ کو اس کے ادا کرنے پر نگاہ رکھتا ہے اور مجاہدہ سے اس کو  
 آراستہ کرتا ہے جیسا کہ حضرت اہل بن عبد اللہ ترمذی اور ابو یوسف حداد اور ابو العباس سیاری  
 حضرت مروزی رحمہم اللہ تعالیٰ جو مرد کے امام تھے اور ابو یوسف بیطامی رحمۃ اللہ علیہ صاحب بہت ابو یوسف  
 شبلی اور ابو الحسن حضری رحمۃ اللہ علیہم اور بہت سی بڑی بڑی بر گونگی ایک جماعت کہ خدا تعالیٰ فرمائی  
 ارواح مقدسہ کو پاک صاف کیا ہے ہمیشہ مغلوب رہتے تھے یہاں تک کہ نماز کے وقت اپنی حال میں لوٹتے  
 تھے اور جب نماز پڑھ چکے تھے تو پھر مغلوب الحال ہو جاتے تھے کیونکہ جب لوح تفرقہ کے حال میں ہوگا  
 تو تو ہوگا اور خدا کے امر کو ادا کرے گا اور جب خدا تعالیٰ تج کو جذب کرے تو چاہیے کہ اپنی امر پر تجھ کو دو معنی  
 کے واسطے نگاہ رکھے ایک یہ کہ بندگی کا نشان تجھ سے نہ اٹھے دوسرے یہ کہ وعدہ کے حکم پر قیام کرے کہ  
 فرماتا ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو منسوخ نہ کروں گا اور جمع تکسیر کی یہ ہے کہ بندہ  
 اس کے حکم میں بیہوش ہو جائے اور اس کا حکم مجنونوں کی طرح ہو پس یہ معذوری ہے اور پہلی مشکوٰی  
 ہے پس جو مشکور ہوگا وہ زیادہ قوی ہوگا اس سے جو معذور ہوگا اور اسے طالب  
 صادق جمع کے واسطے مقام مخصوص اور حال مضرب ہو جاتا ہے کیونکہ جمع اپنے مطالب کے  
 معنوں میں ہمت کا جمع کرتا ہے اور ایک گروہ کو ان معنوں کا کشف مقامات میں ہوتا ہے اور ایک  
 گروہ کے احوال میں اور دونوں قوتوں میں صاحب جمع کی مراد ہے اور مراد کی نفی سے ملی ہوئی ہوتی  
 ہے لان التفصیۃ فصل والجمع وصل ہے کیونکہ تفرقہ جدائی ہے اور جمع وصل ہے اور یہ قول  
 سب قولوں سے افضل ہے جیسا کہ حضرت یعقوبؑ کی ہمت کا حضرت یوسفؑ سے جمع ہے کہ یعقوبؑ  
 کی ہمت حضرت یوسفؑ کے عشق میں کچھ نہیں رہی تھی اور دیکھو لیلیٰ میں مجنوں کی ہمت کا جمع ہونا  
 کہ لیلیٰ کی سوا اس کو کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ کل جہان میں بلکہ کل موجودات میں لیلیٰ کا جاوہر بیکھتا تھا



اور کچھ نظر نہ آتا تھا اور ایسی بہت سی مثالیں ہیں اس کے متعلق بھی روایت ہے کہ ایک شخص حضرت  
 یزید کے یہاں آیا اُس وقت آپ حجرہ میں تشریف رکھتے تھے جب اُس نے دریافت کیا ہل ابو یزید  
 فی البیت فقال ابو یزید ہل فی البیت الا محب للہ یعنی کیا یزید گھر میں ہیں آپ نے  
 فرمایا کہ اس گھر میں خدا کے دوست کے سوا کوئی نہیں ہے، اور اگر وہ صوفیہ سے ایک شخص کہتا  
 ہے کہ ایک فقیر مکہ شریف میں آیا اور بیت اللہ شریف کے مشاہدہ میں ایک سال تک بیٹھا رہا اور کھانا  
 اور پانی کچھ نہ کھایا پیا اور نہ کوئی سامان اُس نے طہارت کے واسطے جمع کیا بلکہ اپنی ہمت کا جمع  
 کرنا جو بیت اللہ شریف کے بیدار سے اُسے ہوتے تھے وہی اُس میں جمع تھے اور وہی اُسکی غذا تھی اور  
 وہی اُسکو شربت دیدار تھا اسکی دھی یہ تھی کہ خداوند عالم عزائم اپنی محبت کو کہ جو ایک جوہر ہے  
 اسکی تقسیم اور جزو کر دیتا ہے اور اپنے دوستوں میں اعلیٰ قدر مراتب اُسکو تقسیم کر دیتا ہے اس واسطے  
 وہ جزو اپنی قوت سے اُن تمام جزوؤں کو جو اُس سے ملتی ہیں اپنی صفت پر کر لیتے ہیں یہ جو چہ  
 محب ہر سر محبت ہو جاتا ہے اور اُسکی حرکتیں اور ملاحظے سب ہی ہو جاتے ہیں اور باب معانی اُسکو  
 جمع کہتے ہیں اسی کے متعلق حضرت حسین بن منصور علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ شعرا

لبیک لبیک یا مقصدی معنای ۴ یا معین عینی جوئی قولی ماضی

منطقی داعی اشارتی داخل شربی ۵ یا اسمی بصری فعل جملی عنصری واجرائی

یعنی لبیک لبیک اکبر سے تبار اور اسے میرے مولار اور لبیک لبیک امیر سے مقصود اور اسے  
 میرے مطلب اور اسے ایک قول اور جود اور ذات کے مددگار اور امیر می گفتگو اور حکم ایما و اشارات  
 اور میرے کھانے اور پینے اور سننے اور دیکھنے اور افعال اور میرے تمام بدن اور عناصر اور اجزاء کے آخری  
 قصد انتہا کے مقصود یعنی میرے بدن اور عناصر اور اجزاء کا مقصود ہی ہے کہ تیرا عرفان حاصل ہو  
 پس میں تجھ سے لبیک کہتا ہوں یعنی تجھ سے مدد کا طلبگار ہوں اس معلوم ہوا کہ جو اپنی صفات سے  
 مستعار ہوتا ہے یعنی عاریت کے بطور ہوتا ہے تو اُسکی ہمتی کا ثبوت اُسکے واسطے عار ہوتا ہے اور دونوں  
 عالم اُسکی نظر میں پیچ اور موجودات اُسکی ہمت کے مقابل ضرور ہو جاتی ہے اور باب تصوف کا



ایک گروہ کہتا ہے کہ کلام مشکل اور عبارتیں سخت ہیں بلکہ جملہ الجملہ لغوی جمع کی جمع ہے گو یہ عبارتیں اچھی ہیں مگر میرے نزدیک معنی میں یہی بہتر ہے کہ اے طالب صدق تو جمع کو جمع نہ کہے پس پہلے تفرقہ چاہیے کہ اوپر جمع درست ہو کیونکہ جمع جمع ہوتی ہے یا کہ پہلے ہی تفرقہ کی جمع ہوتی ہے پس جمع اپنی حال سے نہیں پہرتی ہے اور یہ عبارت یعنی جمع الجمع تہمت کے محل سے ہے کیونکہ جو جمع ہوا وہ سکو اپنے اوپر اور نیچے ہر لاہر سے دیدار نہیں ہوتا پس اے طالب صدق کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اہل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شبہ عراج میں دنوں عالم نظر آئے تھے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی چیز کی طرف توجہ نہیں ہوئی وجہ یہ تھی کہ حضور علیہ السلام مقام جمع میں تھے اور جو شخص جمع میں ہوتا ہے اس کو کوئی تفرقہ نظر نہیں آتا ہے اسی واسطے خداوند عالم نے ارشاد فرمایا ہے ما ذا غ البصر ما طغی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ نے ادا ہر اوصاف نہ کچھ میل کیا اور نہ حد گذری حضرت مصنف کتاب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اس امر کے متعلق مینے ایک کتاب بھی تصنیف کی ہے جس کا نام البیان لابل الصیاق رکھا ہے اور بحر القلوب میں جمع کے باب میں ایک خاص فصل لکھی ہے پس اس بیان کے متعلق مجھ کو اسبق در کہنا کافی ہے اب میں پھر گروہ صوفیہ کے مذہب کے متعلق کچھ بیان کرتا ہوں کہ گروہ صوفیہ میں ایک فرقہ ملحدوں کا ہے اور اس گروہ نے بھی اپنے آپ کو صوفیہ میں شمار کیا ہے اور اپنے الحاد کا اظہار کیا ہے لہذا پہلے میں انہیں بیداریوں کی غلطیوں کو ظاہر کرتا ہوں تاکہ سب کو ان ملحدوں کے منہام اور حالات ظاہر ہو جائیں اور اس گروہ کے مرید مکر کے دعووں سے پرہیز کریں بلکہ اپنے آپ کو نگاہ رکھیں لہذا میں سب سے اول حلویوں کے فرقہ کا ذکر کرتا ہوں خدا تعالیٰ ان پر لعنت کرے جیسا کہ خداوند عالم کا ارشاد ہے فدا ذابعد الحق الا بضلال یعنی کیا چیز ہے تمہارے واسطے راستے کے بعد سچ مگر اسی کے پس اے طالب صدق ان دو مردوں کو گروہوں میں سے کہ جو صوفیوں سے محبت کرتے ہیں اور ان کو اپنی گمراہی میں دوست کہتے ہیں ایک گروہ ابی حلمان یا حلوان مشقی کہہ سیر وہیں اور ان سے روایتیں اس کے خلاف بیان کرتے ہیں جو کہ صوفیوں کی کتابوں میں ان سے لکھی ہیں گو گروہ صوفیہ ابی حلمان کو صوفیوں کا شمار کرتے ہیں۔



لیکن محدثین کو حلال اور متزاج اور نہ وہ جو تکوین سے منسوب کرتے ہیں اور اس کو سوہنی کتاب مقدسی میں لکھا دیکھا ہے کہ اس صوفی کی حقیقتیں لوگوں نے طعنہ کیا ہے اور علمائے اصول کیوڑا ایک صورت پیدا ہو گئی ہے اور خدا اس صوفی کو بھی طرح جانتا ہے اور وہ سرگروہ اپنی مقولوں کی نسبت فارس سے نسبت کرتا ہے اور یہ دعویٰ پیش کرتا ہے کہ یہ منعمو کی بیٹے ہیں کا مذہب ہے اور یہ نے ابو جعفر حبیب اللہ کو چار ہزار آدمیوں کے ساتھ ملک عراق میں ہرگز نہ دیکھا کہ جو لوگ جلابی تھے اور ان مقولوں کے سبب سے فارس پر لعنت کرتے تھے پس میری نزدیک حسین فارسی کی کتابوں میں جو اچھی تصنیف کی ہوئی ہیں تحقیق کے ساتھ اور کچھ نہیں ہے اور میں کہ عثمان جلابی کا بیٹا علی ہوں کہتا ہوں کہ میں نہیں جانتا کہ فارس اور اہل ہمان کون تھے اور انہوں نے کیا کہا لیکن جو ان مقولوں کا قائل ہو میری نزدیک توحید اور تحقیق کے خلاف ہے اسکوین میں کوئی حصہ نہیں ہے چونکہ حبیب بن ہی جو اصل چیز ہے مقبول نہ ہوا تو تصوف تو اسکی ایک شاخ اور نتیجہ سمجھنا چاہئے باطل ہو کیونکہ کراہتوں کا ظاہر ہونا اور آیتوں کا کشف اہل دین اور توحید کے سوا غیر پر صورت نہیں پکڑتا پس جو ان لوگوں کو روح میں غلطیاں واقع ہوئی ہیں لہذا میں ان سب حکموں کو سنت کے قائلوں کے موافق بیان کرتا ہوں اور ملحدین کو شیعہ اور غلطیاں دکھاتا ہوں تاکہ ملی ہو کہ مذہب کی قوت نہ ہو کیونکہ اس گروہ کے مذہب میں سراسر فساد ہے۔ وباللہ التوفیق

## روح کا بیان

پس احوط صادق جان کہ روح کی ہستی میں علم ضرور ہو اور اسکی چگونگی میں عقل عاجز ہے اور گروہ علماء و حکماء میں ہر ایک نے اپنے قیاس پر اس مسئلہ کو لکھا ہے حتیٰ کہ گروہ کفار کو بھی اس میں ایک قسم کی بحث ہے یہاں تک کہ جیسا اہل قریش کے کفار نے یہودیوں کی تعلیم کے واسطے نصر بن حاشم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں بھیجا اور اسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روح کی حقیقت یافت کی تو خداوند عالم نے پہلے روح کے عین کو ثابت کیا اور فرمایا و لیس لوندک عن الروح یعنی تجھ سے روح کی بابت دریافت کرتے ہیں اور پھر روح سے اس کے قدم کی نفی فرمائی اور ارشاد کیا۔

وہ کہتا ہے کہ روح کی ہستی میں علم ضرور ہو اور اسکی چگونگی میں عقل عاجز ہے اور گروہ علماء و حکماء میں ہر ایک نے اپنے قیاس پر اس مسئلہ کو لکھا ہے حتیٰ کہ گروہ کفار کو بھی اس میں ایک قسم کی بحث ہے یہاں تک کہ جیسا اہل قریش کے کفار نے یہودیوں کی تعلیم کے واسطے نصر بن حاشم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں بھیجا اور اسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روح کی حقیقت یافت کی تو خداوند عالم نے پہلے روح کے عین کو ثابت کیا اور فرمایا و لیس لوندک عن الروح یعنی تجھ سے روح کی بابت دریافت کرتے ہیں اور پھر روح سے اس کے قدم کی نفی فرمائی اور ارشاد کیا۔



تنالو روح من امور دینی یعنی کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم روح میری پروردگار کے حکم سے ہے اور  
 حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا الروح جنود مجندۃ فساتعارف منها ایتلف وماتنا کر  
 منها یتخلف یعنی اسرار ایک پرانندہ شے ہے پس جو پیدائش کو دن آپس میں سنا ہو وہ دنیا میں  
 بھی یا ہم اُلفت گزین ہوئی اور جو ان میں سے پیدائش کے دن ایک دوسرے کو منکر و ناشناس ہے  
 وہ دنیا میں بھی مختلف ہے اور اسی طرح روح کی ہستی پر بہت سی لیبیں ہیں پس ایک گروہ کہتا ہے  
 الروح هو الحیوة التي یحیی بہ الجسد یعنی روح وہ زندگی ہے کہ جس کے جسم زندہ ہوتا ہے اور  
 مشکمین کا بھی ایک گروہ اسی پر ہے پس اس معنی کے مطابق روح ایک عرض ہے کہ جس کے حیوان خدا کے  
 بزرگ کے حکم سے زندہ ہوتا ہے اور تالیف حرکت اور اجتماع جنس سببی سے ہی اور ایسے ہی ہر  
 عرض کا حال ہے اور دوسرا گروہ کہتا ہے هو غیر الحیوة ولا یوجد الحیوة الامعھا کما  
 لا یوجد الروح الامع البتہ وان لا یوجد احدھما دون الآخر کالامر والعلم  
 بھالا فھما شئیان لا یفترقان یعنی روح حیاتی کے سوا ایک حقیقت ہے جس کا  
 وجود بغیر حیات کے ناروا ہے جس طرح پر حیات بغیر شخص کے اور روح بغیر حیات کے ناممکن ہے  
 پس ان دونوں چیزوں میں سے ایک دوسرے کی محتاج ہے پس یہ دونوں چیزیں لازم اور ملزوم  
 ہیں اس معنی میں بھی عرض ہوتا ہے مثل روح حیاتی کے اور علمائے اہلسنت الجماعت اس پر ہیں کہ روح  
 ایک عین ہے کہ وصف کیونکہ جیتک روح جسم سے ملی ہوئی ہے پس عادت کی موافق خداوند عالم  
 اس جسم میں حیات کو پیدا کرتا ہے پس آدمی کی حیات ایک صفت خاص ہے اور اس صفت وہ زندہ  
 ہے کیونکہ روح انسان کے جسم میں ایک صفت عظمیٰ اور نعمت کبریٰ ہے اور ہو سکتا ہے کہ وہ آدمی  
 سے جدا ہو اور آدمی بغیر اس کے زندہ رہ سکے جس طرح پر کہ خواب کی حالت میں روح چلی جاتی ہے  
 مگر روح حیات باقی رہتی ہے مگر یہ ممکن نہیں ہے کہ روح کے چلے جانے کے بعد آدمی کا علم اور عقل  
 قائم رہے بلکہ اس وقت انسان چس ہو جاتا ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ  
 شہداء کی روحیں پرندوں کی پوٹوں میں رہتی ہیں پس یہ عین ہے اور حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے



الادواح جنودہ مجندۃ یعنی روحیں ایک لشکر ہے کہ جو جمع کیا گیا ہے اور ضرور ہے کہ یہ  
جنود باقی ہو اور عرض پر تباہ کن نہیں اور نہ عرض اپنے آپ قائم ہوتا ہی پس روح ایک جسم لطیف  
ہے کہ جو خدائے عالم کے حکم سے قائم ہے اور خدا کے ہی حکم سے آتی جاتی ہے اور حضور علیہ السلام  
نے ارشاد فرمایا ہے کہ منی شب معراج میں حضرت آدم صلی اللہ اور حضرت یوسف صدیق اللہ  
اور حضرت موسیٰ کلیم اللہ اور حضرت ہارون حلیم اللہ اور حضرت عیسیٰ روح اللہ اور حضرت  
ایلیہم خلیل اللہ صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین کو آسمانوں میں دیکھا ضرور وہ اُن کی روح تھی اور  
اگر روح عرض ہوتی تو اپنے آپ قائم نہ ہوتی اور عالم ہستی میں اس کو نہ دیکھے پس اگر روح عرض  
ہوتی تو اس کے واسطے محل کی ضرورت ہوگی تاکہ وہ اُس محل کی عارض ہو اور عرض کا محل جو اہر  
ہیں پس جو اہر کثیف ہوتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ روح لطیف ہے پس جب لطیف جسم روح ٹہرے  
تو اس کا دیکھنا جائز ہوا مگر دل کی آنکھ سے اور جائز ہے کہ پرندوں کے حوصلوں میں ہوا و  
رو ہے کہ ایک لشکر ہوا اور اُس کے واسطے آنا جانا ہر جس طرح پر کما حدیث اس کی موید ہیں اور روح  
کا آنا جانا خدا تعالیٰ کے حکم سے ہے جیسا کہ ارشاد ہے قل المرءح من امر دبی۔ پس اس جگہ  
محدون کا اختلاف ہے کیونکہ وہ روح کو قدیم کہتے ہیں اور اس کی پرستش کرتے ہیں اور کل اشیاء کا  
فاعل اور اس کا مدبر روح کو کہتے ہیں اور اس کے سوا اور کسی کو نہیں جانتے اور اس روح کو روح  
الاکہ کہتے ہیں اور ہمیشہ اُس کو مدبر بدن جانتے ہیں اور ایک شخص میں دوسرے شخص سے پھر نے  
قالا کہتے ہیں اور جن لوگوں کو اسمیں غلطیاں واقع ہوئی ہیں ان میں سے اور کسی شبہ پر  
اس قدر اتفاق نہیں کہ اس شبہ میں اور سب نصائے اور اہل چین اور اہل ہندو اور  
فرقہ شیعہ اور قرامطہ اور باطنیوں کا اس پر اجتماع ہے جیسا کہ بیان کیا اور ملحدین کے دونوں اس  
گفتگو کے قائل ہیں جن کا کہنے بیان کیا انہیں سے ایک گروہ کے نزدیک روح قدیم ہے ہم  
کہتے ہیں کہ اس قدم کے لفظ سے او کی کیا مراد ہے آیا محدث وجود میں مقدم یا ہمیشہ قدیم ہی  
اگر وہ جواب یہ دے کہ اس سے ہماری مراد محدث وجود مقدم ہی تو پس اصل میں خلاف نہیں رہتا



کیونکہ ہم بھی روح کو محدث کہتے ہیں اور جسم کے وجود پر روح کے وجود کو مقدم کہتے ہیں کیونکہ آنحضرت ص  
 نے فرمایا ہے: ان الله تعالى خلق الادماء قبل الاجساد یعنی تحقیق اللہ تعالیٰ نے روح کو  
 جسموں پہلے پیدا کیا ہے اور جب روح کا محدث ہونا درست ہوا تو ضرور ہے کہ کسی پیدا کرنے  
 والے کے ایجاد سے پہلے اور روح خدا کے تعالیٰ کی مخلوق سے ایک جنس ہے کہ جو دوسری  
 جنس سے ملتی ہے اور ان میں سے ایک کے دوسرے سے ملتے ہی ... خدا کے تعالیٰ  
 اپنی تقدیر سے حیات پیدا کرتا ہے یعنی روح مخلوق سے ایک جنس ہے اور جسم ایک دوسری جنس  
 ہے پس جب کسی انسان یا حیوان کی روح اس میں داخل ہوتی ہو تو باذن اللہ اس میں زندگی آجاتی ہے  
 لیکن ایک شخص سے دوسرے شخص میں روح کا پھر ناجائز نہیں ہے کیونکہ ایک شخص کی روح دوسری  
 جائز نہیں ہے اس طرح ایک روح کے لئے بھی دو جسم روا نہیں اگر حادث نبوی  
 اسی گواہ نہ ہوتیں تو عقل کی رو سے منقول بمع حیات کے سوا اور کچھ نہ ہوتا اور وہ ایک صفت ہو  
 عین نہ ہوتے اور اگر یہ جواب ہے کہ اس قول سے ہماری مراد قدیم یعنی ہمیشہ سے ہے تو ہم کہتے  
 ہیں کہ روح اپنے آپ قائم ہے یا غیر ہے اگر اس کے جواب میں کہیں کہ ہمیشہ اپنی ذات قائم ہے  
 تو پھر میں کہتا ہوں کہ خداوند عالم وہ ہے یا کہ نہیں ہے اگر یہ جواب دیں کہ خداوند عالم وہ نہیں ہے  
 تو وہ کفر قدیم کا ثبوت ہوتا ہے اور یہ جواب نادرست ہے کیونکہ قدیم محدود نہیں ہوتا اور ایک  
 کی ذات اور وجود و سر کی صفت ہوتی ہے پس یہ ناممکن ہے اور اگر یہ کہیں کہ خداوند عالم وہ  
 ہے تو میں کہتا ہوں کہ وہ قدیم ہے اور مخلوق محدث اور یہ ناممکن ہے کہ قدیم سے محدث کی ملاوٹ یا اتحاد  
 یا محمول ہو یا محدث قدیم کا مکانات ہو یا قدیم محدث کا حامل یعنی اٹھائو والا ہو کیونکہ جو چیز کسی دوسری  
 چیز سے پہلے وہ دوسری چیز ہو جاتی ہے جس طرح پر چھل اور جدائی محدث کے سوا کسی پر جائز نہیں ہے  
 کیونکہ یہ ایک سر کی جنسیں ہیں تعالیٰ اللہ عن تعالیٰ علو اس کے باریا یعنی اللہ تعالیٰ ان  
 کے بہت زیادہ بلند اور بزرگ ہے اور اگر یہ جواب ہے کہ اپنے آپ قائم نہیں ہے غیر سے  
 قائم ہے تو اس کا غیر ہی قیام و طرح سے یا نہیں ہے یا کوئی صفت ہوگی یا کوئی عرض ہوگا پس



اگر عرض کہیں گے تو عرض کسی محل خاص میں ہوگی یا لا محل میں ہوگی پس اگر محلی کہا جائے تو اس کے واسطے اسکا محل کی طرح ہو اور نہ قدم کا اسم ہر ایک سے باطل ہو جائے اور اگر لا محل میں کہا جائے تو یہ ناممکن ہے کیونکہ جب اپنی آپ قائم نہیں تو لا محل نہیں ہونا اسکا منقول نہیں اور اگر یہ کہا جائے کہ ایک صفت قدیم ہے جیسا کہ حلولے اور شامی کہتے ہیں پس اس صفت کیسے خدا کی صفت کا ہونا محال ہے کیونکہ خدا کی صفت قدیم ہی اس صفت خاص خدا کی مخلوق کی صفت ہوتی جاتی ہے اور اگر کہیں کہ خدا کی حیات مخلوق کی صفت ہے تو بھی ہو جائے نہیں کہ خدا کی قدرت مخلوق کی قدرت ہو کیونکہ صفت موصوف ہوئی ہے پس یہ کیونکر کہتا ہے کہ صفت قدیم کیلئے موصوف محدث ہو پس ضرور ہے کہ قدیم کو محدث سے کچھ تعلق نہیں ہے پس معلوم ہوا کہ محدود کا قول اس میں جھوٹا ہے اور مدوح خدا کے حکم کے بموجب مخلوق ہے اور جو اس کے سوا کہتا ہے وہ مکابر ہے پس وہ قدیم سے محدث کا فرق نہیں جانتا اور یہ راست نہیں ہے کہ کوئی ولی اپنی ولایت کے صحیح ہونے میں خدا کی صفات سے جاہل ہو اور سب تعریف خدا تعالیٰ کے واسطے ہو کہ جسے ہمیں بدعت اور خطرات سے محفوظ رکھا اور ہم کو عقل دی کہ جس سے ہم حق و باطل میں تمیز کر سکیں اور اس لئے ہمارا ایمان دیا کہ ہم اسکو پہچانیں اور اسکو اپنا معبود و رب حق جانیں ایسی حیرت انگیز غایت کو نہیں پہنچتی اس لئے کہ نامکمل رشتی ہے یعنی بے انتہا نعمتوں کے مقابل میں مقبوض نہیں ہوتی \*

پس اے طالب حقیقہ جیٹا ہر لوگوں کے لئے عزائل تصوف سے اس حکایت کو سنا تو جانا کہ صوفیوں کا بھی یہی اعتقاد ہے اس لئے ان نیکوں کے جمال سے بڑی خسران ظاہر یا نکاریں محبوبانہ اور خدام کی ولایت کا لطیفہ اور نورانی جلوہ ان کو پیر پوشہ را کیونکہ بزرگوں کی تریک ان کا رکنا اولو کے محول کرنے کے برابر ہے اور ان کا قبول کرنا ان کے رو کرنے کے برابر ہے۔ واللہ اعلم بہ

## انکھویں فصل

حضرات مثل سچ کرام ہیں سے ایک، درویش کہتا ہے الروح والیجسد کا انداز فی الفہم فالنار



مخلوقۃ والعمدہ مصنوعۃ یعنی روح جسم میں اس طرح ہے جس طرح آگ کو ندی میں پس آگ مخلوق ہے اور کوئلہ مصنوع اور قدیم خداوند کی ذات اور صفات کے سوا اور پر جائز نہیں ہے۔

اور صوفیا میں سب سے اول حضرت ابوبکر واسطی نے مسئلہ روح میں بحث کی ہو انکا قول ہو کلا لہج علی عشرہ مقامات یعنی روحیں دس مقاموں پر قائم ہیں یعنی اول مخلصوں کی روح ہے کہ جو اندہیر میں قید ہے اور نہیں جانتے کہ کیا ہوگا۔

دوسری پارساؤں کی روحیں کہ جو پہلے آسمان پر ہیں مگر اپنے اعمال کے باعث خوش ہیں اور اپنی طاقت اور قوت پر چلتے پھرتے ہیں۔

تیسری مریدوں کی روحیں جو چوتھے آسمان پر صدق کی لذت اور اپنے اعمال کے سایہ میں فرشتوں کے ہمراہ ہیں۔

چوتھے اہل ایمان کی ارواح جو نور کی قندیلوں میں عرش میں لٹکتے ہیں اور انکی غذا رحمت اور انکا شربت خدا کا لطف ہے۔

پانچویں اہل وفا کی ارواح جو صفائی کے پردوں اور برگزیدگی کے مقاموں میں خوش ہیں۔ چھٹے شہداء کی ارواح جو بہشت کے پرندوں کے حوصلوں میں ہیں اور بہشت کے باغ میں جہاں چاہتی ہیں سیر کرتی ہیں۔

ساتویں مشفقوں کی روحیں جو نور کے پردوں میں ادب کے مقام پر ہیں۔ آٹھویں عارفوں کی ارواح جو قدس کے مرتبہ میں ہیں اور صبح و شام خدا کے سخن کو سنتے ہیں اور دنیا اور بہشت میں اپنے مقاموں کو دیکھتے ہیں۔

نویں دوستوں کی روحیں جو جمال کے مشاہد اور کشف کے مقام میں ہیں اور سوائے خدا کے اور کسی کو نہیں جانتے ہیں۔

دسویں سرور و شادی کی ارواح جو فنا کے محل میں خدا کے قریب میں ہیں اور انکی احوال صفتیں بدلی ہوئی ہیں۔ پس اس طرح احوال و مشاہد ذکر کرتے ہیں کہ ان ارواح مقدسہ کو ہر ایک نے اپنی



لیاقت کے موافق دیکھا ہے کیونکہ میں نے کہا ہے کہ وہ موہید ہے مگر آنکھ دیکھنے کو چاہیے تاکہ حق تعالیٰ کا لطف بندہ کو معلوم ہو جو چونکہ وہ قادر ہے جیسا چاہتا ہے بندہ کو دکھاتا ہے اور حضرت مصنف کتاب سید علی ہجویری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ہماری زندگی سب خداوند علم سے ہے اور اس کا قیام اُس کے حکم سے ہے بلکہ ہماری زندگی اُس کا فعل ہے اور ہم اُس کی پیدائش سے خلق سے زندہ ہیں نہ اُس کی ذات اور صفات سے بلکہ ہمارے نزدیک ارواح کے متعلق جس قدر قول ہیں سب باطل ہیں اور لوگ بڑی گمراہی میں ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ارواح قدیم ہیں اور ایک گروہ نفس اور بیہوشی سے تعبیر کرتا ہے اور ایک نور اور ظلمت مبتلا کرتا ہے اور اس طریقت کی باطل فرقہ فنا اور بقا اور جمع اور تفرق کہتے ہیں اور مثل اُس کے اور بہت سی بیہودہ باتیں کہتے ہیں اور کفر کی باتیں کہتے ہیں اور صوفی لوگ ان سے بیزار ہیں کیونکہ ولایت کا ثبوت اور خداوند عالم کی محبت کی حقیقت اور ولایت اور خدا کی معرفت کے سوا اور کچھ نہیں ہے اور جو قدیم کو محدث سے نہیں پہچانتا تو وہ اپنے علم میں جاہل ہے اور جو دانہ ہے اور ذی عقل ہے وہ جاہل کی بات پر ہرگز اعتماد نہیں کرتا ہے پس اسی طالب صداق جو کچھ ان دونوں باطل فرقوں کا مقصود اصلی تھا وہ ان دونوں بابوں میں آگیا پس جو کوئی اس کے زیادہ حال دیکھنے کا شائق ہو وہ میری دوسری کتابوں کو دیکھے کیونکہ اس جگہ مجھ کو طویل کتاب منظور نہیں ہے لہذا اب میں اس کتاب میں عجائبات اور کشف اور اُن کے معاملات اور اہل تصوف کی حقیقتوں اور ان کی ظاہر و دلیلوں کو بیان کرتا ہوں تاکہ لوگوں کو سمجھنے کا طریقہ آسان ہو جائے اور مشکروں میں جس کو بینائی ہو وہ اس راستہ سے لوٹ آئے اور مجھ کو دعا کے خیر سے یاد کرے۔

## خدا کی معرفت کا پہلا پردہ

پس اسی طالب صداق تجھ کو معلوم ہو کہ اللہ پاک عز اسمہ نے فرمایا ہے وَمَا قَدْ رُفِعَ اللَّهُ حَقُّ قَدْرِهِ یعنی نہ قدر پہچانی اللہ تعالیٰ کی جیسا کہ اُس کی قدر پہچاننے کا حق ہے اور



حضرت علیہ السلام روحی فداہ ارشاد فرماتے ہیں۔ کَوْعَسَا فَنَمُّ اللّٰهُ حَقِّ مَعْرِفَتِهِ لَمْ شَأْنُكُمْ عَلَا  
 الْبَحْثُ وَلَا تَلَا الْكَلَامُ بَدْعًا بِكُمْ اِيْحِبَالُ یعنی اگر تم کما حقہ حق سبحانہ و تعالیٰ کو پہچان لیتے  
 تو تم دریاؤں پر بغیر کشتی کے چلتے اور پہاڑ تمہاری دعا سے فنا ہو جاتے پس خداوند عالم  
 عز اسمہ کی معرفت دو طرح پر حاصل ہوتی ہے ایک عمل سے دوسرے حال سے پس جو علم سے  
 ہے وہ دنیا اور آخرت کی نیکیوں سے ہے اور جو حال سے ہے وہ سب قوتوں اور حوالوں میں سے  
 ہے پس نہ کہیلے سب سے زیادہ ضروری خدا کی شناخت ہے چونکہ خود ارشاد فرمایا ہے وما خلقت  
 الجن والناس الا لعبدن اے نبی صوفیہ کہتی ہیں کہ لیعبدون سے مراد بیان عرفان  
 ہے پس بہت سے لوگ معرفت الہی سے اعراض کرنے لگے ہیں مگر جنہیں  
 خدا تعالیٰ نے برگزیدہ کیا ہے اور دنیا کی تاریکی سے علیحدہ کیا ہے اور انکے دلوں کو  
 انور عرفان سے روشن فرمایا ہے اسکی مثال میں ہم بیتنا عمر رضی اللہ عنہ کا واقفہ پیش کرتے ہیں جیسا کہ  
 اونکے حال سے خداوند عالم نے ہمیں خبر دی اور فرمایا وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهٖ فِي النَّاسِ  
 یعنی عمرؓ اور کن مثلہ فی الظلمت رائے ابو جہل ایٹھے ہم نے اُسکو نور دیا اور دلیلیں دیں تاکہ وہ  
 حق اور باطل میں تمیز کرے یعنی اس نور سے آدمیوں کے درمیان میں سیدے راستے پر چلتا ہو  
 پس پھر ایسا شخص ہے کہ اسکی مثل نہیں ملے عمرؓ اور جو اندھیرے میں رہ گیا ہے یعنی ابو جہلؓ کی  
 ادھر لست ہو پس معرفت کیا ہے سر کا پیر لینا خدا کے غیر سے ہو اور ہر شخص کی قیمت معرفت سے  
 ہوتی ہے پس جسکو معرفت نہ ہو وہ بے قیمت ہے پس اسکو اپنیوں سمجھ لینا چاہئے کہ جو لوگ عالموں  
 اور فقہار سے ہیں پس وہ خدا کو بذریعہ علم کے جانتے ہیں اور اہل طریقت حال کی صحت  
 کو خدا کی معرفت کہتے ہیں اور اس معرفت کو علم سے زیادہ فاضل جانتے ہیں کیونکہ حال کی صحت علم  
 کی صحت کے سوا نہیں ہے یعنی کوئی ایسا عارف نہیں ہوتا کہ جسکو خدا کا علم نہ ہو مگر عالم ضرور ایسا  
 ہوتا ہے کہ عارف نہیں ہوتا پس جو لوگ ان معنی سے جاہل تھے وہ دو فریق بن گئے اداں  
 مسلم میں بیکار و مناظر ہو گئے اور ایک دوسرے کا نفی کر رہا تھا ہوا۔ لہذا میں اس مسئلہ کو پورے



طوبہ حل کئے دنیا ہوں تاکہ یہ راز بھی آشکارا ہو جائے اور دونوں گروہ اس فائدہ حاصل کریں۔

## نویں فصل

پس اے طالب تجھ کو معلوم ہووے کہ تمام لوگوں کو خداوند عالم کی معرفت اور خدا سے علم کی حالت میں بہت اختلاف ہے کیونکہ معتزلہ کہتے ہیں کہ خدا کی معرفت عقل سے ہے اور عقل کو سوائے معرفت روا نہیں ہے پس یہ قول باطل ہے پس ان دیوانوں کو جو دلائل اسلام میں ہیں معرفت کا حکم ہوتا ہے اور وہ لڑکے جو بالغ ہوتے ہیں ان کا حکم ایمان کا ہے۔ پس اگر معرفت پر عقل ہوتی تو ان کو جنہر عقل نہیں ہے معرفت کا حکم نہ ہوتا اور کافر و نیکو جنہر عقل ہے کفر کا حکم نہ ہوتا اور اگر معرفت کی علت عقل ہوتی تو لازم تھا کہ جو عاقل ہوتا وہ عارف ہوتا اور تمام عقلاء عاقل ہوتے پس یہ ظاہر نکا بڑا ہے اور ایک گروہ کے نزدیک خدا تعالیٰ کی معرفت کی جامعہ دلیل کا لانا ہے پس دلیل ہوتی ہے سو کسی کی معرفت صحیح نہیں اور یہ قول باطل ہے کیونکہ شیطان نے بہت سی نشانیاں دیکھیں۔ اور بہشت اور دوزخ اور عرش اور کرسی اور ان سب کا دیکھنا شیطان کے واسطے معرفت کا سبب نہ ٹھہرا چونکہ ارشاد باری عز اسمہ ہے *ولو اننا ترکنا الیہم الملائکۃ و کلنہم الموتی و حشرنا علیہم کل شیء قبل ما کانوا الیوم نوا الا ان یشاء اللہ* یعنی اگر ہم کافروں کی طرف فرشتے اتارتے اور مڑے اُن سے باتیں کرتے اور اگر جمع کرتے ان پر تمام چیزوں کو کہ جو دنیا میں ہیں گروہ گروہ تاکہ وہ دھرت پر گواہی دیں تو وہ ایمان نہ لاتے مگر یہ کہ خدا چاہے اور اگر نشانی کا دیکھنا اور دلیل کا معرفت کی علت ہوتی تو خداوند تعالیٰ اس کو معرفت کی علت قرار دیتا نہ اپنے ارادہ کو پس اے طالب صدق بہشت و الجماعت کو نزدیک عقل کی صحت اور نشانی کا دیکھنا معرفت کا سبب مگر معرفت کی علت نہیں ہے پس معلوم ہوا کہ معرفت کی علت خداوند عالم کی عنایت کے سوا اور کچھ نہیں ہے اسوجہ کہ خدا کی عنایت کے سوا عقل نہ رہی ہے اور کوئی چیز نہیں ہے کہ عقل خدا پر آپس ہے اور عقلاء میں کسی نے اس کی حقیقت



نہیں پہچانتا تو جب عقل تو پوچھ آئی یہ جہل میں مبتلا ہے تو اپنے غبر کو وہ کہو کہ پہچان سکتی ہو اور خدا  
 کی عنایت کے سوا دلیل چاہا اور نشانہ کے دیکھنے میں فکر کرنا خطا ہے کیونکہ اہل ہوا اور ملحدوں کی  
 فرقہ سبب لیل والے ہیں مگر بہت سرائے میں سے عارف نہیں پس جو لوگ اہل عنایت سے ہیں انکی  
 سب سے کثیر معرفت کی علامتیں ہیں اور انکا دلیل کا طلب کرنا انکی طلب ہے اور دلیل  
 کا نہ چاہنا انکی تسلیم ہے اور معرفت کی صحت میں مقام تسلیم طلب سے بہتر نہیں کیونکہ طلب  
 اصل ہے جسکا ترک جائز نہیں اور تسلیم وہ اصل ہے جس میں بقراری نہیں اور حقیقت میں  
 یہ دونوں امر یعنی طلب اور تسلیم معرفت نہیں پس اس معلوم ہوا کہ بندہ کی رہنمائی اور مشکل  
 کشائی سوا خدا کے اور کسی سے روا نہیں ہے اور دلائل عقل کو ہدایت کی طاقت نہیں  
 ہے اور اس امر کی دلیل اس سے زیادہ اور واضح نہیں ہے جیسا کہ ارشاد باری غرسمہ  
 ہے ولورادوالعادوالمانھواعنہ وانھم لکذبتون یعنی اور اگر ادن کو دنیا میں  
 لوٹائیں تو ضرور منوجہ ہونگے اُس چیز کی طرف کہ اُس سے منع کیے گئے ہیں یعنی شرک  
 اور عصیان سے اور لکھا ہے کہ جب امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے معرفت  
 کی نسبت دریافت کیا تو اپنے فرمایا عرفت اللہ باللہ و عرفت ما دون اللہ بنور اللہ  
 یعنی خدا کو اپنے خدا ہی سے پہچانا اور خدا کے سوا کوئی اپنے اُس کے نور سے پہچاننا پس خدا و زندگان  
 نے جسم کو پیدا کیا اور اسکی زندگانی کا حوالہ روح کیسے کیا اور دل کو پیدا کیا اور اسکو زندگانی آپدی پس جب عقل اور آیت سے  
 میں جسم کو زندہ کرینکی قدرت نہیں تو نامان ہر کد ل کے نہ کریں کی قدرت ہو جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے۔ اَوْفَنَ كَانِ  
 بَيْنَا وَبَيْنَا كَيْفَ جَوَّضَ مَرَّةً تَقَالِیْسَ بَعَثَ اسکو زندہ کیا اور سب کی حیات اپنے ذمہ لی اور  
 ارشاد ہے وَجَعَلْنَاكَ لَدُنْ اٰیْمَنَ شَيْءٍ يَدْعُ فِي النَّاسِ یعنی اسکا نور پیدا کرنا اللہ ہے جس میں مومنوں  
 کی روشنی ہے میں نبی ہوں اور ارشاد ہے اَقَمْتُ شَرَحَ اللّٰهُ صَرَاحًا لِلْاِسْلَامِ  
 فَهُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ قَبْرِیْ بِیْوَ کَیَا پس وہ شخص کہ کھول دیا ہے اللہ نے اُس کا سینہ اسلام کے  
 لیے پس وہ اپنے پروردگار سے روشنی پر ہے یعنی دل کے کھولنے کو اپنی حوالہ فرمایا اور اسکی



بند ہو کر بھی اپنے فعل کے متعلق شبہ یا اور فرمایا خلتنا اللہ علی قلوبہم و علی سمعہم  
 و علی ابصارہم یعنی ہر گاہی اللہ تعالیٰ نے اُنکے دلوں پر اور اُنکے کانوں پر اور آنکھوں پر  
 اور یہ بھی کہا ہر گاہی کہ لا تطعم من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا یعنی اور نہ فرمانبرداری کر اوسکی جو  
 ہم نے اُس کے دل کو اپنے یاد کرنے سے روک دیا اور یہ خلت کا بیٹا امیہ تھا پس جب دل کا بند  
 ہونا اور اُس کا کھلنا اور کشادہ ہونا اور اُس پر ہر گاہی نا خدا کی طرف سے ہے تو ناممکن ہے کہ خدا  
 کے سوا دوسرے کو اپنا راستہ دکھلایو الا سمجھو کیونکہ جو خدا کے سوا ہے وہ سب غلت اور سبب ہے  
 اور سبب سبب کی عنایت کے سوا کوئی راستہ نہیں دکھلا سکتا کیونکہ سبب سبب چلتے والے کا حجاب  
 ہوتا ہے اور نہ ہمایضے سبب نہیں ہوتا اور بھی ارشاد باری عز اسمہ ہے۔ وَلَکِنَّ اللّٰہَ جَبَبَ  
 الیکم اَلاَ اَیْمَانٌ وَ شَآئِنَکُمْ فِی قُلُوبِکُمْ وَ کَذَآ اَیْکُمُ الْکُفْرُ الْفُسُوقُ الْعَصِیَانُ  
 یعنی ولیکن اللہ تعالیٰ نے دوست کیا ہے تمہاری طرف ایمان اور توحید کو اور ایمان  
 کو تمہارے دلوں میں آراستہ کیا ہے اور مکر وہ کیا ہے تمہارے دل چھپانا اور راستہ سے باہر  
 ہو جانا اور نافرمانی کرنی پس خدا کی تعریف کے سوا اُسکی معرفت سے لوگوں کا نصب بخبری کے  
 سوا کچھ نہیں ہے اور حضرت ابوالحسن نوری علیہ الرحمۃ کہتے ہیں۔ لا کرلیل علو اللہ سوا کا  
 اندا العلم یطلب لا ذاب الحد منہ یعنی خدا پر خدا کے غیر سے دلیل نہیں ہے اور سوا  
 اسکے نہیں ہے کہ علم آداب خدمت کیلئے طلب کرتے ہیں نہ معرفت کی صحت کے لئے اور  
 مخلوقات سے کیونکہ طاقت نہیں ہے کہ کسی کو خدا تک پہنچا سو دیکھو ابو طالب کا حال آنحضرت  
 کی بزرگی نے اُسکو بد بختی سے نہروکا اور آنحضرت کے معجزات نے اُسکو کچھ نہ دیا پس دلیل ہے  
 کا درجہ پہلے خدا کے بزرگ سے منہ پھیرنا ہے اور عادت میں سبب کیونکہ وجوہ دلیل حائز  
 ہے پس خدا کی معرفت عبادت کے خلاف ہے اور خدا کی معرفت عقل کی حیرانی کی مانند ہوگا  
 سوا نہیں سمجھ اور نہ ہر خدا کی عنایت کا ہونا لوگوں کو کسب اس میں دخل نہیں ہے اور خدا کے  
 سوا جہد کے واسطے آفر کوئی دلیل نہیں ہے اور نہ لوگوں کی کشائش اور خدا کی غیبی خزانوں سے



کیونکہ جو کچھ خدا کے سوا ہے وہ سب محدث ہے پس لازم ہوا کہ محدث اپنے جیسے پہنچو اور یہ امر جائز نہیں ہوتا کہ اپنے بیدار کر نیوالے پہنچو پھر اور یا اسکا وجود اسکا کسب کیا گیا ہو اور محدث نہ ہو اور یہ سب جانتے ہیں کہ جو کسب کے تحت میں آتا ہے تو کسب اسکا اُسپر غالب ہو جاتا ہے اور اسکا کسب کیا گیا مغلوب ہو جاتا ہے۔ پس اسے طالب کرامت یہ نہیں ہے کہ عقل کسی فعل کی دلیل ہو قسائل کی مٹی کو ثابت کرے بلکہ کرامت وہ ہے کہ جو دلی حق سبحانہ و تعالیٰ کے نور کی اپنی مٹی کی نفی کرتا ہے پس پہلے کو گفتگو کی معرفت ہوتی ہے اور دوسرے کو حال کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور جو گروہ کہ عقل کو معرفت کی علت جانتا ہے اس سے کہہ دو کہ اے طالب عقل دل میں معرفت کے عین سے کیا چیز ثابت کرتی ہے کیونکہ جو کچھ عقل ثابت کرے گی تو معرفت اسکی نفی کر دیگی یعنی اسکی نفی کہ جو دل میں لائل عقل سے پیدا ہو گئی کہ خداوند عز و اسماء وہ ہے اور اسکو ہم خدا سمجھتے ہیں اور درحقیقت وہ اس کے خلاف ہے اور اگر اس کے خلاف اور کوئی صورت پیدا ہوتی تو وہ اس کے بھی خلاف ہے پس اسکا عقل قاصر ہے کہ اسکی دلیل چاہنے سے اسکی معرفت حاصل کر سکے کیونکہ عقل اور دم دونوں ایک نفس ہیں اور جہان نفس ثابت ہوگی تو معرفت کی وہاں نفی لازمی ہوگی پس اے طالب عقل کی دلیل لاکھ معرفت حاصل کرنی تشبیہ اور اسکی نفی تعطیل ہے اور عقل کی طاقت ان دو اصولوں میں ہے پس اسکا کسو اور کچھ نہیں ہے یعنی معرفت اور فکر میں لازم آتی ہے مبتدا اور معطل یعنی صفات باری میں تشبیہ اور تعطیل کرنا مولانا موحی نہیں ہو سکتا ہے۔ پس جب عقل اپنے محل قدرت پہنچ جاتی ہے تو جو کچھ اُس میں حاصل ہوتا ہے وہ اُسی کا سامختہ پرواختہ ہوتا ہے پس دوستوں کو دلو کو طلب کرئیے سو اور کوئی چارہ نہیں جو اسی واسطے اُٹھائی عاجزی اختیار کی ہو اور اپنی آرام سے بے آرام ہوتے ہیں اور خدا کی جناب میں زاری و التجا کرتے ہیں پس اسکی طلب جو کچھ ہوتی ہے وہ انکی قوت سے نہیں ہوتی ہے پس خدا کی قوت انکی قوت ہوتی ہے یعنی وہ خدا کا راستہ خدا سے پاتے ہیں لاؤ غایت کے رنج سے آسودہ ہو جاتے ہیں اور باغ محبت میں جگہ پاتے ہیں اوس جگہ انکی روح مسرور ہوتی ہے پس جب عقل اپنے دل کو باہر لے دیتی ہے تو اوس میں تصرف پیدا کرتی ہے مگر اُس میں دخل



نہیں ہوتے اور وہاں عاجز و حیران ہو جاتی ہے پس جب حیران ہوتی ہے تو مغز دل ہو جاتی ہے جس کا  
مغز دل ہو جاتی ہے تو اس وقت خدا تعالیٰ اس کو خدمت کا لباس دیتا ہے اور ہوتا ہے کہ اے عقل جب  
تک تو باوجود تھی اس وقت تک مجرب تھی اور جب تجھ سے تیرے سبب بابت فانی ہوئی اور تو عاجز ہوئی  
تو پہنچ گئی ہیں دل کا نصیب قرب ہوئی اور عقل کے حصہ میں خدمت اہل بابتی معرفت تعریف پر مبنی ہے کیونکہ  
خداوند عالم عز اسمہ نے اپنے بندہ کو اپنی تعریف سے آگاہ فرمایا ہے پس بندہ نے خدا کو پہچانا اور  
نہ اس شناخت سے کہ جو سبب موصول ہوئی ہے بلکہ اس شناخت سے جس میں بندہ کا وجود و ریت  
کے طور پر ہے اس واسطی کہ عارف کی واسطے سبب جہوں سے خودی حیانت ہے تاکہ اس کا  
ذکر نسیان کو سوا ہو اور اس کا زمانہ بغیر کوتاہی کے جو اور معرفت اس کا حال ہوتی ہے قائل ہوئی اور ایک  
گروہ کا قول ہے کہ معرفت اتنی ہو تو یہ امر ہی محال ہے کیونکہ معرفت کی واسطے تھی پی دونوں طرح کی ہیں جو سبب  
اور خطا اور صواب پر الہام کی دلیل نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ ایک شخص کہتا ہے کہ مجھے بذریعہ الہام  
کے معاوم ہوا کہ خداوند عالم مکان میں ہو دوسرا کہتا ہے کہ الہام ہوا کہ اس کا کوئی مکان نہیں ہے پس  
ضرور ہوا کہ ان دونوں دعویوں میں جو ایک دوسری کی ضد ہیں حق ایک طرف ہو چونکہ دونوں محصر  
الہام سے دعویٰ کرتے ہیں لہذا لازم ہوا کہ اب ایسی دلیل کی ضرورت ہو تا کہ ان دونوں دعویوں  
کے سچ اور جھوٹ میں فرق کرے پس جب دلیل ہوگی تو مدعا سے دلیل سے ثابت ہوا اور الہام  
کا حکم باطل ہوا اور یہ قول راہمہ کا ہے اور الہامیوں کا قول ہے کہ خدا کی معرفت  
..... اور حضرت مصطفیٰ صاحب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک قوم کو دیکھا کہ جو الہام میں  
حد درجہ کا مبالغہ کرتے تھے اور اپنے زور مانہ کی نسبت پارسا مردوں کے زمانہ سے تعبیر کرتے تھے اور وہ  
سب گمراہی پر تھے اور ان لوگوں کی اقوال تمام عقلا راہل کفر اور اہل اسلام دونوں خلاف تھی کیونکہ ایک میں  
دس قولوں سے جو ایک دوسرے کے خلاف ہیں الہام سے دعویٰ کرتے ہیں اور یہ سب باطل ہیں انہیں کوئی  
بھی حق پر نہیں ہے اور اگر کوئی شخص یہ کہے کہ جو شرع کے خلاف ہو وہ الہام نہیں ہو سکتا تو میں  
کہتا ہوں کہ تحصیل میں خطا اور غلطی ہے کیونکہ شریعت کو الہام کو قیاس کو موافق اپنی رائے پر مینا



اور کہتا ہے کہ الہام کا ثبوت شریعت سے ہی پس معرفت شرعی اور نبوی اور ہدایتی ہر الہامی اور  
الہام کا حکم معرفت میں سب جہوں پر باطل ہو اور ایک گروہ کہتا ہے کہ خدا کی معرفت ضروری ہے  
اور یہ بھی محال ہے کیونکہ جس چیز میں بندہ کا علم ضروری ہو تو چاہیے کہ دانا و سبیل اشتراک کہیں اور  
جب ہم دیکھتے ہیں کہ داناؤں کے ایک گروہ کے آدمی اُسکا انکار کرتے ہیں اور تشبیہ اور تلمیح کو رد  
کرتے ہیں تو لازم ہوا کہ معرفت ضروری نہیں ہے اور یہ بھی ہے کہ اگر خدا کی معرفت ضروری ہوتی تو  
تکلیف اس پر روانہ ہوتی کیونکہ اس چیز کی معرفت کیلئے جبکہ علم ضروری ہے تکلیف ناممکن ہو  
جس طرح اپنی معرفت پر اور آسمان اور زمین اور دن اور رات اور درختوں اور لذتوں کی معرفت ہی  
اور جو انکی مثل ہے کیونکہ انہیں سو کیسے وجود کی حالت میں عقل اپنی آپکو ایسے شک میں نہیں ڈالتی  
کہ اُس میں بقرار ہو اور پچھتا چاہیے تو یہ سب گروہوں کے لیکن صوفیوں کے ایک گروہ نے جب اپنے  
یقین کی صحت میں نگاہ کی تو کہا کہ ہم اسکا واروئے ضرورت کہہ چاہتے ہیں کیونکہ دل میں کوئی  
شک نہیں پاتے اور یقین کے نام کو ضرورت قرار دیتی ہیں پس ان معنوں میں اچھی طرح پہنچنے والے ہیں  
اور عبادت میں مخطی یعنی بے ارادہ خطا کرنے والے ہیں کیونکہ ضروری علم میں صحت کی تخصیص نہ  
نہیں ہے اسکی وجہ ہے کہ دانا لوگ برابر ہوتے ہیں اور کچھ بھی ضروری ہے کہ ضروری علم و علم  
ہوتا ہے کہ جو زندوں کے دل میں بے سبب پیدا ہوا اور خداوند تعالیٰ کا علم اور اسکی معرفت بسی  
سبب ہے مگر حضرت استاد ابو علی وفاق اور حضرت شیخ ابوہل معلوم کی اور ابو سہل کا باپ جو  
نیشاپور کا رئیس اور امام تھا اس پر میں کہ معرفت کی ابتداء دلیل لانا ہے اور انتہا  
بدرجہ ہوتی ہے۔ چنانچہ اہلسنت کا ایک قول یہی ہے اور کہتے  
ہیں کہ تمہیں دیکھتا کہ بہشت میں کہ خداوند عالم کا علم ضروری ہے اور جب کہ وہاں ضروری  
تو جائز ہے کہ یہاں بھی ضروری ہو اور اس جگہ بھی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس حال میں کو  
حق تعالیٰ بلا واسطت وحی کے کلام سنتے ہیں اسکو ضرورت سے پہچانتے تھے اور فرشتے جو  
وحی لاتے اسکو بھی ضروری جانتے تھے اور میں کہتا ہوں کہ بہشتی بہشت میں خدا کو ازل سے ضرورت



کے پہچاننے کے لیے نہایت تکلیف کا مقام ہیں اور پیغمبر عاقبت میں امن دیتے گئے ہیں اور  
 طبیعت سے پیغم میں اور خستہ خدا کو از روی ضرورت کے پہچانا اُسے اُسکو تکلیف سے بھی پہچانا کیونکہ  
 ایمان اور معرفت کو اس سبب بزرگی ہے کہ غبت ہے پس جب عین ہوتا ہے تو ایمان جبر ہوتا ہے  
 اور اُس کے عین میں اختیار اُٹھ جاتا ہے اور شرع کے اصول مضرب ہو جاتے ہیں اور فکر اور سوچنے  
 کا حکم باطل اور یلعم باعور اور ابلیس کی تکلیف نہیں کیونکہ یہ اتفاق سے خدا کے عارف تھے  
 جیسا کہ ابلیس سے ہمیں اُس کے اعمال کے رد و اور مٹا دہو نے کسی جبر دی ہے اور فرمایا نہ تبا  
 لا غوینکم اجد عین تیری عزت کی قسم ہے اس سبب کہ تو نے مجھے گمراہ کیا ضرور میں اے میں تو کو  
 میں ڈال دوں گا اور حقیقت میں سخن کا کہنا اور جواب کا سنا معرفت کا تقاضا ہے اور عارف  
 جب تک روت ہوتا ہے وہ قطع ہوئے پیغم ہو جاتا ہے اور طبیعت معرفت کو زائل ہو کر لختی ہوتی  
 ہے اور ضرور میں عالم کا زوال نہیں ہو سکتا ہے اور لوگوں میں یہ مسئلہ آفت ہے اور شرط یہ ہے کہ تو اس قدر  
 جان لے کہ خداوند عالم سے بندہ کی معرفت ہے اور بندہ کا علم خدا کی ارادی برایت ہے اور اُس کے  
 آگاہ کر چکے ہوا نہیں ہے تاکہ اُسے طالب تو اس آفت سے آنا د ہو جائے لیکن جائز ہے کہ معرفت  
 میں بندوں کا یقین کبھی زیادہ ہوتا ہے اور کبھی کم ہوتا ہے لیکن اصل معرفت میں زیادتی اور  
 کمی نہیں ہوتی کیونکہ معرفت کی زیادتی بھی نقصان ہے اور نقصان خود نقصان ہے جو کہ  
 خداوند عالم کی شناخت میں تقلید نہیں چاہیے پس خدا کو کمال کی صفتوں سے پہچانتا چاہیے  
 اور یہ حق تعالیٰ کی محض عنایت ادا و سکی رعایت کی خوبی ہو اور دلائل عقلیہ کے مسک  
 میں جو اُس کے ہر مقصود میں ہیں چاہتا ہے تو اپنے فعلوں میں ایک فعل کو دلیل گردانتا ہے  
 اور اُس آدمی کو اپنی طرف راستہ دکھاتا ہے اور حجب چاہتا ہے تو اسی فعل کو حجاب بناتا ہے پس  
 اسی فعل کے باعث سے وہ خدا سے دور ہو جاتا ہے جیسا کہ حضرت عیسیٰؑ ایک قوم کی سطر و نیل  
 ہوئی اور ایک قوم کی سطر و حجاب ہوئی چونکہ ایک گروہ نے کہا کہ یہ خدا کے بندے ہیں اور ایک نے  
 کہا کہ یہ خدا کے بیٹے ہیں اور اسی طرح بُت اور چاند اور سورج بھی ایک قوم کی بنے خدا پر دلیل ہوئے



اور ایک گروہ انہیں سے خدا سے دور ہو گیا پس اگر دلیل معرفت کی علت ہوتی تو لازم تھا کہ دلیل لاف  
والاعارف ہوتا حالانکہ یہ نہیں ہے اور یہہ مکابر ہے پس اس طالب خدا تعالیٰ ایک کو برگزیدہ کرتا ہے  
اور اسکو سب کا رہبر بناتا ہے تاکہ لوگ اس کے سبب خدا تک پہنچیں اور خدا کو جانیں پس معلوم ہوا  
کہ دلیل خدا کی معرفت کا سبب نہ علت اور کوئی سبب کسی سبب بہتر نہیں ہوتا کہ جو سبب کے  
لئے حق ہو اور وارو ہے لعمرک انہم لفی سکر تھم یجہون یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم  
تیری جیات کی قسم ہے کہ تحقیق تیری قوم کے کافر قوم کو ط کی طرح اپنی گمراہی میں جیران اور  
سرگردان ہیں اور عارف کیلئے سبب کا ثبوت معرفت میں کفر ہے اور غیر کی طرف توجہ شرک ہے  
وَمَنْ يُضِلِّ اللَّهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ یعنی جسکو اللہ تعالیٰ گمراہ کرے پس نہیں ہے اس کے واسطے  
کوئی راہ دکھلائی والا یعنی جس کے مقدر میں یعنی لوح محفوظ میں ہے لا کاللفظ لکھا ہوا اور  
تو وہ کیونکر نیک ہو سکتا ہے اور عرفان حاصل کر سکتا ہے اور دلیل اور استدلال اس کی سہلی  
کیونکر مادی بن سکتے ہیں اور من التفت الی الاخیلہ مصرفۃ سرخاں یعنی جس نے غیر کی طرف  
توجہ کی پس اس کی معرفت کفر ہے اور جو شخص خداوند تعالیٰ کے غلبہ محبت میں گم اور متفرق ہے  
تو خدا کے سوا کیونکر کوئی چیز اس کی مادی ہو سکتی ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام جناب  
سے باہر تشریف لائے تو دن میں کوئی چیز نہ دیکھی حالانکہ دن میں بہت دلائل پیدا ہو سکتے ہیں  
اور بزرگوں کو جو صاحب کرامت ہوتے ہیں ان کو دن میں بہت سی دلیلیں معلوم ہوتی ہیں اور عجائبات  
ظاہر ہوتے ہیں اور جب رات آتی ہے تو ستاروں کو دیکھتے ہیں اگر ابراہیم علیہ السلام کی معرفت  
کی علت دلیل ہوتے تو انہیں اون کے واسطے بہت سے دلائل اور عجائبات تھے۔

پس اے طالب خداوند جسکو چاہتا ہے اسکو اپنا راستہ بتلاتا ہے اور دروازہ معرفت کھولتا ہے  
تاکہ عین معرفت میں وہ درجات علیا پر پہنچ جائے کہ عین معرفت اسکو غیر نظر آئے اور معرفت  
کی صفت اسکو آفت ہو جائے پس وہ معرفت کے سبب معرفت سے محجوب ہو جاتا ہے یہاں تک کہ  
اس کی معرفت کی تحقیق اس رعب ہو جاتی ہے کہ معرفت اس کا دعویٰ ہو جاتا ہے اور حضرت ذوالنون



مصری رجحہ اللہ علیہ کہتی ہیں ایاک ان نکون بالمعرفۃ محکم شعلہ لیدعی العارفون مشرق  
 اقربا لجهل فذلک معرفتی معرفت کے مدعی ہونے سے دور یعنی معرفت کا دعویٰ نہ کر  
 عارف لوگ معرفت کا دعویٰ کرتے ہیں اور میں جہل کا دعویٰ کرتا ہوں پس یہی میری معرفت ہے  
 پس اے طالب جو شخص خدا کے جلال کے کشف سے عزت حاصل کرتا ہے تو اس کا اسکی مٹی بال  
 ہو جاتی ہے اور اسکی صفیں اُسکو آفت ہو جاتی ہیں اور جو خدا کا بندہ ہو جاتا ہے اور خدا اُسکا  
 ہو جاتا ہے تو اُسکے واسطے کوئی چیز نہیں ہے کہ اُس چیز سے دنوں جہان میں اسکی نسبت  
 درست ہو اور معرفت کی حقیقت یہ ہے کہ جان کہ تمام ملک خالص کیواسطے یعنی اُسکی ملک اپنی آپ کو جانتا ہے پس  
 جب کوئی کل ملک میں خدا کو نصرت کرے تو والا جانتا ہے تو اسکو اور لوگوں سے کیا کام ہوتا ہے  
 بتانے اپنی آپ اور یا مخلوق سے وہ مجرب ہوگا پس اُسکا حجاب جہل ہو جاتا ہے اور جب جہل فانی  
 ٹھہرا اور حجاب گم ہوا تو دنیا و آخرت اس کے نزدیک کوئی چیز نہیں رہتی اور بعض صوفیا  
 کہتے ہیں کہ دنیا و آخرت اُسکی درست ہو جاتی ہے واللہ اعلم

## دسویں فصل

پس اے طالب صدق حضرات صوفیہ کے ان معاملات میں بہت بھید ہیں انہذا بضر محمول  
 فائدہ کے اُسکے اقوال سے چند قول نقل کرتا ہوں حضرت عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں -  
 المعروف انہ لا تعجب من شئی یعنی معرفت وہ چیز ہے کہ کسی چیز سے تعجب نہ ہو کیونکہ تعجب  
 اُس فعل سے چاہیے کہ جو کوئی اپنے مقدر کے زیادہ کر کے اور خدا تعالیٰ سے کمال پر قادر ہے  
 پس عارف کو اُسکے فعل پر تعجب کرنا ناز رہا ہے اور اگر تعجب ہوتا تو یہاں بھی لازم تھا کہ اُس نے خاک  
 اٹھائی کو پھر مرتبہ عطا فرمایا کہ وہ دنیا پر حکمرانی کر رہا ہے اور اسے قطرہ تاجیر کو دریا بنادیا کہ آج  
 اُسکی معرفت کا دیکھ رہا ہے اور اُسکی دوستی کا سبق لے رہا ہے اور اُسکے دیدار کی طلب او  
 اُس کے قرب کو ڈھونڈ رہا ہے اور اُس کے وصل کا ارادہ رکھ رہا ہے اور حضرت ذوالنون



مصری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں حقیقتہ المصرفتہ اطلاع الحق علی سواد بمواصلة لطائف  
الانوار۔ یعنی معرفت کی حقیقت خدا کے بھید پر اطلاع ہے اس واسطیکہ خدا کی معرفت کے  
نور می لطیف بندہ کو حاصل ہو جائیں یعنی حق تعالیٰ اپنی عنایت سے اپنی بندہ کے دل کو روشن  
اور بینا کرے اور سب آفتوں سے اُسکو محفوظ رکھے اور اُس کے دل میں خدا کے سوا موجودات  
اور مشبہات کا خرد دل کے دانہ کے برابر بھی وزن نہ رہے اور ظاہری اور باطنی اسرار کا  
اُسکو مشاہدہ ہو جائی اور جب ایسا ہو جائی تو گویا اُس نے سب معنوں کا مشاہدہ کر لیا اور اس کے متعلق  
حضرت شیخ فیصلی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ المعرفۃ دوام الحیرۃ یعنی معرفت حیرت کی ہمیشگی  
ہے پس اُطالبتہ وق حیرت دو طرح پر ہوتی ہے، ایک ہستی دوسری چگونگی ہستی  
میں حیرت کا ہونا شرک اور کفر ہے اور چگونگی معرفت ہے کیونکہ خدا کی ہستی میں عارف کو  
شک پیدا نہیں ہوتا اور خدا کی چگونگی میں عقل کو طاقت نہیں ہوتی پس خدا تعالیٰ کے وجود  
میں یقین کامل ہو جاتا ہے اور اُسکی کیفیت میں حیرت ہو جاتی ہے اسی اُسکو کسی بزرگ نے  
فرمایا ہے یاد لیل المتحیرین لدنی تخیراً یعنی امی متحیروں کی دلیل مجھے حیرت میں زیادہ  
کر لینے پہلے وجود کی معرفت اور اُسکی صفتوں کا کمال ثابت کیا اور جان لیا کہ مخلوق کا مقصود  
خدا ہے اور لوگوں کی دعوت کا قبول کرنیوالا ہی اور متحیروں کو اس کے سوا اور کوئی حیرت نہیں ہے  
اُسوقت زیادہ حیرت چاہی اور جان لیا کہ مطلوب میں عقل کو حیرت اور سرگردانی کے سوا اور کوئی  
حقتہ نہیں ہے۔ پس یہ معنی بہت لطیف ہیں اور صاحب مقام اس لطف پاتے ہیں پس اور یہ بھی حال  
ہوتا ہے کہ خدا سے ہستی کی معرفت اپنی ہستی پر حیرت کا تقاضا ہی کیونکہ جب بندہ خدا تعالیٰ کو پہچان  
لیتا ہے تو اپنے آپکو خدا کے غلبہ میں اور اُسکی قید میں دیکھتا ہے اور جب اُس کا عدم اور وجود خدا  
سے ہو جاتا ہے تو ٹھہرنے اور حرکت کرنے سے اُسکی قدرت پر حیران ہو جاتا ہے اور کہتا ہے کہ  
جب کل کا قہام اس کے ہر کوئی میں کون ہوں اور کیا چیز ہوں اور اس کے متعلق موصوفہ علیہ السلام کا  
ارشاد ہے من عرف نفسه فقد عرف ربه یعنی جو اپنی آپکو قناسے پہچانتا ہے تو خدا



کو بقا کے ساتھ جانتا ہے چونکہ فنا سے عقل اور صفت باطل ہوتی ہے چو نکہ جب کسی چیز کا عین  
 معقول نہ ہو تو اسکی معرفت میں حیرت کے سوا کیا حال ہو سکتا ہے اور حضرت بابرید بسطامی علیہ  
 الرحمۃ فرماتے ہیں المعرفة ان تعرف ان حركات الخلق و سکنا تخم باللہ یعنی معرفت  
 یہ ہے کہ لو جان لے کہ مخلوق کی حرکتیں اور اونکے سکناات خدا سے ہیں اور کسی کو خدا کے  
 اذن کے سوا اس کے ملک میں تصرف نہیں ہے اور عین اس سے عین ہے۔ اور  
 اثر اس سے اثر ہے اور صفت اس سے صفت ہے اور متحرک اس سے متحرک ہے اور ساکن  
 اس سے ساکن ہے کیونکہ جب تک وجود میں خواہش کی طاقت نہ پیدا کرے اور ارادہ نہ رکھے تو  
 بندہ کوئی فعل اسوقت تک نہیں کر سکتا ہے اور بندہ کا فعل مجاز کے طور پر ہوگا اور حقیقت  
 میں وہ فعل خداوند عالم کا فعل ہوگا اور عارف کی صفتیں حضرت واسح کے پیغمبر فرماتے ہیں۔  
 من عرف اللہ قل کلامہ ودا۔ مر تحیرۃ یعنی جس نے خدا کو پہچان لیا اسکا کلام کم ہوتا ہے  
 اور اس پر حیرت طاری ہوتی ہے یعنی عارف وہ شخص ہو کہ اسکا سخن کم ہو اور اسکی حیرت زیادہ  
 ہو کیونکہ یہ عبارت اس چیز سے کر سکتے ہیں کہ جو عبارت کی تحت میں ہو چو نکہ اصول میں عبارت  
 کے واسطے ایک حد ہے اور عبارت کیا جیتا محدود نہ ہو تاکہ اس پر عبارت کی بنیاد رکھی جائے اور جب  
 عبارت میں مقصود نہیں تو بندہ کو اس چارہ نہیں تو سوائے حیرت کم کے اسکو اور کیا چارہ ہو۔  
 سکتا ہے اور اس کے متعلق حضرت شبلی فرماتے ہیں حقیقتہ المصروف العجز عن المعرفۃ  
 یعنی معرفت کی حقیقت اپنی ہی معرفت سے اجڑ ہونا ہے کہ جب میں عجز ہوتا کہ بندہ اسکی حقیقت میں اپنی  
 عاجزی کے سوا اور کوئی چارہ نہ دیکھے اور بندہ کو اس چیز کے سمجھنے میں اپنی نے یادہ دعویٰ نہ ہو  
 پس معلوم ہوا کہ عجز اسکی طلب اور جیتا طلب اپنی صفت اور آلہ میں قائم ہے تب تک اس پر عجز  
 درست نہیں اور جب آلہ اور اسکی صفتیں اس سے دور ہوئیں اس وقت وہ فنا ہو جاتا ہے اور  
 عجز وغیرہ کچھ نہیں رہتا ہے اور مدعیوں کا ایک گروہ اذیت کی صفت کے ثابت ہونیکو حال میں اور  
 اللہ تعالیٰ کے خطاب کی صحت اور حجت کے قیام کی حالت میں کتاب کی معرفت عجز ہے



اور ہم لوگ عاجز ہیں اور سب سے عاجز تر ہیں اور یہ اس گروہ کی زیان کاری اور گمراہی ہی حضرت  
مصطفیٰ کتا فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ جس چیز کی طلب میں عاجز ہوئی ہو لہذا اس عجز کے  
دو مقام ہیں اور وہ دونوں تم میں نہیں ہیں یعنی ایک آلہ کو فنا کا نشان اور دوسرا تجلی کا اظہار  
پس جس جگہ آلہ فنا ہو تو وہاں عبارت گم ہوتی ہے کیونکہ عجز سے عبارت کرنا ہے اور عجز عبارت  
عجز عجز کے گم نہیں ہوتی اور جبکہ تجلی کا اظہار ہوتا ہے وہاں نشان نہیں ہوتا اور تمیز صورت  
نہیں اختیار کرتی تاکہ عاجز نہ رہے جو اس کے منسوب ہے اور اسکو عجز کہہ سکیں کیونکہ  
عجز غیر ہے اور غیر کی معرفت ثبوت معرفت نہیں اور جتنا کہ غیر کی دل میں جگہ ہی یا عارف کے  
واسطے عبارت ہے اس وقت تک عارف نہیں ہوتا اور اس کے متعلق حضرت ابو حفص حداد  
علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اذا عرفت الله ما دخل فی قلبی حق ولا باطل یعنی جب سے میں خداوند  
تعالیٰ کو پہچانا ہے تب سے میرے دل میں حق اور باطل کی فکر نہیں ہوتی کیونکہ جب لوگوں کو  
حرص ہوا رہتی ہے تو اسکو نفس راستہ دکھاتا ہے اس وجہ سے کہ باطل کا محل نفس ہے اور  
اور جب کسی چیز کی محبت رکھیں تو ہمیشہ اس کا خیال دل پر گزریگا اس سبب کہ دل روح کی طرف  
اسکو راستہ دکھاتا ہے کیونکہ حق اور حقیقت کا منبع روح ہے پس جب دل میں غیر ہو تو اس کی  
طرف عارف کا رجوع نا شناسانی ہے پس سب لوگوں کی معرفت کی دلیل کی طلب دل سے کی ہے  
اور ہوا اور ہوس کی طلب بھی اس سے ہوتی تو دل کی طرف رجوع کیا اور خدا کے سوا غیر پر اطمینان پڑا اور عارفوں کو جب  
کوئی خواہش رہی تو دل کی طرف رجوع نہ کیا اور جب دلیل کی ضرورت ہوئی تو حق کی طرف رجوع کیا نہ دل کی طرف پس  
اس منہ درینا کہ اسکا رجوع دل کی طرف ہوا اور اس منہ درینا کہ اسکا رجوع خدا کی طرف ہو فرق ہیں ہے  
اور حضرت ابوبکرؓ اسی فرماتے ہیں عن عرف الله القطع عن الكل بل خروا تقسم یعنی جس نے خدا کو پہچانا  
اس نے سب چیزوں کو ترک کیا اور وہ سب عبارتوں سے گنک ہوا اور وہ اپنی جگہ صفتوں سے  
فانی ہوا جیسا کہ حضرت ہمیشہ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا احصى ثناء عليك  
یعنی میری صفت تجھ پر ہیں شمار نہیں کر سکتا پس جتنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غیبت



میں تھے عرب کے لوگوں سے زیادہ فصیح تھے جیسا کہ ارشاد ہے اَنَا أَفْصَحُ الْعَرَبِ الْعَجَمِ اور جب غیبت سے حضور میں پہنچے تو فرمایا کہ میری زبان کو تیری ثنا کے کمال کی طاقت نہیں ہے پس میں تجھ سے کیا کہوں کہ تیری گفتار سے بے گفتار ہوں اور تیرے حال سے بے حال ہوں پس تو تو ہی ہو اور میری گفتار مجھ سے کہہ دیتی ہے یا تجھ سے اگر اپنے سے کہوں تو میں اپنی گفتار سے مجرب ہوں اور اگر تجھ سے کہوں تو اپنے سے کسب ذریعہ سے قربت کی تحقیق میں معیوب ہوں لہذا میں کچھ نہیں کہتا پس خداوند عالم عزائم کا حکم آیا کہ اگر تو کچھ نہیں کہتا تو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں کہتا ہوں لَعَلَّكَ إِذَا سَأَلْتَ عَنْ ثَنَائِي فَأَكْلَمَكَ ثَنَائِي یعنی قسم ہے تیری عمر کی کہ جب تو میری ثنا سے خاموش ہو واپس یہ سب تجھ سے میری ثنا ہے یعنی جب تو اپنے آپ کو میری ثنا کے لائق نہیں جانتا اور عاجز جانتا ہے تو مینے اُس کو ظاہر اور باہر بیان کر دیا تاکہ سب میری ثنا کریں اور اوس کا حوالہ تجھ سے کر دیں۔ واللہ اعلم

## دوسرے حجاب کشف توحید میں

پس اے طالب صداق اب میں تجھ سے دوسرے حجاب کشف توحید بیان کرنا ہوں تاکہ تو جان لے کر مراتب فقر اور ترتیب لوگ میں فقیر کے واسطے یہ حجاب کیا حقیقت رکھتا ہو دیکھو خداوند عالم عزائم فرماتا ہے اَللّٰهُمَّ اِلٰهُ وَاحِدٌ یعنی تمہارا خدا ایک ہے جو بیگانہ اور بیکتا ہے اور ارشاد ہوتا ہے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ یعنی کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ وہ واحد ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور ارشاد ہوتا ہے لَا تَتَّخِذْ اِلٰهَيْنِ اُثْنَيْنِ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهُ وَاحِدٌ یعنی ہرگز دو مبود نہ سمجھو ایک اس کے سوا نہیں ہے کہ وہ ایک ہی مبود ہے اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں يٰۤاَيُّهَا سَرَّ جَلٍّ فِيْ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ لَمْ يَعْمَلْ خَيْرًا اَقْطَبُ اِلَّا التَّوْحِيْدَ فَقَالَ لَا اَهْلِيْ اِذَا مِتَّ فَاَحْرِقُوْنِيْ ثُمَّ اسْقُوْنِيْ ثُمَّ دَسُوْنِيْ لِيُصْفِيَ فِي الْبَرِّ وَيُصْفِيَ فِي الْبَحْرِ فَيَوْمَ رَا يَحْرَ فَمَعَلُوْا



فَقَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لِلرَّيْحِ اجْبِشِي مَا أَخَذْتَ فَإِذَا هُوَ بَيْنَ يَدَيْهِ فَقَالَ مَا  
 حَمَلَكَ عَلَى مَا صَنَعْتَ فَقَالَ اسْتَحْيَاءُ مِنْكَ فَغَفَرَ لَهُ۔ یعنی تم سے پہلے ایک مرد تھا  
 کہ جو اچھے کاموں میں سے کچھ نہ رکھتا تھا مگر توحید رکھتا تھا پس جب اُس کے مرنے کا وقت  
 نزدیک ہوا تو اوس نے اپنے گھر کے آدمیوں کو جمع کر کے کہا کہ جب میں مرجاؤں تو مجھے  
 جلا دینا اور میری خاکستر کو باریک کر کے اوس میں سے آدھی دریا میں ڈال دینا اور آدھی جنگل  
 میں یا ہوا میں برباد کر دینا تاکہ مجھ سے کوئی اثر باقی نہ رہ جائے چنانچہ اُس کی اولاد نے اُسکو  
 ایسا ہی کیا پس حق تعالیٰ نے ہوا اور پانی کو حکم دیا کہ اس کی خاک تلف نہ ہو اور قیامت تک  
 اُسکو محفوظ رکھو جس وقت خدا تعالیٰ اُسکو زندہ کرے گا اسوقت اُس پوچھے گا کہ تجھ کو کس چیز نے  
 آمادہ کیا کہ تُو نے اپنے آپکو جلا دیا پس اسوقت وہ اللہ تعالیٰ سے کہے گا کہ اپنے اپنی اور بہت بڑا  
 ظلم کیا اسوقت خدا تعالیٰ اُسکو بخشے گا پس اِطالع توحید کی حقیقت کسی چیز کی بیگانگی پر حکم کرنا  
 ہے اور اُسکی بیگانگی پر علم کی صحت ہے اور جب خدا تعالیٰ ایک ہے اور بے مثل ہے اور اپنی ذات  
 اور صفات میں بے نظیر ہے اور اپنے فعلوں میں کسی کی شرکت نہیں رکھتا ہے تو وہ ہی خدا ہے  
 اور موجدوں نے خدا کو اس صفت خدا سمجھا ہے کہ اُسکی دانش کو توحید کی بیگانگی جانتا ہے  
 پس اِطالع توحید تین طرح پر ہے ایک تو خدا کی توحید ہے کہ جو خدا کیلئے ہے اور یہ اپنی بیگانگی  
 پر علم ہے اور دوسرے خدا کی توحید مخلوق کے لئے ہے کہ جو بندہ کے واسطے توحید پر خدا کا حکم ہے  
 اور بندہ کے دل میں توحید کی پیدائش ہے اور تیسرے لوگوں کی توحید خدا کے واسطے ہے اور  
 یہ لوگوں کا علم ہے کہ جو خداوند تعالیٰ کی وحدانیت پر ہے پس بندہ جب خدا سے عارف ہوتا ہے  
 تو اُسکی وحدانیت پر حکم کر سکتا ہے۔ پس اِطالع توحید کو معلوم ہو کہ خداوند تعالیٰ ایک ہے کہ جو وحصل  
 اور فصل کو نہیں قبول کر سکتا ہے اور اس پر کوئی بعد نہیں ہے اور نہ اُسکی بیگانگی عددی ہے کہ  
 کسی عدد کی وجہ سے وہ دو ہو جاویں اور اُسکی وحدانیت عددی ہو جاویں اور وہ محدود نہیں ہے  
 تاکہ اُسکے واسطے چھ طرفیں ہوں اور ہر ایک طرف کے واسطے ایک طرف ہو اور تعداد کا یہ



ثبوت بے نہایت ہو اور نہ کوئی مکان ہے اور نہ مکان بین تاکہ مکان کا ثبوت اور مکان کے ممکن کیو سطلی مکان کی ضرورت واقع ہو اور فعل اور فاعل اور قدیم اور محدث کا حکم باطل ہو اور نہ وہ کوئی عرض ہے کہ جسکو جو ہر کیفیت ورت پڑے اور وہ کیوں حال ہو اور اپنے محل میں باقی ہے اور وہ کوئی جو ہر نہیں ہے کہ اسکا وجود اپنی مثل کے سوا درست نہ ہو اور وہ کوئی طبع نہیں ہے کہ جو حرکت اور سکون کا مبدار ہے اور وہ کوئی روح نہیں ہے کہ اسکو بدن کی حالت پڑے اور وہ کوئی جسم نہیں ہے تاکہ اجزاء کی اسکو ضرورت ہو اور وہ چیزوں میں قوت اور حال نہیں ہے تاکہ اور چیزوں کی جنس ہو۔ اور کسی چیز سے وہ پیوند نہیں ہے تاکہ کوئی چیز اسکی جنس ہو حالانکہ وہ سب نقصانات اور کل آفات اور حجاب عیب کے پاک و صاف ہے پس اسکی طالب خدا تعالیٰ کسی کی مثل نہیں ہے تاکہ اپنی مثل سے وہ دو چیز ہو اور وہ کوئی فرزند نہیں رکھتا کہ نسل اسکی اصل کا تقاضا کرے۔ اور اسکی ذات اور اسکی صفات میں کوئی تغیر نہیں ہے کہ اسکا وجود اس سے متغیر ہو اور متغیر کے حکم میں تغیر کی طرح ہو پس متغیر عابدہ سے ضرور موصوف ہی کہ جن صفات حمیدہ کو تمامی موصدا اپنی بیہتانی سے ثابت کرتے ہیں کیونکہ خدا تعالیٰ نے آپکے اوصاف کو اپنی صفت بنایا ہے اور ملحد لوگ اپنی ہوا سے خدا کی صفات قرار دیتے ہیں پس خدا تعالیٰ ان پاک ہو کیونکہ خدا تعالیٰ نے اپنے آپکو انکے اوصاف سے موصوف نہیں کیا ہے پس معلوم ہو کہ وہ زندہ ہی اور جانتی والا ہے اور مہربان اور رحیم ہے اور مرید اور قدیر ہے اور شنو والا اور دیکھنے والا ہے اور کلام کا کریم والا اور باقی ہے اور اسکا علم اسمیں حال نہیں ہے اور اسکی قدرت کی اسمیں سختی نہیں ہے اور اس کی بیہتانی اور شنوائی از سر نو نہیں پیدا ہوتی اور نہ اس کے کلام میں تغیر اور تجدید ہوتی ہی یعنی بعض ہونا اور از سر نو پیدا ہونا اور وہ ہمیشہ اپنی صفات قدیم سے ہے پس کوئی معلومات اس کے علم سے باہر نہیں ہے اور کسی وجود کو اس کے ارادہ چارہ نہیں ہے پس وہ جو کچھ چاہتا ہی وہی کرتا ہے اور وہی چاہتا ہی جو جانتا ہے اور مخلوق کو اس پر کوئی بزرگی نہیں ہے اور اس کے بندوں کو اس کے ادا کرنا کوئی چارہ نہیں ہے اور حجاب نیکی اور بدی کا اندازہ کرنا والا وہی ہے اور اس کے سوا کیو اور اسکا



حکم نہیں ہے اور اُمید اور بیم اُسکے سوا اور سے لائق نہیں ہے اور نفع اور نقصان کا باعث نہیں ہے  
اور اُسکے سوا کسی کے واسطے حکم نہیں ہے اور اُسکا جو حکم ہے اُسکی مشیت سے ہے اور اُسپر مہکورت  
سوا کوئی چارہ کار نہیں ہے اور اُسکے وصل کی کسی میں طاقت نہیں ہے اور اُسکے پاس پہنچنے کی  
کسی کو طاقت نہیں ہے ہاں اہل مشیت کو اُسکا دیدار نصیب ہوگا مگر اُس کی کوئی تشبیہ نہیں ہے  
اور جو اُسکے خلاف جانتے اُسکو اُسکی دیانت نہیں ہے الغرض اسی طرح کے بہت اقوال ہیں جگہ  
حضرت مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ یہ میرا اصول میرا اصول ہے لیکن بوجہ طوالت کتابی  
پر اکتفا کیا اور یہ کہ علی عثمان جدایی کا بیٹا ہوں کہ اصل کی ابتداء میں منی بیان کیا ہے  
کہ توحید کسی چیز کی وحدانیت پر حکم کرنا بیگانہ نام ہے پس ہم علم کے سوا اور کوئی حکم نہیں کر سکتے مگر چونکہ  
اہل سنت الجماعت نے بہت تحقیق سے خداوند تعالیٰ کی یگانگی پر حکم لگایا ہے اسوجہ سے کہ ایک لطیف  
صفت کو دیکھا ہے اور جو عجائب غرائب و نظائر آیا ہے اور اُسکا اپنی آپ ہونا محال سمجھا ہے اور ہر ایک  
چیز میں حادث ہوئی علامتیں پائی ہیں اور یہ سمجھی ہیں کہ انکا ضرور کوئی فاعل ہے کہ جو ان تمامی  
اشیاء کو ملک علم سے عالم وجود میں لایا ہے یعنی تمام عالم کو جمیں چاند اور شاری اور زمین اور  
آسمان اور میدان اور بحر اور بر اور پہاڑ اور جنگل شامل ہیں اور صوت اور کو معہ ان کی حرکتوں اور  
سکونوں اور علم اور نطق اور موت اور زندگی ہے پس ان سب کو کسی پیدا کر نیوالی سے چارہ نہیں  
ہے اور اسی طرح دو تین پیدا کر نیوالوں کا ایک صانع پر کہ جو کامل اور زندہ اور عالم اور قادر اور  
مختار ہو بے پروا ہونے سے کوئی چارہ نہیں ہے اور ایسے شریکے کہ جو شرکاء کے ساتھ بے نیاز ہو  
اور یہ معلوم ہے کہ جب ایک فعل کو دوسری فاعل سے چارہ نہیں ہوتا ہے تو دونوں فاعلوں کو ایک  
دوسرے سے دونوں کی حاجت ہوتی ہے اس واسطے لازم ہوا کہ ہم بغیر شک کی علم الیقین ہی کہیں کہ ایک  
ہی خدا ہے گو اس میں بعض فرقوں کا ہمارے ساتھ خلاف بھی ہے جیسا کہ متنبیوں نے لور اور یابی  
کے ثبوت میں فرق کیا ہے اور کبریا نے یزدان اور اسرمن کے ثبوت میں اشتراق کیا ہے اور اہل طبعی  
فی طبع اور قوت کے ثابت کرنے میں فرق ظاہر کیا ہے اور فلکیوں نے ساتھ ستاروں کے ثبوت



میں فرق دکھایا ہے اور معتزلہ نے بے انتہا صانع اور خالقوں میں فرق دکھلایا۔ ہے اور پھر ان سب کی تردید کے لیے ایک مختصر سی دلیل نو کر دی ہے اور یہ کتاب ان کے بیچ وہ اقوال کیو سطر نہیں ہے اور جو صاحب فکر حالات کے شائق ہوں اور اس مسئلہ کو دیکھنا چاہیں تو وہ میری کتاب حکانام العزایۃ بحقوق اللہ ہے دیکھیں اب میں اس کے بعد پھر اپنے اصلی مقصد کی طرف مراجع ہوتا ہوں اور بزرگوں کے اصولی کتابوں کی طرف اہل طلب کو رجوع کرتا ہوں اور صوفیہ کے ان اقوال کی طرف رجوع کرتا ہوں نے مسئلہ توحید میں کہا ہے والآخر میں ہے لہذا میں حضرت جنید علیہ الرحمۃ کے ذکر سے پھر اس بحث کو شروع کرتا ہوں خدا تعالیٰ میری مدد کرے۔

## گیارہویں فصل

پس اے طالب حضرت جنید علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں التوحید افراد القدم عن الحدیث یعنی توحید حدوث سے قدم کا جدا ہونا ہے یعنی قدیم کو حادثوں کا محل نہ جانے اور حادثوں کو قدیم کا محل نہ سمجھنے اور اے درویش جان لے کہ حق قدیم ہے اور تو حادث ہے اور تیری جنس سے کوئی چیز خدا سے نہیں ملتی ہے اور نہ اس کی صفتوں سے کوئی صفت تجھی سے ملے گی کیونکہ قدیم کو حادث کے ساتھ مجاہزت نہیں ہے اس لئے قدیم حادثوں کے وجود پہلے ہے اور جب حادثوں کے وجود سے پہلے قدیم محدث کا محتاج نہیں تو حادثوں کے وجود کے بعد بھی ان کا محتاج نہیں ہوتا اور مکن الکا خلافت کے جو اصول کے قدم کے قائل ہیں اور جن کا ذکر میں پہلے کر چکا ہوا اور جب کوئی قدیم کو محدث میں نزل کی یا محدث کو قدیم سے متعلق جانے تو خدا کے قدم اور عالم کو حدوث پر کوئی دلیل نہیں رہتی اور یہ دہرہوں کا مذہب فنعوذ باللہ من الاعتقاد السوء یعنی ہم ہر سے اعتقاد سے خدا سے پناہ مانگتے ہیں۔

اور محدثات کی تمام حرکات توحید کے لائل ہیں اور خداوند عالم کی قدرت اور اس کے قدم کے ثبوت کو گواہ ہیں مگر نبدہ ان سب باتوں سے غافل محض ہو کر کہہ دے کہ خدا کی سوا غیر کو مدعا ہوتا ہے اور



اوس کے ذکر کے سوا غیر پرکار اور بیکار ہے پس طالب جب تیری نسبت اور نسبت کو نہیں خدا کو شریک  
 کی حاجت نہیں ہو تو کس طرح ممکن ہو سکتا ہے کہ تیری تربیت میں دوسرے کی شرکت ہوگی اسکی متعلق  
 حضرت حسین ابن منصور حق فرماتے ہیں اول قدم فی التوحید قلنا التفرید یعنی توحید میں  
 پہلا قدم تفرید کا قضا ہے کیونکہ تفرید میں غیر کائناتیں رہا ہی اور اس کی سوا اور کی اسکی صفت ہے  
 اور وحدانیت میں غیر کائناتیں جائز نہیں اور خدا کے غیر کی اسکی صفت نہیں ہے پس  
 اسکی طالب تفرید پر ایک ایسی عبادت بھی جو مشترک ہو اور توحید شرکت کی نفی کرنیوالی ہو اسکی معلوم  
 ہو کہ توحید کا پہلا قدم شرکت کی نفی ہے گویا راہ راست سے بذریعہ روشنی کے آمیزش کا دور کرتا ہے  
 اور حضرت علامہ عمری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اصولنا فی التوحید خمسة اشياء رفع المحذات  
 واثبات القدم وجمع الاوطان ومفارقة الاخوان ونسيان علم وجہل یعنی توحید  
 میں ہماری اہل پانچ چیزیں ہیں ایک حدیث کا اٹھنا اور قدم کا ثابت کرنا اور وطن کا چھوڑنا اور  
 بھائیوں کی جدائی اور جو کچھ جانتے ہوں اور نہیں جانتے ہوں اسکا بھول جانا ہی لیکن حدیث کا  
 دور کرنا حدیث اشیار کی توحید کے قریب کر کے نفی کرتا ہے اور خدا کی پاکذات سے حدیث کا  
 اٹھانا ہے اور اثبات قدم سے یہ مراد ہے خدا تعالیٰ کے ہمیشہ ہونے پر اعتقاد اور اس کے موید حضرت  
 جنید کا قول ہے جبکہ شرح میں پہلے کہ چکا ہوں اور وطنوں کے ہجر سے مروت کی اہمیت کی اشیار  
 اور دل کی قرار گاہ اور طبع کی آرام گاہ سے ہجرت کرنا اور ان کو چھوڑ دینا ہے اور مرید کے لئے  
 رسوم دنیا کا چھوڑ دینا اور اپنے مقاموں اور بلند احوالوں اور کرامتوں سے اور بھائیوں  
 کی مفارقت سے مراد اخبار کی صحبت سے منہ کا پھیرنا ہے اور خدا کی محبت میں منہ کا کرنا ہے کیونکہ  
 جو خطرات غیر کے فقیر پر گزرتے ہیں وہ حجاب اور آفت ہوتے ہیں اور جس قدر اس خطرہ کو  
 موجد کے مریدوں سے ہٹا دیا ہوگی اسی قدر وہ توحید سے محبوب ہوگا کیونکہ امتوں کے  
 اتفاق سے توحید ہمتوں کا جمع کرنا ہے اور غیر پر آرام کرنا اور ان کے نزدیک ہونا ہمت تفریق کا نشان  
 ہے اور اس چیز کے پہلا دینے سے کہ جسکو جانتے ہیں اور نہیں جانتی ہیں توحید میں یہ مراد ہے کہ



لوگوں کا پاؤں سے ہو گا یا چکونگی سے یا اسکی مجلس سے ہوتا ہے یا اور کسی طرح سے ہو پس اسی طالب جو کچھ مخلوق کا علم ... خدا کی توحید میں ثابت کرنا ہے توحید اسکی نفی کرتی ہے اور جو کچھ اونکا جہل ہے وہ اسکے علم کے خلاف ہے کیونکہ جہل توحید نہیں ہو سکتا تحقیق توحید علم صرف کی نفی کے سوا حاصل نہیں ہوتا اور علم اور جہل میں تصرف کے سوا اور کچھ نہیں اب یوں سمجھ مینا چاہئے کہ ایک شخص بینائی رکھتا ہے اور ایک شخص نابینا ہے اور مشائخ میں سے ایک حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ میں ایک روز حضری کی مجلس میں سو گیا خواب میں میں نے دو فرشتوں کو دیکھا کہ وہ آسمان سے زمین پر آئے اور پھر انکی گفتگو کو سنتا تھا ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ یہ مرد جو کہتا ہے کہ توحید کا علم ہے نہ عین توحید پس جب میں بیدار ہوا تو حضرت حضری توحید کا ذکر فرمایا ہے سنتے رہنا طرف توجہ کر فرمایا کہ اے فلان توحید سے اسکے علم کو سوا اور کچھ نہیں کہہ سکتے ہیں اور حضرت قطب القطاب علامہ جہان افروز تاج الدین حضرت جنید بغدادی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں التوحید ان یکون العبد خفياً بين يدي الله تعالى عليه تصديق تدبيره في مجلای احکام قدت فی البحر بخار توحید بالفناء عن نفسه وعن عوۃ الخلق له وعن استجابتہ لہم بقاء وجود واحد نیتہ فی حقیقۃ قریبہ بذاہاب حسہ وحرکتہ لقیام الحق لہ فیما اراد بھنہ وھو ان یرجع احوال العبد الی اولہ فی کون کما کان قبل ان یکون یعنی توحید یہ ہے کہ آدمی خدا کے رو بہ و ایک شکل کی طرح ہو تاکہ اسکی قدرت اور اسکے احکام کے راستوں میں اسکی تدبیر کا تصرف جاری ہو اور وہ اسی طرح شکل پر ہو مگر توحید کے دریا میں موج زن میں اپنی ارادہ اور تصرف سے خالی ہو اور یہ حالت فنا فی اللہ سے ہوتی ہے اور لوگوں کو دعوت کرنے سے منقطع ہو کر اور آدمی کو واحدیت کی حقیقت کی معرفت کی دعوت قبول کرے محو ہو کر قرب خدا کے محل میں حو حرکت کے جانے رہنے سے اور حق کے اسکے ساتھ قائم ہونے سے اس چیز میں کہ اس ارادہ حق کا بے کادمی کا آخر اسکے اول کلمہ ہو جاو اس طرح پر کہ جس طرح وہ پہلے تھا اپنے وجود ہو نیسے پہلے اور ہر اس سبب کیسے



کہ موجد کو حقیقتاً کے اختیار میں کچھ اختیار نہ رہے اور وہ نہایت حق میں اس کو اپنی کچھ نظارہ نہ  
 ہے اس لئے کہ محل قرب میں اس کا نفس فانی اور اس کی جس حرکت نیست و نیاز ہو جاتی ہے اور حقیقتاً  
 کے تصرفات اُس پر جاری ہونے لگتے ہیں اور اُس کے تصرفات یعنی نفس کے تصرفات اُس سے فنا ہو جاتے  
 ہیں اور وہ ایسا ہو جاتا ہے جیسا کہ عالم نزل میں تھا اور حق تعالیٰ سے وہ گونیدہ ہو جاتا ہے اور حق تعالیٰ اس کا  
 جواب نہ دے والا ہو جاتا ہے اور لوگوں کو اُس کے ساتھ آرام نہیں ہوتا ہے تاکہ اس کو کسی کی طرف دعوت کریں اور نہ کو  
 کسی کے ساتھ الفت ہوتی ہے کہ ان کی دعوت قبول کرے اور اس قول کا اشارہ صفت کی فنا سے  
 ہے تہر اور کشف جلال کی حالت میں تسلیم کی صحت کیونکہ بندہ جیسا بنی صفتوں سے فانی ہوتا ہے تو وہ خلاص  
 شان ربانی ہو جاتا ہے اور ایک جوہر لطیف ہوتا ہے اور تمام تصرفات سے فانی ہو جاتا ہے اور اس کا وجود  
 خدا کے سپرد ہے آراستہ ہو جاتا ہے اور اس کی گویائی خدا سے ہوتی ہے اور اُس کے فعل کی اضافت اس سے  
 اور اُس کے صفت کو قیام اُس کے ساتھ اور حجت کے ثبوت کیلئے شریعت کا حکم اس پر باقی رہا اور وہ کل کی  
 رہبیت سے فانی ہوا اور یہ صفت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے کہ شب اسری جب آپ کو مقام قرب میں لیگئے  
 تو مقام کے واسطے مسافت تھی لیکن قرب بغیر مسافت یعنی فاصلہ کے تھا اور انکا حال لوگوں کے اور اک  
 سے دور تھا اور دہم اور خیال سے منقطع تھا یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہستی گم ہو گئی  
 اور حضور علیہ السلام نے اپنی آپ کو وہاں گم کر دیا اور بغیر صفت کی صفت کے فنا میں پہنچ گئے اور  
 طبیعت اور ترتیب مزاج کا احوال متغیر ہو گیا نفس و دل کے محل میں پہنچا اور دل جان کے  
 درجہ میں اور جان بھید کے مرتبہ میں اور شر قرب کی صفت میں سب کے اندر سب جدا ہو گئے  
 اُس وقت حضور نے چاہا کہ بنیاد و جوہر خراب ہو جائے اور ذات رہ جائے مگر خدا تعالیٰ کی مراد وہاں پر  
 اقامت حجت تھی کہ خود عزت جل جلالہ فی ارشاد فرمایا کہ نہیں سمجھ کو اپنی حال پر رہنا چاہو جب حضور نے  
 یہ ارشاد ربانی سنا تو اپنی میں تو انائی پائی اور قوت خداوندی سے ان مقامات کو طے فرمایا اور اپنی ہستی سے  
 خدا کی ہستی پیدا کی یہاں تک کہ وہاں سے حضور مع الخیر واپس تشریف لائے اور ارشاد فرمایا۔  
 انی لست کا حد کم انی ابیت عند ربی فی طعمتی و لیس قینی یعنی میں



تم میں سے کسی ایک کی طرح نہیں ہوں کیونکہ خدا سے میرے واسطے طعام اور شراب ہے اور میری زندگی  
 اس سے ہے اور میرا قیام اس سے ہے اور ارشاد فرمایا لی مع اللہ وقت لا یسعی فیہ ملک  
 مقرب ولا نبی مرسل یعنی میرے لئے خدا کے ساتھ ایک وقت ہے کہ اس میں نہ کوئی فرشتہ  
 میرے ساتھ ہو سکتا ہے اور نہ کوئی مقرب اور نہ کوئی نبی و مرسل ہو سکتا ہے پس میں خدا کو ساتھ ہوتا  
 ہوں اور خدا میرے ساتھ ہوتا ہے اور حضرت سہیل بن عبد اللہ فرماتے ہیں۔ ذات اللہ صوفیہ  
 بالعلم غیر مدرکۃ بالاحاطۃ ولا مرئیۃ بالابصار فی دار الدنیا موجودۃ  
 بمقتائق الایمان من غیر حد ولا احاطۃ ولا حلول وتراۃ العیون فی العقبی  
 ظاہر و باطن فی ملک و قدرتہ قد جبال الخلق عن معرفۃ کثر ذاتہ و دلہم  
 علیہ بایاتہ والقلوب تعرفہ والعقول لا تسرکہ ینظر الیہ المومنون  
 بالابصار من غیر احاطۃ ولا ادراک نہایت یعنی توحید یہ ہے کہ جو جان لے کہ  
 خدا کی ذات بغیر اس کے کہ اس کو جس سے دریافت کر سکیں یا دنیا میں آنکھ سے اس کو  
 دیکھ سکیں علم سے موصوف ہے اور ایمان کی حقیقت میں بغیر خدا اور نہایت کے اور سوا  
 دریافت آنے اور جاننے کے موجود ہے اور اپنے ملک میں اپنی صنعت اور قدرت ظاہر ہے  
 اور لوگ اس کی کثر ذات کی معرفت کو محبوب ہیں اور خدا تعالیٰ عجائب باتیں اور نشانیوں کے  
 ظاہر کرنے سے راہ دکھلائی والا ہے اور یگانگی کو دل اس کو پہچانتا ہے اور عقل اس کو از روی چگونگی  
 کے نہیں پہچانتی اور مومن خدا تعالیٰ کو عاقبت بین سحر کی آنکھ سے دیکھیں گے اور بغیر اس کے کہ  
 اس کی ذات کو دیکھیں اور یا کسی نہایت کو اس کی سمجھ سکیں یہ نہ ہوگا یہ لفظ توحید کے جملہ  
 اقسام اور احکام کے جامع ہیں اور حضرت جنید علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اثنی کلمۃ فی التوحید  
 قول سبتدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سبحان من لم یجعل الخلق سبیلاً الی معرفۃ  
 الا بالعجز عن معرفۃ یعنی توحید میں سب کلموں سے نہایت عمدہ کلمہ حضرت ابو بکر صدیق  
 رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ پاک ہے وہ جس نے کوئی کو اپنی معرفت کی طرف راستہ نہ دیا مگر اس کی



معرفت میں لوگوں کی عاجزی بیان کرتا ہے اور ایک جہان اس کلمہ میں غلطی کرتے ہیں کہ معرفت  
عجز کا بلانا ہے معرفتی ہے اور یہ امر محال ہے کیونکہ موجودہ حالت میں عجز ہوتا ہے اور معدوم کی حالت  
میں عجز کوئی صوت نہیں پکڑتا ہے جس طرح یہ کہ مردہ کی حیات ہے کہ مردہ حیات کا عجز نہیں ہوتا  
بلکہ موت سے عاجز ہوتا ہے اور اُسکی قوت کا عجز اُسکے علم کے استحالہ سے ہوتا ہے اور اندامِ اکھڑ سے  
عاجز نہیں ہوتا بلکہ نابینائی سے نابینائی میں عاجز ہوتا ہے اور جاماندہ قیام سے عاجز نہیں ہوتا بلکہ  
قوت کی حالت قنود سے عاجز ہوتا ہے جیسا کہ عارف معرفت سے عاجز ہوتا ہے اور معرفت اُسکی موجود ہوتی ہے  
اور یہ اُسکے واسطے ایک ضرورت ہے اور حضرت صدیقِ مضمی اللہ عنہ کے اس قول کو اس قول  
پر قیاس کرتا چاہئے اور جو حضرت یوسہیل صعلو کی رہ اور حضرت اُستادِ بوعلی قاق کہتے ہیں۔  
کہ معرفت ابتداء میں نظری اور سی ہوتی ہے اور تنہا میں ضروری ہو جاتی ہے پس اُطالب  
صادق علم وہ ضروری ہوتا ہے کہ اُسکا صاحب علم کے وجود کو حال میں اُس کو دفع کرنے اور حاصل  
کرنے سے عاجز اور بے بس ہو۔ پس اس قول سے توجید بندہ کو دل میں خدا کا فعل ہوتا ہے اور حضرت  
بشیر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں التوجید حجاب الموحد عن جمال الاحدیۃ یعنی توجید خدا کے  
جمال سے موحد کا حجاب ہو کیونکہ وہ توجید کو بندہ کا فعل کہتا ہے پس بندہ کا فعل خدا کے کشف  
کے واسطے علت نہیں ہوتا اور کشف میں جو کہ علت نہ ہو وہ حجاب ہوتا ہے اور بندہ اپنی سب  
صفتوں کے ساتھ غیر ہوتا ہے اور جب اپنی صفت کو حق جانتا تو صفت کی واسطی موصوف کا ہونا ضروری  
ہے پس اسکو بھی حق جانتا چاہیے پس اُسوقت موحدا اور توجیدا اور احدیت بمنزل ایک دوسرے کے  
وجود کی علت ہو جاتی ہے اور یہ بالکل نصاریٰ کی تثلیث ہے اور جب تک کوئی صفت طالب کو  
اپنی فنا سے توجید میں مانع ہوتی ہو تو اُسوقت تک وہ اُس صفت سے محجوب ہوتا ہے اور جب تک محجوب  
ہوتا ہے موحد نہیں ہوتا ہے لان سواہ من الموجدات باطل یعنی خدا کے سوا جو کچھ موجودات  
سے ہے وہ باطل ہیں ثابت ہوا کہ جو اُسکے سوا ہے وہ باطل ہے اور غیر کی طلب کرنیوالا  
خدا کے غیر کا طالب ہے اس طالب کی صفت باطل ہوتی اور یہ ہے لا الہ الا اللہ کی تفسیر



اور اس کے متعلق ایک حکایت مشہور ہے کہ حضرت تنابراہیم خواص انگریز تھے کہ وہ میں حضرت مسیح بن منصور  
کی زیارت کو تشریف لے گئے تو انہوں نے ان سے دریافت کیا کہ اے ایراسیم تیرا مذہب کس طرح پرکھ رہا ہے  
جواب دیا کہ میں نے اپنی آپ کو توکل پر درست کیا اور فرمایا کہ ضیعت عرک فی عمران باطنک فابین  
الفناء فی التوحید یعنی باطن کے آیا دکھائیں تو نے اپنی عمر کو ضائع کیا اور توحید میں تیری فنا کہاں  
ہو اسی طرح مراتب توحید میں بزرگوں کے بہت اقوال ہیں یعنی ایک گروہ اس کو فنا کہتا ہے پس فنا  
خلقت پر درست نہیں ہوتی اور اس کا قیاس جمع اور تفرق پر کرنا چاہیے تاکہ پوری کیفیت معلوم ہو  
جاوے اور میں نے علی عثمان بلابی کا بیٹھا ہوں کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی توحید ربیدہ میں بھیدوں کے  
پس وہ عبارت سے ظاہر نہیں ہوتے تاکہ کوئی اس کو یہودہ بالوں آراستہ کرے کہ عبارت اور عبارت  
بنابو الاغیر ہوتا ہے اور مقام توحید میں غیر کافوت شریک کافوت کرتا ہے اور یہ ایک سیڑی ہے یا نہ ہی  
اور موجد خدا تعالیٰ سے ہوتا ہے اور وہ کوئی لغو اور سیڑی آدمی نہیں ہوتا ہے اور توحید کے احکام  
اور باب معرفت کے اقوال اس مقام میں بطور اختصار کے یہ ہیں کہ جو میان کئے گئے ہیں۔  
واللہ اعلم بحقیقت الحال \*

## تیسرے سروہ ایمان کے کشف کے بیان میں

پس اکل لب صادق تہجد کو ایمان کی حقیقت معلوم ہو وہی کہ خداوند عالم عز اسمہ نے فرمایا ہے  
یا ایہا الذین آمنوا آمنوا باللہ ورسولہ یعنی خداوند عالم عز اسمہ فرماتا ہے کہ اے لوگو جو ایمان  
لاؤ ہو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر اور قرآن پاک میں کہی جگہ ارشاد فرمایا ہے یا ایہا  
الذین آمنوا اور حضور علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں الایمان توؤمن باللہ وحیدہ ملامت  
یعنی ایمان یہ ہے کہ ایمان لائے تو اللہ اور اللہ تعالیٰ کی کتابوں اور اس کے فرشتوں پر  
اور ایمان کے معنی از روئے لغت کے تصدیق کیے ہیں اور لوگوں کو شریعت میں اس کا حکم ثابت کرنے میں  
کچھ خلافا میں معتزلہ گروہ کہتا ہے کہ سبطاعت کو علم کے متعلق ہونا باطن کی بات میں وراسی باعث



بندہ کو گناہ کے باعث ایمان سے باہر کر دیتے ہیں اور فرقہ خوارج کا بھی یہی مذہب ہے اور بندہ کو اس گناہ کے باعث کہ جو وہ کرتا ہے کافر کہتے ہیں ۔

ایک اور گروہ صرف قول کو ایمان قرار دیتا ہے اور ایک گروہ ایمان کو معرفت کہتا ہے اور ایک گروہ اہلسنت اور متکلمین سے صرف تصدیق کو ایمان کہتا ہے اور حضرت مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں نے ان اقوال میں ایک بے علیحدگی لکھی ہے اور اس جگہ جو کچھ لکھا گیا ہے وہ صوفیائے کرام کی اعتقادات کے ثبوت سے مراد ہے چونکہ صوفیائے کرام کا گروہ ایمان میں دو قسم پر ہی جس طرح گروہ فقہاء میں دو فرق ہیں پس ایک گروہ کے نزدیک قول اور تصدیق اور عمل سے مراد ایمان ہے اور اس گروہ کے مثل حضرت فیصل بن عیاض اور حضرت بشر حافی اور خیر نساج اور حضرت یمنون علیہ ابو حمزہ بغدادی اور حضرت محمد حریمی رحمۃ اللہ علیہم اور انکو سوا ایک اور طبری جماعت ہے کہ جو ایمان کو قول اور تصدیق کہتے ہیں اور انہیں حضرت ابراہیم ادم اور حضرت ذوالنون مصری اور حضرت ابو یزید اور حضرت یوسفیمان دارانی اور حضرت عارف محاسنی اور حضرت جلیل بغدادی اور حضرت ہبل بن عبد اللہ قسری اور شفیق بلخی اور حضرت حاتم اصم اور حضرت محمد بن فضل بلخی رحمۃ اللہ علیہم ہیں ۔

اور انکو سوا ایک جماعت اور بھی ہے اور گروہ فقہاء سے حضرت امام مالک اور امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم اور انکو سوا ایک اور جماعت بھی اس پہلے قول پر ہیں اور حضرت امام ابو حنیفہ اور حضرت فضل بلخی کے بیٹے حضرت جبین اور امام ابو حنیفہ کے اصحاب مثل محمد بن حسین اور حضرت داؤد طائی اور ابو یوسف اس کے پچھلے قول پر ہیں اور حقیقت میں انکے منی کے خلاف نہیں ہیں پس اس طالب صدق اب ان معنی سے میں تجھ کو آگاہ کرتا ہوں تاکہ تجھ کو معلوم ہو واور خلافت کے باعث ایمان کی اصل میں کسی کی مخالفت نہ کرے ۔ واللہ التوفیق ۔

## پانچویں فصل

ہیں مضمون ہو کہ فرقہ اہلسنت والجماعت اور اہل تحقیق اور اہل معرفت کا اس امر پر اتفاق ہے کہ ایمان



اصل و فرع پہ پہلے معلوم ہو کہ ایمان کی اصل تصدیق دل پر اور فرع اسکی رعایت امر کی ہر چیز تک  
 اہل عرب کی عادات میں یہ امر داخل ہے کہ کسی چیز کی شاخ کو بطور استعارہ کے اسکی اصل کے نام سے  
 بولتے ہیں جس طرح آفتاب کے نور کو آفتاب کہتے ہیں اور طوطی سببات اور تمام زبانوں میں راجح  
 پس اسٹیج سے اس گروہ کے نزدیک طاعت بھی ایمان میں داخل ہے کیونکہ بندہ بغیر اس کے عذاب سے  
 بچو نہیں ہو سکتا ہی یعنی جب تک اس کے فرمان کو نہ بجالائیے مجرد تصدیق سے امن نہیں حاصل  
 ہوتا پس جب تک حکام الہی بجا نہ لائیں جس شخص کی اطاعت زیادہ ہوگی اسکو عذاب سے زیادہ  
 امن حاصل ہوگا اسی کو ایمان کہنے لگے۔

اور ایک گروہ کہتا ہے کہ امن کی علت معرفت ہے طاعت نہیں ہے پس اگرچہ طاعت حاصل  
 ہو جب تک معرفت نہ ہوگی ایمان موجود نہ ہوگا۔ اور جب معرفت ہو اگرچہ طاعت ہو تو بندہ آخر کار  
 نجات پائیگا گو اس کا حکم خدا کے ارادہ میں ہے کہ خداوند عالم محض اپنی فضل سے اسکو چھوڑ دے اور کوئی  
 مواخذہ نہ کری یا اسکو انبیاء علیہ السلام کی شفاعت سے بخش دے یا اسکو اس کے جرم کی مقدار کے  
 موافق عذاب دے اور اسکو دوزخ سے نکال کر بہشت میں جگہ دیں اس معلوم ہوا کہ اصحاب معرفت  
 اگرچہ گنہگار ہوں مگر بوجہ تصدیق اور معرفت کے ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہیں گے اور اصحاب عمل  
 کے بغیر معرفت کے صرف عمل کی وجہ سے بہشت میں نہیں داخل ہونگے پس اس سے معلوم ہوا کہ محض طاعت  
 امن کی علت نہیں ہو سکتی اور حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے **كُنْ يَتَّبِعُوا أَحَدًا كُنْ بِمِثْلِهِ قِيلَ وَلَا**  
**أَنْتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَلَا أَنَا إِلَّا أَنْ يَتَّبِعُنِي اللَّهُ يَرْحَمَني**  
 یعنی تم میں سے کوئی شخص اپنے عمل کے سبب نہیں چھوڑے گا لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول  
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ بھی نہیں چھوڑیں گے فرمایا کہ ہاں میں بھی نہیں چھوڑوں گا مگر یہ کہ خدا تعالیٰ  
 محض اپنی رحمت کاملہ سے مجھے ڈانپے ورنہ میں بھی نہیں چھوڑوں گا پس اسے طالب حبیب اللہ  
 یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں بغیر اختلاف کے ایمان معرفت  
 اور عمل کے قبول کرنیکا اقرار اور جو کوئی اسکو پچانے گا کسی صفت کے ساتھ



خدا تعالیٰ کی صفات میں سے پہچانیکا اور اس کی صفات میں قسم پر ہیں بعض صفاتیں تو وہ ہیں کہ جنکا  
 تعلق صفت جمال سے ہے اور بعض صفات ایسی ہیں کہ جنکا علاقہ مرتبہ جلال سے ہے اور بعض وہ ہیں کہ  
 جو کمال سے تعلق رکھتے ہیں پس معلوم ہو کہ لوگوں کو اُسکے کمال کی طرف اُسکے سوا اور کوئی راستہ  
 نہیں ہو کہ اُسکے کمال کا اور اک کرین اور اُس سے عیب اور نقص کی نفی کرین باقی رہا جلال اور جمال  
 اس کو یوں سمجھنا چاہئے کہ تنہا کا شاہد خدا کا جمال ہوگا وہ ہمیشہ معرفت کی وجہ سے ویدار کا مشتاق رہے  
 گا اور جب کا شاہد خدا کا جلال ہوگا وہ ہمیشہ اپنی صفاتوں سے نفرت کرتا رہے گا اور ہر وقت اس کا دل  
 محبت حق سے اتران رہے گا پس شوق محبت کی تائید سے ہے اور نفرت بشریت کی و صاف سے ہے  
 کیونکہ بشریت کے حجاب کا کشف عین محبت کے سوا نہیں پس اسے طالب معلوم ہو کہ ایمان اور  
 معرفت محبت کا نام ہے اور محبت کی علامت طاعت ہے جب یہ مان لیا کہ دل دوستی  
 کا محل ہے اور آنکھ دیدار کا محل ہے اور جان عبرت کا محل اور دل مشاہدہ کا مقام ہے تو لازم  
 ہو کہ تن امر کا ترک کر دیا جائے اور جو امر کا ترک کر دیا ہوگا تو اُس کو معرفت نہیں حاصل  
 ہوگی اور یہ آفت اس زمانہ کے صوفیہ کے درمیان میں دیکھی جاتی ہے اس وجہ  
 سے کہ محدونکی ایک گروہ نے جمال پر نظر کی اور اسکی قدر اور مرتبہ کو معلوم کیا اور اپنے  
 آپ کو اسکی مثل بنا اچانا اور کہا کہ ہم رنج اُسی وقت تک ہے اُس کو نہیں پہچانتا اور جب  
 اُس کو پہچان لیا تو دل شوق کا محل بن گیا اور بدن سے طاعت کی تکلیف اٹھ گئی لیکن یہ غلط  
 ہے اور حضرت مصنف کتاب فرماتے ہیں کہ جب معرفت حاصل ہوئی دل شوق  
 کا محل بن گیا اور فرمان الہی کی تعظیم زیادہ ہو گئی یہ ہم مانتے ہیں کہ طاعت کر دیا لا  
 اُس درجہ میں پہنچ جاتا ہے کہ طاعت کا رنج اُسے اٹھایا جاتا ہے اور اُسکے ادا کرنے پر اُس کو زیادہ توفیق  
 دی جاتی ہے کہ جو لوگ رنج کو اُسکو ادا کرتے ہیں وہ بغیر رنج کے ادا کر سکے اور یہ بات سوائے بیکارہ کرنا اور  
 غافلہ ڈالنا اور بیتاب کر دینا شوق کے محل نہیں ہوتا اور ایک گروہ کا مذہب ہے کہ ایمان خدا کی طرف سے ہے اور  
 ایک گروہ کہتا ہے کہ بندہ کی طرف سے ہے حال یہ کہ اختلاف زیادہ تر طوراً انہر کے لوگوں میں ہے جو گروہ



یہ کہتا ہے کہ ایمان محض خدا تعالیٰ کی طرف سے تھے تو یہ تو محض حیرت ہے کیونکہ بندہ اس میں مضطرب و متغیر ہے  
 اور بیچارہ ہے اور جو گروہ اپنی سے کہتا ہے تو یہ قدر محض ہے کیونکہ بندہ اُس کے آگاہ کرنے کے سوا اور کچھ  
 نہیں جانتا ہے اور توحید کا مرتبہ قدر و جبر کے درمیان میں ہے اور حقیقت یہ ہے کہ ایمان فعل تو بندہ کا ہے  
 مگر اللہ کی ہدایت سے ملا ہوا کیونکہ خدا کا گم کیا ہوا راستہ نہیں آسکتا ہے اور اُس کا راستہ پر لایا ہوا گمراہ  
 نہیں ہو سکتا ہے اور اسی کی شہادت یہ کریم ہے **فَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ**  
**وَمَنْ يُرِدْ أَنْ يُضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقًا حَرَجًا يَجْعَلُ الْإِسْلَامَ ضَعْفًا** اُس کو راستہ دکھاتا  
 ہے اور اُس کے دل کو کھول دیتا ہے اسلام کے قبول کرنے کے واسطے اور جس کو چاہتا ہے  
 کہ اُس کو چھوڑ دی تو اُس کے دل کو تنگ اور سخت کر دیتا ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ خدا کی  
 ہدایت بندہ کو اپنی طرف مشغول کرتی ہے اور بندہ کا فعل خدا کی طرف مشغولی کا باعث  
 ہے پس اس کی علامت ہے توحید کا اعتقاد کرنا ہے اور منع کی گئی چیزوں سے بچنا اور  
 اس کی علامتوں اور نشانیوں سے بچنا حال کرتا ہے اور بڑی باتوں کے سننے اور حرام لقمہ سے بچنا  
 اور زبان پر قول کی سچائی اور منع کی گئی چیزوں سے پرہیز کرنا تاکہ معنی دعویٰ کے موافق  
 ہوں اسی واسطے اس گروہ کے آدمی ایمان میں زیادتی اور نقصان کو سارکتے ہیں  
 اور اس امر میں بیگانہ اتفاق ہے کہ معرفت میں زیادتی اور نقصان روا نہیں ہے کیونکہ اگر  
 معرفت میں زیادتی اور نقصان ہوتا تو لازم تھا کہ معروف میں بھی زیادتی اور نقصان  
 ہوتا پس جب معروف میں زیادتی اور نقصان جائز نہیں ہے تو معرفت میں کیونکر جائز  
 ہوگا کیونکہ معرفت ناقص کی معرفت نہیں ہوتی پس چاہئے کہ زیادتی اور نقصان  
 فرع اور عمل نہ ہو اور اس پر اتفاق ہے کہ طاعت پر زیادتی اور نقصان جائز ہے  
 اور خشوع و جہد میں دونوں فریقوں کے نسبت ان کے دل پر امر بہتہ خوار ہے کیونکہ خشوع میں ایک گروہ  
 آدمی طاعت کو ایمان کہتے ہیں اور ایک گروہ آدمی مجرد قولوں کے سوا کچھ نہیں کہتی اور یہ  
 دونوں امر انصاف بعید ہیں اور حقیقت میں ایمان لانا خدا کی طلب میں بندہ کی کل صفتوں کا معراج ہے پس  
 طالب صداق اس طرف سے گویا کہ تم کو کرنا چاہیے اس واسطے کہ سلفا معرفت کا غلبہ نہ ہو صفتوں کا ہر تہا اور جس جگہ



ایمان ہو رہے وہاں تاں تباہ کیا ہے در پہلے ہیں جبرج پر کہ کہا گیا ہے اِذَا طَلَعَ الصُّبْحُ  
عَطَلَ الْمَصْبَاحُ یعنی صبح نمودار ہوتی ہے تو چراغ کی روشنی بجار ہو جاتی ہے یوں دن  
کو دلیل اور بیان سے تعبیر کیا جیسا کہ کسی کا منہ نہ ہے کہ روز روشن کی نمودار ہوتے پر دلیل کی  
کیا ضرورت ہے جو نہ ارشاد باری عزائمہ ہے قَالَتْ اِنَّ لِلْمُلُوكِ اِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً اَفْسَدُوهَا  
وَجَعَلُوا اَعْمَارَهُمْ اَهْلِيهَا اِذْ لَمْ يَكُنْ اِلَيْكَ يَفْعَلُوْنَ ۚ یعنی بلقیس نے کہا کہ تحقیق  
بادشاہ جب کسی گاؤں یا شہر میں آتا ہے اور چاہتا ہے کہ اس کو قہر سے لیں تو پہلے اُس  
گاؤ کو تباہ کرتا ہے اور اُس کے لوگوں کو خوار اور ذلیل کرتا ہے اور بحقیقت بنا دیتا ہے پس  
طالب دق جب معرفت کی حقیقت عارف کے دل میں پیدا ہو جاتی ہے تو ظن اور شک ناشناس کی  
مرتبہ فانی ہو جاتا ہے اور معرفت کا غلبہ اُس کے حواس اور ہوش کو اپنا فرمانبردار بنا لیتا ہے پس وہ جبکو  
دیکھتا ہے اور جو کچھ وہ کرتا ہے اور جو کچھ وہ کہتا ہے وہ سیامر کے تم میں ہوتا ہے اور حضرت  
مصفیٰ کتاب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ مجھے صحیح طور پر معلوم ہوا ہے کہ حضرت ابراہیم خوں جمہ  
اللہ علیہ سے ایک شخص نے ایمان کی حقیقت کو پوچھا اپنے فرمایا میرے پاس اس کا جواب کچھ نہیں ہے  
کیونکہ جو کچھ میں کہوں گا وہ عبارت ہوگی پس مجھے لازم ہے کہ میں معاملہ سی جلدوں مگر قسوتیں  
کہ شریف کا ارادہ رکھتا ہوں اور وہاں جانیکا میرا بھی قصہ لہذا اس سفر میں میرے ہمراہ چل  
تا کہ میری مسئلہ کا بیش جوابی سکوں سائل کہتا ہے کہ میں ایسا ہی کیا جب میں جنگل میں اون کی نظر  
جاتا تھا تو ہر روز دور و مٹیاں حدود پانی کے بہاؤ اس کے پاس غیب سے آتے تھے ایک حضرت  
ابراہیم مجھ دیکھے تھے اور ایک خود نوش فرماتے تھے یہاں تک کہ ایک روز جنگل میں ایک سوار آیا وہ  
حضرت ابراہیم کو دیکھ کر گھوڑی سے اتر پڑا اور ایک دست سے کچھ یافت کیا اور بتک ابراہیم بانی  
ہوا کہیں اور پھر وہ سوار ہو کر واپس چلا گیا اس وقت پہنچے عرض کیا کہ ابراہیم مجھے بتلاؤ کہ وہ  
بڑے کون تھا آپ نے فرمایا وہ میری سوال کا جواب تھا یعنی کہا کہ وہ حضرت خضر علیہ السلام تھے  
کہ وہ مجھ سے منشی بنی چاہتے تھے میرا انکو قبول نہیں کیا بار سائل کہتا ہے کہ میں دریافت کیا کیا سائل



فرمایا میں نے خوف کیا کہ اس صحبت میں خدا کے سوا حضرت خضر پر بھروسہ کرونگا اور میں تو کل نشان  
ہو جاؤنگا اور ایمان کی حقیقت کی مٹنے توکل پر نگاہ رکھنا میں جیسا کہ عزائمہ تعالیٰ فرماتا ہے وَعَلَى اللَّهِ  
فَتَوَكَّلُوا لَئِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ یعنی خدا پر توکل کرو اگر تم ایمان لائے والے ہو اور حضرت خضر خفیہ  
رحمۃ اللہ علیہ سے باتیں ہیں۔ الا ییمان تصدیق القلب بما علم بہ الغیوب یعنی ایمان دل کا  
اعتبار کرتا ہے اُس پر جو غیب ظاہر ہو اور وہ کہنے کیونکہ ایمان غیب پر ہے اور خداوند تعالیٰ انسانی  
آنکھوں سے غائب یعنی قوت الہی کے سوا معنی میں بندہ کا یقین کچھ نہیں کر سکتا یا خدا تعالیٰ  
ہی اُس کو آگاہ کرے اس سے معلوم ہوا کہ عارفوں کی معرفت اور علماء کا علم خداوند تعالیٰ کی معرفت  
سے ہی پس جس نے اپنے دل میں معرفت اور علم حاصل کیا پس علم اور معرفت کا حوالہ اُس کے کسب سے  
علیہ رہے ہو گیا اس سے یہ معلوم ہوا کہ جو دل خدا کی معرفت کا یقین رکھتا ہے وہ مومن ہوتا ہے۔ اور  
اس واسطے اس کتاب کے سوا ان معنوں میں میرا بہت کلام ہے آجگہ پر یعنی اسی پر اکتفا کیا اس وجہ سے  
کہ کہیں طول نہ ہو چکا و میرے نزدیک اہل بصیرت کو یہی کافی ہے اب میں طہارت اور اُس کے  
کشف کے متعلق کچھ لکھنا چاہتا ہوں خدا میری مدد کرے \*

## چوتھا حجاب کشف طہارت کے بیان میں

اب اٹھا لیا وقت میں تجھ کو چوتھا حجاب کشف طہارت بتاتا ہوں پس جان لی کہ ایمان کے بعد پہلے جو  
چیز بندہ کیواسطے فرض ہو وہ طہارت ہے جو خاص کر نماز کے ادا کرنے کے واسطے ہو اس واسطیکہ طہارت سے  
بدن پاک ہو جاتا ہو اور نجاست اور پلیدی دور ہو جاتی ہو مثلاً تین انداموں کا دھونا اور شریعت کی  
پہیزوی کیواسطے سر پہ مسح کرنا اور ہاتھ نہ ہونے کی حالتیں یا مرض کی شدت میں نمیم کرنا جائز ہے جس کے مسائل  
سب کو معلوم ہیں پس معلوم ہو کہ طہارت دو قسم ہے ایک طہارت باطن ہے اور دوسری طہارت ظاہر مثل  
بدن کی پاکیزگی وغیرہ جس کے بغیر نماز درست نہیں اسی طرح دل کی پاکی کے بغیر معرفت حاصل نہیں  
ہوتی ہے پس پلنگی طہارت کیواسطے مطلق بانی شرط ہے کہ جو اودہ او شغل نہ ہو اور دل کی پاکیزگی



کو آپ توحید ضرور ہے جو بڑی اعتقادات سے ثابت ہو اور توہمات البہیہ کا نہیں غلط اور ملطاف ہو پس اس  
گروہ کے آدمی ظاہر ہیں تو ظہار سے پہنچتے ہیں اور باطن میں توحید کے ساتھ سمجھتے ہیں اور حضور  
عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے اصحاب پاک سے فرمایا ہے و آدم علی الوضوء یجد احاطة فیکفیہ تو ہمیشہ با وضو  
رہیگا اور نماز فرشتے تجھ کو دوست رکھیں گے اور خداوند عالم عزائم سے فرمایا ہے ان الله یحب المتوابعین  
و یحب المتطہرین یعنی تحقیق اللہ تعالیٰ تو بہ کریم و الوتکو دوست رکھتا ہے اور پاک لوگوں سے محبت  
کرتا ہے پس جو کہ ظاہر میں ظہار سے پہنچا کرتا ہے تو فرشتے اُس کو دوست سمجھتے ہیں اور جو باطن میں  
توحید پر قیام کرتا ہے تو خدا تعالیٰ اُس کو دوست رکھتا ہے اسی واسطے حضور علیہ السلام ہمیشہ دعائیں فرمایا  
کرتے تھے اللهم صل علی من التفاق یعنی اسی اللہ تفاق سے پیروں کو ہمیشہ پاک رکھ اور مشائخ کی کرامت  
سے ہی کہ ایک ذرہ کو کھینچا ہی مرید دیکھی اُنکے کاسر سے ہلکے مگر آخر کو اُس کے کمال کے محل میں اللہ  
کا حجاب ہی کیونکہ جو پیغمبر غیر ہوتی ہے تو اُس کا دیدار آفت ہوتا ہے اسی واسطے حضرت یابنہ یسبطی فرماتے  
ہیں نفاق العارفين افضل من اخلاص المریدین یعنی عارفوں کا نفاق طالبوں کے اخلاص  
سے بہتر ہے یعنی جو مرید کا مقام ہوتا ہے وہ کامل کا حجاب ہوتا ہے پس مرید کی یہ ہمت ہی کہ کرامت  
حاصل کرے اور کامل کی یہ ہمت ہے کہ بخشش کرے و ایک پائے اس مقام ہوا کہ کاملوں کی کرامت کا ثبوت  
اہل حق کو نفاذ معلوم ہوتا ہے کیونکہ وہ پیغمبر کا دیکھنا ہوتا ہے پس خدا کے دوستوں کی آفت سیال  
معصیت کی خلاصی کا سبب ہوتی ہے اور اہل معصیت کی آفت سبب گمراہی کی نجات کا  
باعث ہوتی ہے کیونکہ اگر کافر یہ جان لیں کہ ہماری معصیت خدا کو ناپسند ہے جس طرح پر کہ عاصی جانتے ہیں  
تو سب لوگ کفر سے نجات پاتے اور اگر عاصی یہ جانتے کہ اُس کے معاصی علت کامل ہیں جیسا کہ دیست  
جانتے ہیں تو سب لوگ معصیت کی نجات پاتے اور سب آفتوں سے پاک ہوتے ہیں لازم ہے کہ ظاہر کی  
پاکی باطن کی پاکی کے موافق ہو یعنی جب چاہے کہ ماتھو کو دھو کر تو دلو دنیا کی دوستی سے دھو ڈالے  
اور جب استنجا کرے تو لازم ہے کہ جس طرح ظاہر کی نجاست کا طالب ہے اسی طرح باطن میں غیہ کی دوستی  
سے بھی نجات طلب کرے اور جب پانی کو منہ میں ڈالے تو لازم ہے کہ منہ کو غیہ کے ذکر سے خالی



کرے اور جب تنہو نہیں پائی ڈالے تو لازم ہے کہ شہوتوں کو اپنی لالچ پر حرام کرے اور جب کو دہوئی تو لازم ہے  
 کہ سب اُلفتِ محبت کی چیزوں سے منہ کو پھیرے اور خدا کی طرف منہ کو کرے اور جب پاؤں کو دہوئے تو  
 لازم ہے کہ اپنی سب خواہشات کیلئے ہوجائے اور جب سر کا مسح کرے تو لازم ہے کہ اپنے اہل کو خدا کے  
 سپرد کرے اور جب پاؤں کو دہوئی تو لازم ہے کہ خداوند تعالیٰ کے حکم کی موافقت کے ساتھ کسی کام میں غفلت کی  
 کچھ نیت نہ کرے تاکہ دونوں پاکبیاں اسکو حاصل ہو جائیں کیونکہ یہ احکامات شرع ظاہری باطن سے  
 ملے ہوئے ہیں جس طرح پر کہ ایمان میں زبان کا اقرار ہے اور تصدیق نیت کی حقیقت ہے جس کا تعلق  
 قلب سے ہے اور طاعت کا حکم شریعت میں حیم پر ہے پس دل کی ہلکی کا طریق دنیا کی آفت اور اس امر  
 کے دیکھنے میں ہے کہ دنیا بوجہ اس اور بیوفائی کا مقام ہے کہ جو فنا محض ہے اور فکر اور تدبیر اسکا  
 فعل ہے پس اس کو خالی کرے اور یہ مقام بہت زیادہ خواہ سے حاصل ہوتا ہے اور سب محال ہے  
 میں سے زیادہ تر مقصود ظاہر ادب کا نگاہ رکھنا ہے اور اس پر بیشک اختیار کرنا ہے اور حضرت ابراہیم  
 خواہیں رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے خدا سے دنیا میں ہمیشہ کی عمر چاہی  
 تاکہ سب لوگ دنیا کی نعمتوں میں مشغول ہوں اور خدا کو فراموش نہ کرے اور میں دنیا کی بلا میں  
 شریعت کے آداب کی حفاظت میں تمام گروں اور ہر دم خدا کو یاد رکھوں اور حضرت ابو بکر طاہر رضی  
 عنہ فرماتے ہیں کہ میں چالیس سال تک نہایت کعبہ کا مجاور رہا مگر نہ شریعت میں نہ طہارت نہ کسی ہر ایک  
 مرتبہ نبض طہارت میں کہ شریعت سے باہر ہی جایا کہ اور فرمایا کرتے تھے کہ اس زمین کو خدا تعالیٰ نے  
 اپنی طرف منسوب فرمایا ہے میں مجھ پر معلوم ہوتا تھا کہ منہل پانی اسپر گراؤں اور حضرت ابراہیم  
 خواہیں کا ذکر ہے کہ آپ نے کی جامع مسجد میں مبتلا ہوئے ہمال تھو اپنے ایک رات دن میں ساٹھ غسل کئے  
 اور آخر کو اونکی وفات اُسی پانی میں ہوئی اور حضرت ابو علی رودباری فرماتے ہیں کہ میں کچھ عرصہ  
 طہارت کے بعد سو سو ہیں مجھ سے کہتے ہیں کہ ایک دن صبح کے وقت میں دریا پر گیا اور  
 سورج نکلنے تک نہ ٹاں رہا اس عرصہ میں میرا دل بہت رنجیدہ ہوا میں نے کہا ای اللہ العافیۃ العافیۃ  
 یعنی اے اللہ آرام دے آرام دے فوراً دریا سے آواز آئی کہ العافیۃ فی العلم یعنی آرام علم میں ہے



اور حضرت شیخان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ ایک نماز کے واسطے بیماری میں ساٹھ دفعہ طہارت کی اور فرمایا کہ میں چاہتا ہوں جب نیلے طینے کا حکم آوے تو میں با طہارت ہوں اور کہتے ہیں کہ حضرت شیخ بشلی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دن طہارت اسٹیم کی کہ مسجد میں آئیں ناٹف سے آواز سنی کہ ظاہر طہارت تو تو نے کر لی باطن کی طہارت کہاں آپ یہ شکر فوراً لوٹ گئے اور تمام مال اسباب کو گونہ خدا کی راہ میں دیا اور ایک سال تک اس کی پٹری کے سوا کہ نماز اس سے روایت تھی اور کچھ نہ پہنا اس کے بعد حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جنید اُن سے کہا کہ ابا بکر یہ پہلی بارہ مند طہارت ہی کہہ تو نے کی ہے پس خدا تعالیٰ تجھ کو ہمیشہ با طہارت رکھے اور حضرت بشلی نو کہہ اسکی بعد میں کبھی بغیر طہارت کے نہیں رہا یہاں تک کہ جب نیلے جانا چاہتا تو اسکی طہارت میں نقص واقع ہوا پس ایک مرید کو اشارہ کیا کہ مجھ کو وضو کرے پس فوراً مرید نے اُنکو وضو کر لیا اور داہری کا خدال کرنا بھول گیا اس حالت میں کہ شیخ کی زبان نہ تھی کہ بات کرتا پس مرید کا ماتھ پکڑا اور داہری کی طرف اشارہ کیا اسکی اُسے خدال کیا اور اُن سے مروی ہے کہ فرمایا کہ طہارت کو آداب میں کسی ادب ترک ہو جسکے وقت میں مسح نہیں کیا مگر اُس وقت کہ میر باطن میں کچھ پیدا ہو اور حضرت ابو یزید رحمۃ اللہ سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں کہ جو وقت دُنیا کا اندیشہ میرے دل پر گذرتا ہے میں طہارت کرتا ہوں اور جب عاقبت کا اندیشہ ہوتا ہے تو غسل کرتا ہوں کیونکہ دنیا حادث ہے اور دُنیا کا اندیشہ حادث ہوتا ہے اور عاقبت غیر کمال مقام ہے اور اراحم اس کا شہ جنابت ہے پس شہ طہارت واجب بنتی ہے اور جنابت سے غسل واجب ہوتا ہے اور حضرت شیخ بشلی سے مروی ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں جب مسجد کے دروازہ پر آیا تو غیب سے آواز آئی کہ اے ابا بکر تو اس واسطے طہارت رکھتا ہے کہ اس گستاخی سے تو ہمارے گھر میں آجیب بیوی نہ سنا تو میں مسجد سے گھر کو لوٹ گیا پھر آواز آئی کہ ہماری بارگاہ سے لوٹتا ہے تو اب کہاں جائیگا مگر اپنے نعرہ مارا آواز آئی کہ تو ہم پر بدی اور طعنہ کرتا ہی پس مڑ وپس خاموش کھڑا ہو گیا تا آواز آئی کہ کیا ہماری بلا کی برداشت کر نیکا دعویٰ کرتا ہو تو میں نے اُس وقت عرض کیا المستغاث منك الیک یعنی تجھ سے بیری ہی طرف فریاد ہے پس اے طالب صادق



گروہ صوفیا کو طہارت کی تحقیق بہت سی معلومات ہی اور مریدوں کو خدا کی درگاہ میں انکی قصد کرنے میں ظاہر اور باطن کی طاقت کیسے ہنگامی کیلئے فرمایا ہے پس ظاہر میں جیب کو ملکی خدمت کا ارادہ کریں تو اسے لازم ہے کہ طہارت ظاہر میں کرے اور جب باطن کا ارادہ کریں تو اسے لازم ہے کہ باطن کو ظاہر کریں پس ظاہر کی باطنی پانی سے ہو اور باطن کی باطنی حق تعالیٰ کی درگاہ میں تو بسے ہی اب میں اس بحث کی بعد توبہ کی بات مع اس کے متعلقات کے لکھتا ہوں تاکہ طالبین خدا کو اسکی حقیقت معلوم ہو و اللہ اعلم \*

## الباب الخامس عشر یعنی باب فی بیان میں اس چیز میں کہ جو اسکی ساتھ متعلق ہے

پس اسباب و اق جانتا چاہیے کہ جو لوگ حق کی طرف راہ چلتے ہیں تو اول کچھ پہلا مقام توبہ ہی جیسا کہ پہلا درجہ طایفہ نیک خدمت طہارت کی ہے اس سبب کہ خداوند نے فرمایا ہے یا ایہا الذین امنوا اتوبوا الی اللہ توبۃ نصوحاً اور نیز فرمایا توبوا الی اللہ جیباً ایہا المؤمنون لعلکم تفلحون اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ما من شیء احب الی اللہ من توبۃ تائب یعنی تائب ہے کوئی چیز زیادہ محبوب خداوند تعالیٰ کے نزدیک جاتی کی توبہ سے اور نیز رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ لہ قال اذا احب اللہ عبد النیضا لا ذنب لہ ثلاث اللہ یحب التوابین یحب المعطہ صرین یعنی گناہ سے توبہ کرنے والا بیگناہ ہو جاتا ہے اور جبکہ خداوند تعالیٰ بندہ کو دوست کہتا ہے تو گناہ اسکی کچھ نقصان نہیں پہنچاتا ہے اس پر حکایہ فی عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم توبہ کی کیا علامت ہے اپنے ارشاد فرمایا کفایت لیکن یہ جو کہا کہ گناہ دوستوں کو نقصان نہیں پہنچاتا یعنی بندہ گناہ کرنے کے سبب کافر نہیں ہوتا ہے اور اس کے ایمان میں کوئی خلل نہیں آتا ہے اور جبکہ ایمان کو گناہ نقصان نہیں پہنچاتا تو اس معصیت کا نقصان کہ انجام اسکا نجات ہے وہ حقیقت نقصان کرنے



ہیں اس طالبِ صِدق جانتا چاہیے کہ توبہ کے معنی لغت میں رجوع کے ہیں جیسا کہ ارشاد ہے تَابَ آخِ  
سَجَعًا یعنی خداوند تعالیٰ کی لہی سے باز رہنا باعث اُس کے حکم کے خوف ہے پس اسے طالبِ  
صِدق یہ حقیقت توبہ کی ہے اور حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے۔ اَلْتَّوْبَةُ بِمَعْنَى تَوْبَةٍ بِمَعْنَى تَوْبَةٍ بِمَعْنَى تَوْبَةٍ  
اور یہ ایک قول ہے کہ شرطین توبہ کی بالکل اس میں موجود ہیں اس سبب کہ ایک شرط توبہ کی تاسف  
ہے مخالفت پر اور دوسری الفور مخالفت کا ترک کرنا تیسری گناہ کی طرف لوٹنے کا ارادہ نہ کرنا ہی  
لہذا ان تینوں شرطوں کا ندامت تعلق ہی کیونکہ جب دل میں ندامت ہوگی توبہ دونوں شرطیں اُسکی  
تالیف ہونگی اور ندامت کے تین سبب ہیں جس طرح کہ توبہ کی تین شرطیں ہیں ایک وہ کہ عفویت کا خوف  
دل پر غالب ہو اور اپنے بُری کاموں کا خیال دل میں پیدا ہو اور اُس ندامت ہو سہی اُسکے دل پر نعمت  
کا ارادہ غالب ہو اور معلوم ہو کہ بُری کاموں اور اُسکی نافرمانیوں سے کچھ حاصل نہیں اور اُس سے  
پشیمان ہو اور تیسری شرط خداوند عالم کی شرم اُسکی شاید ہو اور مخالفت سے پشیمان ہو پس ایک ان  
تینوں کا نائب ہوتا ہے اور ایک نیب اور ایک آداب ہوتا ہے اور توبہ کے یہی تین مقام ہیں۔  
ایک توبہ دوسری انابت تیسری اذیت پس توبہ عذاب کے خوف کے واسطے ہے اور انابت ثواب کے  
واسطے ہے اور اذیت یعنی اذیت عرفان کی رعایت کیواسطے ہے اس سبب کہ توبہ ماموموں کا مقام  
ہے اور گناہ کبیرہ ہے جیسا کہ خداوند عالم نے فرمایا ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ تَوْبَةً  
نَصُوحًا (تذجدہ) یعنی اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو لوگو! اللہ کی طرف لوٹنا خالص اور انابت  
اولیائی مقربین کا مقام ہے جیسا کہ خداوند عالم نے فرمایا ہے مَنْ خَشِيَ اللَّهَ جَعَلْنا لَهُ مَخْرَجًا  
جاء بقلب منیب یعنی جو خدا سے پوشیدہ ڈرتا ہے اور خدا کی طرف لوٹتا ہو دل لاتا ہو وہ سلامتی  
اور امن کی بہشت میں داخل ہوگا اور ادبیت انبیاء مرسلین کا مقام ہے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے  
نَعَمْ الْعَبْدُ اَللّٰهُ اَقَابٌ یعنی نیک بندہ تھا سیلان تحقیق سب احوال میں وہ اللہ کی طرف رجوع  
کرنا والا تھا۔ اس کے معلوم ہوا کہ توبہ کہاں سے رجوع کرنا ہے طاعت کیساتھ اور انابت صفائے  
سے رجوع کرنا ہی نجات کیساتھ ہے اور ادبیت اپنی اپنی سے رجوع کرنا ہے خداوند عالم کی طرف اور فرقی



درمیان اس کے کہ فواحش سے ادا کر بیطرف رجوع کرے اور اس کے کہ اندیشہ فاسد سیاحت  
 کی طرف رجوع کرے اور درمیان اس کے کہ خودی سے حق کی طرف رجوع کرے اور اصل توبہ زماجر  
 حق سے ہو اور اپنے دل کی بیداری خواب غفلت سے ہو اور جب بندہ فکر کرے اپنی حالات  
 کی بُرائی اور اپنی فعلوں کے نقصان میں اُن سے خلاصی ڈھونڈے تو حق تعالیٰ توبہ کے  
 اسباب اوپر اسان کرتا ہے اور اسکو اُسکے گناہوں کی بدبختی سے مائی دیتا ہے اور اسکو طاعت کی  
 صلاوت پر پہنچاتا ہے اور اہلسنت والجماعت کے نزدیک اور مجاہد مشائخ معرفت کے  
 نزدیک ماننے کے جو کوئی ایک گناہ سے توبہ کرتا ہے اور دوسرا گناہ کرتا ہے تو خداوند عالم بسبب اُسکی کہ ایک  
 گناہ سے باز رہا ہو اسکو ثواب عطا فرماتا ہے اور ہو سکتا ہے اُسکی برکت دیکر گناہوں سے باز رہے جیسے کہ ایک شخص شرب  
 پیتا ہو اور نہ لگتا ہو اور نہ مای تو بیکری اور شرب پیتی میں اصرار کرے تو اُسکی توبہ اس ایک گناہ سے رست گئی وجود دوسرا گناہ ہو کر تکب  
 ہوئی اور کشمبہان جو معتزلہ کا ایک گروہ ہے کہتا ہے کہ اسم توبہ کا کسی پر درست نہیں ہوتا ہے لیکن  
 اُس آدمی پر جو کہ تمام کبائر سے توبہ کرے اور مرتکب کسی گناہ نہ ہو اور یہ محال ہے اس سبب کہ تمام  
 گناہوں پر کہ بندہ اُسکا مرتکب ہو گا عذاب ہو گا اور جبکہ ایک قسم کے گناہ کو ترک کرے تو بندہ اُسکے عذاب  
 سے بخوف ہو جائیگا اہل محالہ اُسے تائب ہو گا اور نیز وہ آدمی جو بعضے فرضوں کو ادا کرے اور  
 بعض کو نہ ادا کرے بالضرور بسبب اُس فرض کے جو ادا کرتا ہے اسکو ثواب حاصل ہو گا اور جو  
 فرض ادا نہیں کرتا ہے اُسکے عذاب ہو گا اور اگر کسی آدمی کے پاس معصیت کا آلہ موجود نہ ہو  
 اُس کے اسباب ہی نہ ہوں اور اُس سے وہ توبہ کرے تو تائب ہو گا اس سبب  
 کہ توبہ کا ایک رکن ندامت ہے اور اُس کو گذشتہ پر توبہ کرنے سے ندامت حاصل ہوئی اور  
 اُس وقت میں اُس جنس کی معصیت سے اعراض کرتا ہے اور اسبات کا ارادہ  
 کوہی کہ اگر وہ آلہ موجود ہو اور سبب حاصل ہو تو میں ہرگز اُس معصیت کی طرف نہ  
 لوٹے لگا اور مجاہد مشائخوں نے توبہ کی وصف اور اُس کی صحت میں اختلاف کیا ہے اور حضرت  
 اہل بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ ایک جماعت کے ساتھ اسبات پر ہیں التوبۃ ان لا تنسی نیک



یعنی توبہ وہ ہے کہ گناہ کی ہوئی کو نہ بھولے اور ہمیشہ اس کی ترمیمی میں رہے تاکہ اگر چہ بیک عمل رکھتا ہو پھر  
تکبیر کرنے والا نہ ہو کیونکہ بڑے کام کی حسرت نیک اعمال سے پہلے ہوتی ہے اور وہ شخص کبھی خود بینی کرنے والا نہیں  
ہوتا جو گناہوں کو نہیں بھولتا ہے اور حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ مع ایک جماعت کے اسات پر میں کہ التوبۃ  
ان قلہ فی ذنبت یعنی توبہ وہ ہے کہ گناہ کو فراموش کر دیں اس سبب کہ تائب مجاہد ہوئی اور محبتا ہوں ہوتا ہے  
اور شاید میں گناہ کا ذکر جفا ہی حالانکہ کچھ عرصہ شقاوت میں تھا اور پھر کچھ عرصہ فاقی حالت میں  
ورجفا کا یاد کرنا و فاقی فاسی حجاب ہوتا ہے اور اس خلاف رجوع شاید خلاف متعلق ہو یعنی  
ایسا ہے کہ جیسا شاید اور مجاہد کا خلاف ہے اور اسکا ذکر سہیوں کو نزدیک ذکر میں گذر گیا اسکو مان بکھنا چاہی کہ  
لوگ تائب کے اپنی سے قائم کہتے ہیں اسکی گناہ کو نسیان کو غفلت قرار دیتی ہیں اور جو لوگ حق کیساتھ قائم کہتے ہیں  
وہ گناہ کو یاد رکھنے کو شکر کہتے ہیں غرض اگر تائب فی الصنفہ ہوا اسکے اسرار کا عقدہ حل ہوا ہوا نہیں اور جیفانی  
الصنفہ ہوا کو صفت کا ذکر کرنا درست نہیں ہے جس طرح پر کہ حضرت موسیٰ علیہ  
السلام نے بقا وصحت کے حال میں تبت الیک فرمایا اور حضور علیہ السلام نے  
لا احصى ثناء عليك ارشاد فرمایا یعنی شمار نہیں کر سکتا ہوں میں صفت کو چھپر کہ پھر ثناء صفت  
کے حال میں تھے خلاصہ یہ کہ ذکر وحشت کا محل قربت عین وحشت ہے پس اے  
طالب تائب کو چاہئے کہ اپنی خودی کو یاد نہ کرے اور جب ایسا کریگا تو اسکو گناہ کیونکر یاد آئے گا اور  
حقیقت میں اپنی گناہ کی یاد گناہ ہے اس سبب کہ یہ محل اعراض ہے جب طرح پر کہ گناہ محل اعراض ہے  
اور اسکا ذکر بھی محل اعراض ہے اور اسی طرح اسکا ذکر بھی محل اعراض ہے اور اسی طرح اس کے غیر کا ذکر بھی  
اور جیسا کہ حرم کا ذکر گناہ ہوتا ہے اس حرم کا نسیان بھی حرم ہوگا بدینوچہ کہ ذکر و نسیان کا تعلق توبہ  
کے ساتھ ہے اور حضرت جنید رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ مینی بہت سی کتابیں پڑھیں لیکن  
کسی کتاب سے مجھ کو اس قدر فائدہ حاصل نہیں ہوا جیسا کہ مجھ کو اس شعر سے فائدہ حاصل ہوا۔ اذا  
قلت ما اذ نبت قالت عجیبتہ حیوتک ذنب لا یقاس بہ ذنب۔ یعنی جس وقت  
کہا مینی کیا گناہ کیا میں نے تو اسکو جواب کیا کہ تیری حیات خود ایسا گناہ ہے کہ جیسے کوئی گناہ قیاس



نہیں ہو سکتا پس جب دست کا وجود دست کی درگاہ میں گناہ ٹھہرا تو اسکی صفت کی کیا قدر  
 ہوگی حاصل کلام پرستے کہ تو یہ خدا کی طرف سے ایک تائید ہے کہ جو بندہ کو حق میں مفید ہوتی ہے  
 اور بغیر تائید کے کچھ نہیں ہوتا ہے اور گناہ فعل جسمانی پس جب پیر نہامت آتی ہے تو جسم پر کوئی  
 سامان نہیں ہوتا ہے کہ جو دل کی پشیمان کو دور کرے اور جب اتہار میں نہامت کا فعل تو یہ  
 کا دفع کرنیوالا نہیں ہوتا تو جب نہامت باقی ہے تو آخر میں بھی اسکا فعل تو یہ کا نگاہ رکھنے والا نہیں  
 ہوتا ہے جس طرح پر کہ خداوند عالم نے ارشاد فرمایا ہے قَتَابَ عَلَيْكَ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ  
 الرَّحِيمُ اور اس کے واسطے قصہ کتاب کے اور بہت بظاہر ہیں تو یہ کی تین قسمیں ہیں ایک  
 قسم خطا سے صواب کی طرف ہے اور دوسرے صواب سے صواب کی طرف ہے اور تیسری اپنی خودی  
 سے حق تعالیٰ کی طرف ہے پس جو خطا سے صواب کی طرف ہے وہ یہ ہے جیسا کہ خداوند تعالیٰ  
 ارشاد فرماتا ہے وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا  
 لِذُنُوبِهِمْ يَنْعَمُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وہ لوگ کہ جب کوئی برا کام کریں یا اپنے اوپر ظلم کریں اور خداوند تعالیٰ کو یاد  
 کریں پس وہ لوگ اپنے گناہوں کے واسطے بخشش چاہتے ہیں اور صواب سے صواب کی طرف  
 یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تبت الیہ اور آپ سے حق کی طرف یہ ہے  
 کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا دَاخِلُهَا لِيُغْفَرَ لِيْ قَلْبِي دَانِي كُنْتُ لَا اسْتَغْفِرُ اللَّهَ  
 فِي كُلِّ يَوْمٍ سَبْعِينَ مَرَّةً یعنی معصیت اور خطا کا مرتکب ہونا بُرا ہے اور خطا سے صواب  
 کی طرف رجوع کرنا خوب اور نہایت محمود ہے اور یہ ہے تو یہ عام ہے اور اسکا حکم ظاہر ہے اور یہ  
 صواب پر ہو تو صواب پر ٹھہرنا وقف اور حجاب ہے اور صواب سے صواب کی طرف رجوع  
 کرنا اہل ہمت کے نزدیک چھا کام ہے اور یہ تو یہ خاص لوگوں کی تو یہ ہے اور نامکن ہے کہ خواہ گناہ  
 سے تو یہ کریں پس اطلب الیقین کیا کوئے نہیں دیکھا کہ تمام عالم خداوند تعالیٰ کی رحمت کی  
 حسرت میں ہیں اور مگو علیہ السلام رویت تو یہ کرتے ہیں اسکی جبر کہ اختیاری رویت کی درخواست  
 کی تھی اور دوستی میں اختیار آفت ہے اور آفت کو ترک کرنا اسکا اختیار کرنا ہے پس مونی



نے جو کچھ امر کیا وہ محض لوگوں کو دکھانے کے واسطے تھا اور یہ رجوع کرنا آپ کے حق کی طرف درجہ محبت میں تھا جیسا کہ مقام عالی کی آفت سے مقام عالی پر اسکی واقفیت سے تو بہ کرتا ہے اور اُس کے مقامات کی دید اور اُس کے احوال سے تو بہ کرتا ہے اسکی مثال یہ ہے کہ ہمارے حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مقامات برتر پر پہنچتے تھے تو نیچے کے مقامات سے استغفار کرتے تھے اور اُس مقام کی وید سے تو یہ فرماتے تھے ۔ واللہ اعلم بالصواب \*

## فصل پہلی

پس اسی طرز پر چاہئے کہ تو بہ کیواسطے تائبہ کی شرط نہیں ہے بعد اُس کے کہ معصیت کی طرف رجوع نہ کرے گا ارادہ مضبوط کر لیا ہے اور اگر تو بہ کر نیوالے کو کوئی سستی اور لغزش واقع ہوئے اور پھر گناہ کی طرف لوٹے تو ارادہ کے صحیح ہونے کے بعد گزشتہ دنوں میں تو بہ کا ثواب حاصل ہوگا اور اس گروہ کے بے تندی اور تو بہ کر نیوالوں میں سے ایسے بہت لوگ ہوئے ہیں کہ انہوں نے تو بہ کی ہے اور اُس کے بعد پھر اُن کی لغزش واقع ہوئی ہے اور اُس کے بعد اُس آگاہ ہونے کے بعد پروردگار عالم کی طرف رجوع لائے ہیں اور خدا کی جناب کی طرف متوجہ ہوئے ہیں منجملہ اُن کے ایک شیخ فرماتے ہیں کہ میں ستر مرتبہ تو بہ کی اور مجھ سے پھر گناہ سرزد ہوا یہاں تک کہ اکثر دس دفعہ تو بہ پر قائم ہوا اور حضرت ابو عمر و بنجد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ میں نے ابتداء میں حضرت ابو عثمان حیرى کی مجلس میں تو بہ کی اور کچھ عرصہ تک تو بہ پر قائم رہا پھر میرے دل میں گناہ کی خواہش پیدا ہوئی اور اُس کا پیرو ہو گیا اور عثمان حیرى کی صحبت سے بنیاد ہو گیا بلکہ اگر میں کہیں اُن کو دور سے دیکھتا تھا تو مارے شرمندگی کے وہاں سے بھاگ جاتا تھا تاکہ وہ مجھے نہ دیکھیں ایک دن اچانک میں اُن کے پاس پہنچ گیا تو اُنہوں نے مجھ سے فرمایا کہ ای ابو عثمان تو دشمنوں کی ساتھ صحبت مت اختیار کر لیکن اُس وقت کہ تو معصوم ہووے کیونکہ دشمن تیرا عیب دیکھتا ہے اور جب تو عیب دار ہوگا تو دشمن تیرا خوش ہوگا اور اگر تو بیگناہ رہیگا تو دشمن غمناک رہے گا اور اگر تیرا ارادہ گناہ کے کرتے کا ہے تو تو ہمارے پاس آجاتا کہ ہم تیری بلاؤں کو اپنے سر پر لیں اور تو دشمن کے خوش ہو رہیگا باعث نہ ہو



ابو عمرو بخیر کہتے ہیں کہ شیخ کے اس فرماتے سے اُس وقت میرا دل گناہ سے سیر ہو گیا اور میں گناہوں سے سخت سیر ہو گیا اُس وقت میری توبہ درست ہوئی اور یہ بھی سنا ہے کہ ایک نے گناہوں سے توبہ کی اور پھر گناہ گار ہو گیا اور گناہ کر کے پھر شرمندہ ہوا ایک نے اپنے دل میں کہہ لیا کہ اگر میں پھر گناہ خداوندی میں حاضر ہوں گا تو کیا کہوں گا کہ باقی نے آواز دی اطعنا فستکسرنا کثرتا فامهلنا ک فان عدت الينا قبلنا ک یعنی تو نے ہماری اطاعت کی تو ہم نے تیرا شکر کیا اور تو نے بیوفائی کی اور ہمیں چھوڑ دیا تو ہم نے تجھ کو فہمت دی اور اگر اب تو پھر آئے تو ہم صلح کر لیں تو تیار ہیں اس کے بعد حضرت مصنف علیہ الرحمۃ اقوال صوفیاء کی طرف نوٹتے ہیں اور

## اون کے اقوال بیان فرماتے ہیں : فصل دوسری

پس اٹال صاوق حضرت ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ نے کہا ہے توبۃ العوام من الذنوب توبۃ الخواص من الغفلة یعنی عام لوگوں کی توبہ گناہ سے ہوتی ہے اور خاص لوگوں کی توبہ غفلت سے ہوتی ہے اس وجہ سے کہ عوام ظاہر حال سے پوچھے جائیں گے تو انہوں کو معاملہ کی تحقیق کی وجہ سے پوچھ ہوگی بدینہ جو کہ غفلت عوام کی واسطے نعمت ہے اور خاص لوگوں کے واسطے حجاب ہے اور حضرت ابو حفص حارور رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ ليس للبعد في التوبة شيء لان التوبة اليه لا مند يعني بندہ کی واسطے توبہ کسی کوئی چیز نہیں ہے کیونکہ توبہ بندہ پر خدا سے ہی نہ بندہ سے خدا پر اور اس قول سے چاہیے کہ توبہ کسب کی گئی نہ ہو بلکہ خدا کی بخشش نہیں ہے ایک بخشش ہے اور اس قول کا تعلق حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کے مذہب سے ہے اور حضرت ابو الحسن جو شیز فرماتے ہیں اذا ذكرت الذنوب لا تجد حلا ولا مخرجاً ذكره فهو التوبة یعنی جب گناہ کو یاد کرے اور یاد کرنے سے دل میں کچھ لذت نہ پائے تو وہی توبہ ہے کیونکہ گناہ کا ذکر باحترام سے ہوتا ہے یا ارادہ سے ہوتا ہے پس جو حسرت اور ندامت سے اپنے گناہ کو یاد کرے تو وہ توبہ کر لیا ہوتا ہے اور جو ارادہ سے گناہ کو یاد کرے وہ گناہ گار ہوتا ہے کیونکہ گناہ کرنے میں



مستفراقت نہیں ہے جتنی کہ گناہ کے ارادہ میں ہوتی ہے کیونکہ گناہ کا فعل ایک وقت میں ہوتا ہے اور گناہ کا ارادہ ہمیشہ ہوتا ہے پس جب ایک ساعت ہمارے تن سے گناہ سرزد ہو ویسا نہیں ہوتا کہ وہ رات دن دل میں اثر کریں اور حضرت ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ نے کہا ہے التوبۃ توبتان توبۃ الا فائتہ وتوبۃ الاستحیاء فتوبۃ الانابتہ ان تبتوب بعد خونا من العقوبۃ وتوبۃ الاستحیاء ان تبتوب حیاء من کومر یعنی توبہ دو میں یعنی ایک توبہ ثابت ہے اور دوسری استحیاء ہے تو ثابت ہے کہ بندہ خدا کے عذاب کو خوف سے توبہ کریں اور توبہ استحیاء ہے کہ خداوند تعالیٰ کے کرم شرم سے توبہ کریں طالب جو خوف کے سبب ہو وہ توبہ جلال کے کشف سے ہے اور جو حیا کے سبب ہو تو وہ جمال کے باعث سے ہے کہ دیکھنے سے اسکا تعلق ہے پس ایک جلال میں خدا کے خوف کو آگ میں جلتا ہے اور دوسرا حیا کے باعث نور سے متور ہوتا ہے پس ان دونوں میں ایک مقام سکریں ہوتا ہے اور ایک ہوش ہوتا ہے صوفیاء کہتے ہیں کہ اہل حیا مقام سکریں ہیں اور اہل خوف مقام صحو میں ہیں اور ان میں بہت زیادہ گفتگو ہے کہ جب کوینے مختصر طور پر لکھا ہے و باللہ التوفیق ۔

## پانچواں حجاب کشف نماز کے بیان میں

اب امر طالب صادق میں تجکو حجاب کشف نماز بتاتا ہوں تاکہ تجھ کو معلوم ہو کہ کشف نماز سے فقر کی کیا مراد ہے جیسا کہ خداوند عالم فرماتا ہے واقیہو الصلوۃ یعنی قائم کرو نماز کو اور حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الصلوۃ وما ملکت ایمانکم یعنی حفاظت کرو تم نماز کی اور ان چیزوں کی کہ مالک ہو یا ان کے دائیں ہاتھ تمہارے روتنڈی اور غلام وغیرہ اور نماز کے معنی لغت میں ذکر کرنے اور فرمانبرداری کر نیکی ہیں اور فقہاء کی عبارتوں میں ان جگہوں میں جماعت اختیار کی گئی ہے وہ ایک خاص عبادت ہے اور خدا تعالیٰ کا حکم ہے کہ پانچ وقت میں پانچ نمازیں پڑھو چونکہ نماز میں داخل ہونیکے واسطے شرائط ہیں جو ذیل میں درج ہیں :-

ایک انہیں سے بیداری سے ظاہر ہیں پاکی ہے اور باطن میں شہوت سے پاکی ہے ۔



دوسری کپڑے کی پاکی ہے اور ظاہر میں اسکی پاکی یہ ہے کہ کپڑا نجاست پاک ہو اور باطن میں یہ ہے کہ وہ حلال سے ہو وے \*

تیسری شرط جگہ کا پاک ہونا ہے کہ جو ظاہر میں حدیث اور آفات پاک ہو اور باطن میں فساد و گناہ الودہ نہ ہو چوتھی شرط قبلہ کی طرف نہ کا کرنا ہے کہ جو ظاہر میں کعبہ اور باطن میں عرش اور اس کے بھید کا مشاہدہ ہے \*  
پانچویں شرط قیام ہے یعنی ظاہر کا قیام قدرت کے حال میں اور باطن کا قیام قرب میں پس پہلا وقت ظاہر شریعت میں داخل ہونا ہے۔ اور دوسرا طریقت کے درجہ میں کھڑا ہونا ہے \*

چھٹی شرط درگاہ میں متوجہ ہونے میں نیت کا خلوص ہے \*

ساتویں ہیبت اور فنا کے مقام میں تکبیر اور وصل کی محل میں قیام ہے اور ترتیل و سحر و طرہ و پڑھنا اُس طرح پر عظمت و قرات پڑھ کر کہ دل کی عاجزی اور فروتنی سے رکوع اور سجود کری اور اجتماع کے موافق تشہد کری اور صفت کی قنار سے سلام کری اور احادیث میں وارد ہے کانت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلیٰ فی جوفہ اذ یزکاز یزکال لرجل یعنی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرماتے تھے تو اُنکے دل میں کالسی کی اُس دیک کی طرح ایک جوش پیدا ہوتا تھا جسکے نیچے آگ جلتی ہو رہی تھی جب حضرت امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نماز کا ارادہ کرتے تھے تو اُنکی بال کپڑی سے سر ہانکال دیتے تھے اور آپ کا پنے لگتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ ایک ایسی امانت ہے کہ آسمان اور زمین اوس کے اٹھانے سے عاجز ہو گئے ہیں اور صوفیائے کرام میں سے ایک صوفی کہتا ہے کہ حضرت عاتق اصم سے سنے و ریافت کیا کہ تو نماز کیونکر پڑھتا ہے اُس نے کہا کہ جب وقت آتا ہے تو ظاہری اور باطنی ایک وضو کر لیتا ہوں یعنی ظاہری وضو پانی سے کرتا ہوں اور باطنی وضو توبہ سے کر لیتا ہوں تو پھر مسجد میں آتا ہوں اور مسجد حرام کو دیکھتا ہوں اور حضرت ابراہیم کے مقام کو اپنے دونوں ابروؤں کے درمیان میں رکھتا ہوں اور بہشت کو اپنی سیدھی جانب باتتا ہوں اور دوزخ کو اپنی الٹی جانب پر اور صراط کو اپنی قدم کے نیچے دیکھتا ہوں اور ملک الموت کو اپنی پشت پر سوار جانتا ہوں پھر تعلیم کیسا تھا تکبیر کرتا ہوں اور حرمت کیوجہ سے قیام کرتا ہوں اور علم اور وقار کیوجہ سے جلسہ کرتا ہوں اور نہایت



شکر و احسان کی وجہ سے سلام ادا کرتا ہوں۔ واللہ اعلم۔

## فصل دوسری

پس امی طالب جان کہ نماز ایک عبادت ہے جو اول سے آخر تک خدا کے راستہ پر مرید کو پہنچا دیتی ہے اور دو سر مرید کو اس کے راستہ بہت مقامات کھل جاتے ہیں جس طرح ہر کہ طہارت یعنی پاکی اور وضو کرنا مرید کو واسطی بچاؤ تو بہ کے ہے اور کسی مرشد سے تعلق کرنا بجائے قبلہ کے ہے اور نفس کا مجاہدہ میں لگانا بجائے قیام نماز کے ہے اور ہمیشہ کا ذکر بجائے قرائت کے ہے اور تواضع رکوع کی بجائے ہے اور نفس کی معرفت سجدہ کی بجائے ہے اور اُلتس یعنی نجات کا مقام بجائے تشہد کے ہے اور دنیا سے تنہا ہونا بجائے سلام کے اور مقامات سے باہر آنیکے ہے چونکہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب مشغول گھبراہٹ تھے تو کمال حیرت کے مقام میں شوق کے طالب ہوتے تھے اور ایک مشرب تعلق کرتے تھے تو اُس وقت حضور ارشاد فرمایا کرتے تھے ارحنا یا بلال بالصلوۃ یعنی اے بلال ہمیں نماز اور نماز کے آواز سے خوش کر اور مشائخ رحمۃ اللہ علیہ کو اس مقام میں کئی قسم کی خیالات میں اور ہر ایک کیواسطی ایک صبح بتلاتے تھے پس ایک گروہ کہتا ہے کہ نماز حضور کا آلہ ہے اور ایک گروہ کہتا ہے کہ اپنے سے غیبت کا آلہ ہے اور جو گروہ کہ غائب تھا نماز میں حاضر ہوا اور جو گروہ کہ حاضر تھا نماز میں غائب ہوا اسکی مثال یہ ہے کہ عاقبت میں بیدار کے محل میں جس گروہ کے لوگ خدا کو دیکھیں وہ غائب ہونگے اور حاضر ہونگے اور جس گروہ کے لوگ حاضر ہونگے وہ غائب ہونگے اور میں کہ عثمان جلالی کا بیٹا علی ہوں کہتا ہوں کہ نماز امر ہے نہ حضور کا آلہ ہے اور نہ غیبت کا محل ہے کیونکہ کسی چیز کے واسطے آلہ نہیں ہے اس وجہ کہ حضور کی علت عین حضور ہے اور غیبت کی علت عین غیبت ہے اور حضور خداوند تعالیٰ کو امر کو کسی سبب سے تعلق نہیں ہے کیونکہ اگر نماز حضور کا علت اور آلہ ہو تو لازم تھا کہ نماز کو سوا حاضر نہ ہوتا اور اگر غیبت کی علت ہوتی تو غائب نماز کے ترک سے حاضر ہوتا اور غائب کو اس کے ترک میں غور نہیں ہے پس کیا ہے اپنی ذات میں ایک غلبہ غیبت میں ہے جو حضور پر موقوف نہیں ہے اسی وجہ سے اہل مجاہدہ اور اہل رات نماز کو زیادہ کرتے ہیں اور زیادہ کی تاکید اوروں کے فرماتے ہیں جیسا کہ اکثر شیخ مرید نکو



آٹھ پہر میں چار سو رکعت نماز ادا کر نیکی تکبیر فرماتے ہیں اور خاص عبادت پر حیم کی عادت کیوں اسے  
ہے اور مستقیم بھی درگاہ میں قبولیت کے شکر کی واسطی ہے جو بہت بڑی ہے اور یہی جگہ پر جو صفا حال ہوتی ہیں  
رہجائے میں جو دو طرح پر ہیں پس اطلب ایک وہ تو وہ ہو کہ انکی نماز میں بحال مشرب میں مقام  
کے مقام

ہیں ہوتی ہیں اور اس میں وہ متفرق ہوتی ہیں اور جو نماز میں جمع ہوتے ہیں وہ  
رات دن میں نماز میں ہوتی ہیں اور جو نماز میں متفرق ہوتی ہیں وہ لوگ فرضوں اور سنتوں کے سوا کے  
نماز بہت کم پڑھتی ہیں اور جناب سوختہ امالی اللہ علیہ وسلم شاد فرماتے ہیں جعت قرۃ عینی فی الصلوۃ  
یعنی میری آنکھ کی روشنائی نماز بنائی ہے یعنی میری سبکدشت نماز میں ہے اس وجہ سے کہ اہل منتقامت  
کا مشرب نماز میں ہوتا ہے اور وہ اس طرح ہوتا ہے کہ جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج مقام  
قرب میں پہنچے تو اون کا نفس دونوں جہان کی خستہ سے علیحدہ تھا اور اس وجہ میں تھا کہ جو مقام دل کا  
ہے اور جب نفس دل کے درجہ میں پہنچا اور جان دل کے درجہ میں ہوا اور اسرار کی محل میں ہوا  
اور بھیجہ درجات سے فانی ہوا اور مقامات علیا سے محو ہوا اور نشان بے نشان ہوا اور مقام مشاہدہ  
میں غائب ہوا اور جلال علیہ وسلم پاک و منتر ہوا اور انسانی بزرگی کم ہوئی تو نفسانی مادہ جل گیا اور قوت  
عین غیبت ہو گئی اور ربانی ظہور اپنی ولایت میں ظہور ہوا اس وقت وہ تنہا رہ گیا اور غنی سے معز ظاہر  
ہو گئے اور اس وقت وہ نہ نازل ہوئی اس لئے کشف رہی بلکہ وہ سب محو ہو گئے اور بوجہ اختیار شوق پیدا ہو گئی  
کہا کہ یا اللہ مجھ کو دنیا میں جو بلا کا گھر ہو بنا لیا اور ہوا و ہوس کی قید میں مبتلا نہ کر اس وقت فرمان الہی  
ہوا کہ ایسا ہی حکم ہو کہ شرع کی قیامت کے واسطے تو دنیا میں پھر تشریف لیجئے اور جو کچھ ہمہ دیا ہے اسکو  
دین کی شاعت میں صرف کیجئے جو کچھ ہنر تسکو بیان دیا ہو مان بھی نیکے الغرض جب آپ دنیا میں واپس تشریف لائے تو جنت  
پکا دل اس مقام اعلیٰ کا خواستگار ہوتا تھا تو آپ شاد فرماتے تھے ار حنا یا بلال بالصلوۃ یعنی  
بلال مجھ کو نماز عہد نماز کی آواز کو سنو اور میرے دل کو خوش کر دو میری واسطی ہر ایک نماز ایک معراج  
ہو اور ایک مقام قرب اور لوگ آپ کو نماز میں دیکھتے تھے حالانکہ حضور کی جان نماز میں ہوتی تھی۔



اور حضور اقدس کا دل نیاز میں ہوتا تھا اور آپ کا بھیدا ایک سرسبز تھھا اور آپ کا جسم اور نفس گدازگی  
کی حالت میں رہتا تھا اور حضور انور کی آنکھیں دوسری نماز کو ادا فرماتی تھیں۔ اگرچہ حضور کا جسم عالم  
ناسوت میں تھا مگر جان پاک ہرقت علم ملکوت میں رہتی تھی اور حضور کا جسم پاک گواہانوں میں ہوتا  
تھا مگر حضور اقدس کی جان مقام محبت میں رہتی تھی اور اس کے متعلق حضرت اہل بن عبد اللہ فرماتی  
ہیں علامۃ الصدق ان یکن لہ تابع من الحق اذا دخلت الصلوۃ یحشد علیہا  
وینبھ ان کان دائماً یعنی صادق وہ ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ اُس پر کوئی فرشتہ بھیجتا ہو اس واسطیکہ جب  
نماز کا وقت آئے تو نماز ادا کرنے کے واسطے بندہ کو وہ فرشتہ آمادہ کرے اور اگر وہ شخص سو گیا ہو تو اُس کو جگا  
کر ہوشیار کرے اور یہ امر عبد اللہ کے بیٹی سہل پر ظاہر تھا کیونکہ وہ بڑا پلے کے باعث ہی بہت بول  
ہو گئے تھے مگر نماز کا وقت آتا تھا تو وہ درست ہو جاتے تھے اور جب نماز کو ادا کر چکے تھے تو اپنی جگہ  
پر رہ جاتے تھے اور ایک مشائخ فرماتے ہیں کہ محتاج المصلیٰ الی الیعتہ اشیاء فناء النفس ذہاب  
الطبع وصفہ السرد و کمال المشاہدۃ یعنی نماز پڑھنے والے کو نفس کے قمار سے چارہ کار نہیں  
ہے اور وہ ہمت کے جمع ہونیکے سوا نہیں ہے پس ای طالب دق جب ہمت جمع ہو جاتی ہے تو نفس  
کی ولایت انجام کو پہنچ جاتی ہے کیونکہ نفس کا وجود تفرقہ سے ہے جو عبادت کے تحت میں جمع نہیں  
ہوتا ہے اور طبع کا چلانا جلال کے ثبوت کے سوا نہیں ہے کیونکہ خدا کا جلال غیر کا زوال ہے پس  
بھیدا کی صفائی محبت کے سوا نہیں ہے اور مشاہدہ کمال بھیدا کی صفائی گنہگار ہے اور ایک بزرگ  
فرماتے ہیں کہ حضرت حسین ابن منصور رحمۃ اللہ علیہ آٹھ پہریوں چار کتیں پڑھتے تھے کہ یہ سب سچ اور  
راحت حال کا نشان ہے چونکہ جب دست فانی الصفت ہو جاتا ہے تو کوئی سچ اُس پر نہیں کرتا اور نہ راحت  
اُس کو راحت معلوم ہوتی ہے اور ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ حضرت ذوالنون مصریٰ کے چھوٹے نماز  
پڑھتا تھا اپنی جیب تکبیر شروع کی اور کہا اللہ اکبر تو بیہوش ہو کر گر پڑا اور اُس جسم کی طرح ہو گیا کہ جسمیں  
روح نہ تھی اور کوئی حس نہیں تھا اور لکھا ہے کہ جب حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ ضعیف ہو گیا تو جوانی  
کے دردوں میں کوئی درد نہ چھوڑا جب لوگوں نے عرض کیا آپ ضعیف ہو گئے ہیں



ان نقاون میں سے بعض کو ترک کرویکھنے فرمایا کہ یہ وہ چیزیں ہیں کہ ابتدائیں جو سمجھنے میں  
پایا ہے انہی نقول کے پایا ہی اور اب یہ ناممکن ہے کہ ضابطہ میں نہیں چھو دوں اور مشہور ہے کہ فرشتے  
ہمیشہ عبادت میں رہتے ہیں اور انکا مشرب طاعت ہے اور ان کی غذا عبادت ہے کہ کیونکہ سرکہ و حانیہ  
سے ہیں اور ان کا نفس نہیں ہی مگر بندہ کے منع کرنیوالے اور تنبیہ کرنیوالے اور نفس کی فرمان  
برداری کرنے والے ہوتے ہیں حقیقت کہ نفس زیادہ مفہوم ہوتا ہے اور اسی قدر بندگی کا طریق  
زیادہ آسان ہوتا ہے اور جب نفس فانی ہو جاتا ہے تو کھانا پینا بھی عبادت ہو جاتا ہے اگر نفس کا فنا  
ٹھیک نہ جاتا ہے تو ایسا ہوتا ہے کہ جیسے فرشتے فانی نفس ہوتے ہیں۔

اور حضرت مبارک کے بھائی حضرت عبداللہؒ نے کہا ہے کہ میں عبادت کرنیوالی عورتوں میں سے ایک عورت کو  
یاد کرتا ہوں جسکو کہ مینی لڑکپن میں دیکھا تھا کہ نماز میں تھی کہ پچھو نے اُسکو چاہیں جگہ پر کاٹا اور  
اُس عورت کی حالت میں کسی قسم کا تغیر نہ ہوا جب نماز سے فارغ ہوئی تو نے اُسے کہا کہ کس واسطے  
تو نے پچھو کو دفع نہیں کیا تو اُس نے کہا کہ اے بیٹا تو ابھی بچہ ہے کہ پچھو کو نہ دیکھ سکے گا کہ اُس کے  
درمیان کرتی اور حضرت ابوالخیر اقطع کے پاؤں میں اکلہ کی بیماری ہو گئی اطمینان دیکھ کر کہا کہ انکا  
پاؤں کاٹ ڈالو آپ پیر مہنی نہ ہوئی اس پر مریدوں نے کہا کہ نماز میں آپکا پاؤں کاٹ ڈالنا چاہی  
کہ اسوقت یہ اپنے آپکے بے خبر ہوتے ہیں پس مریدوں نے ایسا ہی کیا اور آپ کا پاؤں کاٹ ڈالوا جب  
اُنہ سے فارغ ہوئی تو اپنے پاؤں کو کٹا ہوا پایا اور حضرت ابابکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
کہ آپ جب بات کی نماز ادا فرمایا کرتے تھے تو قرآن کو آہستہ آہستہ پڑھتے تھے اور حضرت عمر ابن الخطاب  
اوپنی آواز سے پڑھتے تھے جن کا حال مہنی صحاب کبیر ذکر میں لکھا ہے اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم  
نے فرمایا ہے کہ اے ابوبکر رضی اللہ عنہ قرآن کو آہستہ کیوں پڑھتے ہو اپنے فرمایا لیسمعن انہی  
یعنی جنکو میں پکارتا ہوں وہ سنتا ہی پس چاہے میں آہستہ پڑھوں یا بلند پڑھوں اور جب حضرت عمرؓ  
سے دریافت کیا کہ تم کو سواطی بلند پڑھتے ہو تو فرمایا کہ اذ قضا الوسنان و اطعم الشیطان یعنی  
سوئی ہوئی کو جگاتا ہوں اور شیطان کو ہلکاتا ہوں اس پر حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ



اے ابو بکر رضی اللہ عنہ تم بابتہ پڑھا کرو اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم نرم پڑھا کرو پس اطلالت  
جوار فساد ہے ترک عبادت کے واسطے ہے پس اس گروہ کے آدمی بعض فرائض کو ظاہر پڑھتی  
ہیں اور نوافل کو پوشیدہ پڑھتے ہیں اور یہ اس امر سے ہے کہ ریا سے خلاصی میں رہی کیونکہ جب  
کسی معاملہ میں ریا کو اختیار کیا جاتا ہے اور لوگوں کو اُس پر متوجہ کیا جاتا ہے تو وہ شخص ریا کار ہو جاتا  
ہے اور کہتی ہیں کہ اگرچہ ہم معاملہ کرتے ہیں اور نہیں دیکھتے لیکن دیکھتے ہیں وہ بھی یا تو ریا کار یا کسی دوسرے  
گروہ کے لوگ فرضوں اور نفلوں کو ظاہر پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ریا باطل ہے اور خدا کی طا  
حق پسند نہیں۔ ہے کہ باطل کیواسطی حق کو پوشیدہ کر میں پس اے طالب یا کو دل سے  
نکال ڈالنا چاہئے اور عبادت کو جہاں لوجھا ہوتا ہے وہاں کہا کر مگر آداب کو نگاہ رکھ اور مشائخ نے  
آداب کو نگاہ رکھا ہے اور مریدوں کو اُن کے نگاہ رکھنے کی خاطر فرمایا ہے پس انہیں سے ایک کہتا ہے  
کہ مینی چالیس برس تک سفر کیا اور جماعت میری کوئی نماز خالی نہ رہی اور ہر ایک جگہ کو میں ایک  
قصبہ میں رہا اور انکی حکم اس سے زیادہ ہیں جن کا کہ شمار نہیں ہو سکتا اور جو نماز کے مقامات سے ہے  
جکا مقام محبت ہے لہذا اب ہم محبت حکیم کو خدا کے فضل سے کہتے ہیں تاکہ صوفیائی کرام ان کے  
حالات سے واقفیت حاصل کریں لہذا اب ہم محبت اور اُس کے متعلقات پہلے بحث کرتے ہیں \*

## باب السادس عشر یعنی باب محبت میں اور اس میں کہ جو اُس سے متعلق ہے

پس اطلالت صادق اب میں محبت اور اُس کے متعلقات کی بابت کچھ لکھنا ہوں تاکہ تجھ کو معلوم  
ہو کہ محبت کیا چیز ہے اور اُس کے متعلقات کیا ہیں جیسا کہ خدائے بزرگ نے فرمایا ہے۔  
یا ایہا الذین امنوا من یرقد منکم عن دینہ فسوف یأتی اللہ بقوم یحبہم  
ویمحبونہ یعنی اسی لوگو جو ایمان لائے ہو جو کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر جائیگا میں جلد ہوگا



کہ خدا ایسی قوم کو لایمگا کہ وہ انہیں دوست رکھیں اور یہ اسکو دوست کہیں گے اور بھی بھی کہا ہے  
 ومن الناس من يتخذ من دون الله ادداً ايحيتونهم يحب الله والذين امنوا  
 اشتحبنا الله يعني اور بعض لوگوں سے وہ ہیں کہ جو اللہ کے سوا شریک پکڑتے ہیں اور انکو  
 ایسا دوست رکھتے ہیں جیسا کہ خدا کو دوست رکھنا چاہئے پس جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ محبت  
 میں اللہ کی واسطے زیادہ قومی ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں نے  
 جبریل سے سنا ہے کہ خدائی بزرگ نے فرمایا ہے من اهان لي ولياً فقد يادني بالمعاريضة  
 وما ترددت في شيء كترددني في قبض نفس عبدی المؤمن عند الموت بكرة الموت  
 وبكرة مسأوته ولا يهواه منه ومليقرب الي عبدی بشئ أحب الي من اداد  
 ما افترضت عليه ولا يزال عبدی يتقرب الي بالنوافل حتى احبه فاذا  
 احبته كنت له سمعاً وبصراً ويداً ومالاً ايضاً جسے سے لئے  
 ہمارے دوست کی امانت کی تو وہ ہمارے احکام سے مہارز ہوا اور ہیں کسی امر میں زیادہ تر  
 نہیں ہوا یہ نسبت اس ترود کے کہ جو اپنے دوستدار بندہ کے روح قبض کرنے میں ہوتا ہے اور  
 مومن موت کے وقت موت کو ماروہ جانتا ہے مگر وہ ایک ایسا امر ہے کہ جو ٹل نہیں سکتا ہو اور مومن  
 کا تقرب میری بارگاہ کی طرف سب سے زیادہ فرائض میں ہے یعنی وہ عبادت  
 کہ بارگاہ الہی میں قبولیت کا درجہ پاتی ہے لہذا ان سب سے ہمیں ان فرائض  
 کا ادا کرنا بہت دوست ہے کہ جو ہم نے ان پر فرائض کو فرض کر دیا ہے اور  
 ہمیشہ جو بندہ میرا نوافل سے مقبول بنا رہتا ہے پس اسے میں زیادہ دوست رکھتا  
 ہوں اور اس کا پورا مددگار اور پشت و پناہ ہو جاتا ہوں اور ارشاد ہے من احب  
 لقاء الله احب الله لقاءه یعنی جو اللہ کے دیدار کو دوست رکھتا ہے  
 پس اللہ تعالیٰ بھی اس کے دیدار کو دوست رکھتا ہے۔  
 اور یہ بھی کہا ہے۔ اذا احب الله عبداً يعني جب



دوست رکھتا ہے پروردگار اپنے بندہ کو تو فرماتا ہے جبریل علیہ السلام سے کہ یا جبریل انا حب  
 فلانا حبیبہ فحبہ جبریل ثم یقول جبریل لا اهل السماء ان الله تعالى قد احب فلانا  
 فاصبروا فحبہ اهل السماء ثم یضع له القبول فی الارض فحبہ اهل الارض و فی  
 بعض النسخات من القرآن الذی یعنی اللہ جل شانہ جبریل علیہ السلام سے فرماتا ہے کہ اے جبریل  
 میں فلاں شخص کو دوست رکھتا ہوں تو بھی اس کو دوست رکھ پس جبریل اوس کو دوست  
 رکھتے ہیں پھر جبریل اہل آسمان سے کہتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص کو دوست رکھتا ہے تم بھی اس کو  
 دوست رکھ پس اہل آسمان اوس کو دوست رکھتے ہیں پھر اس کی مقبولیت زمیں میں کھدی جاتی ہے پس زمین لوگ  
 بھی اوس کو دوست رکھتے ہیں اور بعض روایات میں ایسا ہی ہے پس اظہار الصداق یا سنا جائے کہ خدا تعالیٰ کی محبت بند کو کس  
 سی اور بندہ کی محبت خدا تعالیٰ کیلئے ہے اور کتاب سنت اس پر گواہی اور تمام اُمت اس پر متفق ہے اور خداوند تعالیٰ اس صفت پر کہ دوست  
 اس کو دوست رکھتے ہیں اور وہ اپنی دوستوں کو دوست رکھتا ہے اور نعمتیں میں محبت کو جہ سے تعبیر کیا ہے اور  
 جہ بکسر حلیئے حاکمی یہ سے تخم کو کہتے ہیں پس اس کے حب نام حب کہہ لیا گیا اس وجہ سے کہ یہ  
 حیات کی اصل ہے جس طرح پر کہ نباتات کی اصل انہ ہے اور جس طرح تخم زمین گزنا ہوا مٹی میں  
 پوشیدہ ہوتا ہے اسی طرح کو اگتا ہے اور سورج اُس پر چمکتا ہے اور سردی اور گرمی اس پر گزرتی ہے اور  
 زمینوں کے بدلنے سے وہ نہیں بدلتا ہی بلکہ اپنے وقت پر وہ پہول اور پھل لاتا ہی پس یہی طرح محبت  
 بھی جس دل میں گھر کر رہتی ہے پس وہ حضور اور غیبت اور بلا اور محنت اور راحت اور لذت و فراق  
 اور وصال سے وہ متغیر نہیں ہوتی ہے اوسا سی کے موافق ایک شاعر کہتا ہے

یا من مقام جفونہ لستقام شقیبیا + حزن المحبۃ فاستوی عنہ حضورک المعبود

یعنی اے کہ وہ تیری بلکل کی بیماری تیری عاشق کی بیماریوں کیلئے طیب پس دوستی کو میں نے صحیح کر لیا  
 تا جب میں نے نزدیک تیرا حضور اور غیبت برابر ہے اور حب کی مابت پر بھی کہتے ہیں کہ حب یہ  
 ماحو ہے جس کے معنی ایسے شے کے ہیں کہ ہمیں بہت سا پانی ہو اور وہ بھی ایسا متغیر ہو گیا ہو کہ آنکھ  
 کو اس میں کوئی دخل ہو کر اور وہ پانی نظر کو اپنی اندر اثر نہ کرنے دیتا ہو تو دوست کی



حدیث کے سوا اسکے دل میں کوئی جگہ نہیں رہتی ہے جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے حضرت خلیل  
 اللہ کو دوستی کے خلعت سے ممتاز کیا تو خلیل علیہ السلام سوائے ذکر خداوند تمام عالم الگ تھلک ہو گئی  
 پس نام جہان انکے حق میں حجاب ہو گیا اور آپ خدا کی دوستی کو باعث حجاب کے دشمن ہو گئی پس اس وقت  
 ہمیں خبر دی اور فرمایا فانہم عندی الا ذب العالمین یعنی تمہارا معبود میرے دشمن ہیں  
 مگر میرا دوست رب العالمین ہے اور حضرت شیخ رشیدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں سمیت المحبت  
 محبت لا تخاف من القلب ما سوی المحبوب یعنی محبت کا نام محبت اس واسطے رکھا گیا ہے کہ وہ  
 دل سے جو کچھ محبوب کے سوا ہی اس کو دور کر دیتی ہے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ جب ان چار لکڑیوں  
 کا نام ہے جنہیں آپس میں ملا دیتی ہیں اور پانی کا کوزہ اسپر رکھ دیتے ہیں پس جب حب اس واسطے  
 کہتے ہیں کہ حب عزت اور ذلت اور رنج اور راحت اور بلا و محن اور دوست کو جفا اور وفا کو برشت کرنا اور کچھ  
 بھاری نہیں ہونی کہ اس کا کام وہی ہوتا ہے جیسا کہ ان چوبوں یعنی لکڑیوں کا کام ہونی چاہیے جتنا ہوتا ہے اور  
 مکی ترکیب اور پیدائش اسی واسطے ہے اس موقع پر کیا خوب کسی نے کہا ہے

ان شئت جود فی ان شئت فامنعی ذکرکم منکم منسوب الی الکرم

یعنی اگر تو بخشش چاہے تو بخشش کر اور نہ چاہے تو روک رکھ پس میرے واسطے یہ دونوں امر تجھ سے  
 کرم کی طرف نسبت گئے گئے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ جب جو کچھ ماخوذ ہے کہ جو عید کے جمع ہے اور  
 جہہ دل ایک لطیف محل ہے اور دل کا قوام اس کا ساتھ ہے پس حب اس واسطے نام رکھا گیا ہے اور یہ تیسرا حال  
 باسم محل ہے اور اگر کسی چیز کا نام اس چیز کے محل کے نام پر رکھتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں  
 کہ ہانی کے حجاب اور اس کے جوش سے ماخوذ ہے کہ جو سخت بارش کے وقت پیدا ہوتے  
 ہیں یعنی حجاب بارش کی وقت ایک پانی کا جوش ہوتا ہے پس محبت کا نام اس فل کے موافق  
 رکھا گیا ہے جیسا کہ کہا ہے لانه نعبان القلب عند الاشتیاق الی لقاء المحبوب یعنی  
 ہمیشہ دوست کا دل دوست کے دیدار کے شوق میں رہتا رہتا ہے یعنی اس طرح کہ قیام رنج ہوتا  
 ہے طرح حب کا قیام محبت ہوتا ہے اور محبت کا قیام محبوب کو دیدار اور وصل پر منحصر ہونے کے متعلق



کسی نے کیا خوب کہا ہے

اذا ما تمنى الناس راحةً واحدةً  
تمت ان القاكش عذالیا

یعنی جب لوگوں نے راحت کی آرزو کی تو اسے عجز  
یہ کہتے ہیں کہ جب ایک نام ہے کہ جو دوستی کی صفائی کے لئے وضع کیا گیا ہے کیونکہ اگر انسان کی  
آنکھ کی سفیدی کو حصہ انسان کہتی ہیں جیسا کہ دل کی نکتہ کی صفائی کو حصہ القلب کہتی ہیں پس یہ  
دل محبت کا محل ہے اور دوسرا یعنی حصہ انسان آنکھ کی سفیدی کی دیکھار کا محل ہے اسی  
واسطے دل اور آنکھ دوستی میں نزدیک ہیں اور اس کے متعلق ایک شعر کہتا ہے  
القلب یجسد عینی لذ النظر والعین تجسد قلبی لذ الفكر

یعنی آنکھ کو لذت دیدار سے حاصل ہوتی ہے مگر دل حسد کرتا ہے اور دل کو لذت تصور حاصل  
ہوتی ہے اس پر آنکھ رشک کرتی ہے \*

## فصل پہلی

پس ای طالب جانتا چاہی کہ محبت ہمیشہ علمائے کمال سے متعلق رہتی ہے پس ایک مجاہد کے ارادہ کو سننے  
میں ہے نفس کے سکون کے بغیر اور دل کی آرزو اور میلان اور اُٹھان اور تعلق  
پس یہ سب معنی قدیم پر جائز نہیں ہیں اور مخلوقات اور دیگر جنسوں  
میں ایک دوسری کیلئے روا ہیں اور خداوند تعالیٰ ان سب باتوں سے پاک اور بہت بلند ہے  
اور دوسرا لوگ احسان کے معنی سے تعبیر کرتے ہیں اور بندہ کے خاص ہو کر کہتے ہیں پس خدا  
تعالیٰ جسے برگزیدہ کرتا ہے اور ولایت کی کمال کے درجہ پر پہنچاتا ہے اور طرح طرح کی بخششوں  
سے اس کو مخصوص کرتا ہے تو درجہ کمال پر پہنچاتا ہے اور تیسرا اگر وہ تعریف کے معنی میں  
بتلاتا ہے جسکی بندہ کی طرف نسبت ہو اور اگر وہ مشکایین کہتا ہے کہ خدا کی محبت اللہ تعالیٰ نے  
ہم کو خیر دی ہے منجملہ سمیعہ صفوں کے ہے کہ جیسے وہ اور یاد اور تعلق کیونکہ اگر کتاب سنت اس پر  
گوہ نہ ہوتیں تو خدا تعالیٰ کیلئے اس کا وجود عقل کی رو سے ناممکن ہوتا پس اسی طالب ہم محبت کو ثابت



کرتے ہیں مگر اس میں تصرف کرتے ہیں تو قف کرتے ہیں اور اس میں اعتقاد کرتے ہیں لیکن  
 اس میں تصرف کے کرنے میں توقف کرتے ہیں۔ پس اس گروہ کو لوگ اس لفظ کا اطلاق حقیقتاً  
 کے لئے نہیں کہتے ہیں پس یہ سب اقوال ہیں کہ جہاں ہمہ بیان کیا ہو اور اطلاق صادق اگر  
 خدا نے چاہا تو میں تیرے واسطے اس امر کی تحقیق مناسب کرتا ہوں۔ لیکن چاہئے کہ حق تعالیٰ  
 کی محبت بندہ پر ارادہ کرنا ہی اور رحمت و بخشنا اور ارادہ و ناسوں میں سے ایک اسم محبت  
 جس طرح رضا اور غلط اور رحمت اور رافت ہے یعنی مہربانی اور جوانگی مثل ہیں  
 پس خدا کی ارادہ کے سوا غیر پران ناموں کا چل کر نامناسب اور خدا کے واسطے وہ ایک صفت ہے کہ  
 جو قدیم ہے اور اس صفت وہ اپنے فعلوں کو چاہتا ہی پس مبالغہ اور اس کے فعل کے ظاہر ہونے کے حکم  
 محبت میں بعض سے بعض زیادہ خاص ہیں اور حقیقت میں بندہ کیلئے خداوند تعالیٰ کی  
 یہ ہو کہ اس کو بہت نعمت عطا کرے اور دنیا اور عاقبت میں اس کو زیادہ ثواب دے اور عذاب کے عمل سے  
 اس کو امن نصیب کرے اور گناہ اس کو مہر و زکھ اور بلند احوال دے گا کہ اس کو اور متناہ لطافت میں اس کو  
 بگڑے اور غیر دل کی طرف توجہ کرے اور اس کو محفوظ رکھے اور اپنی ازلی عنایت پر قبول کرے تاکہ  
 وہ خالص بندہ ہو جاوے اور اس کی مناکم طلب کیجا اس کی تہا ہو جاوے اور پس جو خدا تعالیٰ ان مشنوں  
 بندہ کو خاص کرتا ہے تو اس کے ارادہ کی اس خصوصیت کا اہم محبت قرار دیتے ہیں اور یہ مذہب جنت  
 محاسبی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور ایسا ہی حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کا خیال ہے اور ایک گروہ مشائخ بھی  
 اس پر ہے بلکہ فقہاء اور متکلمین بھی اسی طریق پر ہیں اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ خدا کی محبت بندہ پر  
 اللہ تعالیٰ کی ثناء کرنے سے ہے مگر میں کہتا ہوں کہ خدا شہاداتی کا نام ہے اور خدا کا کلام نام خالق  
 ہے یعنی مخلوق نہیں ہے اور جو گروہ احسان کے معنی میں تینا تا ہی میری نزدیک خدا کا احسان خدا کا  
 فعل ہے اور گودر حقیقت یہ سب اقوال محبوب المعنی ہیں لیکن بندہ کی محبت خداوند تعالیٰ کے لئے ایک  
 صفت ہے کہ جو مطیع مومن کے دل میں ظاہر ہوتی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ غلطی اور تکثیر کو معنی میں  
 اور جو محبوب کی رضا کو طلب کرے اور اس کے سوا غیر پر قرار نہ پکڑے اور خدا کے ذکر کے



ساتھ خورک اور خدر کے غیر کے ذکر سے کنارہ کرے اور آرام کو حرام جانے اور قرار اس کے جانتا ہے  
 اور یہاں تک کہ جقدر اُلفت کی چیزیں ہیں اُن سے الگ ہو جاوے اور مباحی حوصلہ ہوا سے علیحدہ  
 ہو جائے اور دوسری نے علیہ کو قبول کرے اور اُس کے حکم کے نیچے گردن کو جھکا دے اور کمال کی صفوں سے  
 خدا تعالیٰ کو پہچانے اور یہ امر روا نہیں ہے کہ خدا کی محبت اُس کے واسطے لوگوں کی محبت کی جنس سے  
 ہو جس طرح کہ ایک دوسرے کو ہوتی ہے کیونکہ یہ محبوب کے سمجھنے اور احاطہ کرنے کی طرف ایک مہم کا  
 ایک نسل ہے اور یہ صفت کی صفوں سے ہے پس خدا تعالیٰ کے محب اُس کے قرب میں  
 اُس کی کیفیت کے طالب نہیں ہوتی کیونکہ طالب دوستی میں اپنی سے قائم ہوتا ہے اور ہلاک ہونے  
 والا عیب سے قائم ہوتا ہے اور محبت کی میدان میں زیادہ دوست آدمی ہلاک ہو جواسے ہوتے ہیں  
 کیونکہ محدث کو قدیم سے قدیم کے غلبہ کے سوا توسل نہیں ہوتا اور جو محبت کی تحقیق کو معلوم کرتا ہے  
 تو اس کا اہتمام اٹھ جاتا ہے اور اُسکو کوئی شبہ نہیں رہتا ہے چونکہ محبت دو طرح ہوتی ہے پر  
 ایک محبت جنس کی خالص ہوتی ہے اور وہ نفس کا میدان ہے اور کوشش اور ملازمت کو  
 راضی و محبوب کی ذات کی طلب ہے اور دوسری محبت جنس کی جو جنس سے نہ ہو اور یہ محبوب کی صفوں  
 میں کسی صفت پر قرار چاہتا ہے تاکہ اُس پر آرام اور اُلفت کو اختیار کرے جیسا کہ خدا کا  
 دیدار یا اس کے کلام کا شفا ہے اور خدا کی محبت میں گر ویدہ جو لوگ ہیں وہ دو قسم کے ہیں ایک وہ  
 ہیں کہ جو اپنے اوپر خدا تعالیٰ کا انعام دیکھتے ہیں اور انعام اور احسان کا دیکھنا انعام اور محسن  
 کی محبت کا تقاضا کرتے ہیں اور دوسرے وہ ہیں کہ جو سب انعام کو دوستی کے غلبہ سے حجاب کے  
 محل میں رکھتے ہیں اور نعمتوں کے دیکھنے سے انکار استہ نعمت دینے والے کی طرف ہوتا ہے اور  
 ماہ بہت بڑا درجہ ہے۔ واللہ اعلم بالصواب +

## فصل دوسری

اب طالب صدق میں تجویز بتاتا ہوں کہ محبت علم ناموس میں سب نوع نہیں پائی جاتی  
 ہے عام اس کے انسان ہو یا حیوان ہو یا جمادات ہو یا نباتات ہو مگر محبت سے کوئی



شے خالی نہیں ہے اور سب باتوں میں مشہور اور جالہ غلوں میں پائی جاتی ہے اور تمام مقامات کی قابل پر  
 بقول شعرے محبت جادہ دار و نہاں در خلوت دلہا چو تار سوجہ کم گردیدایں مدہ زیر منتر لہا  
 اور گردہ صوفیہ میں سمنون محب محبت میں خاص مذہب کہتے ہیں اور کہتی ہیں کہ حق تعالیٰ کے  
 راستہ کی اصل محبت ہے اور احوال اور مقامات اس کی مترس ہیں اور ہر ایک محل میں جو جیسا طالب  
 ہوتا ہے اس پر اس کو زوال ہوتا ہے لکن محبت کے سوا کہ کسی حال میں جو اس پر زوال نہیں ہوتا  
 ہے بلکہ ہمیشہ اُس کے واسطے راستہ موجود رہتا ہے اور دوسرے شاخ بلکہ الرحمۃ لے ان معنوں میں  
 سمنون محب محمد صلی اللہ علیہ کے ساتھ موافقت کی ہے لیکن یہ اسم ایک عام ہے اور بعض صوفیوں نے  
 چاہا کہ ظاہر میں اس کے معنی کو چھپائیں لہذا اس کو معنی کو وجود کی تحقیق میں اسم کو بدل دیا  
 اور محبت کی صفائی کا نام صفت رکھ دیا اور محب کا نام صوفی قرار دیا اور ایک گردہ نے حبیب کے  
 اختیار کے ثبوت میں محمد کے اختیار کے ترک کر نیے واسطے اس کا نام فقر رکھ دیا اور محب کو فقیر سے  
 تعبیر کیا کیونکہ محبت میں بہت کم درجہ کی موافقت ہوتی ہے اور حبیب کی مخالفت محبت غیر ہوتی  
 ہے اور اس بحث کو ہم نے ابتدائی کتاب میں فقر اور صفوت مع اسم کے معنی کے مفصل لکھ دیا ہے  
 اس جگہ ذکر لکھنے کی ضرورت نہیں ہے اور ایک شیخ اس کے متعلق لکھتا ہے الحب عند الزہاد  
 اظہر من الاختہاد یعنی زاہدوں کے نزدیک مشہوری میں اجتہاد کی زیادہ ظاہر ہے تو پھر  
 عند التائبین او جد من انین و حنین ہے یعنی تو بہ کرینا تو نکی نزدیک نالہ اور شور سے زیادہ  
 آسان ہے وعند الاتراک اشھر من الفتراک اور ترکوں کے نزدیک شکار بند یعنی انکی  
 ساری کے سامان سے زیادہ مشہور ہے و سنی الحب عند الہنود اظہر من سبی محبو  
 یعنی ہندوؤں کے نزدیک محبت کی قید محمود کی قید سے زیادہ مشہور ہے و قصۃ الحب  
 والحبیب عند الروم اشھر من الصلیب اور حب اور حبیب کا قصہ ملک روم میں صلیب کے  
 قصے سے زیادہ مشہور ہے و قصۃ الحب فی العرب ادب فی کل حی شطوب ادویل و عرب  
 اوحزن اور عرب میں محبت کا قصہ یہ ہے کہ ہر ایک جاہل میں اس حاجت ہے یا خوشی ہو یا غم



یا حرب کیا اندوہ ہے اور اس کے مراد یہ ہے کہ آدمیوں میں کوئی ایسا نہیں ہے کہ جب کو  
 غیبت میں کوئی ایسا کام نہ پڑا ہو کہ اس کی محبت دل میں فراغت یا خوشی نہ آئی ہو یا اس کا  
 دل اس کی شراب محبت کے آشتا ہوا ہو اور یا اس کی قہر سے غمزدہ ہوا ہو کیونکہ دل کی ترکیب غلبان  
 اور اضطراب پر مبنی ہے اور دوستی کی گروہ کے سوا اس میں بے نصیبی نہ ہو اور اس کو یوں سمجھنا چاہیے  
 کہ محبت دل کی واسطے مثل طعام اور شراب کے ہے اور جو دل کہ محبت کے خالی ہوتا ہے وہ خراب  
 ہوتا ہے پس تکلیف کو اس کے دفع کرنے اور اپنی طرف کھینچنے کی واسطے کوئی راستہ نہیں ہے اور محبت  
 کے لطائف جو دل پر گزرتے ہیں نفس اس کا گاہ نہیں ہوتا ہے اور عثمان مکی کے بیٹے عمر نے محبت کے  
 باب میں کہا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے دو تلو جو ہر سات ہزار سال پہلے پیدا کیا ہے اور  
 ان کو اپنے قرب میں رکھا ہے اور جانوں کو سات ہزار سال پہلے پیدا کیا ہے اور انہیں باغ محبت  
 میں رکھا ہے اور بھید و نکو جانوں کو سات ہزار سال پہلے پیدا کیا ہے اور ان کو دھل کو درجہ  
 میں رکھا ہے اور ہر روز تین سو ساٹھ دفعہ جمال کے کشف سے اور تین سو ساٹھ دفعہ محبت  
 کے لطف کی بخشش کی نظر ڈال کر ان کی جانوں کو محبت کا کلمہ سنایا ہے اور تین سو ساٹھ دفعہ محبت  
 کے لطف دل پر کھولے ہیں پس جب سب نے دنیا میں نگاہ کی اور اپنی سے زیادہ بزرگ کیونکہ بچھا  
 تو انہیں غرور اور فخر پیدا ہو گیا پس خدا نے بزرگ برتر نے ان کا امتحان لیا اور بھید و نکو جانوں  
 میں قید کیا اور جانوں کو دل میں قید کیا اور دل کو جسم میں قید کیا پھر عقل کو اس میں شامل کیا اور دنیا  
 میں انہیں علیہم السلام کو مبعوث فرمایا اور ان کی معرفت احکامات کو پہنچا پس اس وقت سے ہر ایک  
 ان کے اہلوں میں اپنے مقام کی تلاش کرنے لگا پس حقیقتاً فرما نہیں بخانہ کے اور نیکو فرمایا  
 اس واسطے کہ جسم نماز میں مشغول ہے اور دل محبت میں ڈوبا ہے اور جان مقام قرب میں پہنچے اور  
 خدا کے وصل میں قرار پکڑے پس محبت سے کوئی عبارت نہیں ہو سکتی کیونکہ محبت حال سے نطق  
 رکھتی ہے اور جو حال ہوتا ہے وہ کسی طرح پر قال نہیں ہو سکتا ہے اور اگر تمام علم کو آدمی میں  
 کہ محبت اپنی طرف کو کھینچے۔ یہ ممکن نہیں ہے اور اگر تکلیف کوئی اس کو دفع کرنا چاہے تو



بھی ممکن نہیں ہو سکتا ہے اس وجہ سے کہ محبت خدا کی بخششوں کا ایک بخشش ہے جو کسی کو نہیں حاصل ہو سکتی ہے اور اگر تمام جہان کے لوگ جمع ہو کر یہ چاہیں کہ محبت کو اس کی طرف پہنچیں اور کوئی اس کا طالب ہو تو یہ بھی نہیں کر سکتے ہیں اور اگر چاہیں کہ اس کو دفع کریں کہ جو اس کا اہل ہے تو اس کے بھی عاجز ہو گئے کیونکہ یہ محبت الہی ہے اور آدمی لاہی ہے یعنی لہو کر نہ والا ہے پس لاہی الہی کے اور اک سے قاصر ہے ۛ واللہ اعلم ۛ

## فصل تفسیری

پس اک طالب محبت کے اقسام تو بھی کو معلوم ہو گئے لیکن عشق میں مشائخ کے بہت سے اقوال ہیں جو صوفیہ کے ایک گروہ نے بندہ کے عشق کو حق تعالیٰ پر روا رکھا ہے مگر حق تعالیٰ اسی سے روا نہیں ہے اور کہتے ہیں کہ عشق اپنی محبوب سے منع کی صفت ہے پس نہ حق تعالیٰ سے منع کیا گیا ہے اور حق تعالیٰ بے ضرر ممنوع نہیں ہے پس اس معلوم ہوا کہ بندہ کا عشق خداوند پر جائز ہے اور بندہ پر خدا تعالیٰ کا عشق روا نہیں ہے کیونکہ عشق کیا ہے ایک کا بڑے کا ہے پس خداوند تعالیٰ محدود نہیں ہے اور کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ عشق دو جہان میں ذات سمجھنی کو روا اور کچھ نہیں روا اور بعض کہتے ہیں کہ طلب کے روا درست نہیں ہے پس حق تعالیٰ کی ذات سمجھ میں کسی طرح پر درست نہیں ہے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ عشق دیکھنے کو یہ کسی طرح پر صورت نہیں پکڑتا ہے اور محبت سننے اور دیکھنے سے پیدا ہوتی ہے پس جب عشق نظری نہیں ہو جائز نہیں ہے کہ دنیا میں خدا کو کسی نے نہیں دیکھا پس جو حق تعالیٰ سے خبردار ہو ان کو ہر ایک نے اس سے دعویٰ کیا کہ خطاب میں سے ہیں پس حق تعالیٰ ذات سید کا اور محسوس نہیں ہوتا کہ لوگوں کو خدا کے ساتھ عشق درست ہو جائے اور صفتوں اور فعلوں کے واسطے اور کرم ہی پس محبت درست ہوتی ہے پس اک طالب کیا تو نے نہیں دیکھا کہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کی محبت نے پریشان کیا اور فراق کے حال میں جب میرا سن کی بویائی تو ان کا دیکھ کر بیٹا ہو گئیں اور حضرت زلیخا کو جب عشق نے ہلاک کیا تو جنت تک حضرت یوسف علیہ السلام کا وصل



نصیب ہوا تو بینائی نہ پائی اور یہ ایک امر عیاریات سے ہے جس کا طالب ایک نے ہوا کی پرورش  
کی ہے اور ایک گروہ نے ہوا کو چھوڑ دیا ہے اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ عشق کے واسطے ضد ہے اور  
حق تعالیٰ کے واسطے ضد نہیں ہے اور نہ اس پر شائبہ ہے اور اس میں بہت سے لطافت ہیں مگر میں نے  
بوجہ طوالت کے اسی قدر پر اکتفا کیا۔ واللہ اعلم

## فصل چوتھی

اس کا طالب اس گروہ کے مشائخ کے واسطے دو قسم کی تحقیق میں بہت سی رموز ہیں جن کا شمار  
ناگن ہی نہیں ہوتا اس کے کہی ہوئے اقوال سے بہت تصور اس کتاب میں بیان کرتا ہوں حضرت  
استاد ابوالشفا سم فیہری فرماتے ہیں۔ المحبۃ محو المحب بصفائتہ و اثبات المحبوب بذاتہ  
یعنی محبت یہ ہوتی ہے کہ محب اپنی صفات کو اپنی محبوب کی طلب میں نفی کر دے اور خاص کر خدا کی ذات کی  
ثبوت کے واسطے یہی محب محبوب باقی ہوتا ہے تو محب فانی ہوتا ہے اور دوستی کے غیر کیوڑی محب  
ہوتا ہے اور وہ بقا کی نفی کرتا ہے تاکہ اس کو مطابقت و لایت حاصل ہو اور محبت کی حقیقت کا فناء ہونا محبوب  
کی ذات کے ثبوت کے لئے ضروری ہے اور یہ جائز نہیں ہے کہ محب اپنی صفات سے قانع ہو کیونکہ اگر  
وہ اپنی صفات قائم ہوتا تو محب کے کمال سے بے پروا ہوتا پس طالب جب یہ جانتا ہے کہ  
میری حیات محبوب کے وصال میں ہو تو ضرور وہ اپنی صفات کی نفی کا طالب ہے کیونکہ وہ جانتا ہے  
کہ اپنی صفات کے سبب محبوب ہوتا ہی نہیں وہ دوست کی دوستی کے سبب اپنا دشمن ہے  
اور مشہور ہے کہ حسین ابن منصور رحمۃ اللہ علیہ کو جب سولی پر چڑھایا تو ان کا آخری کلام یہ تھا صاحب الوجب  
افراد الواجب یعنی محبت کے واسطے یہ کافی ہے کہ اس کی ہستی دوستی کے راستہ سے  
پاک ہو جائے اور نفس کی توانائی کا درجہ اس کے شیفہ ہونے میں کم ہو جائے اور جب حضرت  
ابو یزید بسطامی فرماتے ہیں۔ المحبۃ استقلال الکثیر من نفسک واستکثار التقلیل  
من حبیبک یعنی محبت وہ ہوتی ہے کہ اپنے بہت کو تو کم جانتے اور دوست کے تھوڑے  
کو زیادہ سمجھے اور یہ بندہ پر خدا کا معاملہ ہے کہ دنیا کی نعمت کو اور جو کچھ دنیا میں بندہ کو دیا



اوسے تھوڑا کہتا ہے حالانکہ پہلے ہی اُسکا فیصلہ ہو چکا ہے قل مناع الدنيا قليل یعنی کہد  
اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کی متاع کہ جو تمہیں دی ہے بہت تھوڑی ہے اور پھر تھوڑی عمر او  
تھوڑی جگہ میں اور انکی تھوڑی متاع کو انکے تھوڑے ذکر کو بہت کہا ہے جیسا کہ فرمایا ہے  
والذاکرین اللہ کثیرا والذاکرات یعنی خدا تعالیٰ کو بہت یاد کر رہو اے مرد اور یاد کرنے والی عورتیں  
تاکہ تمام عالم کے لوگ جانیں کہ دوست در حقیقت خدا تعالیٰ ہے اور یہ صفت آدمیوں کے واسطے  
ٹھیک نہیں کیونکہ خدا اسی بندہ پر کوئی چیز تھوڑی نہیں اور بندہ کی طرف سے جو کچھ ہی تھوڑا ہے اور حضرت  
عبداللہ تشری رحمۃ اللہ علیہ کی بیٹی حضرت سہل کتبی میں المحبۃ معانقۃ الطاعات و صباۃ المخالقات  
یعنی محبت بندہ ہے کہ محبوب کی طاعتوں کے بغل میں تھک کو ڈالی ہوئی یعنی اُسکو  
اختیار کرے اور اُسکے مخالفوں سے روگردانی کرے کیونکہ جب محبت میں دل زیادہ قوی ہوتی ہے  
تو دوست کا فرمان دوست پر زیادہ آسان ہوتا ہے اور یہ ان ملحدوں کے گروہ کا رد ہے کہ  
جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ بندہ دوستی میں اس درجہ کو پہنچتا ہے کہ طاعت اُسے اٹھ جاتی ہے اور  
یہ ایک شخص بیدینی ہے کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ عقل کے صحیح ہونے کی حالت میں تکلیف کا حکم  
بندہ دور ہو وے کیونکہ اس پر سب لوگوں کا اتفاق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت  
کبھی اور کسی وقت منسوخ نہیں ہوگی اور جب عقل کی صحت کی حالت میں ایک شخص سے طاعت کا  
اٹھ جانا جائز ہو انوہر ایک امر اُسکو جائز ہو جائیگا اور یہ ایک بڑی بیدینی کی بات ہے اور مغلوب  
اور بیہوش کیواسطی شریعت میں دوسرا حکم ہے اور اُس کے واسطے عذر ہے لیکن یہ امر جائز  
ہے کہ بندہ کو خدا تعالیٰ اپنی دوستی میں اُس درجہ تک پہنچائے کہ طاعت کے ادا کرنے سے  
رنج اُسے اٹھ جائے اسوجہ سے کہ امر کا رنج حکم کر رہو اے کی محبت کی مقدار کے موافق ہوتا ہے  
یعنی جتنی محبت زیادہ ہوتی ہے اسی قدر طاعت کے ادا کرنے کا رنج اُس پر سان ہوتا ہے جو  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حال میں ظاہر ہے کیونکہ جب خدا تعالیٰ کسی یہ حالت طاری  
ہوتی تو لعمرک اللہم لفی سکرتم بجمہون آیت نازل ہوئی یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم



نیری حیات کی قسم جو کہ تحقیق نیری قوم کے کافر حضرت طاقی قوم کو طبع اپنی گمراہی میں حیران اور سرگردان  
ہوئی ہیں اور تمنی رائدن میں اس قدر عبادت کی کہ سب کاموں سے باز ہے اور آپ کو پائے مبارک سے  
کراؤ تو خداوند تعالیٰ نے فرمایا۔ مَا تَزِلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقَىٰ یعنی جسے تجھ پر قرآن کو اس  
واسطے نہیں نازل کیا کہ تو سچ میں پڑھا اور یہ جو تیرے کہ فرمان کے ادا کرنے میں ادا کرنے کی رویت  
بندہ سے اٹھ جائے اسی واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اِنَّهُ لِبَعَانٍ عَلَىٰ قَلْبِي  
وَ اَنِّى كَاَسْتَفْزِلُ اللّٰهَ فِى كُلِّ يَوْمٍ سَبْعِينَ مَرَّةً اَيْفِى ہر روز تشریف دے اپنے کاموں سے  
میں استغفار کو پڑھاؤں گا جو اپنے کاموں کو دیکھتا ہے تو اپنی طاعت پر عجب کر نیوالا نہیں ہوتا  
ہے اور حضور جب خدا کو تعالیٰ کی حکم کی تعظیم فرماتے تھے تو ارشاد فرماتے تھے کہ میری یہ کام اس کی  
مالتق نہیں ہیں اور حضرت سمون محب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں المحبون اللہ لبشرف الدنيا والاخرۃ  
لان الذی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یترک مع من احب یفنی خدا کے دوست دنیا  
اور آخرت کی بزرگی میں ہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر ایک آدمی  
اس کے ساتھ ہوتا ہے جسکو دوست رکھتا ہے پس یہ لوگ دنیا اور آخرت میں خدا کے ساتھ ہوتے  
ہیں اور اس کے جسے ساتھ ہوں اس خطا نہیں ہوتی ہے دنیا کی بزرگی یہ ہے کہ خدا اُن کے ساتھ  
ہوتا ہے اور عاقبت کی بزرگی یہ ہے کہ وہ خدا کے ساتھ ہوں اور حضرت معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ  
کے بیٹے حضرت یحییٰ کا ارشاد ہے کہ حقیقتہً المحبۃ لا ینقص بالجفاء ولا یتزید باللبس  
والاعطاف یعنی جفا سے محبت کم نہیں ہوتی ہے اور خوبی اور عطاف یا وہ نہیں ہوتی کیونکہ یہ  
دونوں محبت میں سبب ہیں اور ظاہر وجود کے حال میں اسباب کم ہوتے ہیں۔ اور جو  
دوست ہیں وہ دوست کی بلا سے خوش ہوتی ہیں اور محبت کی طریق میں جفا اور وفا  
دونوں برابر ہیں پس جب محبت ہوتی ہے تو وفا جفا کی طرح پر ہو جاتی ہے اور اس کے متعلق یہ  
حکایت ہے کہ جب علی علیہ الرحمۃ کو جنوں کی نہمت سے بچاؤ کی حکم میں نمد رکھا تو ایک گروہ کے  
آدمی اون کی زیارت کو آئے آپ نے اُن سے دریافت کیا کہ من انتم تم کون لوگ ہو انہوں نے



کہا قالوا احبناك یعنی ہم تمہاری دوست ہیں صرماہم بالجحاش ففروا یعنی اپنے اوپر پیچھے ہٹنے کے لیے ہاتھ دے دو سب لوگ بہاگ گئے اور فرمایا بالبرکت تم اجتنائی لما فررتہ من بلائی و فی نسخۃ فاصبر و اعلی بلائی یعنی اگر تم میرے دوست ہوتے تو میری بلا سے کیوں بھاگتے کیونکہ دوست کی بلا سے نہیں بھاگتے اور ایک نسخہ میں یہ بھی ہے کہ اگر تم میرے دوست ہو تو میری بلا پر صبر کرو اس کے متعلق صوفیہ کے بہت کچھ کلام ہیں مگر میں انہیں اقوال پر اکتفا کیا، واللہ اعلم

## چھٹا حجاب کشف زکوٰۃ کے بیان میں

پس اطالب اب میں تجھے کو کشف زکوٰۃ کا حجاب بتاتا ہوں تاکہ تو ان معنی سے بھی آشنا ہو جائے کہ فقیر میں حجاب کشف زکوٰۃ سے کیا مراد ہے پس دیکھ اللہ تعالیٰ عم نوالہ فرماتا ہے واقیمو الصلوٰۃ و اتوا لزلکوٰۃ یعنی تم نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ کو دو، اور مثال اسکی اور بہت سی آیتیں اور حدیثیں ہیں اور ایمان کے فضوٰن کی احکام سے ایک زکوٰۃ ہے پس جیسے واجب ہو واجب ہے اور اس سے روگردانی ناجائز ہے کیونکہ تمام نعمت زکوٰۃ پر ہے جس طرح پر کسی کی پاس دو سو سو ہوں حج ایک پوری نعمت ہی پس جسکے قبضہ میں ہوں تو وہ بادشاہ کے حکم سے اسپر پانچ روم واجب ہیں اور میں دینار بھی مال نعمت اس میں سے آدھا دینار واجب ہے اور پانچ اونٹ نعمت کارل تھو اس میں ہی ایک بکری واجب ہوگی اور جملہ مال سے مثل اسکی لیکن مراتب کی بھی زکوٰۃ ہے جس طرح پر کہ مال کی زکوٰۃ ہے کہ وہ بھی ایک پوری نعمت ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ان اللہ تعالیٰ فرض علیکم زکوٰۃ جاہکم کما فرض علیکم زکوٰۃ صالکم یعنی تحقیق اللہ تعالیٰ نے تمہارے مرتبہ کی زکوٰۃ تم پر ایسی فرض کی ہے جیسے کہ تم پر ہر مال کی زکوٰۃ کو فرض کیا ہو اور یہ بھی ارشاد کیا ہے ان بكل شیء زکوٰۃ و زکوٰۃ الدار بیت الضیاقۃ یعنی ہر شے کی زکوٰۃ ہی اور گھر کی زکوٰۃ وہاں خانہ ہے اور زکوٰۃ کی حقیقت نعمت کی شکر گزاری ہے اس نعمت کی اور یہ زکوٰۃ



نعمت کا شکر ہے اور چونکہ تندرستی بھی ایک نعمت ہے پس ہر ایک عضو کی واسطیٰ زکوٰۃ لازم ہے اور زکوٰۃ یہ ہے کہ سب اعضاء کو عبادت میں مشغول کرے اور انکو لہو و لعب میں رکھیں بلکہ نعمت کی زکوٰۃ کے ادا کرنے میں مشغول رکھیں اور اسطرح طاعت باطن کی بھی زکوٰۃ ہے کہ وہ بھی ایک نعمت ہے اور جو نعمت اس پر زکوٰۃ ہے اور اسکی کثرت کو باعث سے اسکی حقیقت کا احاطہ نہیں کر سکتے ہیں پس اسکی واسطیٰ بھی زکوٰۃ ہے کہ جو اس کے لائق ہو اور وہ زکوٰۃ ظاہری اور باطنی نعمت کا عرفان ہے اسوجہ سے کہ جب بندے نے اس امر کو جان لیا کہ حق تعالیٰ کی نعمت اس پر انتہا ہی بڑی ہے انتہا نعمت کی زکوٰۃ بے انتہا شکر ہے اور سب زکوٰتوں میں دنیا کی نعمت اس گروہ کے نزدیک نیک نہیں ہوتی ہے بلکہ نخل ہے اور نخل مرد کے واسطیٰ نہایت بڑا ہے اور یہ پورا نخل ہے کہ دو سو درہم ایک سال تک اپنی قبضہ میں رکھے اور پھر اوکیں سے پانچ درہم خدا کی راہ میں دے اور جب اہل خا کا طریقہ مال کا خرچ کرنا ہے اور سخاوت کی خصلت اختیار کرنا ہے تو زکوٰۃ کیونکر واجب ہوگی پس مجھ تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ ایک شخص نے تجربہ کے طور پر حضرت شیخ شبلی علیہ الرحمۃ سے زکوٰۃ کی بابت دریافت کیا کہ زکوٰۃ کس قدر دنیا چاہی اپنے جواب دیا کہ جب نخل اور مال موجود ہو تو تیری مذہب میں دو سو درہم کا پانچ درہم دینے چاہئیں تاکہ تو زکوٰۃ سے فارغ ہو لیکن میری مذہب کوئی چیز ملک میں نہ رکھنی چاہیئے تاکہ زکوٰۃ کے مشغلہ سے آزاد ہے پہر سائل نے دریافت کیا کہ اس مسئلہ میں آپ کس کے پیرو ہیں اپنے فرمایا کہ حضرت ابابکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کہ جو کچھ آپ پر پاس رکھتے تھے وہ سب خدا کی راہ میں دیتے تھے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماؤں فرمایا کہ ما خلفت لیسالت یعنی تم نے اپنی عیال کی واسطیٰ کیا رکھا تو اتنی جوابی یا اللہ عز و جل یعنی اللہ اور اس کے رسول کو اور حضرت امیر المؤمنین علی کریم اللہ وجہہ سرورایت ہے کہ اپنے اپنے قصیدہ میں فرمایا ہے

میں فرمایا ہے

فدا و بخت علی زکوٰۃ مال و ہل تجب الزکوٰۃ علی الجواد

یعنی بختی بھی مال کی زکوٰۃ نہیں دے ہی اور کیا سچو نیز زکوٰۃ واجب ہوتی ہے یعنی ہم تو مال نہیں رکھتے ہیں کہ جسکی زکوٰۃ دیں جو کچھ ہمارے پاس آیا اس کو خدا کی راہ میں دیدیا پس جو لوگ



سخی ہیں اون کا مال ہمیشہ خرچ ہوا کرتا ہے اور خدا کی راہ میں اذکار خون بہتی ہے واسطے ہمیشہ تیار رہتا ہے نہ وہ بال بچہ بلی کرتے ہیں اور نہ خون پر جھگڑا کرتے ہیں کیونکہ اون کا وہ ملک نہیں ہے لیکن اگر کوئی شخص جہالت کو اختیار کرے اور کہے کہ جب میرا پاس مال نہیں ہے تو زکوٰۃ کے علم سے بیروں ہوں تو یہ اسکو جائز نہیں ہے کیونکہ اسکا یہنا فرض عین ہے اور اس کے علم سے بے پرواہی کفر ہے اور یہ امر زمانہ کے فتنوں کے کیسے کی کا اور فقر کا دعویٰ کرتے ہیں اور جہل کے باعث علم کو ترک کر دیتے ہیں حضرت مصنف کتاب فرماتے ہیں کہ میں صوفیوں کی ایک جماعت کو کہ جو مبتدی تھی عبارت کی تعلیم دیتا تھا کہ اسوقت ایک جاہل آیا اور میں اونٹ کے صندوق کا باب پڑھا دیا اور اونٹ کے دو سالہ بچہ کا حکم چنے تیسری سال میں قدم کو رکھا ہوا اور تین سالہ بچہ کا حکم چنے چوتھے سال میں قدم کو رکھا ہو بیان کر رہا تھا پس اس جاہل کا دل اس کے سننے پریشان ہوا اور وہ میری پاس اٹھ کھڑا ہوا اور کہا میرا پاس اونٹ نہیں ہیں کہ بنت لبون کا علم یعنی دو سالہ بچہ کا علم میرے کام آئے پس میں اس کو کہا کہ اسی فلاں جیسا کہ ہمیں زکوٰۃ کے دینے کی واسطے علم کے حاصل کرنیکا حکم ہے ویسا ہی اس کے لینے کے واسطے بھی علم حاصل کرنا چاہئے اگر کوئی تجھے دو سالہ اونٹ کا بچہ دے اور تویسے تو اسوقت بنت لبون کے علم کے ترک کرنے کے واسطے تجھ کو نہ کہنا لازم ہے اور اگر کسی کے پاس مال نہ ہو اور مال کی لیاقت بھی نہ ہو تو علم کا فرض اس ساقط نہیں ہو سکتا ہے۔ فنعوذ باللہ من الجہل یعنی پناہ مانگتا ہوں میں اللہ کے ساتھ جہل سے و اللہ اعلم

## فصل پانچویں

اب اسطالب صا دق میں تجھی یہ بتاتا ہوں کہ مشائخوں کے گروہ سے جو لوگ صوفی ہوئی ہیں ان میں بعضوں نے زکوٰۃ کو لیا ہے اور بعض ایسے بھی ہوئی ہیں کہ جنہوں نے زکوٰۃ کو نہیں لیا ہے پس جب کا فقر اختیار ہی ہوا ہے انہوں نے زکوٰۃ کو نہیں لیا ہے اور فرمایا ہے کہ ہم مال کو جمع نہیں کرتے ہیں تاکہ زکوٰۃ نہ دینی پڑے اور دنیا داروں کے ہم زکوٰۃ لیتے ہی نہیں ہیں تاکہ اونکا ماتھ اوپر ہو



اور ہمارا ماتھ زکوٰۃ لینے سے نیچے ہو اور جو لوگ مقام فقر میں مضطر ہیں یعنی جیسا کہ فقر اضطراری ہے وہ اپنی اختیار گہنہیں لیتی ہیں بلکہ اُن کو اُسکی ضرورت ہے اور بلکہ وہ اس واسطے لیتے ہیں کہ مسلمان بھائی کی گردن فرض کو اٹھالیں اور جتنیت ہوتی ہے تو ماتھ اوپر کو ہوتا ہے اور ماتھ اوپر کو نہیں ہوتا اگر دینے والے کا ماتھ اوپر ہو اور لینے والی کا ماتھ نیچے ہو پس اس طرح خداوند عالم کا قول باطل ہوتا ہے کہ ویاخذ الصدقات یعنی اور لیتا صدقہ اور دینے والے کا ماتھ اوپر ہوتا ہے اور لینے والے کا ماتھ نیچے کو ہوتا ہے تو زکوٰۃ دینے والا لینے والے سے زیادہ فضل ہوتا اور یہ اعتقاد گمراہی ہے پس یہ علیا یعنی اوپر ماتھ وہ ہوتا ہے کہ جو کوئی چیز واجب ہو نیچے حکم کے موافق کسی مسلمان پہلی سے دوسری کہ اُس کا بوجھ اُس مسلمان بھائی سے اتر جائے پس وہ درویش پیدا نہیں ہوتے بلکہ عقبائی ہوتے ہیں اور اگر عقبائی دنیا داروں کی گردن اُس بوجھ کو نہ اٹھیں تو فرض کا حکم اُن پر لازم ہوگا اور قیامت میں وہ اُس کے سبک گر قرار ہوگا پس خدا تعالیٰ نے عقبائی لوگوں کا امتحان ایک آسان طریقہ سے لیا تاکہ دنیا دار فرض کے بوجھ کو ادا کر سکیں پس ضرور ہوا کہ فقرا کا ماتھ اوپر کو ہوتا ہے کیونکہ وہ خدا کی موافقت پر لینے والے اور خدا کے حکم کا لینا اوپر واجب تھا اور اگر لینے والے کا ماتھ نیچے کو ہوتا جیسا کہ حثویوں کا اب گروہ کہتا ہے تو اس سے لازم ہوتا کہ پیغمبروں کا ماتھ نیچے کو ہوتا کیونکہ وہ بھی خدا کے حق کو لیتے تھے اور اُسے اپنی خرچ میں خرچ فرماتے تھے کیونکہ خدا تعالیٰ کے حکم سے وہ نذر کو لیتے تھے اور انبیاء علیہم السلام کو نبی اکرم بن نے بھی اسی طریقہ پر تھے اسی وجہ سے بیت المال کا حق انہوں نے لیا ہے اور جو لوگ لینے والے کا ماتھ اوپر تبتلاتے ہیں وہ غلطی پر ہیں اور تصوف میں یہ دونوں قوی اصل ہیں اور اس مراد بخشش اور سخاوت ہے لہذا اب میں بخشش اور سخاوت کے متعلق کچھ لکھتا ہوں خدا تعالیٰ مجھ کو سخی کرے ۔

۱۵ یہ بیان حدیث نبوی کریم کے موافق ہے کہ آنحضرتؐ تدریجاً کرتے تھے مگر زکوٰۃ نہیں لیتی تھی اور نہ اسکا اپنی آل کا حکم فرمایا ۔



# الباب السابع عشر یعنی باب جوہ اور سخاوت کے بیان میں اور اس کے متعلقات میں

پس اطلب اب میں تجھ کو جوہ اور سخاوت کی بحث بتلاتا ہوں کہ صوفیاء کے نزدیک جوہ اور  
سخاوت سے کیا چیز مراد ہے چونکہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ التخی قریب  
من الجنة بعید من النار والخیل قریب من النار بعید من الجنة یعنی سخی بہشت کو  
قریب اور آگ سے دُور ہے اور خیل آگ سے نزدیک ہے اور بہشت سے دُور ہے۔ اور علماء  
کے نزدیک جوہ اور سخاوت دونوں انسانوں کی صفتوں میں سے ایک خاص معنی میں ہیں مگر حق تعالیٰ  
کو جوہ کہتے ہیں کوئی سخی نہیں کہتا ہے اور نہ کہنے کی یہ وجہ بتلاتے ہیں کہ خداوند عالم عز اسمہ  
نے اپنے آپ کو کہیں اس نام سے نہیں یاد فرمایا ہے اور نہ حدیث شریف میں اسکی کوئی خبر ہے اور  
اہلسنت کا اس امر پر اتفاق ہے کہ یہ جائز نہیں ہے کہ جیسے کتابت سنت گواہ نہ ہو ہم اسکو ان  
لیں اور اگر عقل کے مقتضایہ پر کوئی خدا کا نام رکھے جیسا کہ خداوند عالم ہے اور امت کے  
اجماع سے خدا کو عالم کہنا جائز ہے لیکن عاقل فقیہ اسکو جائز نہیں کہہ سکتے اگرچہ تینوں  
نام ایک ہی معنی میں ہیں پس عالم نام کا اطلاق خدا پر جائز ہے اسطے حجت کے اور باقی ان  
ناموں کے جو عاقل اور فقیہ ہیں ان پر ہمیں لازم ہے اسی طرح خدا کو جوہ کہنا ہے اور سخی  
کے کہنے سے پرہیز کیا ہے پس جوہ اور سخی میں یہ فرق ہو کہ سخی وہ ہوتا ہو کہ جو بخشش میں  
تمیز کرے اور جو تمیز کرے وہ کسی خاص غرض اور سبب ملا ہوا ہو اور بخشش میں یہ ابتداء  
کا مقام ہے اور جو وہ ہوتا ہے کہ تمیز نہ کرے بلکہ اُسکا کیا ہوا غرض ہو اور اسکا فعل بے  
سبب ہو اور بہر حال دو پیغمبر ان علیہم السلام کا ہے اول فعل حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا  
ہو دوسرا حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے جسکی خبر صحیح حدیثوں سے ہے کہ ابراہیم علیہ السلام



کہ یہاں جہتک نہان نہیں آتا تھا آپ کچھ کھانا نہیں کھاتے تھے ایک مرتبہ تین دن تک کوئی دہان  
 نہیں آیا آخر روز ایک گیسر آپ کے دروازہ پر آیا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اُس سے فرمایا  
 کہ تو میرے یہاں چلا جائیں دوسری اُمت کا وہاں نہیں چاہتا ہوں پس اس پر حق تعالیٰ  
 کیجا جسے آپ پر غناپ ہو کہ جس شخص کو بیو ستر سال تک پالایا ہے تو اس کو ایک فی تک نہیں دینا چاہتا  
 تھا اور جب حاتم طائی کا بیٹا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوا تو اپنے اُس کے واسطے  
 اپنی چادر کو پکھا دیا اور فرمایا اذ اناکم کسر بعد قوم فاکرموا یعنی جب کسی قوم کا سخی یا بزرگ  
 آدمی تمہارے پاس آئی تو تم اُس کی عزت کیا کرو پس اس معلوم ہوا کہ جس نے جو د میں تمیز  
 کو اختیار کیا اس نے ایک وئی کو دینا گوارا نہ کیا اور جس شخص نے اس تمیز کو اختیار نہ کیا اس نے  
 چادر بتوت کو ایک کافر کے واسطے بچھا دیا کیونکہ ابراہیم علیہ السلام کا مقام سخاوت تھا اور آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام جود تھا اور صوفیاء کے نزدیک بہتر مذہب جود ہی کہ جس میں فرمانبرداری ہے  
 یعنی جو امر نیک پہلے دل میں آئی اس کے موافق کرنا اور اگر دوسرا امر خاطر میں غلبہ کرے تو وہ بخل ہے  
 اور اہل تحقیق نے پہلے امر کو مبارک اور بزرگ بتلایا ہے کیونکہ پہلا امر خدا کی خاطر سے ہی اور حضرت  
 مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ مقام نبیسا پور میں ایک دعا کرتا تھا کہ جو ہمیشہ  
 حضرت ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس مبارک میں حاضر ہوتا تھا ایک روز حضرت ابو سعید سے  
 ایک رویش نے کچھ طلب کیا اس نے کہا کہ میرے پاس ایک دینار تھا اور ایک فرائضہ تھا  
 پس پہلے مجھے خیال آیا کہ دینار کو دید دوسری دفعہ خیال آیا کہ فرائضہ کو دیدی پس فرائضہ کو دیدیا جب شیخ  
 یائیں کرتے میں متغول ہوئی تو میں دریافت کیا کہ کیا جائز ہے کہ کوئی حق سے جھگڑا کرے فرمایا  
 کہ تو نے جھگڑا کیا کیونکہ اس نے تجھ سے کہا تھا کہ دینار دے اور تو نے فرائضہ کو دیدیا اور فرماتے ہیں  
 کہ مجھے یہی معلوم ہوا ہے کہ حضرت شیخ ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ ایک مرید کے  
 یہاں تشریف لائے کہ اُس وقت وہ حاضر نہیں تھا اپنے فرمایا کہ اُس کے گھر کا اسبا فروخت کر دو  
 جو وقت مرید گھر میں آیا تو پیر کو دیکھ کر خوش ہوا اور گھر کو دیکھ کر خاموش ہو گیا اور جب اُسکی



عورت آئی اور اس نے وہ حال دیکھا تو اپنا جامہ اتار کر پھینک دیا اور کہا کہ یہ بھی تو گھر کے اسباب  
 سے ہر بخاوند فی نفس پکار کر کہا کہ یہ تکلیف جو تو لے گیا ہے اور اختیار کر پس عورت نے کہا کہ اے  
 مرد جو وہی تھا کہ جو کچھ شیخ نے کہا ہے کہ میں تکلیف کروں اس سے بڑے کہ مقام جو وہی تجھ پر ظاہر  
 ہو جاو پس اُسے مرہ نے کہا کہ تو درست کہتی ہے اس وجہ سے کہ جب جتنے شیخ کو تسلیم کر لیا تو وہ ہم  
 سے علین جو وہیں ہے اور آدمی کی صفت میں جو تکلیف کرنے کا نام ہے پس مرید کو ہمیشہ چاہیے  
 کہ وہ اپنا نفس اور ملک کو خداوند تعالیٰ کے حکم کی موافقت میں مہذول رکھے اور اسی طرح حضرت  
 سہل بن عبد اللہ تری فرماتے ہیں کہ الصوفی دمہد و مملکہ مباح یعنی صوفی کا خون  
 معاف اور ملک مباح ہے اور ابو مسلم فارسی سے عینی سن ہے کہ فرماتے ہیں کہ ایک فدیہ میں ایک جماعہ  
 کے ساتھ حجاز کا ارادہ کیا اور مقام حوان کے گرد و نواح میں ہم کو قزاقوں نے گھیرا اور ہمارے  
 کپڑے اُن لوگوں نے اوتار لئے مگر ہم نے اُن سے کچھ نہ کہا اور نہ کوئی اُن سے جھگڑا گیا۔  
 کیونکہ اُنکی دلجوئی اسی میں تھی پس ہمارے درمیان میں ایک شخص تھا کہ وہ بہت بے قرار تھا  
 پس ایک بہادر چور نے جواب دیا کہ جائز نہیں ہے کہ میں اس کذاب کو چھوڑوں بلکہ اس کو ضرور  
 قتل کروں گا پس ہم نے اس کے مار ڈالنے کا سبب دریافت کیا اس نے کہا کہ یہ صوفی نہیں ہے اور مجھ  
 اہل اللہ کی صحبت میں خیانت کرتا ہے پس ایسے شخص کا نہ ہونا بہتر ہے پس ہم نے کہا کہ جو سے کہا کہ  
 تصوف کا ادنیٰ درجہ جو وہ ہے اور یہ اس خرقہ کی محبت میں ہے کہ جو صرف چند چٹھڑے ہیں پس  
 جو شخص اپنے دوستوں کے ساتھ اتنی خصوصیت کے ساتھ ہو کیونکہ صوفی ہو سکتا ہے کیونکہ کئی  
 سال ہو گئے ہیں کہ ہم سب تمہارا کام کر رہے ہیں اور تمہارا رات کو صاف کر رہے ہیں اور تعلقات  
 و دنیاوی کو تم سے قطع کرتے ہیں اور اسی طرح کی روایت جعفر طیار کے بیٹے عبد اللہ رحمہ  
 اللہ علیہ کی ہے کہ آپ مقام نبل میں ایک گروہ پر گذری آپ نے ایک غلام حبشی کو دیکھا کہ جو بہتر اور  
 بکریاں چرا رہا تھا آپ نے دیکھا کہ ایک گنا آیا اور وہ اُس کے سامنے بیٹھ گیا اُس حبشی غلام نے ایک  
 روٹی نکالی اور اُس کے آگے رکھ دی اور اسی طرح دوسری اور تیسری روٹی اُس کے آگے رکھ دی سوقت



حضرت عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئی اور کہا کہ اسی غلام ہر روز تیری خوراک کے قدر دے گا اور یہی کہا کہ  
 اس قدر دے کہ جو کچھ دیکھی حضرت عبداللہ نے فرمایا کہ تو نے اس لڑکی کو کیوں استفادہ دینی اور جو ابیر یا کہ  
 یہاں لگتے نہیں ہیں اور ابیر بہت دور سے اس امید پر آیا ہے پس میں نے اپنی روزی آدھی تاکہ  
 اس لڑکی کی محنت ضائع نہ ہو حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ مجھ کو یہ کلمہ اور سکا بہت اچھا معلوم ہوا اور  
 اس غلام کو معہ اس کے گوسفندوں اور بچوں کے خرید لیا اماں کو خرید کر کی آزاد کر دیا اور فرمایا کہ بچہ  
 بکریاں اور مال میں سے کچھ کو بخش دیا پس غلام نے حضرت عبداللہ کو دعا دی اور گوسفندوں کو صدقہ  
 میں دیا اور مال کو خدا کی راہ میں خرچ کر ڈالا اور ماں سے کہیں کو چلا گیا اور ایک ثابت میں ہو کہ  
 حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ ابن علی ابن ابی طالب کے دروازہ پر ایک مرد آیا اور کہا کہ یا ابن ابی سرحل  
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر چار سو درم فرض ہیں پس امام علیہ السلام نے چار سو درم اس کو دیئے اور  
 خورمے ہوئی گھر میں تشریف لیگئے جب آپ کے لوگوں نے گریہ کا سبب یافت کیا کہ آپ کیوں روتے  
 ہو تو آپ نے فرمایا کہ اس کی حال کی تلاش کرو نہیں مینی کوتاہی کی اور اس کو سوال کر نیکی قلت اٹھانی  
 پڑی اور ابوسہل صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت اللہ علیہ صدقہ کو بھی کسی درویش کے ہاتھ پر نہیں کہتی تھے اور جو چیز  
 کسی شخص کو بخشے تھے اس کو اس کے ہاتھ میں نہیں دیتے تھے بلکہ زمین پر رکھ دیتے تھے اور لوگ  
 اس کو اٹھا لیتے تھے جب آپ کے لوگوں نے آپ کا سبب یافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ اس طرح دینا دینے  
 سے وہ خطرہ نہیں ہو کہ جو کسی مسلمان کی ہاتھ میں دیتی ہے ہوتا ہی کہ میرا ہاتھ اوپر ہو اور اس کا  
 ہاتھ نیچے ہو اور اوست حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حال میں کہ جب بادشاہ حبش آپ کے پاس میر  
 مشک بھیجا تو آپ نے ایک ہی قمیص میں اس کو باندھ دیا اور اپنی اصحاب پر اس کو تقسیم فرمایا  
 حضرت انس سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مرد آیا آنحضرت اس کو ایک  
 واوی جو درمیان دو پہلوؤں کی تھی اور گوسفندائیں بہتے تھے معہ ان کے حضرت علیہ السلام نے اس کو  
 بخش دی پس جب وہ اپنی قوم میں واپس ہوا تو اس نے اپنی قوم کہا کہ اسی قوم تم سب اب مسلمان ہو  
 کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم استفادہ بخش کرتے ہیں کہ وہ اپنی درویشی کی بھی نہیں ڈرتے ہیں



اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور علیہ السلام کی پاس نشی ہزار درم آئی آپ نے اونکو اپنی گدڑی پر پھینک دیا اور جب تک لوگ اونکو اٹھا کر نہ لیگئے حضور علیہ السلام اپنی جگہ سے مکان میں تشریف نہ لیگئے جب درم کل لوگ لیگئے تو حضور مکان میں تشریف لیگئے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ اکثرینے دیکھا ہے کہ بھوکھ کے باعث سے اکثر حضور علیہ السلام اپنی شکم مبارک پر پتھر باندھ لیا کرتے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ کچھلے درویشوں میں سے ایک رویش کو یہاں چھ درم بھر نالص سونا بھیجا کہ یہ لیے پس وہ لیکر حمام میں چلا گیا اور وہ سب حمام میں بیٹھ گیا اور اس کے پہلے لوڑیوں کے مذہب میں مینی اس اشیار کے معنے کو شرح طور پر بیان کیا ہے لہذا اس بیان کو مینے اس جگہ پر ختم کیا۔ واللہ اعلم \*

## سائوال حجاب روزہ کے کھولنے کے بیان میں

پس احوط الصیاق اب میں روزہ کی بابت لکھتا ہوں کہ صوفیا کا خیال روزہ کے متعلق کیسا جیسا کہ خدائی بزرگ نے فرمایا ہے۔ یا ایہا الذین امنوا کتب علیکم الصیام یعنی اے لوگو جو ایمان لائے ہو تمہارے اوپر روزہ فرض کیا گیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جبریلؑ نے مجھے خبر دی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے الصوم لی وانا اجزی بہ، یعنی روزہ میری ملک ہے اور اسکی جزا کے واسطے میں زیادہ بہتر ہوں اسواسطیکہ روزہ کی عبادت ایک سرار سے ہے جسکا تعلق ظاہر کے ساتھ کچھ نہیں ہے اور غیر کیواسطے اس میں کوئی حصہ نہیں ہے چونکہ اسکی جزا ہے انتہا ہے اور دخول جنت رحمت کے سبب ہوگا اور وجہ عبادت کی بدولت نصیب ہوگا اور دخول جنت کے باعث سے لیکر کیونکہ ارشاد باری غراسمہ ہے انا اجزی بہ اور حضرت عئید علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں الصوم نصف الطریقت یعنی روزہ رکھنا نصف طریقت ہے اور صوفیائے کرام کو مینے دیکھا ہے کہ رمضان المبارک کو پہنچنے کو سنا اور دیشیوں میں بھی وہ لوگ روزہ کو کرتے تھے اور وہ رمضان المبارک میں جو کسی کو سنا وہ سنا کرتے تھے



کے سوا اپنی اختیار سے تھایا یا اُس کے ترک کرنے کے واسطے تھا اور میں نے یہ بھی اکثر دیکھا ہے کہ روزہ کو رکھتے تھے اور کوئی نہ جانتا تھا اور حرام کے سامنے طعام کو لاتے تھے تو اس وقت کھاتے تھے اور یہ سنت کے موافق ہے اور حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انکے پاس تشریف لائے انہوں نے عرض کیا ہم نے آپ کی واسطے مایہ زکھا ہوا ہے آپ نے فرمایا میں روزہ کی نیت کی ہوئی تھی لیکن لاؤ اور پھر کسی دن روزہ رکھ لوں گا اور روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایام بیض میں تیرہویں چودھویں اور پندرہویں تاریخ پڑھتے روزہ کو رکھتے تھے اور حضور علیہ السلام ماہِ حجاب ماہِ شعبان المعظم میں بھی روزہ رکھتے تھے اور صوم داؤد کا بھی روزہ رکھتے تھے اور اسکو اپنے خیر اخصیافرایا اور ایک تہذیب حضرت شیخ احمد بخاری کو دیکھا کہ آپ حلوی کا طبق اپنی آگے رکھی ہوئی کھا رہے تھے پس مجھ کو دیکھ کر مجھ سے اشارہ فرمایا اور میں نے لڑکپن کی عادت کو مٹا لیا کہ میں روزہ دار ہوں اس وقت مجھ سے پوچھا کہ کیوں پس میں نے جواب دیا کہ فلاں شخص کی موافقت پر تو کمال کو نکو اور لوگوں کی موافقت جائز نہیں پس اس وقت میں ارادہ کیا کہ روزہ کو کھول دوں تو آپ نے فرمایا کہ جب اُسکی موافقت کو ترک کرتا ہے تو میری موافقت کو بھی ترک کر دی کیونکہ میں بھی مخلوق الہی سے ہوں پس یہ دونوں امر ایک ہیں اور روزہ کی حقیقت اساک ہے اور اسرار طریقت اس میں پوشیدہ ہیں اور روزہ میں ادنیٰ درجہ بھوکہ ہی جیسا کہ کہا ہے۔ والجوع طعام اللہ فی الاضیفے بھوک خدا کا طعام ہے جو زمین میں ہے اور بھوک سب باتوں میں از روی شرع شریف اور عقل کو تمام لوگوں میں نیکیا مر ہے پس ہمیشہ روزہ کا ماہ رمضان المبارک کی چاند کے دیکھنے سے ہی یا شعبان کے پورا ہونے کے بعد ہے اور ہر روز کے واسطے نیت شرط ہے لیکن اساک کیو بطی بہت شرط ہے یعنی پیٹ کو شراب اور طعام سے بچنا ضرور ہے یہاں تک کہ آنکھوں کو شہوت کی نظر سے اور کان کو غیبت کے سننے سے اور زبان کو بیہوشہ باتوں سے اور حیم کو دنیا کی آفت اور اُسکی پیروی اور شرع کی مخالفت سے پس حقیقت میں وہی شخص روزہ دار ہو سکتا ہے کہ جس میں یہ اوصاف ہوں اور حضور علیہ السلام نے یہ فرمایا ہے اذا صمت فلیصم سبعاً وبصرک لسانک ویدک وکل عضو منک اور یہ بھی ارشاد ہے صائم لیس لہ من صومہ الا الجوع والعطش



یعنی بہت ایسے روزہ دار ہیں کہ انکو روزہ سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا ہی اور وہ کھو کھے اور پیادے دن  
بھر رہتے ہیں اور میں کہ عثمان جدی کا بیٹا علی ہوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں  
دیکھا اور میں عرض کیا کہ اودھنی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کچھ نصیحت فرمائیے  
فرمایا کہ احبس حواسک یعنی اپنے حواس کو خدا کی محبت میں مقید کر اسے معلوم ہوا کہ حواس بند کرنا  
ایک پورا مجاہدہ ہی اس واسطے کہ کل علوم کا حصول ان پانچ دروازوں کے یعنی دیکھنے اور سننے اور  
چکھنے اور سونگھنے اور چھپنے ہی ہے پس یہ پانچوں حواس علم اور عقل کے سپہ سالار ہیں  
ان میں سے چار کیواسطے محل مخصوص ہے اور ایک سبب بدن میں ساری ہی یعنی آنکھ کا کام دیکھنے کا ہے  
کہ وہ جہان کو دیکھتی ہو اور کان سننے کا محل ہے کہ جو ہر ایک آواز کا امتیاز کرتا ہے اور زبان  
محل لذت کا ہے کہ مزہ ہر ایک کا چکھتی ہے اور ناک محل سونگھنے کا ہے کہ جو بدبو اور خوشبو  
کا امتیاز کرتی ہے اور چھوتے کا محل کوئی خاص نہیں ہے وہ سب اعضاء ہیں جس کے نرمی اور  
گرمی اور سختی اور سردی معلوم ہوتی ہے اور یہ ایسے علوم کوئی نہیں کہ جو آدمی کو معلوم ہوں اور  
ان پانچوں دروازوں سے اسکا حصول نہ ہو وہی لیکن یہ بیان اور الہامات خدا تعالیٰ کی طرف سے  
ہیں اور انکے حصول کو واسطے ان دروازوں کی ضرورت نہیں ہے اور انہیں کسی آفت کا ہونا  
بائز نہیں ہے اور ان پانچوں دروازوں میں سے ہر ایک روزہ میں صفا رکذرت ہے کیونکہ جس  
طرح علم اور عقل اور روحان میں دخل ہی اسی طرح پر نفس اور ہوا کا دخل ہے کہ حوطاعت اور گناہ  
اور نیکی بخشتی اور بد بخشتی میں مشترک ہے پس خدا تعالیٰ کی ولایت یہ ہے کہ شنوائی کو نیک یا بونکے سسے کی طرف  
جھکے اور بینائی کو نیک چیزوں کے دیکھنے کی واسطے استعمال کرے اور نفس کا حصہ نہیں ہے کہ شہو سے دیکھے اور چھوٹے  
نوسنے اور چھونے اور چکھنے اور سونگھنے کی ولایت الہی امر الہی کی موافقت ہو نہ حسی کی پیروی اور  
نفس کا حصہ شرعی حسی مخالفت ہے لہذا اسے طالب صادق جب روزہ دار رہے  
سب حیلوں کو بند کر لیگا اور موافق فرمان کے مخالفت نہ کریگا تو روزہ دار کہلایگا اور صرف کھانے  
اور پینے کا جو روزہ رکھیگا اوسکی مثال ایسی ہے کہ جیسی بوڑھی عورتوں کا روزہ رکھنا یا صغیر لکڑیوں کا



روزہ رکھنا ہے کیونکہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے وما جعلناهم جسداً الا یاکلون لطعام لغیر نہیں بنایا اس لئے  
 پیغمبروں کو جسکے کھانے والی چیز کو نہ کھائیں ہر طبیعت کو چھڑکھانے کا محتاج کیا ہے اور ارشاد ہے انحببتم  
 انہا خلقناکم عبثاً یعنی کیا غفلت کے باعث تم یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تم کو کھیل اور کھوکھلے  
 واسطے پیدا کیا ہے یعنی لوگوں کو ہم نے لہو و لعب کی واسطی نہیں پیدا کیا ہے۔ لہذا کھیل اور حرام چیزوں  
 سے امساک کرنا چاہئے اور بھی حلال چیزوں کے کھانے کے واسطے منع نہیں کیا ہے پس چاہیے  
 کہ وہ چیزیں کھائیں اور حضرت مصنف کتاب فرماتے ہیں کہ مجھ اُن لوگوں پر سخت تعجب آتا ہے کہ جو نفل و رخصت روزہ کو  
 رکھتی ہیں اور فرض کو ترک کرتے ہیں کیونکہ گناہ نہ کرنا فرض ہے اور نفلی روزہ رکھنا ہمیشہ سنت و درجہ میں ہے جب  
 گناہ سے کسی کو عصمت حاصل ہوتی ہے تو سب احوال اوسکے روزہ  
 ہو جاتے ہیں اس کے متعلق یہ حکایت ہے کہ حضرت ہبل بن عبد اللہ ترمی رحمۃ اللہ علیہ جب  
 پیدا ہوئے تو روزہ دار تھے اور جب اپنے دُنیا سے انتقال فرمایا تو روزہ دار تھے کہتی ہیں کہ  
 جس وراپ پیدا ہوئی تو وہ صبح کا وقت تھا۔ لہذا اپنے شام تک دودہ نوش نہ فرمایا۔ جب  
 مغرب کی اذان ہو گئی تو اپنے دودہ پیا اسی طرح جب آپکا انتقال ہوا تو آپ روزہ دار تھے اس  
 روایت کے راوی حضرت ابو طلحہ مالکی رحمۃ اللہ علیہ ہیں لیکن روزہ میں وصال رسول اللہ صلی  
 اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے اور جب حضور علیہ السلام نے صوم وصال رکھا تو صحابہ  
 کرام نے آپکی موافقت کی تو آپنے فرمایا کہ تم صوم وصال نہ کرو۔ انی لست کا حد کہ  
 انی ابیت عند ربی بطعمنی و یستقینی یعنی میں تمہیں سے کسی ایک کی طرح نہیں ہوں  
 کیونکہ مجھ کو حق تعالیٰ کی طرف سے ہر ایک نعمت کو طعام اور شراب آتا ہے نہیں ارباب عبادہ کہتے  
 ہیں کہ یہ نہیں شفت ہے نہ پیغمبر اور ایک گروہ کہتا ہے کہ یہ وصال کرنا سنت کے خلاف ہے  
 لیکن حقیقت میں وصال محال ہے بعض صوفیہ کہتے ہیں کہ وصال سے مراد آپ گزرتا ہے او  
 یہ صوفیہ پر ہر رات میں ہوتا ہے یعنی جب فقیر رات میں تجلیات آتے ہیں ہوا و ہوا سرد و گرم و متفرق کی حالت  
 ہو کہ ماسوتی تعلقات اس سے کچھ نہ رہیں روزہ اُنکی نیت نہ کر سکے لہذا ایسی روزہ کو حضور علیہ السلام



نے منع فرمایا ہے ظہیری مترجم اس سبب کہ جب ان گزر گیا تو رات کو روزہ جائز نہیں ہوتا اور جب روزہ کی نیت رات میں نہیں کی تو وصال نا جائز ٹھہرا اور حضرت عبداللہ نسرینی کے بیٹے سہل سے روایت ہے کہ آپ ہر ایک بندہ جو اس کو ایک ٹفعہ کھانا کھاتے تھے اور جب ماہ رمضان المبارک ہوتا تھا تو عید تک آپ کچھ نہیں کھاتے تھے اور ہر رات میں چار سو رکعت نماز ادا فرماتے تھے کہ جو آدمی کی طاقت سے باہر ہو اور شرب الہی کے سوا نہیں ہو سکتا اور وہ ایک تابید الہی سے ہے کہ اسکی عینیت مسح کی غذا ہے اور اہل دنیا کے واسطے دُنیا کا طعام غذا ہے جس پر اسکی زندگی ہے اور فقراء کی غذا تابید الہی ہے اور حضرت شیخ ابونصر سراج رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے جو کو صوفیاء و سلف قرار اور صاحب برقی کہتے ہیں آپ فرماتے ہیں کہ میں رمضان المبارک میں بغداد میں پہنچا اور مسجد ثونیہ میں بیٹھ بیٹھ آیا اور اس کے ایک حجرہ میں بیٹھ خلوت کو اختیار کیا اور درویشوں کی امامت میں اختیار کی اور نماز عید تک بیٹھ لوگوں کو نماز پڑھائی اور تراویح میں پانچ ختم قرآن کریم پڑھا اور ہر رات ایک خادم ایک فی ٹہنچا دیا کرتا تھا اور جب عید کا دن ہوا تو ہم لوگ عید پڑھنے چلے گئے خادم کو تیس روٹیاں پڑھیں مترجم اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ اصحاب مسجد انکی تعداد تیس کی تھی اور غیبی فی کس ان کو ایک ایک روٹی دلا کرتی تھی مگر وہ لوگ طحا کار روزہ رکھتے تھے اور صائم اللیل اور فاکم الدہر تھے اور یہ تابید الہی سے ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی محبت ان کو غذا پہنچاتا تھا اور وہ لوگ خدا کے ذکر کو اپنی غذا سمجھتے تھے ظہیری مترجم اور حضرت مصطفیٰ کتاب فرماتے ہیں کہ بخار کے بیٹے علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت مصطفیٰ رحمۃ اللہ علیہ کو میوہ دیکھا ہے کہ ماہ رمضان المبارک کی ہند پڑنا تالیخ کے سوا آپ کچھ نہیں کھایا کرتے تھے اور حضرت ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ آپ ماہ رمضان المبارک میں کچھ نہیں کھاتے تھے حالانکہ بہت سخت گرمی کا مہینہ ہوتا تھا روزانہ گہوؤں کاٹنے کی مزدوری پر جایا کرتے تھے اور جو کچھ مزدوری کا ملتا تھا اسکو فقراء اور مساکین کو دیدیا کرتے تھے اور آپ دن رات میں کسی چیز کو نہیں کھایا کرتے تھے اور

۱۰ مترجم کلام کا جو کلام ایسی باتوں پر لکھا ہے



رات بھر صبح تک ناک زین مشغول رہا کرتے تھے اور بھی صوفیا سوزی ہو کر لوگ اپنی حالت کو دیکھتے تو کہتے تھے کہ آپ  
 شب کو سوئے تھے اور نہ دن رات نہیں کچھ کھاتے تھے اور شیخ ابو عبد اللہ خفیف رحمۃ اللہ علیہ سوزی ہو کر جب  
 آپ کا انتقال ہوا تو آپ چالیس چلے پڑے کئی ہفتے تھے اور ایک پیرو جو کمال دیکھا کہ ہمیشہ سال وہ چلے کرتا تھا  
 اور شیخ دانشمند ابو محمد الغری کا جب انتقال ہوا تو ہاں موجود تھا اتنی روزانہ ہونے لگا کہ کھایا کرتا  
 اور آپ کہی نمازی علیہ ہوئی بلکہ ہمیشہ آخر نماز باجماعت دعا فرمائی اور متاخرین میں ایک ویش تھا کہ اسی  
 روز تک کچھ نہ کھایا اور کسی نماز کی جماعت اس وقت نہ ہوئی تھی اور مقام مری میں دو درویش تھے کہ ایک  
 کا نام مسعود رحمۃ اللہ علیہ ایک کا نام ابو علی سیاہ تھا پس ایک تیرہ مسعود ابو علی کے پاس ایک دی کو بھیجا کہ آؤ تم تم  
 چالیس روز تک نہ کھاتے تھے اور کوئی چیز نہ کھاتے پس لو علی نے کہا کہ آؤ تم تم ہر روز میں بار طعام کھاتے اور  
 چالیس روز تک ایک صوفی رہیں۔ لہذا اس مسئلہ کی بحث بھی تک گروہ صوفیا میں ہو اور بلکہ آج کل اس مسئلہ کا ہنستا  
 نہیں ہوا ہے پس طالب علم لوگ اس مسئلہ سے تعلق ظاہر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وصال جائز ہے حالانکہ  
 وصال کو یہ معنی نہیں ہے جو لوگ سمجھتے ہیں اور طباطبائی اس معنی سے انکار کرتے ہیں لہذا مجھے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کا  
 بابتلاؤں تاکہ یہ مسئلہ مشکلات باہر ہو پس طالب علم کو صاف طور پر جان دے کہ وصال بغیر اسکے کہ خداوند تعالیٰ  
 فرمان میں خلل آئے کرامت ہو اور کرامت کا اصل خاص ہے عام نہیں ہے پس حیر حکم عاصم نہ ہو گا تو اوپر

کوئی امر درست نہ ہو گا اور اگر کرامت کا اظہار عام ہوتا تو ایمان حیر میں ہوتا اور معرفت پر عارفوں  
 کو ثواب ملتا۔ پس اس معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صاحب معجزہ تھے تو اپنے وصال کو ظاہر  
 فرمایا اور اہل کرامت کو اسکے کرنے سے منع فرمایا کیونکہ کرامتوں کی شرائط سے ایک شرط اس کا پوشیدہ  
 کرنا بھی ہے اور معجزہ کی شرائط سے ایک شرط اس کا اظہار ہے اور معجزہ اور کرامت میں یہ  
 ایک فرق بین ہے اور جب کو ہدایت خدا تعالیٰ کی طرف سے ہو اسکے واسطے یہ کافی ہے اور اصل  
 چلہ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حال سے متعلق ہے کہ جب چاہتے تھے کہ خداوند عالم عز اسمہ  
 سے ہم کلام ہوں تو چالیس روز تک بھوکھ رہتے تھے اور جب ایک ماہ گزر جاتا تھا تو آپ مسواک کو  
 کرتے تھے اور اسکے بعد دس سوکھ کرتے تھے تو خدا کے بھیڑوں کو واقف ہوتے تھے اسکے بعد خدا



ہم کلام ہونیکا فخر حاصل کرتے تھے اور جو کچھ اُن سے کلام ہوتا تھا اُسکا اظہار فرماتے تھے پس اس وجہ سے معلوم ہوا کہ جو اولیاء اللہ ہیں خدا کے بھیدوں سے واقفیت رکھتے ہیں اور جو انبیاء علیہم السلام ہیں علانیہ معجزہ ظاہر فرماتے ہیں۔ پس اس سے بھی معلوم ہوا کہ خداوند تعالیٰ کا کلام سنتا طبع کی بقا کی وجہ سے نہیں ہوتا ہے پس چاروں طبعوں کی واسطی چالیس دن کھانے اور پینے کی نفی کرنا لازم ہوئی۔ بدینہ وجہ کہ یہ طبع مقہور ہوں اور روح لطیف ہو پس روح کی واسطی محبت کا ہونا شرط ہوا اور دل کی صفائی اسکی لطافت نہیں رہی اور اس کے متعلق باب الجمع ہے جسکی نسبت ہم صوفیاء کے مذاق کی بابت بحث لکھتے ہیں تاکہ اس طالب صادق سمجھ کو بھوکہ کی حقیقت معلوم ہو ورنہ صوفیاء کے نزدیک اسکی کیا اصلیت ہے وہ ہونا۔

## الباب الثامن والعشیر فی باب کھوکہ اور اسکی متعلقا کی بیان میں

اے طالب سمجھ کو معلوم ہو کہ خدا کی بزرگوں پر ترنے فرمایا ہے۔ ولنسب لوتکم لشیء من الخوف والرجوع ونقص من الاموال والانفس الثموات یعنی اللہ تمہیں خوف اور بھونک رال اور جان اور پہلوانگی میں کسی چیز کے ساتھ آزمائیں گے اور ہم سے حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ یطعن جائع احب الی اللہ تعالیٰ من سبعین عابد اذ غافل یعنی بھونکے آدمی کا پیٹ خدا کے نزدیک کمتر عابدوں کے جو غافل ہیں زیادہ دوست ہے۔ پس اس طالب اس معلوم ہوا کہ بھونک کی سبب متوں اور ملتوں بزرگی ثابت ہے کیونکہ جو بھونکا آدمی ہوتا ہے اُسکے دل میں شر نہیں ہوتا ہے چونکہ دل ریاضت کی سبب مہذب ہو جاتا ہے اور زیادہ ذکر کی اُسیں خواہش ہو جاتی ہے اور اسکی طبیعت زیادہ مہذب اور تندرست ہو جاتی ہے اسی واسطی ارشاد ہے الجوع للنفس خضوع وللقلب خشوع یعنی بھونک نفس کی واسطی افتادگی اور دل کی واسطی عاجزی ہے پس بھونکا آدمی کا جسم افتادہ اور نواضع کرنیوالا ہو جاتا ہے اور دل اُسکا خواہشات سے عاجز



ہو جاتا ہے اور بہت کم نفسانی قوت ناپید ہو جاتی ہے اور ہمارے حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اجبوعوا بطونکم وظہورکم بآدابکم واعدوا اجسادکم لعل قلوبکم تری اللہ عبادا فی الدنیا یعنی پیٹو ٹوکو بھونکا رکھو اور جگر کو پیاسا رکھو اور جسم کو تنگ رکھو شاید کہ تم دنیا میں خداوند تعالیٰ کو اپنے دل میں دیکھو اگرچہ اظہار لبت تک سے جسم پر بلا نازل ہوتی ہو مگر دل کو اس روشنی اور کیفیت حاصل ہوتی ہے اور جان میں صفائی اور بھید کو تقا حاصل ہوتا ہے اور جب بھید کو تقا حاصل ہوتا ہے اور جان کو صفائی ملتی ہے اور دل میں روشنی پیدا ہوتی ہے تو اگرچہ جسم ہلا میں بھی گرفتار ہو مگر اس سے کوئی نقصان نہیں ہوتا اور پیٹ بھر کر کھانا کھاتے ہیں زیادہ پی نہیں ہے اگر کسی کچھ قند ہوتی تو چار پائے پیٹ بھر کر نہ کھاتے کیونکہ پیٹ بھر کر کھانا کھا جائے نور و من کا کام ہے اور بھونک پیاز کا علاج ہے اور بھونکا رہنا باطن کے آباد کرنے کا نام ہے اور پیٹ بھر کر کھانا کھانا پیٹوں کا آباد کرنا ہے اور بھونکا رہنے والا باطن کی آباد کرنے میں عمر کو صرف کرتا ہے اس واسطے کہ وہ خدا کی واسطی تنہا ہو کر عباد کرے اور دنیاوی تعلقات سے علیحدہ ہو جائے پس اس طالت اور کیونکر برابر ہو سکتا ہے کہ ایک شخص ظاہر آباد کرے مگر سر کرتا ہے اور ہوا دھوس اور جسم کج خدمت میں مشغول ہو اب اس کو یوں سمجھنا چاہئے کیا ایک شخص اس واسطے کھانا کھاتا ہے جیسے دنیا دار کھاتے ہیں یا جو لوگ نہ وہاں میں اپنی عمر بسر کرتے ہیں اور ایک اس واسطے کھاتے ہیں کہ ہم عبادت خداوندی کو لائق رہیں اور جمالی قوت زائل نہ ہو اور اندوہوں میں بہت بڑا فرق ہے اسی واسطے کہا گیا ہے کان للمتقدمین یا کلون لیمیشوا وانتم تیشون لئلا کلوا یعنی اگلے لوگ اس واسطے کھانا کھاتے تھے کہ حیات باقی رہے اور تم یہ سمجھتے ہو کہ حیات کہانے کے واسطے ہے بلکہ یہ نہیں ہے۔ الجوع طعام الصدیقین و مسرات الموریدین و قید الشیاطین یعنی بہت کم کچھ کھانے والوں کا طعام ہے اور مرید کا مانتہ ہے اور شیطانوں کی قید ہے اور خدا کا حکم اور اندازہ ان کے واسطے پہلے سے ہو چکا ہے چونکہ اوہ علیہ السلام کا بہت سے باہر نکلتا اور خدا تعالیٰ سے اوٹ کا علیہ



ہونا صرف لقمہ کے واسطے تھا اور حقیقت میں جو لوگ بھوک کے بیقرار ہوتا ہی وہ بھوکا نہیں  
 ہوتا ہے کیونکہ کھانیکا طالب کھانیکے ساتھ ہوتا ہی پس جبکو بھوک کا درجہ حاصل ہوتا ہی وہ باوجود طعام کے کھانے  
 کا تارک ہوتا ہے اور جو کوئی بھونک بوجھ اور سبج اٹھاتا ہے تو وہ بھونکا ہوتا ہی پس اس کے  
 معامہ ہوا کہ شیطان اور نفس کی خواہش کی قید سوائے بھونک اور پیاس کے نہیں ہے اور  
 حضرت کنانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ومن حکم المرید ان یکون فیہ ثلثہ اشیاء  
 لہ مغلبۃ و کلامہ ضررۃ و اکلہ فاقۃ یعنی عمریر کیواسطی یہ شرائط ہیں کہ تین  
 چیزیں اسی میں موجود ہوں او نہیں ایک یہ ہے کہ اُسکی خواب غلبہ کی سوانہ ہو اور وہ ضرورت  
 کے سوانہ ہو لے اور بھوک کے سوانہ کھانے اور بعض کے نزدیک فاقہ یہ ہے کہ دورات دن یعنی آٹھ  
 پہر نہ کھائے اور بعض کے نزدیک تین رات دن اور بعض کو نزدیک یکہفتہ ہی اور بعض کی نزدیک چالیس روز  
 ہیں اور اہل تحقیق اس پر ہیں کہ کچی بھونک ہر چالیسویں دن ایک مرتبہ ہوتی ہی اور اسکے سبب  
 جان بچی رہتی ہے اور جو حالت اسکے درمیان میں ہوتی ہی وہ حرص اور طبیعت کو غور سے ہوتی  
 ہے اسی واسطی اہل معرفت کی رگیں رعبا و تذعالی کے ہمید و نکلیلیں ہیں اور اُن لوگوں کے  
 دل اونکی بلند نظر کی جگہ پر ہیں اور اُن لوںکی وجہ سے اونکے سینوں میں خدا کی طرف سے دروازے  
 کھلے ہوئے ہیں اور عقل اور ہوا اُنکی بارگاہ پر نگہبانی کرتی ہے اور روح عقل کی مددگار ہوتی  
 ہے اور نفس ہوا کا مددگار ہوتا ہے اور جب قدر کہ طبیعتیں زیادہ غذا سے پرورش پاتی ہیں اسب قدر نفس اونکا  
 زیادہ قوی ہوتا ہے اور ہوا میں زیادہ تربیت پاتی ہے اور اعضا میں اسکا ودیدہ ہوتا ہے اور  
 ہر ایک گیس اُسکے پراگندہ ہونے سے ایک طرح کا حجاب پیدا ہوتا ہی اور جب طعام کو اس کے  
 ہٹا لیتا ہے تو ہوا ضعیف ہو جاتی ہے اور عقل میں قوت آ جاتی ہے اور نفس کی طاقت رگوں  
 سے زیادہ ٹوٹ جاتی ہی اور اس پر بھید اور دلائل ظاہر ہونے لگتی ہیں اور جب نفس اپنی حرکتوں سے  
 عاجز ہو جاتا ہی اور ہوا اپنی وجود سے فانی ہو جاتی ہے تو جو باطل ارادہ ہوتا ہی وہ حق کے  
 اظہار میں محو ہو جاتا ہی۔ اسوقت پر مرید کی کل مرادیں حاصل ہوتی ہیں اور جو حضرت ابوالعباس



قصباتِ رسالت ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ میری طاعت اور معصیت میں دو طریقہ ہیں یعنی میں اپنی طاعت اور معصیت کو دو حالت میں دیکھتا ہوں یعنی جب میں کھاتا ہوں تو سب گناہوں کا مادہ بننے اپنے میں پاتا ہوں اور جب کھانے سے ہاتھ کو اٹھالیتا ہوں تو طلبِ عتوں کی اصل میں اپنے میں دیکھتا ہوں لیکن بھونک کا پھل مشاہدہ ہو اور یہ مجاہد اسکا راستہ دکھلائیوا لایا ہے پس جو سیری مشاہدہ کے ساتھ ہے وہ اس بھوک سے بہتر ہے کہ جو مجاہدہ کے ساتھ ہے اسوجہ سے کہ اگیا ہے کہ مشاہدہ مرونکا میدان ہے اور مجاہدہ لڑکونکا کھیل ہے جیسا کہ کہا ہے فالشبع بشاہد الحق خیر من اللجو بشاہد الخلق پس جو سیری خدا کی قدرت کی بینائی کے ساتھ ہو وہ بہتر اس بھوک سے ہے کہ جو مخلوق کی بینائی کے ساتھ ہے اور اس کے متعلق بہت کچھ کلام ہے بوجہ طوالت کے میں نے اسی پر اکتفا کیا واللہ اعلم بالصواب

## آٹھواں کشف حج کے بیان میں

ابا طالع بصدق میں تجھ کو مساجد حج بتاتا ہوں کہ اس کو متعلق خداوند عز و اسمہ کا کیا ارشاد ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے واللہ علی الناس حج البيت من استطاع الیہ سبیلہ یعنی اللہ تعالیٰ کو واسطے ہی آدمیوں کا خانہ کعبہ کا ارادہ کرنا یعنی جو شخص خانہ کعبہ کے جاہکی استطاعت رکھتا ہو اور فرض نہیں سمجھے ایک فرض بندہ پر حج کا ارادہ کرنا ہے اس حالت میں کہ وہ صحیح اور تندرست ہو اور بالغ ہو اور مسلمان ہو اور حج کے ادا کرنے کی طاقت رکھتا ہو اور حج سے خراہہ چیزیں ہیں یعنی میقات میں احرام باندھنا اور عرفات میں ٹھہرنا اور طواف زیارت خانہ کعبہ کا کرنا پس تینوں چیزیں اتفاق اور صفا و مردہ کے درمیان میں لڑنا ہیں اختلاف ہے اور یہ بھی حکم ہے کہ حرم شریف میں بغیر احرام کے جانیکا حکم نہیں ہے اور حرم کو معنی علمانہ لکھی ہیں کہ حرم کو حرم اسو اسطر کہتے ہیں کہ اس میں ابراہیم علیہ السلام کا مقام اور امن کی جگہ ہے



پس حضرت ابراہیم علیہ السلام کی واسطی و مقام ہیں یعنی ایک تعلق جسم سے ہے  
اور دوسرے کا تعلق دل سے ۔۔۔ پس حیم کے مقام سے مرد خانہ کعبہ ہے و ردل کا مقام محل  
ہے پس جو شخص تن کو تمام را ارادہ کرتا ہے یعنی مکہ معظمہ کے جاتے کا نو وہ شخص تمام  
شہوتوں اور لذتوں سے روگردانی اختیار کر لیتا ہے اور وہ محرم ہو جاتا ہے اور کفن کو پھین  
لیتا ہے اور حلال شکار سے اپنا ماتھ اٹھا لیتا ہے اور اپنے جملہ حواس و نکاد و فوازہ بند کر لیتا ہے  
اور وہ عرفات میں حاضر ہوتا ہے اور وہاں سے وہ مزدلفہ اور مشعر الحرام میں جاتا ہے۔ اور  
مکہ میں کعبہ کا طواف کرتا ہے اور پھر مقام منا میں آتا ہے اور وہاں تین روز تک ہٹتا ہے اور حج  
شیاطین کرتا ہے یعنی شرط سے اوپر تپتے پہنکتا ہے اور وہاں پر سر کے بال مند و اتا ہے اور قربانی کرتا ہے اور کثیر  
پہنتا ہے جو لوگ حضرت ابراہیم کے مقام کا اختیار کرتے ہیں تو وہ محبت کی چیزوں سے روگردانی کرتے ہیں اور حق کو ترک  
کر دیتے۔۔۔ پس اورا غبار کے ذکر سے منہ پھیرنے والے ہوتے ہیں کیونکہ دنیا کی محبت بہت  
خطرناک چیز ہے اور معرفت کی عرفات میں قیام کرتے ہیں اور وہاں سے آفت کے مزدلفہ کا  
ارادہ کرتے ہیں اور وہاں سے اسرار خداوندی کے حرم میں طواف کرتے ہیں اور اپنی حرص اور  
فاسد خیالات کو مقام منا میں پھینکتے ہیں اور اپنے نفس کو مجاہدہ کے مقام میں قربان کرتے ہیں۔  
جب لوگ مقام دوستی میں پہنچتے ہیں اسی واسطے حکم ہے کہ جو شخص کعبہ میں داخل ہو گیا وہ  
خدا کی امان میں آگیا اور وہ اپنے دشمن اور اس کے وارث و شریک سے بچ گیا چونکہ وہاں امان ہے اور اس  
مقام یعنی مقام خلعت میں آنا طبیعت سے اور اس کے اخوات سے امان ہے اسی واسطے حضور  
علیہ السلام نے فرمایا ہے الحاج محمد اللہ عظیم ما سألوا لیستجیب لهم ما دعوا  
۔۔۔۔۔ یعنی حاجی لوگ خدا کی طرف قاصد ہیں پس وہ جو کچھ خدا تعالیٰ سے مانگتے ہیں  
اون کو خدا تعالیٰ وہ دیتا ہے اور جو وہ لوگ دعائیں مانگتے ہیں خدا تعالیٰ  
ان کی دعاؤں کو قبول کرتا ہے اور دوسرا اگر وہ اپنی پناہ چاہتا ہے۔ اور  
کوئی چیز نہیں مانگتا ہے۔ اور نہ کوئی دعا کرتا ہے۔ بلکہ تسلیم



اختیار کرتا ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام فرمایا چنانچہ اللہ نے فرمایا اذ  
 قال له سربہ اسلم قال سلمت لرب العلمین یعنی جب ابراہیم علیہ السلام سے اُس کے  
 رتبے کہہ کر مطیع ہو جاؤ سو وقت اپنے فرمایا کہ میں جہان کے پالنے والے کا مطیع ہوں اور جب ابراہیم  
 علیہ السلام مقام خلعت میں پہنچے تو تمام تعلقات دنیوی علیحدہ ہو گئے اور اپنے دل کو غیر سے  
 علیحدہ کر لیا پس حق تعالیٰ نے چاہا کہ انکی خلعت لوگوں کو دکھائے تو مرد و مرد و کو آپ پر  
 مسلط کیا اور آپ کے ماں باپ کے درمیان میں جدائی ڈالوائی اور آپ پر آگ کو چلایا سو وقت  
 شیطاں آیا اور اس نے ایک گویا بنائی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اُس میں بٹھا کر  
 اُس آگ میں پھینکا پس فوراً حضرت جبرائیل آپ کے پاس آئے اور فرمایا کہ اے ابراہیم علیہ السلام کوئی  
 تمکو حاجت ہے اپنے فریاد آمتار الیہ فلا یعنی تجھ سے تو مجھے کوئی حاجت نہیں ہے  
 اس پر جبریل علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا سے بھی کیا تمکو کوئی حاجت نہیں ہے اپنے جواب دیا  
 حسبی من سوالی علیہ بحالی یعنی اس کا علم میرا پیر میرے سوال کا محتاج نہیں ہے  
 پس مجھے یہ کافی ہے کہ وہ جانتے کہ مجھ کو اس آگ میں ڈالتے ہیں اور اُس کے علم نے اپنے  
 جو اہل کلمہ معلوم ہے میری زبان کو سوال کے کرنے سے منقطع کر دیا ہے اور حضرت فضل کے  
 بیٹے محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے اُس شخص سے تعجب ہے کہ جو دنیا میں گھر کی تلاش کرتا ہے  
 اور کس واسطے وہ اپنے دل میں مشاہدہ کی طلب نہیں کرتا ہے اور اگر ڈھونڈتا ہے تو گھر کو پالیتا  
 ہے اور کبھی نہیں پاتا ہے مگر دل میں مشاہدہ ضرور ہوتا ہے اب اس کے مسئلہ پیدا ہوتا ہے کہ  
 پتھر کی زیارت جس سال بھر میں یک مرتبہ نظر خدا ہوتی ہے فرض ہوئی پس دل کہ جس دل میں تین سو ساٹھ دفعہ نظر  
 کرتے ہیں اس کی زیارت اُس کی بہتر ہے بشرطیکہ دل کی دیکھنے کی قابلیت ہو اور اہل  
 تحقیق کے واسطے ہر ایک قدم مکہ شریف کے راستہ سے ایک نشان ہے بشرطیکہ نشان کو پہچانتا  
 ہو پس جن مقام عزم میں پہنچتے ہیں تو وہاں سے خلعت خاص میں پہنچتے ہیں اور حضرت ابو یزید  
 رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جسکی عبادت کا ثواب روز جزا کو ملے اسے گویا گرج کو دن تک کوئی



عبادت نہیں کی کیونکہ بجا ہوا اور عبادت کے ہر نفس کا ثواب فوراً حاصل ہوتا ہے اور حضرت یزید علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حج کو گیا تو میں نے خانہ کعبہ کے سوا اور کچھ نہ دیکھا اور جب دوسری دفعہ گیا تو خانہ کعبہ کو دیکھا اور اسکے بالک کو بھی دیکھا مگر تیسری حج میں صاویغہ کو دیکھا مگر گھر کو نہ دیکھا اس معلوم ہوا کہ ہر آدمی حرم شریف میں اس وقت ہوتا ہے جبکہ اسکی تعظیم کا مشاہدہ کرتا ہو اور تمام جہان اسکی نظر میں قربت اور الفت بن جائے اور اسکو محبت خداوندی کے سبب مطلق کچھ خبر نہ ہو چونکہ یہ امر نادر کو اس وقت حاصل ہوتا ہے کہ تمام عالم جب اسکی نظر میں حرم خاص بن جاتا ہے اور جب بندہ محبوب ہوتا ہو تو حرم اس کے واسطے تمام جہان میں سب سے زیادہ نزدیک ہو جاتا ہو اور اسے کچھ نظر نہیں آتا ہے جیسا کہ کہا گیا ہے اظلم الاشیاء دار الحبیب بلا حبیب یعنی سب چیزوں میں سے زیادہ نزدیک مسکن کا گھر ہے کہ جو دوست کے سوا ہے اس معلوم ہوا کہ مشاہدہ کمال محل دوستی میں رضائی دوست ہے اسوجہ سے کہ خداوند تعالیٰ نے کعبہ دیدار کو اسکا سبب بنایا ہے اور کعبہ کی کوئی قیمت اور حالت کو نہیں بتلایا لیکن اس سے تعلق پیدا کر نیکا حکم فرمایا ہے تاکہ حق تعالیٰ انسان کو معلوم ہو کہ تاکہ انسان یہ سمجھ لے کہ یہ عنایت کہاں سے ہے اور طالبہ کی مراد کس طرف سے دیکھائی ہے پس مرد و عورت کی مراد جنگلوں اور صحرا کے قطع کر نہیں ہے نہ عین حرم میں کیونکہ دوست کی رویت حرم کے دیدار میں حرام ہے بلکہ بہت بڑی مراد مجاہدہ حاصل ہوتی ہے بلکہ جو ہمیشہ اس کے درپائے محنت میں مستغرق ہے اور سوز و گداز میں اپنی عمر کو تمام کر دے اس کے متعلق یہ روایت ہے کہ ایک شخص حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کے پاس آیا اپنے اس کو دریافت کیا کہ تو کہاں سے آتا ہو اس نے کہا کہ میں حج کو گیا ہوا تھا اپنے بوجھاکہ تو نے حج کو کیا اس نے کہا کہ بیشک میں حج کو ادا کیا اپنی فرمایا کہ جب تو گھر سے نکلا تھا اور تو نے اپنی وطن کو چھوڑا تھا تو کیا تو نے اپنی سب گناہوں سے بھی توبہ کر لی تھی اس نے کہا کہ نہیں کہ نہ فرمایا کہ تو نے وطن سے سفر نہیں کیا پھر ارشاد فرمایا کہ جب تو گھر سے نکلا تو ہر ایک منزل میں تو نے رات کی وقت قیام کیا تو حق کے راستہ سے اس مقام میں تو نے کچھ قطع کیا تو نے کہا کہ نہیں اس پر اپنے فرمایا کہ تو نے منزلوں کو قطع نہیں کیا پھر اپنے ارشاد فرمایا کہ تو نے احرام باندھا تو



بقوات میں تو صفات بشریہ علیحدہ طور پر کہ جائے اور عادتوں انسان علیحدہ ہوتا ہے اوسنی کہا کہ نہیں پورا ارشاد  
فرمایا کہ تو احرام باندھ کر ابھی نہیں ہوا پھر اپنی ارشاد فرمایا کہ تو عرفات میں بھی قیام کیا اور مشاہد کا کشف تجھ حاصل ہو  
اوسنی کہا کہ نہیں پس اپنی فرمایا تو تو ذوق عرفات بھی نہیں کیا پھر اپنے فرمایا جب تو مزدلفہ میں گیا تھا نفسانی مردوں  
کو ترک کیا تھا یا نہ اُسے کہا نہیں اپنی فرمایا تو مزدلفہ میں بھی نہیں گیا پھر اپنے دریا فت کیا کہ تو خانہ کعبہ کا طواف کیا  
تو مقام تنزیہ کو محل نگاہ کا طواف کرتے ہوئے تو ذوق تنبیعائے کمال باکمال کو بھی دیکھا اوسنی کہا کہ نہیں حضرت جلیل  
نے فرمایا کہ تو نے طواف بھی نہیں کیا پھر اپنے فرمایا جب تو صفامروہ میں سعی کی تھی تو نے مقام اور درجہ مروت  
پالیا تھا اُسنی کہا نہیں اپنے فرمایا تو نے سعی ہی کی نہیں کی پھر اپنے فرمایا کہ مینا میں آیا تو تیری آرزو میں تجھے ساقط  
ہوئیں و سنی جواب دیا کہ نہیں اپنے فرمایا کہ تو مینا میں بھی نہیں گیا پھر اپنے ارشاد فرمایا کہ تو قربان گاہ میں جا کر قربانی  
کی تھی ہوائے نفسانی کی بھی قربانی کی تھی یا نہ اُسے کہا نہیں اپنی فرمایا تو تو قربانی ہی نہیں کی پھر اپنے فرمایا  
کہ تو نے جب پتھر پھینکے اور نفسانی معنوں کو تیری ساتھ صحبت میں ہتے تھے اون کو بھی دور کیا اوسنی  
کہا کہ نہیں اپنی فرمایا کہ تو نے پتھر بھی نہیں پھینکے اون ج بھی نہیں کیا فوراً واپس چلا اور اس صفت کی تھی حج کو ادا کرتا کہ تو مقام اور درجہ  
پہنچا اور آپ فرماتے ہیں کہ بعض بزرگوں نے کہا کہ ایک بزرگ خانہ کعبہ میں بیٹھ کر ہر روز تھے اور ان اشعار کو تیری ذوق و شوق  
سے پڑھتے تھے :

## اشعار عربیہ

۱۔ صحبت يوم التمر والعيش ترحل  
وكن حدى الحادى يناد و هو محمل  
سائل عن سلمى فهل من فخير  
بلن له علما بها اين تنزل  
لقد افسدت حجي وشكى وعمرتي  
وفي البين لي شعل عن البحر اشغل  
ساد جمع من عامي لجمه قابل  
فان الذي قد كان لا يتقبل  
یعنی صبح کی مینے ذبح کے دن حالانکہ سپیداونٹ کوچ کرتے تھے اور حدی راونٹ کی چلائیوں  
کی آواز کہنے والے تھے کہ جو آواز دیتی تھے اور جدی کو بنوالی تھے پس میں سلمیٰ میں سوال کرتا ہوں کہ  
یہاں کوئی ایسا بھی مجھے کہ اُسکا اُسکو علم ہو کہ اُسے کہاں نزول کیا ہے کیا یہ تحقیق میرا حج اور عمرہ فاسد  
ہوا پس جبرائی میں میرے واسطے شغل ہوا اور حج سے ملے ہے اور قریب ہے کہ میں آئندہ سال حج کی واسطے



لوگوں کا کیا کیونکہ یہ حج جو اپنے کیا یہ تو قبول نہ ہو اور حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ میں نے  
 ایک تہج میں ایک جوان کو دیکھا کہ ٹھہرے کچھ پر وہ شخص خاموش کھڑا ہوا تھا اور اس کے سر نیچے کو  
 تھا اور سب لوگ نے عین مشغول تھے مگر وہ خاموش تھا اس شخص سے مہربانی کہا کہ اے جوان تو خوش  
 کیوں نہیں ہوتا اور دعا کیوں نہیں مانگتا اوستے کہا کہ مجھے اس وقت وحشت ہو گئی ہے اسوجہ  
 سے کہ جو وقت میرے پاس تھا وہ مجھ سے فوت ہو گیا ہے پس دعا کرنے کے لائق میرا منہ نہیں رہا  
 میں نے اس سے کہا کہ تو دعا کرتا کہ خداوند عالم تجھ کی ملکیت سب کو تیری مراد پر پہنچائی۔ حضرت فضیل  
 علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں نے ہر چیز چاہا کہ وہ شخص دعا کو مانگا تھا اور خدا سے دعا مانگے مگر اس شخص  
 نے ایک ایسا نعرہ مارا کہ اُس کے سبب اُسکی فوراً جان نکل گئی اور جان بحق تسلیم ہو گیا اور حضرت  
 ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک جوان کو دیکھا کہ وہ زمین پر آرام سے  
 بیٹھا ہوا تھا اور سب لوگ قریبوں میں مشغول تھے اس شخص کی حالت پر مجھ کو خیال ہوا کہ یہ شخص  
 کیوں آرام بیٹھا ہوا ہے اور لوگ قریبوں میں مشغول ہیں جب میں نے اس سے دریافت کیا تو اُس نے  
 کہا کہ اے اللہ تیری سب بندگان میں مشغول ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ تیری درگاہ میں  
 اپنے نفس کو قربان کروں پس تو میری قربانی قبول کر یہ کہہ کر ادنیٰ اپنی انگشت کو اپنے گلے پر پھیرا  
 اور فوراً جان بحق تسلیم ہو گیا اور اس کو دیکھا تو اس کو مردہ پایا اس سے معلوم ہوا کہ حج دو طرح پر ادا  
 ہوتا ہے ایک غیبت میں اور دوسرا حضور میں پس جو حج کہ مکہ شریف میں ہو وہ غیبت کا حج ادا  
 کرتا ہے اور چونکہ دنیا میں مکہ شریف سے بہتر کوئی جگہ نہیں ہے پس جو اس کا حج کرتا ہے وہ حاجی  
 کہلاتا ہے اور دوسرا حج مجاہدہ کے کشف سے ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ مجاہدہ مشاہدہ  
 کی علت نہیں ہے بلکہ اس کا سبب اس کی حقیقت میں زیادہ تاثیر نہیں ہے  
 پس حج کا مقصود گھر کا دیدار نہیں ہے بلکہ مقصود کشف و مشاہدہ ہے۔ اب میں مشاہدہ  
 کا ایک باب علیحدہ لکھتا ہوں کہ جو ان معنوں میں شامل ہے تاکہ اے طالب تیری مقصود  
 کا حصول ان معنی سے جلد تجھ کو حاصل ہو سکے۔ وہ ہوتا ہے۔



# الباب الثانی شرح غفرنی باب ہشام کے بیان میں

پس اطفالیاب میں بچا و متاہد کے مترادف ہوں کہ مشاہدہ سے صوفیہ کی کیا مراد ہے اسکی  
 بابت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اجیعوا بطونکم ردعوا الخوص واعدوا  
 اجسادکم۔ قصراً کامل واطشوا اجسادکم ردعوا الدنیاء علیکم ترون  
 اللہ نفوبکم یعنی بیٹھو نہکو بھوکا رکھو۔ درحاصل کو چھوڑ دو اور اپنے جسموں کو تنہا رکھو اور  
 اپنے نہکو چھوڑ دو اور اپنے جگر وں کو پیاسا رکھو اور دنیا کو چھوڑ دو تاکہ اللہ تمہارے قلوب  
 میں نگاہ کرے چونکہ احسان کی بابت جبریل علیہ السلام کے سوال پر جواب ارشاد ہے کہ لا تعبد اللہ  
 کانتک تراہ فان لم تکن تراہ فانتہ براءک یعنی خدائی پرستش کر گویا کہ تو اسکو دیکھتا  
 ہے اور اگر تو اسکو نہیں دیکھتا تو تحقیق وہ تجھے دیکھتا ہے اور حضرت داؤد علیہ السلام سے جو  
 ارشاد فرمایا کہ لا اؤد اتدہی ما معرفتی قال لا قال حیات القلب فی مشاہدتی  
 یعنی اؤد کیا تو جانتا ہے کہ میری معرفت کیا چیز ہے عرض کیا کچھ نہیں۔ ارشاد باری عز و جہ  
 ہوا کہ میری معرفت میری قدر تو نکامشاہد ہے اور اسی میں دل کی زندگی ہے۔ چونکہ مشاہدہ کی عبارت  
 سے صوفیہ کی مراد دل کا دیدار ہے اسواسطیکہ دل پر تو اوارا ہی ہے اور حق تعالیٰ کو دل ظاہر اور پوشیدہ  
 طور پر دیکھتا ہے پس اطفالیاب حضرت ابوالعباس بن عطاء فرماتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ کے اس  
 قول میں ان الذین قالوا دینا اللہ دہ بالمجاہدۃ (شما مستقاموا علی ساطع المشاہدۃ)  
 ہے یعنی تحقیق وہ لوگ جن لوگوں کہلے کہ ہمارا رب اللہ تعالیٰ ہی یہ تجاہد میں ہے۔ اور  
 شما مستقاموا مشاہدہ عبارت ہے۔ اس معلوم ہوا کہ مشاہدہ کی حقیقت دو قسم پر ہے ایک  
 قسم یقین کی صحت ہے دوسری محبت کے غلبہ سے ہے اسواسطی کہ جب دوست کی محبت کا غلبہ اس پر ہو  
 پر ہو جائی کہ اسکی کلیت سب دوست کی حدیث ہو جائی تو وہ اپنے دوست کے سوا کوئی چیز  
 نہیں دیکھتا ہے اور حضرت محمد ابن واسع فرماتے ہیں کہ صا دایت شہیاقطاً الا



و دایت اللہ فیہ اسی بصیرت الیقین یعنی پیش سے کسی چیز کو نہیں دیکھا مگر یہ کہ اس میں  
 میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کو دیکھا ہے اور حضرت شیخ شبلی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے۔ ما دایت  
 شئیًا قط الا باللہ یعنی تعلقات الہیہ وہ ابیان المشاہدات یعنی میں نے جس چیز کی  
 طرف دیکھا ہے خداوند عالم کیلئے دیکھا ہے یعنی اسکی محبت کے غلبہ اور اس کی قدرت  
 کے مشاہدہ کو مشاہدہ کیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ ایک گروہ فعل کو دیکھتا ہے اور ایک  
 گروہ فعل کو دیکھتا ہے یا طے فاعل کا مشاہدہ کرتا ہے یعنی ایک گروہ کو فاعل کی محبت سب تعلقات سے  
 الگ کر دیتی ہے کہ وہ سب چیزیں فاعل کی قدرت کو دیکھے اسی کا نام صوفیہ فی جذبہ قرار  
 دیا ہے اور دوسرا دلیل لایعنی لایعنی ہے تاکہ خدا کی لائل کا ثبوت اُس پر ظاہر ہوا اور جو جذبہ کی  
 حالت میں ہوتا ہے وہ ربوہ ہوتا ہے یعنی خدا تعالیٰ کا کھینچا ہوا اسکی حق میں حقیقتوں و ردیلوں کا بچا  
 ہوتا ہے اسی واسطے کہا گیا ہے لان من یحکم شئیًا لا یطیع بقیہ من اصحاب  
 شئیًا لا یطاع غیرہ فہذا من المنازعة مع اللہ والاعتراض علیہ فی  
 احکامہ و افعالہ کیونکہ جو بچا ہوتا ہے غیر کے ساتھ آرام نہیں کرتا اور جو دوست کھتا ہے  
 وہ غیر کو نہیں دیکھتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے خصومت کو ترک کر دیتا ہے اور اس کے فعلوں  
 اور حکموں میں اُس پر اعتراض نہیں کرتا ہے تاکہ جھگڑا اور تصرف کرنا لایعنی ہو چو نکہ خداوند تعالیٰ نے  
 نے اپنے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج سے ہمیں خبر دی اور فرمایا کہ ملائکہ البصر  
 و ما طغی یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے شوق کی شدت ہے حضور سرور عالم نے اپنی آنکھ کو کسی  
 چیز پر نہ کھولا بلکہ جو کچھ دیکھا دل سے دیکھا پس اکطاب جب محب موجودات سے آنکھ  
 کو بند کر لیتا ہے تو وہ بیشک اپنی دل میں موجد کو دیکھتا ہے اور ارشاد ہوتا ہے لقد  
 دلی من آیات ساریہ الی کے بری یعنی تحقیق دیکھا میں صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں  
 خدا کی قدرت کی نشانیوں کی بہت بڑی نشانیاں اور دوسرے موقعہ پر ارشاد ہوتا ہے  
 قل للہو منین یفوضا من ابصارہم یعنی کہہ دو مسلمان لوگوں کہ وہ اپنی آنکھوں



کو ڈھانپ لیں یعنی ابصار العیون من الشهوات والابصار القلوب عن المخلوقات  
یعنی بنیائی کی آنکھوں کو شہوتوں سے اردل کی آنکھوں کو مخلوقات سے ڈھانپ لیں  
اس کے معلوم ہوا کہ جو آدمی مجاہدہ میں سیر کی آنکھ شہوتوں سے بند کر لیتا ہے وہ بلا شک  
خدا تعالیٰ کو چشم باطن سے دیکھتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے من کان اخلص مجاہدۃ  
کان اصدق مشاہدۃ یعنی باطن کا مشاہدہ ظاہری مجاہدہ سے ہوتا ہے اور حضرت  
عبداللہ تبری کے بیٹے حضرت سہل فرماتے ہیں من غض بصرہ عن اللہ طرفۃ  
عین لا یفندی طول عمر یعنی جو کوئی آنکھ کی بنیائی آنکھ کے چسپکنے کے برابر خدا سے  
بند کر لیتا ہے وہ ہرگز راستہ نہیں پاتا سوا طبع کے غیر کی طرف توجہ کرتی غیر کی طرف لوٹنے  
سے مراد ہے اور جو غیر کی طرف لوٹا وہ ہلاک ہوا پس اہل مشاہدہ کی عمر وہ ہوتی ہی جو مشاہدہ  
میں گزرے اور مغایبہ میں ہو دنیا میں اس کو عمر میں شمار نہیں کرتے کیونکہ حقیقت میں وہ  
عمر سے تعبیر کیجاتی ہے جیسا کہ حضرت یازید علیہ الرحمۃ سے کسی غم و ریاضت کیا کہ جناب کی  
عمر کقدر ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ میری عمر چار سال کی ہے سائل نے کہا کیونکر کہا کہ ستر سال لگے  
کہ میں دنیا کے حجاب میں رہا مگر چار سال ہوئی ہیں کہیں اس کو دیکھتا ہوں اس کے معلوم  
ہوا کہ حجاب کا زمانہ عمر میں شمار نہیں ہوتا اسی واسطے دعا کی بابت حضرت شیخ مشہدی  
علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اللہم انجنا الجنۃ والنادی جنبا یا عبیک حتی نعبدک بغیر  
والسطر یعنی اے اللہ بہشت اور دوزخ کو اپنے غیب کے خزانوں میں پوشیدہ کر اور اون کی  
یاد لوگوں کے دلوں کے بھلائے تاکہ اُنکے واسطے تیری پرستش نہ کریں \*

جب بہشت میں طبع کو نصیب ہے تو آج کے دن یقین کے حکم کے موافق عابد اس غرض سے  
عبادت کرتا ہے اور جب دل کو محبت سے نصیب ہے تو عاقل مشاہدہ سے محبوب ہوتا ہے اس کے  
متعلق روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج کی خبر حضرت عائشہ صدیقہ کو دی کہ  
بہشت کو نہیں دیکھا اور حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ



شب معراج میں نبی خداوند عالم کو اپنی آنکھ سے دیکھا پس لگ اس اختلاف میں پڑ گئے اور جس روش  
نے انہیں غور کیا وہ اس مطلب کو پورے طور پر سمجھ گیا پس اطالیب اس مسئلہ کو ہوں سمجھ لے کہ جو یہ  
کہا کہ نبی اسکو دیکھا یہاں چشم باطن سے مراد ہے اور جو فرمایا نبی نہیں دیکھا تو اس سے مراد ہے کہ آنکھ مراد ہے کیونکہ ان دونوں میں ایک باطن  
باطن تھا اور ایک ظاہر ہے ایک سوائے علم کے موافق گفتگو کی گئی اور جب چشم باطن سے دیکھا اور ظاہر نہ دیکھا  
تو آمیں کیا نقصان ہے۔ حضرت جنید علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اگر خداوند عالم مجھ سے ارشاد فرمائی  
کہ جنید تو مجھ کو دیکھ تو میں یہی کہوں کہ میں تجھ نہیں دیکھتا کیونکہ آنکھ دوستی میں غیب اور میگاہ نہ  
ہے۔ اس واسطے کہ غیبت کی غیرت مجھے دیدار سے محروم رکھی گی کیونکہ دنیا میں آنکھ کے واسطے  
کے سوا میں اسکو نہ کہتا تھا۔ پس عاقبت میں واسطہ کیوں کروں واللہ الہادی اور اللہ تعالیٰ  
بدایت کمریوالا ہے۔ ایک شاعر کہتا ہے

دانی کا جسد ناظری علیکا فاغض طرفی اذا نظرت الیکا

یعنی دوست کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کیونکہ آنکھ بیگانہ ہے اس کے متعلق فقیر ظہیری مترجم  
کتاب ہذا اپنی ایک شعر میں اشارہ کرتا ہے

ہر وہ داری کا ظہیری کو بہانہ خیال بد دل بھی گراؤ میری آنکھ کو اچھل آئی

پس اطالیب اذق حضرت جنید فرماتے ہیں کہ میرے پیر نے فرمایا کہ تو خداوند تبارک و تعالیٰ کو دیکھ بیگا۔  
کہا نہیں ہو پیرا کیلئے کہا جب نبی علیہ السلام نے چاہا نہ دیکھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے  
نہ چاہا نہ دیکھا اس کے معلوم ہوا کہ ہمارا چاہنا خداوند تعالیٰ کے دیدار بہا حجاب ہے۔ اس واسطے کہ  
دوستی میں ارادہ کا وجود مخالفت ہی اور مخالفت حجاب ہے اس سبب کہ وجود ارادت کا دوستی  
میں مخالفت ہے اور مخالفت حجاب ہے اور جبکہ دنیا میں ارادت تمام ہوتی تو مشاہدہ حاصل  
ہوا اور جب مشاہدہ اثبات ہوا تو دنیا مشاعر عقبی کے پیر کی اور عقبی مشاعر نبی کے قرار پائی اور  
حضرت ابو یزید رحمۃ اللہ علیہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ ان اللہ عباداً لو جیبوا عز اللہ  
فی الدنیا والاخرۃ لاسئلوا یعنی خدا تعالیٰ کی واسطے بندہ ہیں کہ اگر دنیا و عقبی میں



طرقہ العین میں حتیٰ محجوب ہوں مرتد ہوں یعنی ہمیشہ انکو دوام مشاہدہ کیساتھ ہاں کہہ دے لامحالہ  
 جیسے مکاشفہ محجوب ہو مطرود ہو ذوالنون مصرعی کہتے ہیں کہ ایک زمین مصر میں جاتا تھا بیوی کو لے کر  
 دیکھا کہ ایک جان کو پتھر مار رہے تھے مینی کہا کہ جسے پتھر مارتے ہو انہوں نے کہا کہ یہ دیوانہ ہے مینی کہا  
 اُسے جہنم کی کیا علامتیں ظاہر ہوتی ہیں انہوں نے کہا وہ کہتا ہے کہ میں خدا کو دیکھتا ہوں مینی کہا اسی  
 جو اندر یہ تو کہتا ہے یا تجھ پر تہمت لگاتے ہیں کہا نہیں مینی کہتا ہوں کہ ایک لحظہ اگر حق کو نہ  
 دیکھوں محجوب ہوں اور اُسکی طاعت نہیں کر سکتا ہوں لیکن اچانک ایک قوم کو غلطی واقع  
 ہوئی ہے اس قصہ والوں نے اور جانتے ہیں کہ رؤیت اور مشاہدہ قلبی میں ایک صورت  
 ہوتی ہے وہ ہم اُسکو ذکر اور فکر کی حالت میں ثابت کرتا ہے اور یہ تشبیہ محض اور سگرا ہی ہے  
 اسواسطیکہ خداوند تعالیٰ کا کوئی اندازہ نہیں ہے تاکہ دل میں ہم کے ساتھ اندازہ پکڑے  
 یا عقل اُسکی کیفیت خبردار ہو اور جو کچھ وہ ہم ہو وہ بھی ہم کی جنس سے ہو اور جو چیز معقول ہو  
 عقل کی جنس سے ہو اور حق تعالیٰ اجناس کا تجسس نہیں ہے اور لطیف و کثیف سب ایک دوسرے  
 کی جنس میں انکی فعل مضادات میں ایک دوسرے کی جنس ہوں اس سبب کہ توحید تحقیق میں  
 جنس کی ہر قدیم کہ پہلو میں ہیں کیونکہ تضاد و ملحدت میں اور حوادث ایک جنس میں اور  
 اللہ تعالیٰ ان سب باتوں سے پاک ہے اور اس کے ملحد لوگ کثرت و صوف کرتے ہیں پس مشاہدہ دنیا میں  
 مثل رؤیت کی ہو تو عقبتی میں پس جبکہ سبک اتفاق اور اجل سے عقبتی میں رؤیت جائز بھیگی  
 پس دنیا میں بھی مشاہدہ جائز ہو گا کچھ فرق نہیں ہو گا اُس حدیث میں جو عقبتی کے مشاہدہ سے  
 خبر دیتی ہے اور وہ بیان اُس حدیث کے جو دنیا کے مشاہدہ سے خبر دیتی ہے ان دو معنی سے  
 اجازت کیساتھ خبر دے نہ دعویٰ کیساتھ یعنی کہتا ہے کہ دیدار اور مشاہدہ جائز ہو لیکن یہ نہیں  
 کہتا ہے کہ عجم کو دیدار ہوتا ہے اور یا ای نہیں ہے اس سبب کہ مشاہدہ ہم سر کی صفت ہو  
 اور خبر نیازان کی عبارت پس جب بیان کو سر پر پتھر ہوتا کہ بیان کرے تو یہ مشاہدہ نہ ہو بلکہ دعویٰ ہو اس  
 سبب کہ وہ چیز جسکی حقیقت غفلت میں ثابت نہ پائے بیان کیونکہ اُس بیان کو سبک کی سوائے



معنی مجازی کے کہ ان المشاہدۃ قصر اللسان یعنی مشاہدہ قاصر ہونا  
 زبان کا ہے قلب کے حضور میں پس اس معنی سے سکوت کا درجہ بڑھ ہو گا نطق سے اس سبب  
 کہ سکوت علامت مشاہدہ کی ہے اور نطق نشان شہادت کا اور بہت فرق ہے درمیان شہادت کے  
 کسی چیز پر اور درمیان مشاہدہ چیز کے اور اسی قبیلہ سے ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم درجہ قرب او  
 محل علی میں تھی جو حق تعالیٰ نے اونکو اس کے ساتھ مخصوص کیا تھا کہ ہا لا اخصی شأنا علیک  
 یعنی میں تیری شہادت کو حصہ میں نہیں لا سکتا اس سبب کہ مشاہدہ میں تھی اور مشاہدہ درجہ دہنی  
 میں کمال یگانگی ہو جیو یگانگی میں بیان کرنا بیگانگی تھی اسوقت کہا انت کما اتیت علی نفسك یعنی  
 تو وہ ہے جیسی کہ تونے اپنی تعریف کی ہے یعنی اچکھ تیرا کہا ہوا میرا کہا ہوا ہے اور تیری تعریف  
 میری تعریف ہے اور میں زبان کو اسکا اہل نہیں جانتا ہوں جو میرے حال کو بیان کرے۔۔۔ نیز  
 بیان کو اسکا مستحق نہیں دیکھتا جو میرے حال کو ظاہر کرے یہ احکام مشاہدہ کے بلور اختصار  
 کے تھے۔

## نواں کشف المحجوب صحت میں اور ادب احکام کی

خداوند عزوجل نے فرمایا: یا ایہا الذین امنوا اتقوا انفسکم واهلیکم نادای اہل بوہم  
 یعنی اہل مسلمانوں نگاہ رکھو اپنے آپکو اور اپنے اہل خانہ کو آگ سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
 وسلم نے فرمایا حسن الادب من الایمان یعنی نیک آداب گرویدہ ہونے سے اور نیز  
 فرمایا آذینتی دینی فاحسن تادیبی یعنی ادب یا میرے پروردگار مجھ کو اچھا ادب دینے  
 کر پس جانتا چاہیے کہ تمام امور دینی اور دنیاوی کی زیر بنیت آداب کے ساتھ متعلق ہے اور ہر  
 شے کی مخلوق کے مقامات سے ہر مقام کیو اسطے ایک آداب ہے اور سب فروں اور ملحد صوحا اور  
 سن اور متبع اس بات پر متفق ہیں کہ آداب معاملات میں اچھو ہیں اور کوئی رسم دنیا میں استعمال کرنا  
 ثابت نہ ہو وچا اور ادب اور عیسویں مروت کی حفاظت کرنا ہو اور دین میں سنت کی حفاظت کرنا اور



دنیا میں بزرگی کی حفاظت کرنا اور یہ تینوں ایک دوسرے کے ساتھ مل کر ہوتی ہیں اس سبب جس  
کسی کو مرگوت نہ ہو متناہت سنت کی نہ ہو اور جس کی سب کو حفظ سنت نہ ہو عایت حرمت کی نہ ہو اور  
حفظ ادب عیادت میں تعظیم مطلوب حاصل ہو دل میں اور تعظیم حق اور تعظیم اللہ کی تقویٰ ہو اور  
جو کوئی بھرتی کے ساتھ تعظیم شواہد حق کو نہ پوچھ پاؤں کے لئے اس کو طریق مقصود میں کچھ حصہ نہ  
ہو ورنہ کسی وقت میں سکر و غلبہ طالب حفظ آداب سے منع نہ کریں اس سبب کہ ادب ان کے واسطے  
عادت ہو اور عادت قرینہ طبیعت کا ہو اور طبیعت کا ساقط ہونا جو ان کے کسی وقت میں تصور نہ رکھے  
کیونکہ جب تک حیات قائم ہو سقوط اس کا محال ہو پس جب تک انسان کا قائم ہے ہر حال میں تابعداری  
کے طریقے ان کے واسطے جاری ہیں کہ بھی تکلف کے ساتھ اور بھی بے تکلف جب حال ان کا صحیح ہو تو تکلیف  
حفظ آداب کرتے ہیں اور جب حال ان کا سکر ہو حق تعالیٰ اوب ان پر نگاہ رکھتا ہو اور کسی صفت کے  
ساتھ 'ہاں' کا دینا نہ ہو ورنہ ان کا لادب و حسن الادب صفت الاحباب تحقیق  
دوستی ادبوں کو نزدیک ہے اور نیک ادب صفت دوستوں کی ہے اور جس کی کو حق تعالیٰ بزرگی دے۔  
ویل اس بات کی ہو ورنہ دین کے طریقہ نیک حکم کو ان پر نگاہ رکھے نجات ملے ورنہ گروہ کو لعنہ اللہ کے  
کہتے ہیں کہ جب بندہ محبت میں منسوب ہو و تابعداری کا حکم اس کا ساقط ہو اور اس بات کو دوسرے  
مقام پر زیادہ واضح بیان کرونگا انشاء اللہ تعالیٰ لیکن آداب بین طرح پر ہوں ایک تہذیب میں حق  
جل جلالہ کیساتھ اور وہ ایسا ہو کہ خلا اور ملا میں آپ کو بھرتی سے نگاہ رکھے اور معاملہ ایسا کرے  
جیسا کہ بادشاہوں کو رو برو کرتے ہیں۔ اور صحیح حدیثوں میں ہے کہ ایک دروغ پیر صلی اللہ علیہ وسلم  
پیش رو پہلا گزٹھے ہوئی تھی جبرائیل آئو اور کہا یا محمد اجلس جلستہ العبد یسئلسے محمد  
تو بندہ ہے بندو کی مانند پڑھ خداوند کے حضور میں کہتے ہیں کہ حادث محاسنی نے چالیس برس رات  
دن دیوار پر پشت نہ لگا کر اور دوزانوں کے سوانہ بیٹھے ان سے پوچھا کہ آپ کو کس واسطے تو بخیرہ رکھتا ہے  
کہا مجھ کو شرم معام ہوتی ہے کہ حضرت حق کے سامنے سوائے اس کی کہ بندہ کی مثل بیٹھوں میں اور میں  
کہ علی بن عثمان الجلابی ہوں میں نے ایک مرد دیکھا دیار خراسان میں کہ اس کو بلدی کہتے تھے اور وہ مرد



مشہور تھا اور پوری زندگی رکھتا تھا یہ شخص پس پس تک پاؤں پر کھڑا تھا تھہرنا نہ سہاے  
 نہ بیٹھنا اس کا سبب پتھر بوجھا کہا جو ابھی تک درجہ حاصل نہیں ہے کہ حق کے مشاہدہ میں بیٹھیں  
 اور ابو یزید سے پوچھا جو کچھ لو نے پایا کس طرح پایا کہا حق تعالیٰ کے ساتھ اچھی صحبت ادب کے  
 ساتھ کی میرا اور خلا میں اسی طرح تھا جیسے کہ ملا میں اور دنیا والوں کو چاہئے کہ حفظ ادب کو  
 اپنے معبود کے مشاہدہ میں زلیخا سے سیکھیں کیونکہ جب یوسف کے ساتھ خلوت کی اور یوسف نے  
 اپنے حکم کو قبول کرنا چاہا پہلے اپنے بُت کے منہ کو کسی چیز سے چھپایا۔ یوسف نے کہا یہ کیا کرتی ہے  
 کہا اپنے معبود کی منہ کو مینے چھپایا تاکہ وہ میرے تیرے ساتھ اس بھڑکتی کیانت میں دیکھے کیونکہ یہ  
 ادب کی شرط نہیں اور حجب یوسف یعقوب کے پاس پہنچا اور خداوند نے اُس کو یوسف کا وصال  
 مرحمت فرمایا زلیخا کو جو ان کیا اور اسلام کی طرف راہ دکھائی اور یوسف کی زوجیت میں دیا یوسف  
 نے اُس کا قصد کیا زلیخا اُسے بھاگتی تھی کہا اے زلیخا کیا میں تیرا وہ دل رہا نہیں ہوں مجھ  
 سے تو کیوں بھاگتی ہو شاید میری محبت تیری دل سے جاتی رہی کہا نہیں قسم خدا کی تیری  
 محبت بدستور ہو اور زیادہ لیکن میں ہنسی پر کی درگاہ کو قاعدوں کو نگاہ رکھتی ہوں اُس روز  
 کہ تیرے ساتھ بیٹے خلوت کی تھی میرا معبود ایک بُت تھا ہرگز دیکھتا تھا اس سبب کہ اُس کی  
 دو آنکھیں تھیں بے دید اس کے ایک چیز اوپر اور ثانی بیٹے تاکہ نہمت بے ادبی کی مجھ سے اُسے  
 اور اب میں ایک معبود رکھوں کہ دانا اور بینا ہے و مقلت اور آلت کو اور جس صفت پر کہ  
 رہوں میں مجھ کو دیکھتا ہے میں نہیں چاہتی ہوں کہ تار کا لا دپ رہوں اور حجب رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج میں لگے حفظ ادب کے دونوں جہان میں دیکھتے تھے تو خداوند نے  
 فرمایا ما زادنا البصر ماطفی وما زادنا البصر یعنی رویت دنیا کیساتھ اور ماطفی یعنی رویت  
 عقی کے ساتھ اور دوسری قبسم ادب کی اپنے ساتھ معاملات میں ہو اور وہ اس طرح ہو کہ  
 ہر حال میں مروت کی رعایت کری اپنے نفس کے ساتھ تو وہ چیز جو خلق اور حق کی صحبت میں دلی  
 ہو صحبت میں اپنی ساتھ متعال نہ کری اور اس کا بیان یہ ہو کہ سوائے حق کے نہ کہے اور وہ اس طرح ہو



کہ وہ جو اس کے خلاف جانتا ہے اپنی زبان پر نہ لائے کیونکہ انہیں بیروتی ہوا اور دوسرے کہ کم  
کھاؤے تاکہ ظہارت گاہ پر کم جانیکا اتفاق ہو اور تیسری وہ کسی چیز کو نہ دیکھے اپنی طرف سے  
کیونکہ سوائے کسی چیز کو نہ دیکھنا چاہئے کہ امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ سے نقل ہے کہ  
اپنے مشرک گاہ کو کبھی نہ دیکھتا تھا اور ان کو چھانٹو کہا کہ میں شرم رکھتا ہوں آپ کہ کسی چیز کو دیکھوں  
میں کہ نظر اسکی جنسوں پر حرام ہو اور ایک تقسیم ادب کی خلق کے ساتھ صحبت میں ہے اور خلق  
کی صحبت کے قاعدے زیادہ ضروری ہیں سفر اور حضر میں حسن معاشرت اور حفظ سنت کے  
ساتھ ادب کی ان تینوں قسموں کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کر سکتے اب میں امکان کے موافق  
اُسکو ترتیب دیتا ہوں تاکہ تجھ پر اور پڑھنے والوں پر اسکا طریق سہل ہو و انشاء اللہ عزوجل

## الباب ثامن فی صحبت بدین اس میں جو سب کچھ متعلق ہے

خداوند عزوجل نے فرمایا ان الذین امنوا و عملوا الصالحات سيجعل لهم الرحمن بقیۃ  
ای محسن عا بہم فلاخوان یعنی تحقیق وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیک کام کیے ہیں  
اونکو واسطی خدا تعالیٰ ایک دوستی کو پیدا کریگا جن مسلمانوں کی کردار زیادہ نیک لگی خداوند عزوجل ان کو  
دوست رکھے گا اور انہیں دوست کریگا جانتا چاہیے کہ دونوں نگاہ رکھیں اور بھائیوں کی حق ادا کریں اور  
آپ پر ان کو بزرگ سمجھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ثلاث یصفین لک و ذل  
انجبت ان تلم علیہ ان لقیتموہ و توسع لہ فی المجلس تدعوہ یا حب اسماء  
تین خصلت ہیں صاف کرتی ہیں تیری واسطے دوستی بھائی کی سلام کہی تو اوپر اگر ملاقات کرنا تو  
سے اور فراخی کرنا تو اس کے واسطے جگہ کو مجلس میں اور ایسی نام کی ساتھ اسکو پکارو جو اسکی نزدیک یا  
پند ہو اور یہ جو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن عایت اور حفظ حرمت تھا اور نیز  
خداوند عزوجل نے فرمایا انما المؤمنون اخوة فاصلو ابین انہو یکم خیر من نیست کہ



مسلمان بھائی ہیں ایک سوز بکریں بھلائی کرو اپنے بھائیوں کی آپس کے واسطے دہربانی اور لطف کا حکم دیا اور مسلمان بھائیوں میں تاکہ ان کے دل آپس میں خراشیدہ نہ ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اکثر دامن الاخوان فان لبسکم کھٹی کر لیہ یتقی ان یعذب عبدہ بینا خود بدیوم القدر بہت بھائی بناؤ اور حفظ ادب اور حق معاملت کو بہت اختیار کرو اور انکو ساتھ حق نگاہ رکھو کیونکہ تمہارا خدا صاحب حیا اور کریم ہے اپنی کرم کی سبب شرم کرتا ہے کہ اپنی بندہ پر اس کے بھائیوں میں اوپر عذاب کرے قیامت میں لیکن چاہیے کہ صحبت خداوند تعالیٰ کی واسطے ہونہ نفس کی خواہش کیواسطے اپنی مراد اور غرض کے حاصل کرنے کے واسطے تاکہ اس کے ادب کی حفاظت کے ساتھ بندہ مشکور ہو اور مالک بن دینار نے اپنے داماد مغیرہ بن شعبہ کہا کہ یہ غیاث کمل اخر وصاحب لم تستفد منه فی دینک خیراً فانہ عن صحبتہ حتی لتسلم ہر بھائی اور یار کہ جسکی صحبت سے تیرے دین کو فائدہ اُس جہان کا نہ ہو وہی اسکو ساتھ صحبت مت اختیار کر کیونکہ صحبت اُس آدمی کی تجھ پر حرام ہے اور اسی قبیلہ سے ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان من تمام التقوی تعلم من اجلہ پرہیزگاری کا کمال علم رکھتا ہو وہ اُس آدمی کو جو نہیں جانتا ہے کھلی بن معاذ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ ہائیں الصدیق یحتاج ان تقول لہ اذ کرنی فی دعائک وبئر الصدیق یحتاج ان تعیش معہ بالمداۃ وبئر الصدیق صدیق بلجئک الی الاعتذار فی مالہ کانت منک ابر یار میں ہو کہ اسکو دعا کے ساتھ وصیت کرنا چاہیے کیونکہ ایک ساعت کی صحبت کل حق دے پھرتا ہو اور بُرا یا دہ ہو کہ اس کے ساتھ زندگی مدارا کرنا چاہیے کیونکہ سترہ صحبت کی غصہ انبساط ہو اور بُرا یا نہ ہو کہ اس گناہ کو واسطے جو تجھ سے واقع ہوا ہو اس سے عذر کی درخواست کرنا چاہیے اس سبب کہ غریب گناہ کی شرط ہو ویکانگی صحبت میں جفا ہوا رسول اللہ علیہ وسلم نے کہا المرء علی دین خلیلہ فلینظر احد کہ من یخال یغی مرد وہ دین رکھے اور وہ طریق جو اس کے دوست رکھتے ہیں پس خیال رکھنا چاہیے کہ دوستی اور صحبت کسکو ساتھ رکھتے ہیں



اگر صحت نیکوئی کے ساتھ رکھے اور وہ اگرچہ بد ہی نیک ہے اس سبب کہ وہ صحت اُسکو نیک کر رہی اور بڑوں کے ساتھ اگر صحت رکھے اور وہ اگرچہ نیک ہے بُرا ہے جب بڑوں کے ساتھ راضی ہو اگرچہ وہ نیک ہو بد ہو اور حکایتوں میں ہے کہ ایک مدعیہ کے اُس پاس طواف کرنا تھا اور کہتا تھا اللہم اصلح اخوانی فقیل له لملا تدعولک فی هذا المقام قال ای خداوند تو میرے بہائیوں کو نیک کر اوس لوگوں نے کہا جبکہ تو اس مقام شریف پر پہنچا ہے کس واسطے اپنے واسطے کوئی دعا نہیں کرتا ہے جو سب بہائیوں کو دعا کرتا ہے اوسنے کہا ان لی اخوانا اذ جع الیہم فان صلتکوا صلتکم معہم وان فسدوا فسدت معہم یعنی میرے واسطے یہائی ہیں کہ جو میں انکی طرف لوٹوں اگر انکو صلاح میں پاؤں ان کی صلاح کیساتھ صالح ہوں اور اگر ان کو فساد میں پاؤں میں انکے فساد مفسد ہوں جو قاعدہ میری صلاح کا مصلحت کی صحت پر ہو نہیں اپنے بہائیوں کو دعا کروں تو کہہ مرا مقصود ان کی جانب سے پورا ہو اور ان سبکی بنیاد یہ ہے کہ نفس کو سکون دہاروں کی عادت کے ساتھ ہو اور جس گروہ میں کہ عادت اور فعل ان کا اختیار کر رہی اس سبب کہ جملہ معاملات اور ارادت حق و باطل سے ہیں اور مرکب ہے وہ جو معاملات اور اسکی ارادت سے پرورش اُس میں غلبہ کرے اور اسکی ارادت پر دوسروں کی ارادت اور اسکی صحت کو ایک تاثیر عظیم ہے طبیعت میں یہاں تک کہ پیر آدمی کی صحت میں عالم ہو ویرا و طوطی آدمی کی تعلیم میں ناطق ہو اور گھوڑا بھی ریاضت کی سبب تہائی کی سبب سے آدمی کی عادت پر اسے اور مثل اسکی ان سب میں صحت کی تاثیر ہے کہ عادت کلی اصلی اونکی بدلی ہوئی ہو اور مثل نیر رضی اللہ عنہم پہلے ایک دوسرے صحت کا حق ڈھونڈتے ہیں اور مریدوں کو اس کے اوپر لگ بگھتے کرتے ہیں یہاں تک کہ انہیں صحت مانند فرض کی ہوئی ہے اور اس کے مشائخ نے اس گروہ کی صحت کی طریقوں میں کتابیں تصنیف کی ہیں شرح جیسے کہ جنید رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتاب تصنیف کی اوسکا نام تصحیح الارادت ہے اور ایک احمد بن محمد زویہ البخاری نے تصنیف کی اوسکا نام الرعایۃ بحق اللہ اور محمد بن علی الترمذی نے بھی ایک کتاب لکھی ہے اور بیان آداب المریدین اُسکا



تمام رکھا اور ابوالفہم الحکیم اور ابو بکر وراق اور سہیل بن عبد اللہ اور ابو عبد الرحمن السلمی اور مستان  
 ابوالفہم قشیری رحمہم اللہ ان سب کے بھی اس معنی میں ایک کتاب پوری کی ہے اور یہ سب اس فن  
 کے امام ہوئے ہیں اور میرا مقصود اس کتاب میں یہ ہے کہ جب تک جس کسی کے پاس یہ کتاب ہو  
 دوسری کتابوں کا حاجت مند نہ ہو اور اس سے آگے کتاب کے مقدمہ اور تیسری سوال کی حال میں ہم نے کہا  
 کہ یہ کتاب خاص کر تیسری واسطے بعینہ پس ہوگا اور اس طریقت کے طالبوں کے واسطے اب ان کے  
 معاملات کے آداب کے انواع میں باہیں مرتب کیے گئے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ \*

## الباب الحادی عشر فی بیان ما یجب من آداب مدین

اور جب تو نے جان لیا کہ مرید کیو اسطرح سے زیادہ ضروری چیزوں میں صحبت ہو اور محالہ علیہ صحبت  
 کے حق کی فرض ہو اسو اسطرح کہ تنہا ہو نامرید کو ہلاک کر دے اس سبب کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
 الشیطان مع الواحد وهو من الاشبہ شیطان اس آدمی کیساتھ ہو جو تنہا ہو۔  
 اور خداوند عزوجل نے فرمایا ما یكون من بخوی ثلثة الا هو رابعہم نہ ہو وہیں تم میں سے  
 تین آدمی لیکن چوتھا انہیں کا خداوند ہو پس مرید کیو اسطرح تنہا نہ ہو زیادہ کوئی آفت نہیں ہے  
 اور مینی حکایتوں میں دیکھا ہے کہ جنید رحمۃ اللہ علیہ مریدوں میں سے ایک مرید کو یہ خیال پیدا ہوا  
 کہ میں درجہ کمال پر پہنچ گیا اور تنہا رہنا میرے واسطے صحبت سے بہتر ہے ایک گوشہ میں بیٹھ  
 گیا اور جماعت کی صحبت سے آپکو علیحدہ کیا اور جب رات ہوئی ایک اونٹ لائے اور اس سے کہتے  
 کہ تجھ کو بہشت میں جانا چاہئے وہ اس اونٹ پر سوار ہوتا اور جاتا تو ایک مقام پہنچتا تو خرم و ایک گروہ  
 خوب رت اور کہانے اچھے اور پانی جاری صبح تک اوسکو اوس جگہ رکھتے اور بعد سوچا جب بیدار  
 ہوتا آپکو صومعہ کو دروازہ پاتا تو یہاں تک کہ آدمیت کی رعوت نے اس کے دل میں پورا جال پھیلایا  
 اور جوانی کے غرور نے اس کو دل میں اپنی تاثیر ظاہر کی اور دعویٰ کی زبان کہہ لی اور کہا کہ مجھ کو یہی



حالت ہوتی ہے جنید کو لوگوں نے خبر پہنچائی وہ اٹھے اور اُسکے صومعے کے دروازہ پر آئے اُسکو  
سڑالے ہوئی پایا اور غرور کی حالت میں بیٹھا ہوا اُس حال دریافت کیا اُس نے جنید سب حال بیان  
کیا۔ جنید نے کہا آج رات کو جب اُس مقام پر تو پہنچا اور کھڑا اور تین مرتبہ کہہ لاکھول لا قوۃ  
لا الا باللہ العلیٰ العظیم حیٰ ت ہوئی اُسکو لینگے وہ جنید کی باتوں کو دل میں انکار کرتا تھا۔  
جب ایک ماہ گزرا تجربہ کیا واسطے تین مرتبہ لاکھول بڑھی وہ سب شور میں آیا اور بہاگ گئی اور اپنے  
آپکو بول براز کے گڑھے میں بیٹھا ہوا پایا اور تھوڑی سی ہڈیاں مردار اُسکے پاس کھیں ہوئیں اپنی  
خطا پر واقف ہوا اور توبہ کے ساتھ اپنا تعلق کیا اور صحبت اختیار کی اور مرید کے واسطے تنہائی  
کی مانند کوئی آفت نہ ہوئی اور انکی صحبت کی شرط وہ ہے کہ ہر ایک آدمی کو اُس کے درجہ  
میں پہچانیں جیسے کہ پیروں کیساتھ بزرگی سے رہنا اور بچیسوں کے ساتھ عشرت سے  
زندگی بسر کرنا اور لڑکوں کیساتھ شفقت برتنا جیسے کہ بڑوں کو یا پوں کے درجہ میں رکھیں اور بچیسوں کو  
بھائیوں کے درجہ میں اور لڑکوں کو اپنے بیٹوں کی جگہ میں اور حقہ سے تبرا کریں اور حسد سے  
پرہیز اور کینہ سے منہ پھریں اور کسی کو نصیحت سے افسوس رکھیں نہ ایک دوسرے کی غیبت کرنا۔ اور  
پوری کرنا اور ایک دوسرے کی قول و فعل سے انکار کرنا اس سبب کہ جب صحبت کی ابتدا خداوند  
کے واسطے ہو کسی فعل یا کسی قول کے ساتھ جو بندہ سے ظاہر ہو اُسکو قطع نہ کریں۔ اور  
مصطفیٰ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے شیخ المشائخ ابو القاسم گرگانی سے پوچھا کہ صحبت کی شرط  
کیا ہے کہا یہ ہے کہ اپنا حظ نہ ڈھونڈ ہی تو صحبت میں کیونکہ صحبت کی تمام آفتیں اُس سے ہیں  
کیونکہ ہر کوئی اُس اپنا حظ ڈھونڈ ہی اور حظ اُلے کو صحبت سے تنہائی بہتر ہے اور جبکہ اپنی حظ کو  
ترک کرے اور اپنی صاحب کے حظ کو رعایت کرے صحبت میں مصیبت نہ ہو ایک شخص درویشوں سے  
کہتے ہیں کہ میں ایک وقت کو قہ میں مکہ کے ارادہ سے جاتا تھا میں نے ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ راستہ  
میں پایا اور اُسکی ہمراہی چاہی کہا صحبت کیواسطے ایک امیر چاہیے اور ایک فرمانبردار تو کیا چاہتا  
ہے تو امیر ہو گا یا بے بیٹی کہا تو امیر رہے گا اب تو میرے حکم سے باہر مت ہو میں نے کہا جائز ہو گا



اُس نے کہا جب ہم منزل پر پہنچے مجھ سے کہا بیٹھ بیٹھی اسی طرح کیا اُس نے کہو میں پانی بھرا ٹھنڈا  
تھا ایندھن جج کیا آگ جلائی اور مجھ کو دیا اور چکام کے واسطے کہ میں ارادہ کرتا مجھ سے کہتے کہ بیٹھ  
اور شرط فرمان کی نگاہ رکھ جبات ہوئی مینہ زور کا برسنا اُس نے اپنا مرقع نکالا صبح کے وقت میرے  
سر پر کھڑے تھے مرقع کندہ ہو کر ڈالے ہوئے اور میں شرمندہ ہوتا تھا اور بسبب شرط کے  
میں کچھ نہیں کہہ سکتا تھا جب صبح ہوئی مینے کہا ایھا الشیخ آج میں امیر ہونگا کہا بہت اچھا  
جب ہم منزل پر پہنچے اُس نے وہی خدمت اختیار کی اور مینے کہا میرے حکم سے یا ہرمت ہو کہا  
حکم سے وہ آدمی باہر آئے جو امیر کو اپنی خدمت کو واسطے حکم دیوے یہاں تک کہ مکہ میں اسی طریق  
سے میرے ساتھ صحبت کی اور جب ہم مکہ میں آئے وہاں اس کی شرم سے بھاگے یہاں تک کہ میں مجھ کو  
دیکھا اُس نے کہا اے پسر خدا تجھ کو نصیب کرے کہ فقیروں کیساتھ اس طرح صحبت اختیار کرے  
جیسے کہ مینی پترے ساتھ کی اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے روایت کرتے ہیں کہ صحبت  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشرين سنين خدته فقال الله ما قال بي انا قط وما قال  
لي لشيء فعلت لم فعلت كذا ولا لشيء لم افعله لم لا فعلت كذا لئني  
کہا کہ مینے دس برس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی بخدا کہ اُس نے مجھ سے ہرگز اُن  
نہ کہا اور جو کام کہ مینے کیا یہ ہرگز نہ کہا کہ فلان کام کو واسطے تو نے کیا اور مینی جو کام کہ نہ کیا مجھ  
ہرگز نہ کہا کہ فلان کام تو نے کیا واسطے نہ کیا پس جملہ درویش و فقیر ہیں ایک مقیم اور دوسرے  
مسافر اور مسافر کو سنت یہ ہے کہ مسافر مقیموں کی خدمت کو آپ پر افضل سمجھیں اس سبب  
کہ یہ لوگ اپنی نصیب پر چلتے ہیں اور مقیم لوگ حق کی خدمت میں بیٹھے ہوئے ہیں کیونکہ مسافروں  
میں طلب کی علامت ہے اور مقیموں میں اشارۃً فیہا پس فضل ہوا و سکون ہے پایا اور مقیم کو بھی چاہئے  
کہ مسافروں کو آپ پر فضل دیں اس سبب کہ یہ اصحاب علائق ہیں اور مسافر تعلقات سے مجرور  
مفرد ہیں مسافر لوگ طلب میں ہیں اور مقیم وقت میں اور چاہئے کہ بویے آپ پر جو ان کو فضل  
دیں کیونکہ یہ دنیا میں زیادہ قریب عہد ہیں اور ان کے گناہ بہت کم ہیں اور جو ان کو



بھی چاہیے کہ بوڑھوں کو اپنی فیض و نفع میں کیونکہ یہ عبادت میں سابق ہیں اور خدمت میں مقدم اور جیسا کہ ہم نے بیان کیا اگر ایسا ہو گا تو ان کے گروہ ایک دوسرے کے ساتھ نجات پاویں گے ورنہ ہلاک ہو کر

## فصل دوسری

اور حقیقت آداب کی نیک خصلتوں کا جمع ہونا ہے اور مادہ ادیب کو اس سب سے زیادہ کہیں جو کچھ اُس کے پاس ہو جملہ خیر ہو۔ فالذی اجتمع فیہ خصال الخیر فهو ادیب یعنی وہ شخص کہ جس میں نیک خصلتیں جمع ہوں وہ ادیب ہے اور عادتوں کے بموجب جو کوئی کہ علم لغت جانتے اور صرف و نحو کو اس کو ادیب کہتے ہیں اور پھر اس گروہ کے نزدیک الادیب الوقوف مع المستحسّنات وصناعات ان تعامل اللہ فی الادب ستر او علانیۃ و اذا كنت كذلك كنت ادیباً وان كنت اعجمیاً وان لم تکن كذلك تكون علی ضدّ ادب ٹھیکر جانا ہو نیک اور عمدہ کاموں پر لوگوں کا اس کی معنی کیا ہو کر کیا یہ ہیں کہ خداوند کی ساتھ معاملت ادب کے ساتھ کرے تو ظاہر و باطن میں اور جبکہ معاملت ادب کے ساتھ آراستہ ہو تو ادیب ہو گا اگرچہ زبان تیری عجیب ہو کیونکہ عمارات کو معاملات میں کوئی قیمت نہ ہو اور ہر حال میں عالم غافلوں کی زیادہ تر گوار ہیں اور ایک مشایخ سے پوچھا کہ ادب کی شرط کیا ہے کہا میں بتائیں نیز جواب کہتا ہوں جو مینے سنا ہے کہا یعنی ادب وہ ہو کہ اگر تو کہی تیری گفتار سچی ہو اور اگر معاملہ کرے تو نیز معاملہ حق ہو و اگر گفتار سچی اگرچہ درشت ہو بلکہ ہو اور اچھا معاملہ اگرچہ دشوار ہو اچھا ہو پس جب کہی اپنی کہی ہوئی میں مصیبت ہو اور جب خاموش ہو اپنی خاموشی میں محقق شیخ ابو نصر سراج صاحب لمع نے اپنی کتاب میں ایک اچھا فرق بیان کیا ہے اور بیان آداب کیا ہے۔ الناس فی الادب علی ثلاث طبقات اما اهل الدنیا فالثراد ابہم والفصلۃ والبلاغۃ وحفظ العلوم واسماء الملوک واشعار العرب واما اهل الدین فالثراد ابہم فی ضیاع النفس وقادیب الجوارح وحفظ الحد ودنوا السموات



واما اهل الخصوبة فاکثر اداہم فی طہارة القلوب وصراعاة الاسرار والوفاء بالعہود  
وحفظ الوقت قلۃ الالتفات الی الخواطر حسن الادب فی مواقف الطلب واداء  
الحضرة مقامات القربا آدمی آداب میں تین قسم ہیں اہل دنیا کہ ادب اُن کے نزدیک  
فصاحت اور بلاغت اور علوم اور اسما بلوک اور عرب کی شعریں حفظ کرتا ہے اور دوسری قسم  
اہل دین ہیں کہ ادب انکی نزدیک نفس کی ریاضت اور اعضا کو ادب سکھانا اور حدود کا نگاہ رکھنا  
اور خواہشوں کا ترک کرنا ہے اور تیسری قسم اہل خصوصیت ہیں کہ ادب انکے نزدیک دل کا پاک کرنا  
ہے اور سر کی رعایتیں کرنا اور عہد کو پورا کرنا اور وقت کی حفاظت کرنا اور پراگندہ خاطر دل کو بہت  
کم دیکھنا اور مقام طلب اور وقت حضور اور محل قرب میں نیک کام کرنا اور یہ کلام جامع ہے  
اور تفصیل اس مقام کی اس کتاب میں پراگندہ آویگی۔ اللہ سے توفیق ہے۔

## الباب الثانی العشرون<sup>۲۲</sup> لعنی باقامت کے ادب میں

جیکہ کسی درویش نے اقامت اختیار کی بدون سفر کے اسکو ادب کی شرط یہ ہو کہ جب کوئی مسافر  
اوس کے پاس پہنچے بزرگی کی بواسطہ اسکا استقبال کری اور اسکو بزرگی کے ساتھ قبول کرے  
اور ایسا چالے کہ وہ ایک نہان ابراہیم علیہ السلام سے بزرگوں اور اس کے ساتھ وہ کری کہ ابراہیم  
صلوات اللہ علیہ کیا با انکے واسطہ جو کچھ ہوا گے لائے اور نہ پوچھو کہ تو کہاں آیا یا کہاں جاتا ہے یا  
تیرا کیا نام ہے ادب کے سبک پس اسکی آمد حق کی طرف دیکھے اور اس کا جانا حق کی طرف اور  
نام اسکا نبدہ حق اور وقت نگاہ کری تو اسکی راحت خلوت میں ہو یا صحبت میں اگر وہ خلوت  
میں رہتا رہتا ہو تو اسکی جگہ خالی کری اور اگر اسکو صحبت پسند ہو تو تکلف صحبت کے واسطہ عشرت کیسے اور جیسا فراموش و نیم کو چاہے  
کہ اسکو باؤنبرتا رکھے اور اسی طرح اس کے کپڑوں کی حفاظت کری اور اسکی خدمت اعتقاد کیساتھ کرے تو  
اسکی پاک کر نیسے یہ آدمی تمام افسوس پاک ہو چاہیے کہ اسکی پیٹھ کھلاوے اور زانوہ ناٹھ







رحمہم اللہ کیساتھ ریاضت کیواسطی بیٹھے تھے ایک سافر آیا اسکی خاطر بیٹن تکلف کیا اور کھانا اسکی  
 رو برو لائے اسنے کہا کہ اسکے سوا مجھکو کھانا چیز چاہیئے جنہیں نہ کہنا تجھکو ہزار میں چاہی کیونکہ  
 تو بازار سی آدمی ہے سجدوں اور عبادت خانو تکے لائق نہیں یعنی وشتق سے دو فقرو تکے ساتھ  
 ہمنے ابن السطار کی زیارت کا ارادہ کیا اور وہ ستار رملہ پر رہتا تھا راستہ میں ایک دوسرے ہمنے  
 کہا کہ ہم جو اپنے آپ میں واقعات کہتے ہیں سب کو اپنی دلوں میں سوچنا چاہیئے تو وہ پیر ہمارے باطن  
 سے ہمکو خیر فرمے اور ہمارا واقعہ حل ہووے اپنے دل میں کہا کہ مجھ کو اس سے حسین بن  
 منصور کی مناجات کے اشعار چاہیں اور دوسرے نے کہا کہ مجھ کو دعا چاہئے جو میرے طحال اچھی  
 ہووی اور تیسری نے کہا کہ مجھ کو صابونی حلوا چاہئے ہم جب اُسکے پاس پہنچے فرمایا کہ وہ جزو جمیں  
 ہمنے مناجات حسین کے اشعار لکھے ہیں ان کے آگے رکھو چنانچہ میرو رو رکھی اور دوسرے  
 درویش کے پیٹ پر مانٹ پھیرا اسکی نلی اچھی ہو گئی اور اس تیسرے نے کہا کہ حلوا سی صابونی عام  
 لوگوں کی غذا ہووی اور تُو اولیا کا لباس رکھتا ہے اولیا کے لباس کو عام لوگوں کے مطالبے  
 درست ہوں دوسے ایک کو اختیار کر اور خلاصہ یہ کہ مقیم کو سوائی اس آدمی کی رعایت کے اور کسی  
 کی واجب نہ ہو کہ جو حق کی رعایت میں مشغول ہو اور اپنے خط کا تارک ہو اور جو کوئی اپنی ساتھ اقامت  
 کرے محال ہووی کہ دوسرا اُسکے خط کے حاصل کرے میں اسکی ساتھ موافقت کرے کیونکہ درویش  
 لوگ ایک دوسرے کے راہبر ہیں نہ ایسے آدمی کے جو اپنے حظ میں اقامت کرے  
 دوسرے کو چاہیئے کہ اُس سے خلاف کرے اور جب پھر اپنے حظ کو ترک کیا چاہے کہ اُس کے  
 حظ کے ساتھ اقامت کرے تاکہ دونوں حال میں راہبر ہو نہ راہزن اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم  
 کی حدیث میں مشہور ہے کہ اپنی سلمان کو ابوذر غفاری رضی اللہ عنہما کے ساتھ برادری دی تھی  
 اور دونوں سرنگان اہل صفہ ہوتے اور رئیسوں صاحب باطن سے ایک فرمان بوزر کے ساتھ  
 گھر میں آئے اُن کی زیارت کیواسطی اُنکے حمال نے سلمان سے اونکی شکایت کی کہ یہ تیرا بھائی  
 دن میں کوئی چیز نہیں کھاتا ہے اور رات کو نہیں سوتا ہے سلمان نے کہا کچھ کھانے کی



چیز لا واجب لائے ہو قد سے کہا کہ تجھ کو چاہئے میرے ساتھ موافقت کر کیونکہ یہ روزہ تجھ پر فرض نہیں ہے بوزر تو موافقت کی اور جب رات ہوئی کہا اسی بھائی اب چاہئے کہ میرے ساتھ ہیں تو سو نہیں موافقت کر ان لجسدك عليك حقا وان لزواجك عليك حقا وان لربك عليك حقا تحقیق تیری بدن کیواسطی تجھ پر حق ہے اور تیری زوجہ کیواسطی تجھ پر حق ہے اور تحقیق تیری پروردگار کیواسطی تجھ پر حق ہے جب دوسرا روز ہوا بوزر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیٹن بھی وہ کہتا ہوں جو سلمان نے کل رات کہا ان لجسدك عليك حقا چونکہ بوزر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے لذات کو ترک کر دیا تھا سلمان رضی اللہ عنہ ان کی لذتوں پر اقامت کی اور اپنے ورد کو چھوڑ دیا اور اس صل کے موافق جو کچھ کریگا صبح و شام ہوگا ایک وقت بدین بیت عراق کے شہر و نہیں دنیا کی طلب اور اسکے فنا کرنے میں کوشش کرتا تھا اور قرض بہت ہو گیا تھا اور جس کسی کو کوئی ضرورت ہوتی میری جانب متوجہ ہوتا اور میں اونکی خواہشوں کو پورا کر نیسے رنج میں رہتا تھا اس وقت کے سببوں میں ایک سبب نے مجھ کو لکھا کہ اے پیڑ کچھ ہرگز اپنے دل کو خدا سے خالی نہ کر بسبب فراغت اس دیکے جو خواہش میں مشغول ہے پس اگر ایک دل پاؤے زیادہ عزیز اپنے دل سے جائز ہو کہ اس دل کی فراغت کے سبب اپنی دل کو مشغول کرے والا اس کام سے ناگہ اٹھاؤ کیونکہ خدا کے بندوں کو خدا کافی ہے اور اسی وقت مجھ کو اس بات سے فراغت ظاہر ہوئی یہ احکام مقیموں کے ہیں مسافروں کی صحبت میں مختصر طور پر \*

## الباب الثانی والعشرون فی بیان باب کے فرائض میں

اور جب رویش سفر اختیار کرے بدن اقامت کے اسکے ادب کی شرط یہ ہے کہ پہلے سفر کے واسطے کرے نہ ہو اکی متابعت سے جیسا کہ ظاہر ہیں سفر اختیار کرے باطن میں بھی



اپنی خواہش سے بھاگے اور شہ طہارت پر پہنچے اور اوروں کو منع کر دیا اور چاہتے کہ اس سفر  
 انکی مراد یا جمع ہو یا غزوہ یا کسی مقام کا دیکھنا یا کوئی فائدہ حاصل کرنا یا کسی  
 بزرگ یا شیخ یا تربت کی زیارت مقصود ہو ورنہ مخطی ہو گا اور اس سفر میں اور اسکو اس سفر  
 میں مرقعہ اور سجادہ اور آفتابہ اور چلی یا کفش یا نعلین اور عصا ضروری ہے تاکہ مرقعہ سے شرمگاہ  
 کو پوشیدہ کرے اور سجادہ پر نماز پڑھے اور آفتابہ سے طہارت کرے اور عصا سے آفتوں کو  
 آپ سے دور کرے اور اسکو شہیں مقصود بہت ہوں اور نعلین یا کفش طہارت کے وقت  
 پاؤں نہیں کرے تو سجادہ پر آئے اور اگر کوئی آلہ اس زیادہ رکھے سنت کی حفاظت کی غرض  
 سے مثل لنگھی اور ناخن گیر اور سونی اور سلمانی اور سرمہ دانی کی نیزہ جائز ہو اور پھر اگر کوئی اس آلہ سے  
 زیادتی کرے اور آپکو راستہ کرے تو دیکھنا چاہیے کہ کس مقام میں ہی اگر ارادت کے مقام  
 میں ہے وہ ہر ایک اسکے واسطے ایک فہر اور روک اور حجاب ہے اور نفس کے غور کے ظاہر  
 کر نیکامادہ اور اگر تکمین کے مقام میں ہے اور استقامت میں اسکو واسطے یہ اور اس زیادہ مسلم  
 ہیں اور یثربی شیخ ابو مسلم فارس بن غالب الفارسی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ ایک روز میں شیخ  
 ابو سعید ابوالخیر فضل اللہ بن محمد رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اسکی زیارت کے ارادہ سے اسکو مینے  
 تخت پر منہ پر تکیے لگائی سونا پایا اور اسکے پاؤں ایک دوسرے پر رکھے ہوئے اور ایک دوق۔  
 مصری اور بھی ہوئے اور میرے کپڑے ٹہیلے اور پٹھی ہوئے اور تکلیفوں سے تمام بدن گلا ہوا بزرگ مجاہد  
 زرد مہر کے دل میں انکار پیدا ہوا مینی اپنے دل میں کہا کہ یہ درویش اور میں درویش اور یہ  
 ایسے آرام میں اور میں اسقدر مجاہدہ میں اسنے کہا کہ اسی وقت میرے دل کے حال سے  
 خبردار ہوئے اور میری نخوت وغرور دیکھا چہرے کے کہا اے اباسلم کون دیوان میں تو نے پایا کہ خود بین  
 درویش ہو جبکہ مٹی بالکل حق کو دیکھا حقتقائے نے سوائے تخت کے کسی چیز پر مجھ کو نہ بیٹھایا۔  
 اور چہرہ سے آدمیوں بالکل آپکو دیکھا سوائے نیچے کے تجھ کو نہ رکھا ہمارے حصہ میں مشاہدہ  
 آیا اور تیرے حصہ میں مجاہدہ اور یہ دونوں مقام ہیں راہ کے مقامات سے اور



حق تعالیٰ اسے منزه اور درویش مقامات کافی و احوال سے چھوٹا ہوا شیخ جو سلم نے کہا ہوش  
میری ملتی رہی اور عالم مجھ پر سیاہ ہوا جب آپ میں پھر آیا بیٹے تو بہ کی اور اس نے میری تو یہ قبول  
کی ہوتی بیٹے کہا اسی شیخ میرے واسطے ایک عہد مقرر ہونا چاہی تاکہ میں جاؤں کیونکہ میرا زمانہ میری  
نویت کا تحمل نہیں کر سکتا کہا تو نے سچ کہا ہے اے اباسلم اس وقت بطور تمثیل کے یہ بیت پڑھا

اَلْچَگوشَم تَتَوَاسِتُ شَیْدَن بِہِ خَیَر

ہمہ چشم بعباس یکسرہ دید اَل بِہِ بَصَر

یعنی جن بات کو کان خبر کے ساتھ نہیں سُن سکتی اُن سب کو میری آنکھوں سے دیکھا پس مسافر  
کو چاہی کہ ہمیشہ سنت کی حفاظت کری اور جب کسی تعلیم کے میں پہنچو اور اس کی بزرگی اور لحاظ سے ملاقات کرے  
اور سلام کہے اور پہلے اُٹھ پاؤں باہر کرے کیونکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا اور جب پوچھ  
پہنے پہلے سیدھا پاؤں ڈالے اُس کے بعد دوسرا پاؤں اور جب پاؤں دھو کر اوّل سیدھا  
دھو کر اُس کے بعد اُٹھ پاؤں اور بطور تحیت کے دو رکعت پڑھے اُس کے بعد فقیروں کے حقوق کی  
رعایت میں مشغول ہوا اور کسی حال میں مقیم نہ رہا غرض نہ کرنا چاہیے اور معاملت میں کسی پر زیادتی نہ  
کری اور اپنے سفر کی تکلیفیں اور جماعت میں ٹھیکر علم اور حکایتیں اور روایتیں بیان نہ کرے  
کیونکہ یہ سب رعوت کا ظاہر کرنا ہوتا ہوں کا رنج وراثت کرے اور ان کا بوجھ اٹھاوی خدا  
کیونکہ اس کی بہت برکتیں ہوں اور اگر مقیم یا اون لے خادوم او سپر حکم کریں اور اس کو قبول  
کرے یا کسی کی ملاقات کیو واسطے کہیں اگر ہو سکے خلاف کریں لیکن دل سے مراعات اہل و دنیا  
کا منکر ہو اور اُن بھائیوں کے فعلوں کی تاویل کرے ہر حال میں مسافر اور مقیم کو صحبت میں خداوند کی  
رضامندی کی طلب چاہیو اور ایک دوسرے کے ساتھ اچھا اعتقاد کرے اور ایک دوسرے کے مقابل میں  
نہ کہے اور پیچھے غیبت نہ کرنا چاہیے اس سبب کہ بُرا ہو و طالب حق پر خلعت کی بات کرنا اس  
سبب کہ حقیق لوگ فعل کی رویت میں غافل کو دیکھیں اور چونکہ مخلوق اس صفت کے  
ساتھ کہ ہو و سے خداوند کی جانب سے ہو و سے اور اس کی پیدا کی ہوئی اگرچہ معیوب اور



بے عیب اور محبوب اور مکاشف ہو فعل پر خصوصیت فاعل پر خصوصیت ہو اور جبکہ مخلوق کو آدمیت کی ہر گز سے دیکھنے سے بے رغبتی ہو اور جان لے کہ خلیق مخلوق مجبور اور مقہور اور مغلوب اور عاجز ہو اور ہر کوئی سوا اُس کے نہیں کر سکتا اور سوا اُس کے نہ ہو سکیگا کہ جن صفتوں کے ساتھ وہ مخلوق ہے اور خلق کو اُس کی ملک میں تصرف نہیں ہے اور وفات کے بعد ریل کرتے پر سوائی حق کے کسی کو قدرت نہیں ہے

## الباب الرابع والعشرون یعنی باب اکل و شرب کے احکام

جانتا چاہو کہ آدمی کو غذا سے چارہ نہیں ہے اور طبیعتوں کی تالیف کی اقسام سے سوائے کھانے اور پینے کے نہیں ہے لیکن مردت کی شرط یہ ہے کہ وہیں مبالغہ نہ کریں اور رات دن آپ کو تقصیر کے اندیشہ میں مشغول نہ کریں اور شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں من کان بہم تمسما یدخل فی جوفہ کان قیئہ ما ینجو منہ خاص کر راہ حق کے مرید کو بہت کہانے سے زیادہ مضر کوئی چیز نہیں ہے اور اس آگے اس کتاب کی باب البوع میں اس معنی کو تفصیلاً بیان کیا ہے لیکن اس جگہ اُسکی مقدار کے لائق اور حکایتوں میں مدنی یا یا کہ یوزیر کو چھاکر ہونکا رہنے کی تعریف بہت کیوں کرتے ہیں فرمایا اسکو دفرعون اگر یہوںکار تھا ہرگز نہ کہتا انا ربکم الا علی اور اگر قارون گرسہ ہوتا یا عیسیٰ نہ ہوتا اور ثعلبہ جب تک گرسہ رہا سبے بانو نہیں ستودہ رہا اور جب سیر ہوا اتفاق ظاہر کیا رخسہ اور اندر عزوجل نے فرمایا کفار کی صفت میں ذرہم یا کلووا و تیشعوا و یلہم اکلکم کسوف یعلیون یعنی انکو چھوڑے کھاویں اور نفع اٹھائیں پس قریب کہ جان لین گئے اور قل اللہ تعالیٰ کا والذین کفروا ییشعون و یلکون کما ناکل الا نعام و النار مشوی لہم یعنی جو لوگ کافر ہوئے فائدہ اٹھاتے ہیں اور چار پایوں کی طرح کھاتے ہیں آگ و نکاٹھکاتا ہے اور سہل بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ جو



پیٹ شراب بھرا ہو جس کے نزدیک زیادہ دوست ہو اُس پیٹ سے جو طعام حلال ہو ہو چکا گید یہ  
 کیوں کہا اس واسطے کہ پیٹ جبکہ شراب پر ہوتا ہے عقل آرام کرتی ہے اور شہوت مردہ ہوتی ہے  
 اور مخلوق اُسکی زبان ہاتھ سے بخوف ہو لیکن جبکہ طعام حلال سے پُر ہو فضولی لاوے  
 اور شہوت قوت پکڑے اور نفس اپنی خواہشوں کی طلب میں سر بلند کرے اور انکی صفتیں مشائخوں  
 نے کہا ہر اکْلُہُمْ کَاکُلِ الْمَرْضٰی وَتَوَمُّہُمْ کَذَوِّمِ الْغَرَقٰی وَکَلَّہُمْ کَمَلَامِ  
 الشَّکَلٰی یعنی اونکا کھانا بیماروں کے کھانے کی مانند ہو اور انکی نیند مثل ڈوبے ہوؤں کی اور  
 انکی باتیں مردہ بچے کے باتوں کی مثل اکل و شرب کے آداب کی شرطیں یہ ہیں کہ تنہا نہ کھاویں  
 وہ جو کھاویں ایک دوسرے کو اشارہ کریں اور جبکہ دسترخوان پر بیٹھیں خاموش نہ ہوں اور خدا کے  
 نام سے شروع کریں اور اپنی جاسوسی کوئی بات نہ کریں کہ صحاب کو اُس گراہیت ہو اور پہلے  
 نمک سے نوالہ کھاویں اور اپنے ساتھی کو نصف کھاویں اور سہل بن عبداللہ سے پوچھا اس  
 آیت کے معنی کو ان اللہ یا مری بالعدل والاحسان کہا یہ عدل ہو کہ نوالہ میں اپنے ساتھی  
 کے ساتھ انصاف کرے اور احسان وہ ہو کہ اُسکو اُس فقرہ کے لائق آپکے زیادہ جانے میری  
 شیخ کہتے تھے کہ اُس مدعی مجھ کو بڑا تعجب آتا ہے کہ کہتا ہے کہ میں نے دنیا کو ترک کر دیا ہے اور  
 فقرہ کے خیال میں رہتا ہوا اسکے بعد چاہیے کہ کھانا اپنے ہاتھ سے کھاے اور سچا اپنی فقرہ کہنے  
 دیکھے اور کھانا کھاتے میں بانی بہت کم ہو لیکن تنگی صادق کی بوقت میں اور جب پیوے تھوڑا  
 پیوے اتنا کہ جگر تر ہو اور فقرہ بڑا نہ کھاے اور جیابے اور جلدی نہ کرے کہ ان چیزوں سے  
 پرہیزی ہووے اور مخالفت سنت کی اور جب کھاتے سے فارغ ہو جھک کر سوا ہاتھ دھوے اور اگر  
 جماعت کے درمیان دو یا تین آدمی یا زیادہ جماعت پوشیدہ کسی دعوت میں ہو اور کچھ  
 کھائیں بعض مشائخ نے کہا ہے کہ وہ حرام ہو اور صحبت میں خیانت کرتا ہوا دلالت مآ  
 یا کلون فی بطورہم الا النساء اور ایک گروہ نے کہا ہے کہ جب ایک جماعت ہوں ایک دوسرے کے  
 موافق جائز ہو اور ایک گروہ نے کہا ہے کہ اگر ایک آدمی ہو نیز جائز ہو کہ اُسکو انصاف



وحدت کے حال میں نہ دینا چاہیے بلکہ صحبت کے حال میں دینا چاہیے کیونکہ جب تنہا صحبت کا حکم اس سے گھڑی اٹھے اور اس کے ساتھ مانو ذہن اور صبر زیادہ ضروری اصل اس مذہب میں یہ ہے کہ دعوت ورویش کی رد نہ کریں اور دنیا دار کی دعوت کو قبول نہ کریں اور ان کے گھر میں نہ جاویں اور ان کے کچھ نہ مانگیں کیونکہ ان میں طریقت والوں کی دولت ہی اس سبب کہ دنیا والے فقیر کے محرم نہیں ہیں اور سب میں آدمی دولت کی کثرت سے دنیا دار نہ ہو اور اس کی قلت سے فقیر نہ ہو جو کوئی امیری پر فقیری کو فضیلت سے وہ دنیا دار نہ ہو و اگرچہ ملک اور جو کوئی فقیری انکار کر دینا دار ہو اگرچہ مضطر ہو اور جب دعوت میں حاضر ہو کسی چیز کے کھانے نہ کھائے میں تکلف نہ کریں اور وقت پر جاوے اور جب دعوت والا محرم ہو جائز کہ کوئی گھر والا اس کا بچا ہوا اٹھائے اور اگر نا محرم ہو اس کے گھر میں جانا جائز نہ ہو ۔

## الباب الخامس والعشرون فی باب جلنے کے طریقوں میں

خدا ہی تعالیٰ غرور میں نے فرمایا وعباد الرحمن الذین یمشون علی الارض ہونا چاہیے کہ ہمیشہ طالب حق اپنی روش پر کہ جاتا ہے نہ جانے کہ ہر قدم کس چیز پر رکھتا ہے وہ قدم اوپر ہے یا اس کی طرف ہے اگرنا سپر ہی استغفار کریں اور اگر اس کی جانب سے ہو کیا کریں اس میں تا کہ زیادہ ہو اور او و طائی سے رہا بیت ہے کہ ایک مرد آپ نے رو اٹھائی تھی اس سے کہا کہ تھوڑی دیر اس گھر کے صحن میں ٹھہر کر دعا کہو کہ کا فائدہ ظاہر ہو کہا مجا و شرم معلوم ہوتی ہے کہ قیامت میں خدا مجھ سے سوال کرے کہ آخر قدم جو پیش کے پورا کر نیکی واسطے کیوں رکھے جیسا کہ جبار حلیل نے کہا کُفُّوا رُءُوسَکُمْ لِلَّهِ وَارْجِعْ وُجُوهَکُمْ لِلدِّیْنِ لعلکم تفلحون یعنی اپنے اوٹھے پاؤں گواہی دینگے اور ان کا منہ نہ پھر جو انہوں نے کئے پس ورویش کو چاہیے کہ بیداری میں سر ڈال کر مراقبہ میں جائے اور کسی طرف نہ دیکھے اور راستہ میں اگر کوئی سامنے آئے آپ کو اس سے نہ کھینچے کیونکہ مومن



ہاک ہوں اور یہ سوائے سنت کی اور آپ کو ظاہر کر نیکی سوا اور کچھ نہ ہوا اور پھر اگر وہ آدمی کافر ہو  
 اور باطلید می اوں پر ظاہر ہو جائز ہو کہ آپ کو اس سے جدا رکھو اور نگاہ رکھے اور جب ایک جماعت کے  
 ساتھ جاتا ہے ارادہ اُس کے جائیکہ نہ کر سکے کیونکہ زیادتی و ہونٹ ناگہبے اور نیز پیچھے نہ چلے اور  
 عاجزی کیساتھ زیادتی نہ ڈھونڈ کر نہ نکالے واضح کو حسب دیکھے عین تکبر ہو اور تعلیم و کفش کو جتنک  
 ہو کو بیدری سے نگاہ رکھے رات کو اور چاہیے کہ جو ایک جماعت اور یا ایک درویش کسی کے  
 ساتھ ہو راہ میں کسی کے ساتھ نہ کھڑا ہو اور اگر کچھ انتظار نہ فرمائے کہ آہستہ چلے اور جلد می نکری  
 اور نرم نہ چلے اور قدم پورا دھکے اور سب میں چاہئے کہ ہمیشہ روش لب کی اس صفت کیساتھ  
 ہو کہ اگر کوئی کہے اُس سے کہ تو کہاں جاتا ہے وہ اُس کے جواب میں کہہ کے - اِتی ذالہ سبالی  
 ربی سبھدین ساور اس کے سوا ہوا اسکا جانا اس پر وبال ہوا اس سبب کہ صحبت خطوات  
 صحت خطرات سے ہونچ کر کوئی کہ اندیشہ اسکا مجتمع ہو حق کیو اطلی اسکا اقدام اسکا اندیشہ کا  
 متنبع ہوا اور ابوزیہ سے رہائش ہو کہ کہا کدرویش کی روش پر اقبست کی غفلت کا نشان ہو کیونکہ  
 جو کچھ قدم میں حاصل ہو کہ ایک اپنی خواہش پر کرے اور ایک حق کے فرمان پر اس ایک قسم کو اٹھا دے اور  
 دوسرا اپنی جگہ پر رکھے اور طالب کی روش قطع مسافت کی علامت ہو اور قرب حق مسافت کو  
 ساتھ نہیں ہر اور جبکہ قریب کا کوئی مسافت ہو طالب کے اوسکے مرتبہ کے قطع کرنے میں سون پاؤں توڑنے  
 نے عمل سکون میں کیا فائدہ ہو

## باب فی شرح بعض احادیث و روایات و کتب معتبرہ فی طریقہ سنیہ

جانتا چاہیے کہ شاخ رضی اللہ عنہم کو اس تہی میں اختلاف بہت ہے ایک کفر ذریعہ علم نہیں ہو کہ مرید سوچے جتنک  
 کہ حال میں غلبہ نوم کا نہ ہو اور آپ کو خواب کہیں روک سکتا ہو کیونکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 فرمایا النوم اخ الموت خواب موت کا بھائی ہے پس زندگانی خداوند تعالیٰ کی طرف سے



نعت ہوا اور موت ہلا اور لا محالہ نعمت اشرف ہو و ہر پل سے اور شعلی رحمت اللہ علیہ منقول ہے  
کہ کہا اطلع الحق فقال من نام عقل من عقل حجب اور ایک گروہ گئے نزدیک جائز  
ہو کہ مرید اختیار کے ساتھ سوو اور خواب میں تکلف کرے اور کہ حق اس کے بچا یا ہو  
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رفع القلم عن ثلاث عن النائم حتی یفتبر  
وعن الصبی حتی یعتلم وعن المجنون حتی یفقی یعنی تین آدمیوں کے قلم روکا جاتا ہے  
سوتے ہوئے سے جب تک بیدار نہ ہو اور لٹکے سے جب تک بالغ نہ ہو اور مجنون جب تک اچھا نہ ہو  
اور جبکہ سوتے ہوئے سے قلم کو روکیں جب تک کہ وہ بیدار ہو خلق اس کی بُرائی سے بخوف ہوا اور اس کا  
اختیار اس کو ناہ ہوا اور اس کا نفس مراد و مغلزل ہوا ہوا اور کراگا کا تین لکھنے کی  
آرام پاویں اور اس کی زبان دعویٰ کی کوتاہ ہوئی ہوا اور جھوٹ اور غیبت باز رہا اور اس کے  
ارادہ نے عجب دیر سے سب کو قطع کیا ہو نہیں قدرت ہوگی اپنے نفس پر نقصان کی نہ تفع  
پہنچائی نہ موت کی نہ حیات کی نہ زندہ ہوئی اور اسی قبیلہ سے ہے جو ابن عباس رضی اللہ عنہما  
کہتے ہیں کہ شیطان کو وحی کے سونے زیادہ کوئی بات دشوار معلوم نہیں ہوتی پس جس وقت  
کہ وہ سوتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ یہ بیدار ہوا اور خدا کی نافرمانی کر رہا ہے یہ خلاف جنید کو ہے تھا علی  
بن سہل لا صفہائی کو اور اس معنی میں جو نامہ کہ علی بن سہل نے جنید کو لکھا ہے بہت لطیف  
ہے اور وہ صحیح امت ہے اور اس مقصد کو یہ ہے جو علی بن سہل رضی اللہ عنہ اس خط میں  
کہتے ہیں کہ خواب غفلت ہے اور اعراض اور قرار ہوا کو چاہیے کہ رات دن خواب قرار  
نہ ہو کیونکہ غنودگی کے سبب اس حال میں مقصود فوت ہوا اور آپکا اور اپنی زبان سے غافل ہو  
اور حق تعالیٰ سے باز رہے جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام پر وحی بھیجی یا ذا اذ کذب  
من ادعی بعدی فاذا جنہ اللیل نام معنی یعنی مجھ کوٹ کہا اور سوئی جس نے میری محبت  
کا دعویٰ کیا پس جب رات ہوئی سو یا اور میری دوستی سے منہ پھیرا اور جنید رحمۃ اللہ علیہ کہتی  
ہیں اس خط کے جواب میں جانتا چاہیے کہ باری بیکلام سے معاملے میں راجح ہیں اور ہماری



خواب حق کا فعل ہم پہنچے جو کچھ کہ ہمارے بے اختیار کی ہو ہماری جانب سے وہ حق کی جانب سے  
 ہو ہمارے ساتھ پورے طور پر اس جو ہمارے اختیار سے ہو ہماری جانب سے حق کے ساتھ  
 والنوم موهبة من الله تعالى على المجيبين اور نوم ایک بخشش ہے حق تعالیٰ کی طرف سے دوستوں پر  
 اور اس مسئلہ کا تعلق سکرو صحو سے ہے اور کلام اوکھیں پورے طور پر سے بیان کیا گیا ہے  
 لیکن تعجب ہے کہ جنید رضی اللہ عنہ مرد صاحب صحو تھے اس جگہ فوت سکرو دی ہے اور تحقیق اس  
 وقت میں کہ مغلوب تھے اونکی زبان گویا ہوئی ہو اور نیز جائز ہے کہ اسکی ضد ہو کہ خواب عین صحو ہو اور  
 بیداری عین سبک کہ خواب آدمی کی صفت ہے اور جب تک آدمی اپنے اوصاف میں ہو صحو کہ  
 ساتھ منسوب ہو اور بیداری صفت حق کی ہے اور جب آدمی اپنے صفت سے زیادہ اونچا ہو  
 مغلوب ہو یعنی ایک گروہ کو مشائخ سے دیکھا کہ خواب کو بیداری پر فضیلت دیتے ہیں جنید کے موافق  
 اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا عزوجل سے ان الله تعالى يباهى بالعبد الذی نام  
 فی سجدة ویقول الله انظر وایسلا شکتی الی عبدی روحہ فی محل النبوی ویدنہ  
 علی بساط العیویۃ یعنی خداوند تعالیٰ حاضر کرتا ہے بندہ کے واسطے کہ سجدہ میں سووے  
 اور فرشتوں سے کہتا ہے کہ دیکھو یہ بندہ مومن کو کہ اسکی جان میرے ساتھ رات  
 بگھنٹہ میں ہے اور تن اسکا عبادت کی بساط پر اور نیز پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نام  
 علی الطہرات فی کون لروحہ ان یطوف بالعرش و یسجد للہ تعالیٰ یعنی جو کوئی طہارت  
 کے ساتھ سووے اسکی روح کو اجازت دیں کہ جاعرش کا طواف کرے اور خداوند کو سجدہ کرے اور  
 بیٹے حکایتوں میں پایا کہ شاہ شجاع کرمانی چالیس برس بیدار رہا جب ایک سات سو یا خداوند  
 تعالیٰ کو خواب میں دیکھا اور اسے بعد ہمیشہ سوتا رہا اسی شہر کے واسطے اور ایک گروہ کو مٹی دیکھا کہ  
 بیداری کو خواب پر فضیلت دین علی بن سہل رضی اللہ عنہ کی موافقت پر اس سبب کہ وحی  
 رسول پر اور کلمات اولیا پر بیداری میں ہوتی ہیں اور ایک مشائخ سے کہتا ہے لو کان  
 فی النوم خیراً لکان فی الجنة نوم یعنی اگر خواب میں کوئی چیز بہتر ہوتی یا نجات اور قربت



کی علت ہوتی چاہیے تھا کہ بہشت میں جو قربت کا گھر ہے خواب ہوتی چونکہ بہشت میں حجاب ہے  
 اور نہ خواب ہونے جاتا کہ خواب حجاب ہے اور اب بظاہر کھتی ہیں کہ جب آدم صلوٰۃ اللہ علیہ بہشت  
 میں سکے خواہے اُسے پہلو سے ظاہر ہوئیں اور اونگی سب بلائیں خواہے تمہیں اور نیز کہتے ہیں  
 کہ جب ابراہیمؑ نے کہا اے ابراہیمؑ سے یا نبی انی اسی فی المنام انی اذبحک اسمعیلؑ نے کہا  
 اے باپ ہذا جزاء من نام عن جیبہ اولم تہم لما امرت بذبحہ الولد یعنی یہ بہتر  
 اُس آدمی کی ہے جو سووی اپنے دوست کے غافل اور اگر تُو نہ سوتا تجھے نہ کہا جاتا کہ اپنے لڑکے  
 کو ذبح کر پس تیری خواب نے تجھ کو بے پسر کیا اور مجھ کو بیان لیکن میری تکلیف ایک گھڑی ہوگی  
 اور تیری تکلیف ہمیشہ کو اور شبلی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک کوونک کے پانی کا  
 ایک لائی کے ساتھ رو پر رکھتے اور جب نیند آتی ایک لائی اس آگ میں لگاتے اور بن  
 علی بن عثمان الجلبانی ہوں رضی اللہ عنہ ایک پسر کو دیکھا کہ فرضوں کے ادا کر نیسے بعد فارغ ہو کر سوتے  
 اور شیخ احمد عرقندی کو سنو دیکھا کہ بنی میں رہتے تھے اور چالیس برس ہوئے کہ رات کو سوتے تھے اور دن میں تنہا سوتے  
 اور اس مسئلہ کا رجوع اس امر کی طرف ہے کہ جب کسی کی تربیت گانی سے زیادہ دوست ہو چکا ہو کہ خواہ بیدار ہو یا  
 دوست ہو وہ رجب نہ لگاتی مرنے سے زیادہ دوست ہو چاہیے کہ بیدار ہو یا خواب زیادہ دوست ہو  
 قیمت اس کی نہ ہو تو تکلف کے ساتھ بیدار ہو بلکہ قیمت اس کی ہو جس نے اس کو بیدار کیا  
 جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خداوند نے قبول فرمایا اور اعلیٰ درجہ پر پہنچایا نہ خواب  
 میں تکلف کیا اور نہ بیداری میں حکم آیا قہم اللیل الا فلیلاً یعنی کھڑی رات کو مگر تھوڑا اور نیز  
 قیمت اس کو نہ ہو تو خواب میں تکلف کے ساتھ جاوے قیمت اس کو نہ ہو تو کسی کو سلاویں  
 جیسا کہ خداوند عزوجل نے اصحاب کہف کو قبول فرمایا اور محل اعلیٰ پر پہنچایا اور  
 کفر کا لباس اُن کی گردن سے اتارا انہوں نے نہ خواب میں تکلف کیا نہ  
 بیداری میں تو حق تعالیٰ نے خواب اُن پر ڈالی اور بے اختیار اُن کے اُن کو  
 پرورش کرنا ہے اور جب بندہ ایسے درجہ پر پہنچے کہ اس کا اختیار



پہونچنے سے پہلے اور اسکا ہاتھ کل سے بیدار ہوا اور اسکی ہمت غیر سے روگردانی کر دی اگر سووی  
 اور یا بیدار ہو اس صفت کیساتھ کہ ہو و عزیز ہو پس مرید کیو اسطرح خواب کی یہ شرط ہو کہ پہلی اپنی  
 خواب کو اخیر عہد اپنی خواب کا جانے اور معاشی تو بہ کرے اور دشمنوں کو خوشنود کرے طہارت  
 پاکیزہ کرے اور سبکدوش پر قیلہ کی طرف منہ کر کے سوو دنیا کے کام درست کر کے  
 نعمت اسلام کا شکر کرے اور شرط کرے کہ اگر بیدار ہو گناہ نہ کرے پس جس کسی نے بیداری  
 میں اپنا کام درست کیا ہو اسکو خواب اور مرگ سے کوئی خوف نہ ہو اور حکایتوں میں مشہور ہے  
 کہ ایک پیرائس امام کے پاس جو مرتبہ اور کلامہ اور عنونت نفس میں ہوتا تھا آیا کرتا تھا اور کہتا ہے  
 فلاں مرنا چاہیے اسکی استیلا دل میں بیخ آتا تھا کہ یہ مرد فقیر ہر وقت مجھ سے یہ بات کہتا ہے ایک  
 کہا کل کوئی ابتدا کرونگا اور دو سکر روزہ پیر آیا اور اس امام نے کہا اے فلاں مرنا چاہیے  
 او نے مصلیٰ اوتارا اور چھایا اور سر رکھ دیا اور کہا میں مر گیا اسی وقت اس کی جان نکل  
 گئی اسکو اس بات پر تنبیہ پیدا ہوئی جان لیا کہ یہ پیرائس سے فرماتا تھا کہ مرنے کا ارادہ  
 کر اس طرح سے کہ مینے کیا ہے اور میرے شیخ رضی اللہ عنہ مرید و نکو اس بات پر حکم کرتی کہ سوائی  
 غلبہ کے وقت نہ سو یا کریں اور جب بیدار ہو تم نیز نہ سوؤ تم کیونکہ خواب ثانی حق کے مریدوں کو  
 حرام ہوا اور بیکار می خواب خاص کر بندہ کو فراموشی لادے اور اس بات میں کلام طول ہو واللہ اعلم

## ابواب العزیز و مشرب کلام سکون کے طریقہ میں

خداوند عزوجل نے فرمایا من احسن قولاً من دعا الى الله وعمل صالحاً اور نیز خدائے  
 فرمایا قول معروف اور نیز کہا قولوا امننا جاتنا چاہیے کہ اچھی بات کیو اسطرح حق تعالیٰ کی  
 جانب بندہ کو حکم ہے جیسے کہ اسکی خداوندی کا اقرار کرنا اور تعریف کرنا اسکی اور خلق کو اسکی  
 درگاہ کی طرف بلانا اور نطق ایک بڑی نعمت حق تعالیٰ کی طرف سے بندہ کے واسطے



اور آدمی اسکی وجہ سے دوسری چیزوں سے ممتاز ہے اور خداوند عزوجل نے فرمایا۔ لقد کوثرنا  
 بنی آدم تحقیق بزرگ کیا جتنے آدم کی اولاد کو ایک قول مفسر نکاحی میں لفظ سے جس قدر کہ  
 گفتار بندہ کی سطح حق کی طرف سے ایک نعمت ظاہر اسکی آفت بھی بڑی ہے گفتار مثل خمر کی ہے  
 جو عقل کو مست کر دیتی جبکہ اس کے پینے میں مبتلا ہو کر اس سے علیحدہ نہیں ہو سکتا اور  
 آپ کو اس سے باز نہیں رکھ سکتا اور جبکہ طریقت والوں کو معلوم ہوا کہ گفتار آفت ہے سوائے  
 ضرورت کے انہوں نے بات نہ کی یعنی ابتدا اور انتہا میں اپنی کلام کو نگاہ رکھا اگر سب کلام خدا کے  
 بیٹے تھا کہ ہا و لا خاموش رہا اس سبب کہ معتقد تھے کہ خداوند عالم لاسرار ہوا اور وہ لوگ بے  
 ہیں جو حق تعالیٰ کو ایسا نہیں جانتے بقول خدا عزوجل ام یحسبون اننا لنسمع سراً  
 و نجوہم بلی و درسلنا الیہم یکتابون کیا جانتے ہیں کہ میں ان کی نہانی بات کو  
 جانتا ہوں ہاں جانتا ہوں اور ملائکہ بھی اچیر کہتے ہیں اور میں عالم بغیب ہوں اور  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من صمت بخفی وہ جو خاموش رہے نہایت باوہمی پس خاموشی میں  
 فائدہ بہت ہیں اور گفتار میں آفت بہت اور ایک کلمہ غمہم اللہ کے سکوت کو کلام پر فضیلت دیا  
 اور ایک گروہ نے کلام کو سکوت پر ترجیح دیا اور ان کی جہت سے کہا کہ عبارات بالکل دعویٰ میں اور  
 جس جگہ کائنات معانی کا ہو دعویٰ بیکار ہوں اور بعض وقت ایسا ہوتا ہے کہ خوف کے حال میں  
 باوجود اسکے کہ قول پر اختیار و قدرت ہوتی ہے نہ کہنے کا غرر ہو اور اسکے قول سے انکار  
 کرنا معرفت کی حقیقت کو نقصان دے اور کسی وقت میں بندہ سمجھنے کی مجرد دعویٰ کے ساتھ معذور  
 نہ ہو اور اس کا حکم منافقوں کا حکم ہو پس دعویٰ بمعنی کے نفاق ہو اور معنی بے دعویٰ کے اخلاص  
 لان من سن بیان علی بیان کا یہ تنفی عن اللہ و من بیان علی بیان تنفی عن اللہ و بین ربہ عن اللہ یعنی  
 جب راہ بندہ پر کشادہ ہوئی گفتار سے مستغنی ہوا اس سبب کہ عبارت غیر کو علم دینے کی واسطے  
 ہوا حق تعالیٰ جل جلالہ نیازی ہے تفسیر احوال سے اور قول جنید کا آغوش کی تاکید کرتا ہے کہ  
 کہا من عرف اللہ کل لسانہ او نو کہ حق کو دل سے پہچانا اسکی زبان بیان بار رہی۔ کہ



ظاہر میں بیان جانیے ہو اور شبلی سے منقول ہے کہ جنید رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں ٹھہر چکے اور آواز بلند سے کہا یا مبراہیٰ اور اشارہ حق تعالیٰ کی طرف کیا جنید نے کہا اے ابابکر اگر تیری ہر او حق ہے یہ اشارہ تو تے کے واسطے کیا کیونکہ وہ اس سے مستغنی ہے اور اگر مبراہیٰ تیری وہ نہیں ہے خلاف کو واسطے تو نے کہا کیونکہ حق تعالیٰ تیری قول کے موافق علیم ہے شبلی نے اپنی کھے ہوئی پر استغفار کیا اور اس گروہ نے کہ کلام کو سکوت و فضیلت دی کہا کہ اپنا احوال بیان کر نیکی واسطے حق کی جانب سے حکم ہے کہ دعویٰ معنی کو ساتھ قائم ہو کیونکہ اگر کوئی ہزار برس دل سر کے ساتھ عارف ہو جائے اور اگر کسی کوئی ضرورت مانع نہ ہو اور اس کا حکم کافروں کا حکم ہو اور خداوند مومنوں کو شکر و حمد و ثناء کے واسطے فرمایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا وَاَمَّا بِنِعْمَتِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ جینے اپنی رب کی نعمت کو بیان کرنا اور ثناء اور اس کی انعام۔۔۔ ہو اور خداوند تعالیٰ نے فرمایا ادعونی استجب لکم یعنی مجھ سے دعا مانگو میں قبول کروں گا اور نیز فرمایا اجیب دعوة الداع اذا دعان یعنی میں دعا قبول کروں گا دعا مانگنے والے کی جو وقت کہ مجھ سے دعا مانگے اور اس کی مانند اور ایک مشابیح کہتے ہیں کہ جس کسی کو کوئی بیان نہ ہو اپنے زمانے سے اس کو کوئی زمانہ نہ ہو کیونکہ ناطق وقت تیرا نیز وقت تیرا ہے اور جینے حکایتوں نہیں پایا کہ ایک ن ابو بکر شبلی کرخ بغداد میں جاتے تھے ایک کو مدعیوں میں دیکھا کہ کہتا تھا کہ السکوت خیر من الکلام فقال المشلی سکوتک خیر من کلامک وکلامی خیر من سکوتی لان کلامی لغو و سکوتک هنال وکلامی خیر من سکوتی لان سکوتی حاکم وکلامی علم یعنی خاموشی بہتر گفتار سے شبلی رحمۃ اللہ علیہ کہا تیری خاموشی بہتر ہے تیری گفتار سے اس سبب کہ تیری گفتار لغو ہے اور تیری خاموشی ہزل اور میری گفتار میری خاموشی سے اچھی ہے اس واسطے کہ میرا سکوت علم ہے اور میرا کلام علم کیونکہ اگر علم نہ کہوں میرا علم اوپر رکھے اور اگر علم نہ کہوں علم میرا اوپر رکھی چونکہ کہوں نہیں علیم ہوں جو کہوں میں علیم ہوں اور کہتا ہوں کہ علی بن عثمان الجلابی ہوں کہ کلام دو طرح کے ہیں اور سکوت دو قسم کے کلام ایک حق ہوا اور ایک باطل اور سکوت



ایک حصول مقصود اور مشاہدہ ہوا اور دوسرے غفلت پس ہر ایک اپنا گریبان پکڑنا چاہیے نطق  
 و سکوت کے حال میں اگر اس کا کلام حق کے ساتھ ہو اس کی گفتار خاموشی سے بہتر اور اگر  
 باطل ہو خاموشی گفتار سے بہتر اور اگر حجاب غفلت ہو گفتار خاموشی سے بہتر اور ایک عالم  
 اس معنی میں سرگردان ہے اور ایک گروہ معیوس پریشان اور عبارات خلی محافی سے ہاتھ  
 میں لئے ہوئی ہیں اور کہتی ہیں کہ گفتار زیادہ فاضل ہے سکوت اور ایک گروہ جاہلوں کا سکوت  
 کو اپنی جہل کے ساتھ متعلق کرتا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ خاموشی بہتر گفتار سے ہو اگر دونوں  
 ایک دوسرے کی مانند ہوں پس کیسے گفتار میں لاویں اور کس کو خاموش کریں۔ **الامن نطق**  
**اصاب او غلط ومن انطق عصم من الشطط یعنی جو کوئی کھے خطا کھے یا صواب**  
**اور جس کسی کو گفتار میں لاویں اس کو خطا و خلل سے نگاہ رکھیں جیسا کہ ابلیس نے کہا لعنة**  
**الله عليه انا خير منه اور آدم سے کہا یا سبنا ظالمنا انفسنا یعنی اے رب ہم سے بہتر اپنے**  
**نفس پر ظلم کیا پس جس طرح اس طریق پر عیسیٰ نے اپنے گناہوں میں اور خاموشی میں شرمزیدہ اور**  
**بیچارہ من کان سکوتہ حیاً کان کلامہ سجنۃ اس کو کہ خاموشی اس کی حی ہو اس کا کلام دلوں**  
**کے دھڑکیاں ہوا اس سبب کہ اچھی گفتار دیدار سے ہوا اور گفتار بے دیدار کے انکے نزدیک خوار**  
**ہوا اور ہم نہ کہنے کو کہنے سے زیادہ دوست رکھتے ہیں چنانچہ اپنی ساتھ رہیں اور جب غائب ہوں خلق**  
**نہ کہے قول کو جائز رکھے اس سے ہو وہی کہ اس پر رضی اللہ عنہ کہا من کان سکوتہ لہ ذہباً**  
**کان کلامہ لغيرہ مذہباً پس طالب بانی کو چاہیے جھگڑیں کا خوض عبودیت میں ہو**  
**خاموشی کس اور جب اس کا نطق کار بوبیت کیساتھ ہو گفتار میں اسے اور اس کی مریدوں کے**  
**دلوں کی صیاد ہوا اور گفتار میں ادب یہ ہے کہ بے امر کے نہ کہے اور سوامی امر میں نہ کہے**  
**اور خاموشی میں ادب یہ ہے کہ جاہل نہ ہو اور نہ غافل اور مرید کو چاہیے کہ پیروں کی بات میں**  
**دخل تصرف نکری اور عبارت غریب پریشان نہ لائے اور اس بیان سے کہ شہادت کہی**  
**ہے اور توحید کا اقرار کیا ہے جھوٹ اور غیبت نہ کہی اور مسلمان کو بخیرہ نکری اور فقیروں کو تنہا**



نام کے ساتھ نہ پکاریں اور جتنا اس سے کچھ نہ پوچھیں نہ کہیں پس بات کہنے کی ابتداء نہ کریں اور  
اور فقیر کی خاموشی کی شرط یہ ہے کہ باطل پر خاموش نہ ہو اور کہنے کی شرط یہ ہے کہ سچے حق کو  
نہ کہے اور اس حال کی فرع بہت ہی اور لطیفے بے شمار لیکن بینی اسی قدر پسند کیا تاکہ کتاب  
طویل نہ ہو چاہو۔

## الباب الثامن والعشرون فی بیان آداب کے فائدوں میں

خداوند عزوجل نے فرمایا: لَا يَسْأَلُونَكَ النَّاسُ الْعِلْفَ نَارِي كَسَافَةٍ سَوَالِ انْهِي كَسَافَةٍ اور جب  
کوئی کسی سوال کے منع نہ کریں جیسا کہ خدائے تعالیٰ نے فرمایا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم  
وَأَمَّا السَّائِلُ فَلَا تَنْهَوْهُ لِيَكُنْ سَوَالُكَ وَأَبْيَكُمُوتَ جَهْرًا كَسَافَةٍ سَوَالِ انْهِي كَسَافَةٍ  
کے کسی دوسرے سوال نہ کریں اور اس کے غیر کو محال میں نہ کہیں کیونکہ سوال کرنا عرض  
ہو حق سے غیر حق کی طرف اور جب بندہ حقیقتاً الٰہی سے اعراض کیا خوف ہو گا دس کو بھی محال  
اعراض میں چھوڑیں مگر حکایتوں میں دیکھا ہے کہ ایک دنیا والے نے راجہ عدوی سے کہا کہ بارالہ کچھ  
مانگسے مجھ سے تو تیری مراد حاصل کروں اوکے نے کہا اسی شخص میں تو اس شرم رکنی ہو کہ دنیا کے پیدا  
زیلے دنیا کو چاہوں کیا اس شرم نہ رکھوں اپنی مثل سے کوئی چیز مانگوں کہتی ہیں کہ ایک وقت میں  
موسلم صاحب دعوت نے ایک فقیر کو بیگناہ چوری کی تہمت میں پکڑا اور حوالات میں اس کو رکھا جب  
ہوئی تو موسلم نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ اس نے کہا کہ اسے اسلام چھو کہ خداوند تعالیٰ نے  
تیری اس بھیجا ہے کہ ایک دست میں کدو ستوں کے بے جرم تیرے قید خانہ میں ہے اٹھ اور اس کو  
باہر نکال کہ موسلم خواب سے بیدار ہوا اور سر و پا پرہیز قید خانہ کے دروازہ پر دوڑا اور فرمایا قید خانہ  
کا دروازہ کھولا اس فقیر کو باہر لائے اس سے معذرت کی اور کہا کچھ مانگتے ہیں کہ اسے باہر  
جو کوئی ایسا خداوند رکھے کہ دھمی بات کو موسلم کو بستر اٹھا دے اور پیچھے تاکہ اس کو بل سے



چھوڑا دے جائز ہو کہ وہ دوسروں سے سوال کرے اور حاجت چاہے تو مسلم رہنے لگا۔ اور وہ درویش اُسکے آگے نہ گیا۔ پھر ایک گروہ دوسرا کھے کہ فقیر کو جائز ہے کہ خلق سے سوال کرے کیونکہ حق تعالیٰ کہتا ہے لَا يَسْأَلُكَ النَّاسُ وَارْتَمَتْ خِطَابُهُمْ رَحْمَةً مِنَّا عَلَى الَّذِينَ كَفَبُوا وَلَكِنَّ اللَّهَ سَمِيرٌ وَأَعْلَمُ غُيُوبُهُمْ وَاللَّهُ مُنِيبٌ إِلَى عِبَادِهِ لِيُعَذِّبَهُمُ بِالْعَذَابِ الَّذِي لَهُمْ فِيهِمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ ذَا فَضْلٍ لِلْعَالَمِينَ

سوال کیا اصحابوں کا مونکے درست کرنے کے واسطے اور دو کے مشائخ رحمہم اللہ نے ان میں وجہ سے سوال کرنے کو جائز رکھا ہے ایک لغت دل کو کہ ضرور ہو کہ کہا ہے کہ ہم دو گروہ کو قیمت نہ رکھیں کیونکہ رات دن اُسکے انتظار میں گذاریں روای اُسکے حاجت ہو بہم خود او نہ کیسا متضرر کے حال میں اس سبب کہ کوئی مشغول یا ناتشغل مل عام اور اس کے انتظار کے نہیں ہوا و بآسی سے ہو کہ جب بازید نے مرثیقین سے پوچھا اُن وقت میں کسی زیارت کے واسطے آیا تھا شقیق کے حال کو مرید نے کہا کہ وہ خلق سے فارغ ہوا ہے اور توکل کے حکم پر بیٹھا ہوا یونہی رحمتہ اللہ علیہ کہا کہ جب لوٹے تو اس کے کچھ نو دو سو ترقی نہ خدا کو دور و نزدیک کی خاطر نہ آزمائے تو جب بھوکا ہو تو دور نہ لینا اپنی مثل سے چاہ پھر نامہ توکل کو ایک طرف رکھ تو وہ شہر و ولایت تیری قومی معاملات زمین میں نہ جاوی اور جو گروہ فی ریاضت کیا نفس کیوٹی سوال کیا ہے تاکہ اُسکی دولت دیکھیں اور اپنی دل پر رنج کھینی ہیں اور اپنی قیمت جانیں کہ یہ ہر ایک کی نگین کیا قیمت رکھتے ہیں تاکہ غرور نہ کریں اور رنج نہ دیں تو نے نہ دیکھا کہ جب شبلی جنیدؒ کے پاس اسی جنید نے کہا اے ابابکر تیری سوتیں اسبات کی سخت ہے کہ میں پس حجاب الحجب خلیفہ کا ہوں اور امیر مرہ تجھ سے کوئی کام نہ ہو گا جب تک بازار میں نہ جاؤں گا اور جس کیکو تو دیکھے سوال نہ کرے تو کو اپنی قیمت نہ جانے اسی طرح ہر روز کیا اور تمام بازار میں گیا اور کسی نے کوئی چیز اُسکو نہ دی پھر آیا اور جنید سے کہا جنید نے کہا اے ابابکر اپنی قیمت جان کہ خلق کو کسی چیز کے ساتھ امت اختیار کرو اور مجھ جتنی ریاضت کی ہو گی تم کو کسی گناہ اور ذلتوں مصری سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ ایک رفیق رکھتا تھا میں نے خدے تعالیٰ کی حکم کے موافق اُسکو آگے بلایا اور دنیا کی نعمت سے عقبی کی نعمت کیساتھ اُسکو پہنچایا اُسکو میری خواب میں دیکھا اور



کہا کہ خدائی تعالیٰ نے فرشتے ساتھ کیا کیا کہا مجھ کو بخش دیا میں نے کہا کہ تھک گیا اور  
 کہا امیر میری بندہ کیمنوں اور بچوں کے لئے بہت سچ اٹھا اور ان کے کئے تو نے ماتھے پھیلایا اور  
 اُس میں نہ لے صبر کیا مجھ کو میں نے اس سبب بخشا اور ایک گروہ فرشتہ حق کی واسطے خلق سے سوال  
 کیا دنیا کے سب مال حق تعالیٰ کی ملک ہے، جائیداد اور تمام مخلوق کو اُس کا وکیل سمجھ کر اور وہ  
 چیز کہ اُن کے نفس کے نصیب کی طرف لوٹا، حق تعالیٰ سے نہ چلا اور اُس کے وکیل سے چلا اور  
 اپنی بات اُس کی تحقیق بندہ جو وکیل سے عرض کرے صبر و طاعت میں اُس سے زیادہ  
 نزدیک ہو کہ خداوند کے نزدیک پس اُن کا سوال غیر عکالت حضور اور اپنی اقبال کی ہو  
 بحق نہ غیبت کی اور اعراض کی حق سے میں نے کتاب میں دیکھا ہے کہ یحییٰ بن معاذ کو گھرا ایک کی تھی سنی  
 ایک زمان سے کہا کہ مجھ کو فلاں چیز چاہیے اُسکی ماں نے کہا خدا ہی مانگ کہا اے مادر میری مجھ کو  
 شرم آتی ہے کہ اپنی نفسانی خواہش کو اُس کے مانگوں اور جو چیز کہ تو بھی اُسکی طرف سے  
 ہو اور رومی میری تقدس کی ہو پس اُس کا سوال فایده ہو کہ اگر مقصود کسی سوال کا پورا ہو تو اوس  
 سے زیادہ خوش نہ ہو جیسا کہ پورا نہ ہونے سے اور خلق کو درمیان میں نہ دیکھے تو اور عورتوں  
 اور باندیوں کے سوال نہ کرے تو اور اپنا راز اُس کے سوا کسی سے نہ کہہ کہ مال حلال ہو نہ کما یقین ہو و جبکہ ہو کہ  
 اپنے نصیب پر سوال نہ کرے تو اور اُس سے تجمل اور کہ خدائی نہ کرے اور اوس کو ملک نہ کرے  
 کل کے خیال کو دل میں نہ لائے تاکہ ہلاک جاودانی میں ملے نہ ہو و اور  
 اپنے آپت پارسائی پیدا نہ کرے تاکہ تجلی سب پارسائی کے کچھ زیادہ دین ایک پیر کو میں نے  
 پایا جو زرگان صوفیہ سے تھے جنگل سے ظاہر ہو فاقہ زدہ اور مسافرت کا رنج کھینچے ہوئے  
 کوفہ کے بازار میں آئے اور ایک چڑیا کو ماتھے پر ٹھیلایا ہوئی اور کہتے تھے اس چڑیا کے  
 واسطے مجھ کو کچھ دو لوگوں نے کہا امی شخص تو یہ کیا کہتا ہے کہا حال ہو و کی میں کہوں خدا  
 کے واسطے مجھ کو کوئی چیز دو دنیا میں سوائے حقیر کے کسی کو شفیع نہ کریں یہ بیان تہوڑا ہی  
 بہت وہ جو اسباب میں شرط ہیں مختصر کیا میں نے طول ہونے کے خوف سے ۛ



# کتاب النکاح والعتق باب النکاح کفریہ اور نکاح بین ابن النکاح والعتق

خدا نے رسول فرمایا۔ ہن لباس لکھا انتم لباس لہن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تناکھا  
تکاثروا فانی اباهی بکمالہم یوم القیامۃ ولو بالسقط اور نیز کہا از اعظم النساء برکتہ  
اقلہن مؤنۃ واحسنہن وجوہا و احسنہن خروجا۔ اور یہ حدیثیں صحیح  
کی ہیں یہ سب نکاح کے مباح ہوتے پر دلالت کرتی ہیں۔ تمام مردوں اور عورتوں پر اور  
فرض اس کے حق میں ہے کہ حرام سے پرہیز نہیں کر سکتا اور سنت اس کے واسطے کہ حق عیال کا  
کے اور شاخوں ایک گروہ کہتا ہے کہ نکاح شہوت کی دفع کرنیکے واسطے چاہی اور کسب فراغت  
دل کے واسطے اور ایک گروہ نے کہا کہ نسل کے ثابت کریمکے واسطے چاہیے اور جب فرزند ہو اگر  
باپ آگے دنیائے رخصت ہو یا پ کا شفیع ہو اور اگر باپ آگے جاوے گا گو ہے اور حدیث  
میں کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ام کلثوم کے واسطے جو لڑکی فاطمہ بنت محمد مصطفیٰ صلی اللہ  
علیہ وسلم کی تھیں اونکی باپ علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ نکاح کے واسطے درخواست کی او  
علی نے کہا وہ ابھی چھوٹی ہے اور تم ٹوٹے آدمی ہو اور میری بنیت ہے کہ اس کو نہ  
بھیجے عبد اللہ بن جعفر کو دو لگا حضرت عمرؓ نے کہا بھیجا کہ یا ابا الحسن دنیائیں بڑی عمر کی عورتیں بہت ہیں  
میری مراد ام کلثوم سے دفعہ شہوت نہیں ہے بلکہ نسل کا ثابت کرنا ہے کیونکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ  
وسلم سے میں نے سنا ہے کہ فرمایا کل نسب وحسب ینقطع بالولت الا نسبی وحسبی  
دیو دی کل سبب نسب ینقطع الا نسبی ونسبی اب میرے واسطے سبب تو موجود ہے  
نسب بھی چاہتا کہ دونوں طرف سے انکے اتباع کو مضبوط کروں علی رضی اللہ عنہ نے ام کلثوم  
کو عمر کو دیا اور زید بن عمرؓ ان سے پیدا ہوئی اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تکلیف النساء  
علی راجعۃ علی المال والحسب الحسن والدین فعلیکم بذات الدین فانه ما تعقلو



امر بعد الاسلام خیر من ذریعہ موافقت بیداریہا اذا نظر الیہا نکاح کریں  
 عورتیں چار پر مال اور دین اور حسن اور حسب پر پس لازم پکڑیں ذات دین کو پس فوائداور زواہد  
 سب چیزوں بہتر بعد اسلام زن مومنہ موافقت سے ہونا کہ اُس کے ساتھ اُنس پکڑی خاص کر مومن  
 اور دین میں اُسکی صحبت کیساتھ ایک قوت پائے اور دنیا میں ایک دوستی کیونکہ تمام حشمتیں تہائی  
 میں ہیں اور تمام راحتیں صحبت میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الشیطان ہم احوال  
 اور حقیقت میں مرد یا عورت جو تنہا ہو اُس کے نزدیک شیطان ہو کہ شہوت کو آراستہ کر کے اُس کے دل کے  
 روبرو پیش کرے اور اگر نجس کی صحبت ہو تو حرام نہیں اور کوئی عذاب مشغولی یا مقدر نہ ہو کہ جیسے کہ عورت  
 ناجنس کی صحبت ہو۔ پس درویش کو چاہیے کہ پہلے اپنے کام میں نائل کرے اور مجرد رہے اور نکاح  
 کرے شکی آفتیں اپنے دل کے روبرو پیش رکھے جس آفت کا دفع کرنا دل پر زیادہ آسان ہو اوسکا  
 متابع ہو کہ تجربہ میں جملہ دو آفتیں ہیں ایک ترک سنت ہو دوسرا شہوت کا غلبہ دل پر اور حرام پر  
 مبتلا ہو نہ بکا خطرہ اور نکاح کریں بھی دو آفتیں ہیں ایک دل کا غیر کے ساتھ مشغول ہونا اور دوسرے  
 بدن کا مشغول ہونا نفس کو خطین اور اصل اس مسئلہ کی گوشہ نشینی اور صحبت کی طرف  
 رجوع کرتی ہے وہ شخص جو خلق کیساتھ صحبت اختیار کرے اُس کے واسطے نکاح کرنا شرط ہے اور  
 وہ شخص جو تنہائی خلق سے اختیار کرے مجرد رہنا اُس کے واسطے زینت ہو اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے فرمایا سیر و اسبق المقدم دن چلو کہ مفردوں نے تم پر سبقت پکڑی اور ابراہیم خواص سے  
 منقول ہے کہ انہوں نے کہا میں ایک گاؤں میں آیا ایک بزرگ کی زیارت کے ارادہ سے کہ  
 اُس جگہ رہتی تھے اور جب اُنکے گھر میں گیا ایک گھر پاکیزہ دیکھا جیسا کہ عبادت خانہ اولیا کا تھا  
 ہے اندر دو محراب بنی ہوئی تھیں اُسکی ایک محراب میں پیر بیٹھا ہوا اور دوسری محراب میں ایک  
 بوڑھی پاکیزہ اور روشن بیٹی ہوئی اور دونوں ضعیف ہو گئے تھے کثرت عبادت میری آنے سے  
 انہوں نے بہت خوشی کی اور تین روز اُس جگہ لا جب بیوی و ماں سے واپس ہونا چاہا بیٹی بوجھا اُس  
 پیسر کہ یہ عقیقہ کون ہے اور تجھ سے کیا تعلق ہے کہا ایک جانب سے میری چچا کی لڑکی اور دوسری



طرف میری عیال ہے یعنی کہا ان تین روز میں سخت بیگانہ وار دیکھا صحبت میں کہا ۶۵ برس  
 اسی طرح سے گزری ہیں یعنی کہا اسکا سبب مجھ سے میان کراؤنے کہا لڑکپن کے زمانہ میں ایک سر  
 پر ہم عاشق تھے اور اسکا باپ اسکو بھی نہیں دیتا تھا کیونکہ ہماری دوستی کا حال اسکو معلوم  
 ہو گیا تھا ایک مدت تک بات کا بیج اٹھاتا رہا یہاں تک کہ اس کے باپ نے وفات پائی وہ میرا چچا تھا میرا پتہ جو اسکا چچا تھا  
 اسکو مجھ کو دیدیا جبکہ اس نے شکوہ ہم آپس میں ایک دوسرے کے مجھ سے کہا تو جانتا ہے کہ خدا تعالیٰ  
 نے ہم کو کیا نعمت مرحمت فرمائی ہے کہ ہم کو ایک دوسرے سے ملا یا اور ہمارے دلوں کو قید اور خوف کی قتل  
 سے فارغ کیا مینے کہا ہاں اونی پس آج رات آپ کو نفس کی خواہش سے ہم باز رہیں گے اور  
 اپنی مراد کو نیچے پاؤں کے لائیں اور خدا کی عبادت کریں اس نعمت کی فکر میں مٹی کھا بہت بہتر دوسری شب بھی  
 یہی کہا تیسری شب مٹی کہا اب رات تیری واسطے شکر ادا کیا مینے آج رات میرا واسطے بھی  
 عبادت کریں اب ۶۵ برس ہو چکے ہیں کہ یاہر آری ہیں اور ہم نے ایک دوسرے کو نہیں دیکھا ہے اور  
 عمر بھر سے نعمت کا شکر ادا کرتے ہیں پس جب کوئی درویش صحبت اختیار کرے جہاں تک ہو سکے  
 بیوی کی قوت حلال کرے اور مہربانی حلال کرے اور اگر وہ جتنا حقوق خداوندی ہو اور اس کے امر سے کچھ باقی رہے  
 اپنے حظ نفس میں مشغول ہو اور جب نئی وظائف ادا کر چکے بستر کا خیال کرے اور جیسا ہی خواہش اور مراد پوری کر چکے  
 تو خداوند تعالیٰ سے بطور سنا بات کہے بار خدا باتوں شہوت آدم کی خاک میں گوند ہی تاکہ عالم کو آباد کرے اور اپنی علم میں تعالیٰ  
 چاہے تاکہ مجھ کو یہ صحبت ہو یا رب یہ صحبت میری دو چیز کے واسطے کر ایک حرص حرام کو حلال کے ساتھ اور دوسرے  
 فرزند ملی مجھ کو عطا کر دے ایسا فرزند کہ میرے ڈر لگو تجھے اپنے ساتھ مشغول کرے اور سہل بن عبد اللہ  
 تشریحی روایت ہے کہ اس کے ایک لڑکا پیدا ہوا جبکہ بچپن میں اس کے چھانا مانگتا اس کی ماں  
 کہتی خدا سے مانگ مہراب میں جاتا اور سجدہ کرتا اس کی ماں اس کی مراد کو پوشیدہ اسکو دیتی اس طو  
 سے کہ اسکو یہ نہ معلوم ہو کہ ماں نے دی ہوتا کہ درگاہ الہی میں دعائی عادت نہ دھاوی ایک روز وہ لڑکا  
 ندر آیا ماں گھر میں نہ تھی لڑکے نے سہ کو سجدہ میں کھائے تعالیٰ نے وہ چیز جو وہ مانگتا تھا اسکو عطا فرمایا اور اسکا  
 ماں اندر آئی اور اسکو دیکھا اور کہا اسے پس یہ کہاں سے آیا ہے وہی کہا اسکا بچہ ہے کہ بار بار مانگتا تھا



جبکہ تو کر یا صلوات اللہ علیہ حضرت مریم رضی اللہ عنہ کے پاس آنی گرمی کے موسم میں جاڑوں کے میوے  
 اور جاڑی کے موسم میں گرمی کے میوے دیکھتے تعجب سے پوچھتے وہ کہتیں من عند اللہ یعنی اللہ  
 کے پاس ہے درویش کو چاہیو کہ سنت پر عمل کرنا اسکو دنیا کی طلب اور حرام اور شغل دل میں نہ ڈالے  
 کہہ جا۔ درویش کی ہلاکت اُسکے دل کی خرابی میں ہے جیسے کہ خرابی امیر کے گھر کی اور خاندان کی  
 خرابی میں ہے پس وہ جو امیر کو خراب ہو او اسکو عوض ہو اور وہ چیر جو فقیر کو خراب ہو اسکا عوض  
 نہ ہو اور ہمارے زمانہ میں ممکن نہیں کہ کسی کو ایک عورت موافق ہو ورنہ اس سبب ایک گروہ فر  
 بخر پیدا و تخفیف کو اختیار کیا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خیر الناس فی آخر الزمان  
 خفیف، الحاذق یارسول اللہ وما خفیف الحاذق قال الذی لا اهل له ولا ولد له  
 یعنی بہتر آدمیوں کا آخر زمانہ میں خفیف الحاذق ہے عرض کیا گیا یا رسول اللہ خفیف الحاذق کیا چیز ہے  
 فرمایا وہ شخص ہے کہ جسکے زن و فرزند نہ ہوں، اس طریقت کے تمام مشائخوں کا اتفاق ہوا سب بات  
 پر کہ سب اچھا اور سب فاضل اہل طریقت میں مجروح ہے اگر دل اونکا آفت اور طبیعت اونکی  
 گناہوں کے کر نیکی ارادہ و خالی ہو اور عزم نبوت رانی کیلئے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اس فرمان کو کہ خبالی من دنیا کہ  
 ملکت الطیب والنساء وجعلت قرة عینی فی الصلوۃ یعنی دوست کیا گیا دنیا و میرے لیے  
 تین چیزوں کو خوشبو اور غور تو لکی اور کی گئی۔ نور چشم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نمازیں۔ اس حیث کو حجت پکڑتے  
 ہیں اور کہتے ہیں کہ جبکہ عورتیں اونکو محبوب ہوئیں تو نکاح کرنا زیادہ بزرگ ہو، ہم کہتے ہیں کہ پیغمبر صلی  
 اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لی خفتان الفقر الجہاد پس کس واسطے حرفت سے ناتھہ روکتے ہیں جو وہ اُسکی محبوب  
 یہ آپ کی حرفت ہو پس اس سبب کہ انکی خواہشوں کو اسکی طرف میل بہت زیادہ ہی اپنی خواہش  
 کو پیغمبر کا محبوب کہنا محال ہو کوئی شخص سچا پس برس اپنی خواہش کا تابع رہا ہو وہ کہہ دے کہ وہ متابع  
 سنت کا ہے وہ بڑی غلطی پر ہے اور سب میں پہلے فتنہ جو آدم علیہ السلام کو سر پہ آیا اسکی بھی اصل  
 ایک عورت تھی بہشت میں اور سب میں پہلے جو فتنہ ظاہر ہوا دنیا میں اسکا سبب بھی ایک عورت تھی یعنی  
 فتنہ ہانبل اور قائل کا اور حبیب خداوند تعالیٰ نے چاہا کہ عذاب کرے اسکا سبب بھی ایک عورت تھی۔



اور آج کے دن تک جب قدر فتنہ دینی اور دنیوی ہیں اور ان کا سبب عورتیں ہیں اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مائت رکعت بعد می فتنۃ اضرب علی الرجال من النساء یعنی کوئی فتنہ بعد اپنے سینے نہ چھوڑا زیادہ تر نقصان دینے والا مردوں پر عورتوں کی طرح ہے ان کا فتنہ ظاہر میں مقدر ہے باطن میں کیسا ہوگا۔ امین کہ علی بن عثمان الجلابی ہوں رضی اللہ عنہ بعد اس کے کہ حق تعالیٰ نے مجھ کو گیارہ برس تک نکاح کی آفت سے نگاہ رکھا تھا حکم کیا تو فتنہ میں پڑا میں اور میرا ظاہر و باطن ایک پرسی صفت کا اسیر ہوا بغیر اُس کے کہ رویت ہوئی تھی اور ایک سال اس کا مستغرق رہا میں ایسا کہ نزدیک تھا کہ دین مجھ پر تباہ ہو تو حق تعالیٰ نے اپنے لطف کامل اور فضل اتم سے عصمت کو دل پہنچا کر استقبال کی واسطے بھیجا رحمت کے ساتھ خلاصی از رانی رکھی اور سب میں فائدہ اس طریقت کا تجربہ پر قرار دیا ہے جب نکاح ہوا حال دگرگون ہوا اور کوئی لشکر شہوت کے لشکروں سے بڑھ کر غارت گری نہیں مگر کہ اس کی آگ کو اجتہاد سے بجھا سکیں اس سبب کہ جو آفت تجھ سے اُٹھے اُس کے دفع کا اہل بھی تیرے ساتھ ہو کوئی غیر نہ اُسے تو وہ صفت تجھ سے زائل ہو اور شہوت کا زوال دو چیز سے ہو ایک وہ کہ آدمی قدرت کے نیچے داخل ہے دوسرا وہ کہ دائرہ کسب مجاہد سے باہر ہو لیکن وہ جو تحت تکلف میں مقدر آدمی کی ہے وہ گری ہو اور وہ جو کلیف سے باہر ہو وہ مقید کرے والا خوف ہو یا کوئی محبت جو تفاریق ہم کی گنج جمع ہو اور محبت اپنی سلطانی جہم کو اجزائیں پر گنہ کرے اور تمام خواہش کو محبت اور انکی صفت معزول کرے اور کل بندہ کو جدا کرے اور ہر ل کو اُسے فانی کرے اور احمد حامد سرخسی جو مادر النہر ہیں میرا دوست تھا اور ایک مرد بزرگ اُس سے لوگوں نے کہا تجھ کو نکاح کی حاجت ہے اُس نے کہا نہیں انہوں نے کہا کس واسطے راوی کہا اس سبب کہ میں اپنے زمانہ میں یا غائب ہوتا ہوں آپ سے یا حاضر اپنے ساتھ جیسا کہ غائب ہوتا ہوں دونوں جہان کی مجھ کو یاد نہیں ہوتی اور جب حاضر ہوتا ہوں اپنی نفس کو ایسا رکھتا ہوں کہ جب ایک روٹی پائے جائے کہ ہزار حور کو میں نے پایا پس



دل کا شغل ایک کام بہت بڑا ہوگا اور ایک گروہ سے کہتا ہوں اپنا اختیار دلوں حال سے  
 منقطع کریں تو حکم تقدیر اور پردہ غیب کے کیا ظاہر ہو اگر تحریر ہمارے قسمت میں ہے  
 عفت میں کوشش کریں اور اگر نکاح ہو و متابع سنت کے ہو دیں اور  
 فرغ دل میں کوشش کریں کیونکہ جب دہشت حق قائم ہو تجرید بندہ کی ایسی ہو  
 جیسے کہ یوسف علیہ السلام کی کہ بامعنی زینحائیں جو مراد پر قدرت کے وقت اپنی مراد سے منہ  
 پھیرا اور خواہش کے مقہور کرنے میں اور اپنے نفس کے عیب دیکھنے میں مشغول ہوئی اس وقت  
 میں کہ زینحائے ان کے ساتھ خلوت کی اور اسکا نکاح مثل نکاح ابراہیم کے ہو نہایت اعتماد  
 سے جو اسکو حق تعالیٰ کے ساتھ تھا اہل شغل کو اسکا شغل رکھتا تھا تا کہ جب اسکو رشک پیدا ہوا تو ابراہیم  
 ناجزہ کو پسند کرادی غیر زینحائے چھوڑا اور حق تعالیٰ کے پسند کر دیا اور آپ پس چلے آئے تو حق تعالیٰ نے اپنی امت کی  
 انکو پالا جیسا کہ چاہا پس ملاکت بندہ کی نکاح اور مجبور نہ ہو بلکہ بلا اوس کے اختیار کے ثابت کہیں دیں و اپنی خواہش  
 کی تابعداری کر نہیں ہوا و متاہل کی آداب کی شرط یہ ہو کہ اوسکے ورائے ثبوت نہ ہو وین اور حال ضائع نہ  
 ہو اور اوقات پر گندہ نہوں اور اپنے اہل کے ساتھ شفیق ہو اور نفقہ حلال ان کو دے  
 اور اوسکے نفقہ کے ادا کرنے کے واسطے ظالموں اور سلاطین کی رعایت نہ کرے تو اگر فرزند ہو بشرط  
 ہو اور حکایتوں میں مشہور ہو کہ احمد بن حرب نیشاپوری رضی اللہ عنہ ایک روز ایک جماعت کے  
 ساتھ ریسیوں اور سادات نیشاپور سے جو اوسکے سلام واسطے آئے تھے بیٹھے تھے  
 کہ اون کا لڑکا شراب پیئے ہوئی مسرت رو دیکھتا ہوا اور سرود گاتا ہوا اندر آیا اور انکے  
 پاس ہو کر گزرے عزتی کے ساتھ اور کسی سے خوف نہ کیا وہ سب متغیر ہوئے احمد  
 نے یہ بات انہیں دیکھی کہا کہ تمکو کیا ہوا کہ تغیر ظاہر ہوا ہر ایک نے کہا کہ اس لڑکے کے  
 اس حال سے گزرے پر تم پر ہنسنے تعجب کیا اور وہ بخند سے نہ ڈلا احمد نے کہا وہ معذور ہے  
 اس سبب کہ ایک رات ہکو پڑوسی کے گھر سے ایک چیز کھانے کی لائے مینی اور میری  
 بیوی نے اوسے کھایا اس رات کو ہماری صحبت کا اتفاق ہوا یہ فرزند اس ہوا اور خواب یہ



پڑی اور ہمارا اور اوضاع ہو گئی جبکہ صبح ہوئی تھی اپنے حال کی بہت تلاش کی اور اُس پڑوسی کے پاس ہم پھر گئے اُس یافتہ کو کچھ ہمارا سن بھیجا تھا کہاں سے بھیجا تھا کہا ایک شادی کو موقعہ آیا تھا جب تحقیق کیا ہنر بادشاہ کے گھر سے گیا تھا اور مجرد کے آداب کی شرط یہ ہے کہ آنکھ کو ناز و بیاض چیزوں سے نگاہ کھی اور جو چیزیں دیکھنے کے قابل نہیں ہیں اور نہ دیکھے اور جو سوچنے کے قابل نہیں ہیں اور نہ سوچے اور شہوت کی آگ کو بہونکا سہنے سے بچاؤ اور دل کو دنیا اور اُس کے واقعات کی مشغولی سے نگاہ رکھے اور نفس کی خواہشوں کو عالم اور الہام نہ کہے اور شیطان کی پیروی پر تاویل نہ کرے تاکہ طریقت کے نزدیک مقبول ہو یہ ہیں مختصر آداب صحبت کے اور اس کے معاملات تھوڑے بہت کے واسطے دلیل ہوں +

## وسوال کشف المحجوب ان کی منطق اور الفاظ اور حدود

### اور معانی کی حقیقتوں کے بیان میں

جانتا چاہیے کہ ہر پیشے والے کو اور ہر معاملہ والے کو ایک دوسرے کے ساتھ اپنے اسرار کے جاری کرنے میں عبارتیں ہیں اور کلمات کہ سوائے انکے اور کئی بیجا ہیں اور ان عبارتیں اور کلمات کے وضع کرنے سے دو باتیں مراد ہوتی ہیں ایک اچھا سمجھنا اور باریک بینی کا آسان کرتا تاکہ مرید کے فہم سے زیادہ نزدیک ہو اور دوسرے بھید کو چھپانا ان لوگوں سے جو اس علم کے اہل نہ ہوں اور دلائل اس کے واضح ہیں جیسا کہ لغت والے اپنی موضوع عبارتوں کے ساتھ مخصوص ہیں مثل فعل ماضی اور فعل مستقبل اور صیغہ اور محتل اور اجوف اور نصیف اور ناقص اور وہ جو اسکی مانند ہیں اور نحو والے اپنی موضوع عبارتوں کی ساتھ مخصوص ہیں مثل رفع اور نصب اور فتح اور خفض اور کسر اور جزم اور جہا و منصرف اور غیر منصرف اور جو اسکی مانند ہوں۔ اور عروض والے مخصوص ہیں اپنی موضوع عبارتوں



کے ساتھ جیسے بخور و دوا و سبب تندرناصلیہ کے اور وہ جو اسکی مانند ہو اور محاسب لوگ مخصوص ہیں اپنی موضوع عبارتوں کو ساتھ جیسے فردا اور زوج اور ضرب اور قسمت اور کعب اور جزا اور اضافت اور تضعیف اور تصحیف اور جمع اور تفریق اور جو اسکی مانند ہو اور فقہاء اپنی موضوع عبارتوں کو ساتھ مخصوص ہیں مثل علت اور معلول اور قیاس اور اجتہاد و دفع والزام اور اسکی مانند اور حدیث والے مخصوص ہیں اپنی موضوع عبارتوں کے ساتھ مانند مسند اور مرسل اور آحاد اور متواتر اور مرجع اور تعدیل کے اور اسکی مانند اور علم کلام والے اپنی موضوع عبارتوں کے ساتھ مخصوص ہیں مثل عرض اور جوہر اور کل و جز اور جسم و حدث و جثہ اور حیز اور تخیل اور ہول و اورنگ و مثل پس اس گروہ کے واسطے بھی الفاظ موضوع ہیں تاکہ اپنے کلام کو ظاہر کریں اور اپنی طریقت میں اس کے ساتھ تصوف کریں اور اسکو کہ چاہیں اپنا مقصود ظاہر کریں اور اس سے کہ چاہیں پوشیدہ کریں پس میں بعض ان کلمات سے بیان شرح لاتا ہوں اور فرق بیان کرتا ہوں کہ درمیان دونوں کلموں کے اُن کی مراد اس کی کیا ہوتا کہ تجھ کو اور پڑھنے والوں کو اس کتاب کے پورا فائدہ حاصل ہو پس او تمہیں سے حال ہی اور وقت اور فرق اون میں وقت اس گروہ میں مشہور ہے اور مشایخ کو اس میں کلام بہت ہے اور میری تحقیق کا ثابت کرنا ہی نہ بیان کا طول دینا پس وقت وہ ہوئے کہ بندہ اُس کے ساتھ ماضی اور مستقبل سے فارغ ہو جیسا کہ وارد حق سے اس کے دل کی تھامے اور اس کی سرکواو کے ساتھ مجتمع کرے جیسا کہ اس کے کشف میں مجتمع ہوں نہ گذری ہوئی سے اُس کے یاد آوے اور نہ ناآمدہ سے پس تمام خلق کو اس میں قدرت نہ ہو وی اور پچھلا حال ہمارا نہ جانیں کہ کس طور پر گذرا اور ہماری عاقبت کس طرح پر ہوگی سو امی خداوند کے جو وقت کہ کہتے ہیں کہ علم ہمارا عاقبت اور سابق کو اواساک نہیں کر سکتا ہمارا وقت حق تعالیٰ کو ساتھ خوش ہے کیونکہ اگر کل کو ہم مشغول ہوویں یا اوسکا اندیشہ دل پر گذریں وقت سے محجوب ہوویں اور پرانندگی کا حجاب عظیم ہو پس جس چیز پر قدرت نہ ہو اوسکا اندیشہ محال ہو جس طرح کہ بوسعید خرازی نے اپنے



وقت عزیز کو سوائی عزیز ترین چیزوں کی اور کسی چیز میں مشغول نہ کیا اور سب سے زیادہ عزیز  
چیزوں کا بندہ کو مشغول ہو درمیان ماضی اور مستقبل کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا  
لی مع اللہ وقت لا یسعی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل۔ مجھ کو خدائے  
تعالیٰ کے ساتھ وقت ہے کہ اس وقت میں اٹھارہ ہزار عالم کو میرے درجے گزر نہ ہوا اور  
میری آنکھ میں ٹھہ نہیں اور اس سے ہو دے کہ جب شب معراج میں زینت زمین اور آسمان  
کو اونکے رویہ و پیش کیا کسی چیز کو نہ دیکھا تو خدائے عز و جل نے فرمایا ما ذا غ البصر  
وما طغی اس سبب کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم عزیز تھے اور عزیز کو سوائی عزیز کے  
مشغول نہ کریں پس موعود کے اوقات سے ایک وقت ہو حال فقہ میں اور دوسرا حال  
وحد میں ایک محل وصال میں اور ایک محل فراق میں اور دونوں وقت میں وہ مقہور  
ہو اس سبب کہ وصل میں اس کا وصل حق کے ساتھ ہوا و فصل میں اس کا فصل بھی حق  
کے ساتھ اور اختیار اور کتاب اس کا اس درمیان میں ثبات پائے تو اس کا کوئی  
وصف کر سکیں اور جب بندہ کے اختیار کا ماتم ہو سکے زمانہ سے قطع ہو وہ جو کرے وقت  
کا زریب ہو اور جنید رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ کہا ایک فقیر کو بیٹے دیکھا  
جنگل میں ایک بول کے نیچے بیٹھا ہوا ایک جگہ سخت اور بامشقت میں بیٹے کہا اے  
بھائی تجھ کو کتنی آرام ہو ایگہ ٹھہرایا ہے ایسی جگہ میں اس نے کہا جانے لے کہ مجھ کو ایک  
وقت تھا اس جگہ ضائع ہوا ہے اب اس جگہ میں بیٹھا ہوں اور اس کا غم کر رہا ہوں  
بیٹے کہا اس جگہ کتنے عرصہ سے بیٹھا ہے اس نے کہا بارہ برس ہوئی ہیں اب شیخ  
ایک ہمت میرے کام میں کرے تو شاید اپنی مراد پر پہنچوں اور اپنا وقت پھر پاؤں۔  
جنید نے کہا میں گیا اور حج ادا کیا اور اسکے واسطے دعا کی بیٹے وہ قبول ہوئی۔  
اور وہ اپنی مراد پر پہنچا جب میں پھر آیا اس کو اسی جگہ بیٹھا ہوا پایا میں نے کہا امی  
جو انمرد اب کہ وقت پھر پایا تو نے کس واسطے اس جگہ سے بندہ جگہ پر نہ گیا تو اس نے کہا



نے شیخ ابجد کو کہ لازم کیا تھا جو جب محل وحشت تھا اور سرمایہ کو اس جگہ گم گیا تھا بیٹے کیوں کر  
 جائز ہو کہ اب اس جگہ کو کہ جہاں سرمایہ کو پھر پایا بیٹے اور میری انس کی جگہ ہے  
 چھوڑوں میں شیخ سلامتی کے ساتھ جاؤں میں اپنی خاک کو اس جگہ کی خاک کے ساتھ  
 ملاؤں گا تاکہ قیامت میں سراسی خاک سے باہر لاؤں کیونکہ پایہ انس اور محل میرے  
 سرور کا ہے پس وہ چیز کہ حکم اس کا تحت کسب آدمی میں نہ آوے تو تکلف کے  
 ساتھ حاصل کرے بازار میں بیچیں نوجوان اس کے عوض میں نہ دے اور اس کو  
 انکسب میں اور اس کے رفع کرنے میں ارادہ نہ ہو اور دونوں طرف اس کی رعایت میں تساوی  
 ہوں اور اختیار بندہ کا اس کی تحقیق میں باطل اور مشائخوں نے کہا ہے کہ الوقت سیف  
 قاطع اس سبب کہ صفت تلوار کی کاٹنا ہے اور صفت وقت کی بھی کاٹنا ہے  
 وقت درمیان مستقیل اور ماضی کے ہوا اور اندوہ گل کا اور فردا کا دل سے محو کرے  
 پس صحبت شمشیر کی با خطر ہو یا ملک کرے یا ہلاک کرے اگر کوئی ہزار سال تلوار کی  
 خدمت کرے اور اپنے کتف عزیز پر اس کو جمائے کر می اپنے کانٹے کے وقت میں  
 تمیز نہ کرے درمیان گردن اپنے صاحب کے اور اس کے بغیر کے اس سبب کہ اس کی  
 عشق فہر ہے اس کے صاحب کے اختیار کرنے سے فہر اس سے زائل نہ ہو دے اور  
 حال وارد ہو دے وقت پر کہ اس کو مزین کر می جیسا کہ روح جسد کو اور لا محالہ وقت حال  
 کی طرف محتاج ہو کیونکہ صفائی وقت کی حال کے ساتھ ہو اور اس کا قیام  
 اس کے ساتھ پس جب صاحب وقت صاحب حال ہو بغیر اس سے منقطع ہو اور اپنے  
 زمانہ میں مستقیم ہو کیونکہ وقت بیجاں کے ساتھ زوال جائز ہو جب حال اس کے ساتھ  
 ملا تمام زمانہ اس کا وقت ہو اور زوال اس پر جائز نہ ہو اور وہ جو آمد و شد کرے  
 سکون اور ظہور سے ہو جیسا کہ آگے اس سے صاحب وقت کو نازل وقت ہو اور  
 ممکن کو غفلت جائز ہو اور صاحب غفلت پر نازل حال ہو اور ممکن وقت



اس سبب کہ صاحب وقت پر غفلت جائز ہو اور صاحب حال پر غفلت جائز نہ ہو اور کہا ہی الحال  
 سکوت اللسان فی فنون البیان حال والے کی زبان اپنے حال کے بیان کرنے  
 سے ساکت ہو اور معاملہ اوسکا اوسکے حال کی تحقیق کے ساتھ مطلق اور اس قبیلہ سے  
 ہو جو اس پر نے کہا رضی اللہ عنہما سوال عن الحال محال کہ عبارت حال سے محال ہو  
 اس سبب کہ حال فنا و انتقال ہو اور استیلا علی فراق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اگر دنیا میں  
 یا عقیلی میں سرور ہے یا ثور سو وقت کا حصہ ہے جس میں تو ہے اور پھر حال ایسا نہ ہو کیونکہ  
 وارو ہے حق سے بندہ کی طرف جب اسے ان سبکدول سے نفی کرے جیسا کہ یعقوب علیہ السلام  
 صاحب وقت تھے کبھی فراق میں فراق سے آنکھ سفید کرتے تھے اور کبھی وصال سے وصال  
 میں بینا ہوتے تھے کبھی مویہ سے مثل مویہ کی ہوتے اور کبھی نالہ سے مثل نالہ کی اور کبھی  
 روح سے مانند روح کی ہوتے اور کبھی سرور سے مانند سرور کی اور ابیہم علیہ السلام صاحب حال  
 تھے نہ فراق دیکھتے تھے تاکہ غمگین ہوتے اور نہ وصال تاکہ سرور ہوتے تھے اور چاندلا  
 سوچ سب اوسکے حال کی مدد کرتے تھے اور وہ رویت میں سبک فاریغ توجہ چیز میں سمجھتا جن  
 کو دیکھنا اور کہنا تھا لا احب الاقلین پس کبھی عالم جمیم صاحب وقت کا ہوا اس سبب کہ مشاہدہ  
 میں غیبت ہو اور حبیب گم ہونے سے اوسکا دل محل وحشت ہو اور کبھی خوشی کے سبب  
 اوسکا دل مثل جنان کی ہونے میں کہ مشاہدے میں کیونکہ ہر وقت حق کی طرف سے اسکی  
 طرف تھخہ ہوا اور ایک خوشخبری پھر صاحب حال کو اگر حجاب ہو یا کشف لغت یا بلا سبب اوپر  
 یکساں ہوں کیونکہ وہ ہمیشہ محل حال میں ہو پس حال صفت مراد ہو اور وقت درجہ برید کا  
 ایک راحت و وقت میں اپنے ساتھ ہو اور ایک فرح حال میں حق کے ساتھ پس ان  
 دونوں منبروں کے درمیان بڑا فرق ہے اور انسی سے ہی مقام اور مکین  
 اور لفرق انہیں مقام عبارت ہے طالب کے قائم ہوئے مطلوب کے حقوق کے ادا کرنے  
 میں شدت اجتہاد اور صحبت نیت کے ساتھ اور ہر ایک کو حق کے ارادہ کرنے



والوں کا ایک مقام ہے جو اونکی ... طلب کی ابتداء میں وہ سبب ہوا، اور بقدر کہ طالب  
 ہر ایک مقام سے حصہ پاتا ہے اور ہر ایک پر گزر کر تا ہے اور اس کا قرار ایک پران سے  
 ہو اس سبب کہ مقام اور ارادہ اور اس کا ترکیب جدید ہے ہونہ روش اور معاشرت سے  
 جیسا کہ خداوند عزوجل نے ہم کو خبر دی قول مقدس سے جو کہا و مامنا ا لہ مقام معلوم  
 یعنی نہیں ہے کسی کوئی مگر واسطے اس کے مقام پر جانا ہوا پس آدم علیہ السلام کا مقام نوبہ تھی، اور  
 نوح علیہ السلام کا زہرا اور ابراہیم علیہ السلام کا تسلیم اور موسیٰ علیہ السلام کا انابت اور داؤد کا حزن  
 اور عیسیٰ کا رجا اور یحییٰ کا خوف اور ہمارے پیغمبر علیہ السلام کا ذکر اور جس قدر کہ ہر ایک کو  
 ہر محل میں ایک مرتبہ آخر رجوع اور اس اپنی اصلی مقام کی طرف تھا اور میں نے محاسبیوں  
 کے مذہب میں ان کی مقامات سے تھوڑی بیان کئے ہیں اور حال و مقام میں میں نے فرق  
 رکھا ہے لیکن اس جگہ استدر چارہ نہیں ہے۔ اور جانتا چاہیے کہ خدائی عزوجل کی لہ تین  
 قسم کی ہے ایک مقام دوسرا حال تیسری تمکین اور خدائے عزوجل نے تمام نبیوں کو  
 اپنی راہ کو بیان کرنے کی واسطی بھیجا تا کہ حکم مقامات کو بیان کریں اور ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر  
 آئے تھے ہی مقامات کیساتھ اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے آئینے ہر مقام والے  
 کو ایک حال ظاہر ہوا اور اُن جگہ ملا کہ کس خلق کا اس سے منقطع ہو تو خلق پر دین تمام ہوا  
 اور نعمت انتہا کو پہنچی تو فرمایا خداوند عزوجل نے الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت  
 علیکم نعمتی یعنی آج تمہارا سلسلہ دین کو اور پوری کر دی تمہاری نعمت  
 اور وقت متمکنوں کو تمکین ظاہر ہوئی اور اگر چاہوں کہ سب احوال کو بیان کروں اور مقامات  
 کی شرح کروں مراد سے باز رہوں لیکن تمکین عبارت ہے محققوں کی اقامت کرنے سے محل  
 کمال میں اور درجہ اعلیٰ میں پس مقامات والوں کو مقامات سے گزرنا ممکن ہوا اور درجہ تمکین  
 سے گزرنا محال ہوا اس سبب کہ مقام ایک درجہ مبتدیوں کا ہے اور تمکین فرار گاہ منتہیوں  
 کی ابتدا ہی انتہا کی طرف گزرنا ممکن ہوا اور نہایت سے گزرنا ممکن نہیں کیونکہ مقامات راہ



کی منزلیں ہیں اور تمکین حضور میں قرار پکڑنا دوستان حق راہ میں عاریت ہوں اور منزلوں میں  
بیگانہ ان کا سر حضوری میں ہوا اور حضرت میرا آفت ہوا اور اوزار غنیمت اور علت اور  
جالیبت میں شعرا اپنے ممد و حوں کی مدح معاملات کیساتھ کرتے اور جیتک تھوڑا زمانہ  
نہ گزرتا اسکی شعرا دہ کرتے جیسا کہ جب کوئی شاعر کسی ممد و ح کے حضور میں پہنچتا وہ  
تلوار کھینچتا اور چھاپا کچے پاؤں کا ڈالنا اور تلوار توڑتا اور اس سے مراد یہ ہوتی کہ مجھ کو  
چھاپا پیہ کی ضرورت تھی کہ میری حضرت کی مسافت کو اس کے ساتھ طحی کروں اور تلوار کی سوا یکہ  
اپنے حاسد و نکو جو مجھ کو میری صداقت سے روکتی تھی آپ بازار کھتا، اب جب کہ تیرے  
پاس میں پہنچا مسافت کا آلہ کس کام میں آئے اور چارہ کی کٹا کیونکہ جمع تجھ سے  
جائزہ رکھوں اور میرے تلوار کو توڑا اور تاکہ میری رگاہ قطع کو دل پر نہ گذاروں۔ اور  
جب چند روز گزرتے اسوقت وہ شعر پڑھتے اور حق تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو بھی اس پر  
حکم فرمایا کہ جب منزلوں کو قطع کر کے اور مقامات سے گزر کر محل تمکین میں پہنچے، اور  
تلوین کے سبب اس کے ساقط ہوئی حق تعالیٰ نے فرمایا فاتحہ نعلیک والی عصا  
یعنی اپنی جو تیروں پاؤں سے باہر کر اور اپنی ٹھہیا کو پھینک کیونکہ وہ مسافت کے  
آلہ ہیں اور حضرت وصلت میں مسافت کے آلہ کی وحشت محال ہو پس دوستی کی ابتدا  
مانگنا ہوا اور انتہا قرار پکڑنا پانی کا جیتک کہ رد میں ہو روان ہو جب دریا میں پہنچا۔  
قرار پکڑے اور اٹھ بھاؤ تو جس کی کو پانی چاہیے اسکی صحبت میں میل نہ کرے اس کی  
صحبت میں وہ آدمی میل کرے کہ اسکو جو اہر چاہیں تو جان کو ترک کرے اور اسکی  
طلب میں مصروف ہو اور سراوند ہا کر اس دریا میں جاوے تو جو اہر عزیز اور درکنوں ہاتھ  
میں لاوے اور یا جان عزیز اپنی فنا کرے اور ایک شاخوں رحمہم اللہ سے کہتا ہے  
کہ تمکین رفح تلوین ہے اور تلوین بھی اس گروہ کے عبارات سے ہی جیسے کہ حال اور  
مقام کہ معنی میں ایک دوسرے کے ساتھ نزدیک ہیں۔ اور تلوین سے مراد تغیر اور



ایک حال سے دوسرے حال پر پہنچنا اور مقصود اس کلمہ سے یہ ہے کہ ممکن ہو نہ ہو اور رخت  
 کھانگی حضرت نہیں لیگیا ہوا اور غیر کا اندیشہ دل سے دور کیا ہو نہ ایسا معاملہ کوئی ہو کہ  
 اس کے ظاہر کو بدل دے اور نہ ایسا حال ہو کہ اس کے باطن کا حکم متغیر کرے جیسا کہ جب موسیٰ  
 علیہ السلام متلون تھے حق تعالیٰ نے ایک نظر طور تجلی سے اس کی ہوش جانی رہی جیسا  
 کہ تھوڑی عرصہ جل سے فرمایا۔ وخرموسیٰ صلی علیہ وسلم یخشی علیہ السلام بہوش ہو کر گرے  
 اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ممکن تھے کہ سے قباب و بین تک عین تجلی میں تھے  
 حال سے نہ پھرے اور متغیر نہ ہوئے اور یہ درجہ اعلیٰ ہو و اللہ اعلم پس تمکین و و  
 طرح پر ہو ایک وہ کہ نسبت اس کی شاہد حق کے ساتھ ہو اور ایک وہ کہ صفت اس کی  
 اپنے شاہد کے ساتھ ہو اس کو کہ نسبت تمکین کی اپنے شاہد کے ساتھ ہو وہ باقی صفت  
 ہو اور اس کو کہ شاہد حق کے ساتھ ہو فانی الصفت ہو اور خاص کر فانی الصفت  
 کو خواہد الحق حق اور فنا اور بقا اور عدم و وجود و دست نہ آئے اس سبب  
 کہ ان اوصاف کی اقامت کے واسطے موصوف چاہیے اور جب موصوف متفرق  
 ہو اقامت صفت کا حکم اس سے ساقط ہوا اور اس معنی میں کلام بہت ہے مینے  
 اس کو مختصر کیا اور انہیں سے محاضرہ ہے اور مکاشفہ اور ان میں فرق  
 جانتا چاہیے کہ محاضرہ حضور دل پر پڑے لطائف بیان ہیں اور مکاشفہ حضور تحریر  
 پر پڑے خلیفہ عیان ہیں پس محاضرہ شواہد اشد ہیں اور مکاشفہ شواہد شہادت  
 ہیں اور محاضرہ کئی پہچان نشانیوں کے دیکھنے کی قدر میں ہمیشہ رہنا ہی اور مکاشفہ کی  
 علامات ہمیشہ اس کی کہ غیبت میں متحر رہنا ہے اور فرق ہے درمیان اس کے کہ افعال  
 میں متفکر ہو اور درمیان اس کے کہ حلال میں تھیر ہو کیونکہ ان دو کے ایک ہی علت  
 کا ہوا و دو سراقہ بن محبت کے لئے نہیں بھیجا کہ جیسا خلیل نے صلوات اللہ علیہ آسمان  
 کے ملکوت میں نگاہ کی اور اس کے وجود کی حقیقت میں تامل اور فکر کیا اس کے



دل اوسکے کے ساتھ حاضر ہوا فعل دیکھنے سے فاعل کا طالب ہوا تو فعل کا جملہ درجہ کو بھی  
 دلیل فاعل کی کیا یہاں تک کہ کمال معرفت میں کہا اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهَیْ لِلَّذِیْ فِیْ فَطْرِ  
 السَّمٰوٰتِ وَالدَّارِیْنَ حَنِیْفًا۔ اور عیب کو جب ملکوت میں لینگے کل کی رویت سے  
 آنکھ نہ کھلی فعل نہ دیکھا اور آپ کو بھی نہ دیکھا اور فاعل کے ساتھ مکاشفہ ہوا پس کشف  
 میں شوق اور شوق کے زیادہ ہوا اور قلق اور قلق کے زیادہ ہوا رویت کی طلب  
 کی جو کہ رویت ممکن نہ تھی ارادہ قربت کا کیا قربت ممکن نہ ہوئی قصد وصل کا کیا وصل کی  
 صورت نہیں ہے جب قدر کہ دل پر دوست کے تنزیہ کا حکم زیادہ ظاہر ہوا شوق اور  
 شوق کے زیادہ ہوا نہ مٹے پھیرنے کی صورت تھی نہ تو پھر نیک اسکا ان متحیر ہوا جس جگہ کہ  
 خلعت ہو حیرت کو کفر ٹھہرا اور جس جگہ کہ محبت ہو وصل شرک ہوا اور حیرت سرمایہ ہوئی۔  
 اس سبب کہ اس جگہ خلعت میں حیرت ہستی میں ہوا اور وہ شرک ہوا اور محبت میں  
 حیرت چگونگی میں اور یہ توجید ہوا۔۔۔۔۔ اور اس معنی سے ہو کہ ہمیشہ شبلی کہتے۔ با  
 دلیل المتحیرین نہ ادنیٰ تحیراً۔ اس سبب کہ زیادتی تحیر کی مشاہدہ میں زیادتی درجہ کی  
 ہو اور حکایات میں مشہور ہے کہ جب ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ ابراہیم سعد علوی دوست  
 خدا کو دریا کے کنارہ پہنچا پوچھا اس سے کہ راہ کجی کیا چیز ہے۔ کہا راہ یہ  
 حق دو ہیں ایک راہ عوام کی اور دوسری راہ خواص کی اون سے کہا اس کی شرح کرو کہا  
 راہ عوام کی وہ ہے کہ تو اوس پر قائم ہے کہ سبب کسی علت کے قبول کرتا ہے۔ اور  
 سبب کسی علت کے رد اور راہ خواص کی یہ ہے کہ یہ نہ معلل دیکھیں علت اور  
 حقیقت ان حکایات کی شرح کے ساتھ بیان کی گئی ہے اور اسکے سوا مراد نہیں ہے  
 او نہیں سے قبض و لبط ہے اور فرق دونوں میں۔ جانتا چاہیے کہ قبض  
 و لبط دو حال ہیں حالات سے کہ تکلیف بندہ کی اوس سے ساقط ہے۔ جیسا کہ  
 آناؤں کا سبب نہ ہو اور جانا کسی کوشش سے نہیں اور خداوند تعالیٰ نے فرمایا



واللہ یقبض ویبسط پس قبض عبارت ہے قبض قلوب کی حجاب کی حالت میں اور ببط  
عبارت ہے ببط قلوب کی کشف کی حالت میں اور یہ دونوں حق کی معرفت ہیں بغیر  
تکلف بندہ کی اور قبض عارفوں کے حال میں مثل خوف کی ہو مریدوں کی حال میں اور  
بسط اہل معرفت کے حال میں مانند رجا کی ہو مریدوں کی حال میں بقول اس گروہ کے جو  
قبض و ببط کو اس معنی میں حمل کریں اور مشائخ سے ایک گروہ اس بات پر ہے کہ رتبہ قبض کا  
رفیع زیادہ ہے ببط کی رتبہ دو معنی کے سبب ایک اس سبب کہ اس کا ذکر مقدم ہے  
کتاب میں اور دوسرے گروہ کہ قبض میں گداز و قہر ہے اور ببط میں نوازش اور لطف  
اور لا محالہ ترک بشریت اور قہر نفس زیادہ بزرگ ہو پور و نوازش اور لطف ہی اس سبب  
کہ وہ حجاب اعظم ہے اور ایک گروہ اس بات پر ہے کہ ببط کا رتبہ زیادہ رفیع ہے قبض کے  
رتبہ سے اس سبب کہ کتاب میں ذکر قبض کو مقدم کرنا اس بات کی علامت ہے کہ  
فضل میں ببط مقدم ہے اس سبب کہ عرب کی عرف عادت میں یہ ہے کہ ذکر میں اس  
چیز کو مقدم کہتے ہیں جو فضل میں مؤخر ہو جیسا کہ خدائے عزوجل نے فرمایا فہنھم  
ظالم لِنَفْسِهِ وَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ یَا ذِی اللہ اور نیز فرمایا ان اللہ  
یحیب التَّوَابِینَ و یحب المتطہرین اور نیز فرمایا یا مریحاً قننتی لِرَبِّکَ  
وَ اسجدی و اذکعی مع الراکعین اور کہا ببط میں سرور ہے اور قبض میں ثبور  
اور سرور عارفوں کا سوائے وصل معرفت میں نہ ہو و اور ثبور اون کا سوائے فضل  
کے مقصود میں نہیں پس قرار محل وصل میں بہتر ہے قرار سے محل فراق میں میر پیش رخ  
کہتے تھے کہ قبض و ببط دونوں ایک معنی میں ہیں کہ حق سے بندہ کے ساتھ ملیں کیونکہ جب  
وہ معنی دل پر نشان کریں یا سر اون کے ساتھ مشر ہو و اور نفس مقہور اور نفس سرور  
قبض قلب میں ایک اس کے نفس کا ببط ہو اور ببط سر میں دوسرا قبض اس کے نفس کا  
ہو اور وہ جو اس کے سوا معنی بیان کرتے ہیں تَضِیعُ الْفَاسِ ہو اور اسی سے ہے



جو بایزیدؒ نے کہا قبض القلوب فی بسط النفوس و بسط القلوب فی قبض النفوس  
 پس نفس مقبوض خلل سے محفوظ ہوا اور بسط بسط اذلل سے مضبوط اس سبب کہ غیرت  
 دوستی میں مذمت ہو اور قبض علامت غیر حق تعالیٰ کی ہو اور دوست کو دوست کے  
 ساتھ باہم عتاب شرط ہے اور بسط علامت عتاب کی ہو اور آثار میں مشہور ہو کہ جہتک  
 یحییٰ ہے روتے ہے اور جہتک علیؑ ہے ہنستے ہے اس سبب کہ یحییٰ منقبض تھے  
 اور علیؑ منبسط جب ایک دوسرے کے پاس پہنچے یحییٰ کہتے اے علیؑ تو طبیعت سے  
 بیخوف ہوا ہے علیؑ کہتے اے یحییٰ تو رحمت کا امید ہوا پس رونا نیز احکام ازلی کو پہیر  
 اور نہ ہنسنا میرا قضا کی ہوئی کو باز رکھے لا قبض ولا بسط ولا طمس ولا انس  
 ولا محو ولا صحو ولا محق ولا عجز ولا جہل الا من الله سوائے اُس کے نہ ہو  
 جو ہو چکا اُس میں سے انس و ہیبت ہے اور فرق دونوں میں جان  
 کہ نیک بخت کرے تجھ کو اللہ تعالیٰ کہ انس و ہیبت و حالت ہیں اونکے حالات جو طریق حق  
 کے چلنے کے درپے ہیں اور اُس سے ہے کہ جب حق تعالیٰ بندہ کے دل پر تجلی کرے  
 شاہد جلال کے ساتھ اوس میں ہیبت اونکا نصیب ہوا اور پھر جب بندہ کو لپہر شاہد جمال  
 کے ساتھ تجلی کرے اوس میں انس اونکا نصیب ہو تو ان ہیبت و سکے جلال سے تعب پر ہوں  
 اور انس والے اُسکے جمال سے برطرف پس فرق ہو کہ درمیان اُس ول کے کہ اُس کے  
 جلال سے دوستی کی آگ میں جلتا ہوا ہو اور اُس ولی کے کہ اُسکے جمال شاہد کے نو میں ہو  
 پس ایک گروہ نے مشائخوں میں سے کہا ہے کہ ہیبت عارفوں کی درجہ ہے اور انس مریدوں  
 کا درجہ اس سبب کہ جس کی کو حضرت حق اور اوس کے اوصاف کی تنزیہ میں پورا قدم  
 ہو ہیبت کو اوسکے پر غلبہ زیادہ ہوا اور انس سے طبعیت اوسکی زیادہ نفرت کر نیوالے  
 اس سبب کہ انس جنس کے ساتھ ہوا اور چو مجانست اور مشاکلت بندہ کو حق کے  
 ساتھ محال پس انس اوسکے ساتھ صورت نہ پکڑے اور اوس سے خلق کے ساتھ



بھی انس بحال ہو اور انس ہو تو اسکے ذکر و اس میں ممکن ہو اور اسکا ذکر اس کا غیر ہوا اس سبب کہ وہ صفت بندہ سے  
 ہو اور غیر کے ساتھ آرام محبت میں کذب اور دعویٰ اور ہنداشت ہو اور پھر ہیبت مشاہد  
 عظمت ہو اور عظمت صفت حق کی ہو اور ہیبت فرق ہو درمیان انس بندہ کے کہ اسکا  
 کام اپنے آپ ہے ہو اور انس بندہ کے کہ اسکا کام اپنی فناء سے بقاء حق کے ساتھ ہو  
 اور شبلی رحمۃ اللہ علیہ حکایت بیان کرتے ہیں کہ کہا میں تھوڑی مدت چانتا تھا کہ طرب  
 محبت میں کرتا ہوں اور انس اسکے مشاہدہ کے ساتھ پکڑتا ہوں اب میں نے چاہا  
 کہ انس سوائے جنس کے ساتھ نہ ہو اور پھر ایک گروہ نے کہا کہ ہیبت قرینہ فراق  
 اور عقوبت کا ہو اور انس نتیجہ وصل کا اور محبت کا ہو چاہیے کہ دوست ہیبت سے  
 محفوظ ہوں اور انس کے ساتھ نزدیک کیونکہ لا محالہ انس محبت کا اقتضا کرے جیسا  
 کہ محبت کو محالست محال ہے نہ حاصل کر انس کو بھی محال ہو میرا شیخ کہتا میں تعجب  
 کرتا ہوں اس سے کہ کہے انس حق تعالیٰ کے ساتھ ممکن نہ ہو لا محالہ حب بندہ اس کے  
 فضل کو دیکھے اسکو دوست رکھے اور حب دوست رکھنا تو انس پکڑے اس سبب کہ دوست  
 ہیبت بیگانگی ہو اور انس بیگانگی اور صفت آدمی کی یہ ہے کہ منعم کے ساتھ انس چٹکاتا  
 جب حق کی طرف سے ہمارے واسطے اتنی نعمتیں اور ہمارے ساتھ معرفت ہو محال ہو  
 کہ ہم اسکی ہیبت کی بات کریں اور میں کہ علی بن عثمان الجلابی ہوں رضی اللہ عنہ کہتا  
 ہوں کہ دونوں گروہ اس مصیبت میں ہیں ان کے اختلاف اس سبب کہ غلبہ ہیبت  
 کافس اور اس کی خواہش کے ساتھ ہو اور فنا کرنا بشریت کا اس سے اور غلبہ انس کا  
 سر کے ساتھ ہو اور بالنا معرفت کا سر میں حق تعالیٰ تجلی جلال سے دوستوں  
 کے نفس کو فانی کرے اور تجلی جلال سے ان کے سر کو باقی کرے پس وہ لوگ جو فنا  
 والے تھے انہوں نے ہیبت کو مقدم کہا اور وہ لوگ جو بقاء والے تھے انہوں نے  
 انس کو فیضیت دیا اور اس کے فنا و بقاء میں اس کی شرح کی گئی ان میں سے



قہر و لطفت ہے اور دونوں میں فرق خاص اس گروہ کی دو عبارتیں جو اپنی  
 حال سے کرتے ہیں اور انکی مراد قہر سے تائید حق کی ہو اور انکی فتنہ کرنے سے اور آرزوؤں  
 سے نفس کا باز رکھنا اس سبب کہ انکی مراد ہوا اور لطفت سے مراد تائید حق ہو بقا اس  
 اور دوم مشابہت اور قرار حال کے ساتھ درجہ استقامت میں یہاں تک کہ ایک گروہ کی کہا کہ  
 کرامت حق تعالیٰ سے حصول مراد ہے اور یہ پہلے لطفت تھی اور ایک گروہ نے کہا کہ کرامت  
 وہ ہے کہ حق تعالیٰ بندہ کو اپنی مراد کے ساتھ انکی مراد سے باز رکھے اور انکو اپنے مراد ہی  
 کے ساتھ مقہور کر دے ایسا کہ اگر دیر یا میں جاؤے تشنگی کے حال میں دریا خشک ہو دے کہتی  
 ہیں کہ بغداد میں دو فقیر رہتے تھے بزرگ فقیروں کی ایک صاحب قہر تھا اور ایک صاحب لطفت  
 اور ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ مقابل رہتا اور ہر ایک اپنی حال کو دوسرے کے حال پر فضیلت  
 دیتا ایک کہتا تھا کہ لطفت حق کی طرف بندہ پر شرف اشیا ہی اس سبب کہ کہا ہے اللہ لطیف  
 بعبادۃ اور دوسرا کہتا کہ قہر حق سے بندہ پر اہل اشیا ہی اس سبب کہ کہا دھوا القاهر  
 فوق عباده اور یہ بات انہیں دراز ہوئی اس وقت تک کہ اس صاحب لطفت نے مکہ کا ارادہ  
 کیا اور جنگل میں گم گیا اور نیک میں نہ پہنچا اور برسوں کی خبر کسی نے نہ پائی تو ایک وقت مکتب سے  
 بغداد میں ایک شخص خاص آتا تھا اسکو دیکھا راستہ میں کہا امی بھائی جب عراق میں جاؤے  
 اس میں سے رفیق سے کچھ میں کہہ کہ جو چاہے تو اندر باد یہ کو اسکی مشقت کے ساتھ مانند  
 کچھ بغداد کی دیکھی اب باد یہ میرے حق میں کچھ بغداد کی مانند ہے جب یہ فقیر کچھ بغداد  
 میں آئی اور اس کے رفیق کو ڈھونڈا اور پیام ادا کیا اور دوست نے کہا جب تو واپس  
 ہو کر جاؤے اس سے کہہ کہ اوہیں کوئی شرف نہ ہو کیونکہ باد یہ بامشقت کو تیری حق میں مانند  
 کچھ بغداد کی کیسا ہے تاکہ درگاہ سے پھاگے تو شرف آئیں ہو کہ کچھ بغداد کو نعمت اور اسکے  
 عجاایات کے ساتھ ایک کے حق میں باد یہ بامشقت کیا اور وہ اوہیں خوش ہوا  
 شبلی سے منقول ہے کہ کہا اپنی مناجات میں اے خدا اگر آسمان کو برالوق کر دے تو



اور زمین کو میرا پابند کر دی اور دنیا کو میرے خون کے ساتھ نشہ کرے میں تجھ سے نہ  
پھر ونگا اور میرے شیخ کہتے ہیں کہ ایک سال، اولیاء خداوند کو جماعت تھی جنگل میں اور میرا  
پیر حصری رحمۃ اللہ علیہ مجھ کو اپنا ساتھ لے گیا ایک گروہ کو بیوی دیکھا کہ ہر ایک تخت پر بیٹھا ہوا آتا تھا اور ایک گروہ کو تخت پر  
بٹھا کر لاتے تھے لو ایک گروہ کو لے آتا تھا۔ اس جنس حصری اور ایک طرف توجہ نہ کرتے یہاں تک کہ ایک جوان کو دیکھا میں نے کہ آتا تھا  
جوتیان پٹی پہنی اور بچیا ہونی اور پاؤں کام سے گئے ہوئے سرنگے اور بدن جلا ہوا  
اور ضعیف اور دُیلا جب وہ ظاہر ہوا حصری کو ذکر اوسکے آگے آگئے اور اوسکو درجہ  
بلند پر بٹھلایا۔ کہا کہ متعجب ہو ایسے اوسکے پیچھے شیخ سے مینی پوچھا اسنے کہا وہ ڈلی ہے اولیاء  
خداوند سے کیونکہ متابع ولایت کا نہیں پھر ولایت اوسکی متابع ہو اور کلمات کی طرف کچھ توجہ نہ کرے اور غرض  
یہ کہ جو کچھ ہم خود ہم اختیار کریں ہماری بلا ہو و اور میں سوائے اسکے کہ نہیں چاہتا جو حق تعالیٰ  
مجھ کو چاہی تاکہ حق تعالیٰ مجھ کو اوسکی آفت نگاہ رکھے اور شرارت نفس سے مجھکو  
چھوڑا دی۔ اگر قہر میں رکھے تمنا لطف کی نہ کروں اور اگر لطف میں رکھو سرارادہ ... قہر کا نہ ہو  
کیونکہ ہم کو اوس کے اختیار پر اختیار نہیں ہے۔ اور اس میں سے نفی اور  
اثبات ہے اور اوس میں فرق۔ اس طریقت کے مشائخ رضی اللہ عنہم آدمیت کی صفت  
میں محو ہونیکو تائید حق کی اثبات کے ساتھ نفی و اثبات کہا ہے اور نفی سے صفت  
بشریت کی نفی کہی ہے۔ اور اثبات سے برہان حقیقت کا اثبات اس سبب سے کہ محو  
دور کرنا کل کا ہو اور نفی کل کی سوائے صفات پر نہ پڑے کیونکہ ذات پر بقا بشریت کے  
وقت میں نفی حاصل نہ ہو پس چاہیے کہ مذموم صفتوں کی نفی ہو محمودہ صفتوں کے اثبات کے  
ساتھ یعنی نفی دعویٰ کی ہو و مستحق تعالیٰ میں اثبات معنی کے ساتھ اس سبب کہ دعویٰ  
رعولت نفس سے ہوا و انکی عادت کے موافق جب اوصاف کے سلطان حقیقت کی مقہور  
تو کہیں نفی صفات بشریت کی ہے اثبات بقا حق کے ساتھ اور اس معنی میں آگے  
اس فقر و صفوت اور فنا و بقا کے باب میں کلام کیا گیا ہے۔ اور اوس پر مبنی



اختصاص کیا اور نیز لکھتے ہیں کہ خبر اوس کے ساتھ نفی اختیاریہ کی ہوا ثبات اختیار حق کے ساتھ اور اُس سے ہو دیکر اُس موقوف نے کہا اختیار الحق بعد مع عدم بعدہ  
 خیر من اختیار بعد لنفسه مع جملہ بریہ اُس سبب کہ دوستی نفی اختیار عیب  
 کی ہوا ثبات اختیار مجرب کے ساتھ اور یہ مقرر ہے سب کے نزدیک اور حکایتوں میں  
 مینے پایا کہ ایک فقیر دریا میں غرق ہوتا تھا ایک شخص نے کہا اے بھائی تو بچنا چاہتا ہے  
 کہا نہیں کہا پس تو ڈوبنا چاہتا ہے کہا نہیں کہا جب کام ہے کہ نہ ہلاک اختیار کے  
 ساتھ کری تو نہ نجات کہا مجھ کو نجات کی ساتھ کیا کام ہو جو میں اختیار کروں میرا اختیار  
 وہ ہے کہ حق مجھ کو اختیار کری اور مشائخ نے کہا ہے کہ سب کم درجہ دوستی اپنی اختیار کی  
 نفی کرتا ہے پس اختیار حق لازمی ہے کہ نفی او کی ممکن نہ ہو دیکر اور بندہ کا اختیار عرضی ہوا دیکر  
 ساتھ نفی جائز ہو چاہیے کہ اختیار عرضی کو پہنچاؤنگے لافے تو اختیار لازمی بقا پائے  
 جیسا کہ موسیٰ صلوٰۃ اللہ علیہ پہاڑ پر گئے تاکہ حق کی رؤیت کی تمنا کریں اپنی اختیار کے ثبات  
 میں کوشش کی حق کی کہاد بادی حق تعالیٰ نے فرمایا ان تذاقی کہا اے خدا یا دیدار حق ہے  
 اور میں حق ہوں اس انکار کی کہ یہ حکم آیا کہ دیدار حق ہی لیکن دوستی میں اختیار باطل ہے اور اس معنی میں  
 کلام بہت ہی لیکن میری مراد اس کی زیادہ نہ ہو تو جانتے تو کہ مقصود اس قوم کی عبارت سے  
 کیا چیز ہے اور اللہ کیساتھ توفیق ہے اور اس معنی کی جملہ ذکر جمع اور تفرقہ اور فناء و بقا اور  
 غیبت حضور کا گذرا ہے نہ کہ متصفو میں سجدہ کہ ذکر و سحر اور سکر کا اُن معانی کے اشکال کا لایا  
 ہوں اُس جگہ ڈھونڈنا چاہی اُس سبب کہ جگہ بیان اُن سب کی اُس جگہ چھٹی بسبب ضرورت  
 کے ابجگہ لایا ہوں تو مذہب ہر کئی دیکر کے ساتھ شرح ہو واللہ اعلم اور اُن میں سے  
 مسک اور محاذ ثمتہ ہے اور اول میں فرق یہ ہے عبارت و حال کی ہیں کا ملان طریق  
 حق کے احوال سے اور حقیقت او کی حدیث سر ہو مقرون بہ سکوت زبان یعنی محاذ ثمتہ اور  
 حقیقت مسمرہ کی انبساط ہو چھپانے کے ساتھ اور اسکے ظاہر معنی یہ ہیں کہ مسمرہ بندہ



کے واسطے ایک وقت ہو حق کے ساتھ رات میں اور محادثہ ایک وقت ہوں میں کہ میں سوال  
جو اظہار ہر مٹی باطنی کی ہوں اور اسی سے ہر کہ رات کی مناجات کو سامرہ کہتے ہیں اور دن  
کی دعاؤں کو محادثہ پس دن کا حال مبنی ہو کشف پر اور رات کا حال ستر پر اور دوستی میں سامرہ  
کا بل زیادہ ہو محادثہ سے اور سامرہ کا تعلق پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی حال کو ساتھ ہے پس  
حق تعالیٰ نے چاہا کہ اوسکو ایک وقت ہو اوسکے پاس جبریل علیہ السلام کو بھی براق کو ساتھ تو  
اوسکو رات میں مکہ سے قریب سین تک پہنچا یا اور حق کیساتھ راز کہا اور اس بات سنی اور جب  
انتہا کو پہنچی اوسکی زبان کشف جلال میں گونگی ہوئی اور اوسکا دل کثرت میں منجبر ہوا اور  
اوسکا علم ادراک سے باز رہا اور اوسکی زبان بیان سے عاجز ہوئی کہ لا احصى ثناء عليك  
اور محادثہ کا تعلق موسیٰ علیہ السلام کے حال سے ہی کیونکہ جب اوسنے چاہا کہ اوسکو حق تعالیٰ  
کے ساتھ ایک وقت ہو چالیس روز کے بعد وعدہ اور انتظار سے دن میں طویر آئے اور  
خداوند تعالیٰ کی بات سنی تو منبسط ہوئی اور رویت کا سوال کیا اور مراد سے باز رہے اور اوسکے  
ہوش جاتے رہے جبکہ ہوش میں پھر آئے کہا ثبت الیك تاکہ فوق ظاہر ہو اوس میں کہ لائے  
ہوں سبحان الذی اسری بعبداہ لیلاً اور اوس میں کہ آیا ہو وکتا میاء منی  
لیبقا تساپس رات دوستوں کی خلوت کا وقت ہو اور دن بندوں کی خدمت کا وقت  
اور لایحیٰ حبیب بندہ حدیث سے اندر گزرنے سے اوسکو زجر کریں پھر دوست کی خدمت ہو تو کہ  
اوسکے اندر گزرنے سے ملامت کے لائق ہو کیونکہ جو دوست کریم لائے پندیر دوست کی نہو  
ادون میں علم الباقین اور عین المیقین اور حق الباقین ہے اور اون میں شرف  
جانتا چاہیے کہ ہر جیسا اصول کے ان جملہ الفاظ سے اپنے معلوم کے ساتھ علم مراد ہے اور  
علم الباقین کے اپنے معارف کے بیان صحیح ہونے پر علم نہ ہو اور حبیب علم حاصل ہوا غیبی اوس میں  
مانند عین کی ہو اس سبب کہ قیامت میں وہ مومن جو حق تعالیٰ کو دیکھیں اسی صفت کے  
ساتھ دیکھیں جیسا کہ آج اوسکو جانتے ہیں اگر اوسکے برخلاف دیکھیں رویت صحیح نہ ہو قیامت



کو اور یا علم درست نہ آئے آج کے روز اور یہ ہر دو طرف خلاف توحید کے ہوں اس سبب  
 کہ آج کے روز علم خلق کا اوسکے ساتھ درست ہوا اور قیامت کو اونکی رویت درست پس علم  
 یقین مانند عین یقین کی ہوا اور حق یقین مانند علم یقین کی ہوا انہوں نے کہ عین یقین کو استغراق  
 کے ساتھ علم کہا ہے رویت میں اور وہ محال ہے کیونکہ رویت خاص کر حصول علم کے  
 واسطے آلا ہے مانند سماع وغیرہ کی جو استغراق علم کا سماع میں محال ہوا اور رویت میں  
 بھی محال ہو پس مراد اس گروہ کی اس علم یقین کے ساتھ دنیا کے معاملہ کا علم ہے احکام  
 ادا کر کے ساتھ اور عین یقین سے علم حال نزع کے ساتھ اور دنیا سے باہر جانے کی وقت اور  
 حق یقین سے علم کشف رویت کے ساتھ بہشت میں اور کیفیت اونکے حالات کی معاشرت  
 ساتھ پس علم یقین درجہ علما کا ہے بسبب اونکی استقامت کو احکام امور پر اور عین یقین مقام  
 عارفوں کا ہے بسبب اونکی استغداد کے مرگ کو اور حق یقین فنا گاہ دوستوں کی ہے بسبب اون کو  
 روگردانی کے کل موجودات سے پس علم یقین مجاہدہ سے ہوا اور عین یقین موانست سے اور  
 حق یقین مشاہدہ کے ساتھ ہوا اور یہ ایک عام ہے اور دوسری خاص اور تیسری خاص الخاص  
 اون میں سے علم اور معرفت ہے اور فرق اون میں اصول کے علموں نے علم معرفت  
 کے درمیان کچھ فرق نہیں کیا ہے اور دونوں کو ایک کہا ہے سوال کے کہ حق تعالیٰ کو عالم کہہ سکتے ہیں اور  
 عارفین کہہ سکتے لیکن - مشائخ اس طریقت کو اس علم کو جو معاملات اور حال کو ساتھ  
 مقرون ہوا اور عالم اور عبادت اپنے حال سے کرے اور معرفت کہیں اور اور کو عالم کو عبادت  
 اور ہر ایک عالم کو جو معنی سے مجرد ہوا اور معاملات خالی اور کو علم کہیں اور اور کو عالم کو عالم  
 پس وہ جو شخص کسی چیز کو معنی اور اسکی حقیقت کا عالم ہوا اور کو عارف کہیں اور وہ جو صرف  
 عبارت کا جائز و ناجائز اور اسکو حفظ کر رکھا ہو بے حفظ اور معنی کے اور کو عالم کہیں اور  
 یہی وجہ ہے کہ بلکہ بلکہ گروہ صوفیہ کے لوگ اپنی تجولینوں استخفاف کیا ہیں تو اور کو دشمن کہیں  
 اور عوام کو یہ بات ناپسند ہوا اور اونکی مراد حصول علم کے سبب اور اونکی برائی کو نہیں مانتی



اونکی مراد اوسکی دُرانی ہے ترک معاملات کے ساتھ ان العالم قائم بنفسہ والعالف  
 قائم بذہ اور اسمعنی میں کلام بہت ہوا ہے کشف الحجاب معرفت میں اور ابجگہ اسی قدر  
 کافی ہوگا اُن میں سے شریعت ہے اور حقیقت اور فرق اُن میں یہ دو  
 عبارت ہیں خاص کر اس قوم کو کہ ایک صحت حال ظاہر کی طرف سے اور ایک اقامت  
 حال باطن کی اور اس معنی میں دو گروہ غلطی پر ہیں۔ ایک علماء ظاہر ہیں کہ کہتے ہیں ہم حق  
 نہیں کریں گے اُس سبب کہ شریعت خود حقیقت ہے خود شریعت اور حقیقت ایک  
 گروہ ملاحظہ سے کہ قیام ہر ایک کا ان سے بے دوسرے جائز رکھیں اور کہیں کہ جب  
 حال حقیقت کا کشف ہوا شریعت اوٹھی اور یہ کلام مشبہ اور قراطلہ اور شیعہ اور  
 موسون کا ہے۔ اور دلیل اس پر کہ شریعت حکم میں حقیقت کے بدلے یہ ہو کہ تصدیق کے  
 قول سے ہے ایمان میں اور دلیل اس پر کہ اصل میں جدا نہیں ہے ایک ہے یہ ہے کہ  
 کہ تصدیق بے قول ایمان نہ ہو اور قول بے تصدیق کے ایمان نہیں اور فرق ظاہر ہے۔  
 درمیان قول و تصدیق کے پس حقیقت عبارت ہے ایسے معنی سے کہ جب کا نسخ ہونا جائز نہ ہو اور  
 آدم علیہ السلام کے زمانہ سے عالم کے فنا ہونے تک اوس کا حکم متساوی ہے جیسے کہ معرفت حق  
 کی اور اپنے معاملہ کی صحت خلوص نیت کے ساتھ اور شریعت بھی عبارت ہے ایسے معنی  
 سے کہ نسخ و تبدیل اوس پر جائز ہو مثل احکام دادر کی پس شریعت فعل بندہ کا ہو اور حقیقت  
 داشت خداوند کی اور حفظ و عصمت اوسکی پس اقامت شریعت بے وجود حقیقت کے محال ہو  
 اور اقامت حقیقت کی بے حفظ شریعت کے بھی محال اور مثال اُس کی مانند ایک شخص  
 کی ہو زندہ جان کے ساتھ اور حیب جان اُس کے جدا ہو وہ شخص ایک مردار ہو اور جان  
 حیب اُس کے ساتھ ہو قیمت اوسکی ایک دوسرے کی مقارنت سے ہے اسی طرح شریعت بے  
 حقیقت کے ریاگائی ہو اور حقیقت بے شریعت کے تفاق اور خداوند نے کہا والذین  
 جاهدوا فینا لنھدینھم سبیلنا یعنئے جن لوگوں نے ہماری راہ میں مجاہدہ کیا



البتہ ہم دکھلا دیں گے اور ان کو اپنی راہ مجاہدہ شریعت ہو اور ہدایت حقیقت وہ ایک حفاظت  
بندہ کی ہو احکام ظاہر کو آپ پر اور دوسری حفاظت حق کی ہو احوال یا ظن کو بندہ پر۔ پس  
شریعت مکاسب ہو اور حقیقت عطیات سے اور نوع دوسری ان حدود کی ایک عبارت ہی  
کہ استعارہ قبول کرے ان کے کلام میں اور ان کے حکم کی شرح اور تفصیل بہت مشکل ہو اور میں  
مختصر طور پر اس نوع کا بیان کرتا ہوں انشاء اللہ تعالیٰ۔ الحق اور ان کی مراد حق سے خداوند ہو  
کیونکہ یہ ایک نام ہے حق کے ناموں میں جیسا کہ کہا ذلک بان اللہ هو الحق الحقیقۃ اور ان کی  
مراد اس لفظ سے بندہ کی اقامت ہو محل وصل خداوند میں اور اس کے سر کا وقوف میں  
محل تنزیہ پر اچھے سجدہ پر گزرنے کے احکام تفریق سے الوطنات وہ ہے جو سر میں وطن  
پذیر ہوں معافی الہی سے الطمس نفی میں کی ہو کہ اس کا اثر نہ رہی الشمس نفی میں کی ہو وہی  
اور اس کے ساتھ دل سے العلایق وہ اسباب ہیں کہ طالب لوگ اس کے ساتھ تعلق کریں  
اور مراد سے باز رہیں الوسائط وہ اسباب کہ اس کے ساتھ تعلق کرنے کے ساتھ مراد پر پہنچیں الفرائد  
زیادتی انوار کی ہوں۔ بین الفوائد اور اس کے اپنے لایدرک الملجأ اپنی مراد کے  
محل ہوئے بدل کا بھروسہ کرنا المنجی بدل کار مائی پانا آفت کے مقام سے الکلیۃ  
استغراق اوصاف آدمیت کا او کی کلیت کے ساتھ اللوامع مراد کا اثبات اور اس کی  
نفی ہی ورود اللوامع نور کا ظاہر کرنا دل پر اس کے فائدہ و نفع کے باقی رہنے کے ساتھ الطوالیم  
معرفت کے نور و نفاذ دل پر طوع کرنا الطوارق کوئی وارد دل میں خوشخبری کے ساتھ اور یا جو  
کے ساتھ شب کی مناجاتیں اللطائف ایک شاہ کرنا دل کے ساتھ حال کی باریکیوں سے  
الست پوشیدہ کرنا دوستی کے حالات کو النجوى چھپانا آفتوں کا غیر کی اطلاع سے  
اشارہ لا غیر مراد سے خبر دنیا بے عبارت زبان کے ایما پیش کرنا خطاب بے عبارت کے  
اور اشارہ کے وارد معافی کا دل میں حلول کرنا انتباہ دل سے غفلت کا دور ہونا۔  
اشتباہ مشکل ہونا حال کا دو طرف حکم حق و باطل میں قرار حال کی حقیقت سے



نزدیک اور ہوتا۔ اتنا حال و حدانیت کے حال میں دل کا حرکت کرنا دوسری قسم ان حد کی  
 وہ الفاظ ہیں کہ خداوند تعالیٰ کی توحید میں استعمال کریں اور ان کے اعتقاد کے بیان کرنے میں  
 اور خفائق میں بے اعتقادہ کے استعمال کریں اور ان میں حال ہے اس لفظ سے خداوند غرض کی  
 مخلوق مراد ہے اور کہتے ہیں کہ اٹھارہ ہزار عالم ہے اور فلاسفہ کہتے ہیں کہ پندرہ ہزار  
 عالم ہیں اور عالم ایک عالم علوی اور دوسرا عالم سفلی اور علما اصول کہتے ہیں کہ عرش سے علی  
 تک جو کچھ ہے عالم ہے غرض عالم میں اجتماع مختلفات کا ہوا اور اس طریقت والے بھی عالم  
 ارواح اور عالم نفوس کہیں اور جو مراد فلاسفہ کی ہے وہ ان کی مراد نہیں ہے بلکہ ان کی مراد  
 ارواح و نفوس کا جمع ہونا ہوا الحدیث جو وجود میں متاخر ہو یعنی نہ تھا پھر ہو گیا۔ قدیم  
 وہ ہے جو وجود میں ہمیشہ سابق ہو اور وہ ہے کہ اس کی ہستی سابق ہو جملہ ہستیوں پر اور  
 یہ ہو خداوند تعالیٰ کے نہیں ہے۔ ازل وہ ہے کہ کوئی ابتداء نہ ہو (الابد) وہ ہے جس کی  
 انتہاء نہ ہو۔ ذات ہستی چیز کی اور اس کی حقیقت (صفت) وہ ہے کہ لغت نہ قبول کرے  
 اس سبب کہ اپنے ساتھ قائم نہیں ہے (اشتم) وہ ہے جو غیر مسمی ہو (تسمیۃ) خبر  
 مسمیٰ المقی سے وہ ہے کہ عدم ہر منفی کا اقتضا کرے (اثبات) وہ ہے کہ شیعہ کے وجہ کو  
 چاہے (شبان) وہ ہے کہ وجود ایک کا دوسرے کے ساتھ جائز ہو۔ (ضدان) وہ ہے کہ  
 ضد جائز نہ ہو وجود ایک کا دوسرے کے ساتھ باقی رہنے کے ساتھ کہ وجود دوسرے کا ایک حال میں  
 غیر ان) وہ ہے کہ وجود ہر ایک کا دوسرے کے ساتھ جائز ہو (جوہر) وہ اصل  
 چیز کی جو اپنے ساتھ قائم ہو (عرض) وہ ہے کہ جو ہر کے ساتھ قائم ہو (الجسم)  
 وہ ہے کہ جو مولف ہو پر گندہ اجزا سے (سوال) حقیقت کا طلب کرنا (جواب)  
 اچھے سوال کے مضمون سے خبر جو اپنے پیر کے موافق ہو۔ قیاس وہ ہے جو امر کے مخالف ہو  
 (سفسد) امر کا ترک کرنا ہو (طلب) کسی چیز کا غیر ضابطہ جگہ پر رکھنا نہ اپنی جگہ پر  
 ہو (عدل) ہر ایک چیز کو اپنے موضع پر رکھنا (مصلک) وہ ہے کہ جہاں پر اعتراض نہ



کیا جاسکے جو کچھ وہ کر رہے ہیں وہ حد و مکہ طالب کو اس سے چارہ نہ ہو بطور اختصار اس کے۔  
 دوسری قسم یہ ہے ایسی عبارتیں ہیں کہ جو شرح کی محتاج ہو اور صوفیوں میں مستعمل ہیں  
 مقصود انکا اس عبارت سے یہ ہے کہ اہل لسان کو معلوم ہو ظاہر لفظی و خاطرانی کی مراد و صلوٰۃ  
 معنی کا یہ دل میں پھرا جلد زائل ہو گیا اور دوسری خاطرانی بگاہ اور صاحب  
 خاطر کی قدرت کے ساتھ اس کے دفعہ کرنے پر دل کی اور صاحب طریح خاطر اول کی ہو ایسے  
 امور ہیں کہ وہ حق تعالیٰ سے ہو بندہ کی طرف بغیر علت کی کہتے ہیں کہ خیر تسبیح کو ایک خطرہ  
 دل میں آیا کہ جنید دروازہ پر ہے اور خاطر کو چاہا کہ آپ کے دفعہ کرے ایک خطرہ دوسرا اذکی  
 رد میں پیدا ہوا نیز اس کے دفعہ میں مشغول ہوا تیسرا خطرہ آیا تو باہر نکلا جنید کو دیکھا دروازہ  
 پر کھڑا ہوا کہا اے خیر اگر خاطر اول کا متابع ہوتا اور مشائخ کی سیرت بجا لاتا مجھ کو اس قدر دروازہ  
 پر نہ کھڑا ہوتا پڑتا واقعہ واقعہ وہ معنی چاہیں جو دل میں ظاہر ہوں اور بقا پاویں بخلاف  
 خاطر کے اور کسی حال میں طالب کو اس کے دفعہ کرنے کا آلہ نہ ہو جیسا کہ کہیں خطر علی  
 قلبی و وقع فی قلبی پس جملہ دل محل خاطر ہیں لیکن واقعات و ایسی دل پر صورت نہ  
 پکڑیں کہ اس کے اند تمام حق کی بات ہو یہی وجہ ہے کہ جبکہ یہ کو حق تعالیٰ کی راہ میں کوئی بند ظاہر ہوا اس کو  
 قید کہیں اور کہتے ہیں کہ اور اس کو واقعہ پڑا پھر اہل لسان واقعہ و شکل مسائل کا ارادہ کرتے ہیں اور  
 جب کوئی اس کا جواب دے اور اشکال اٹھا دے کہتے ہیں کہ واقعہ حل ہوا لیکن اہل  
 تحقیق کہتے ہیں کہ واقعہ وہ ہے جس کا حل جائز نہ ہو اور وہ جو حل ہو وہ خاطر ہے نہ واقعہ  
 کیونکہ بند اہل تحقیق کی کسی چیز میں حقیقت نہ ہو اس سبب کہ ہر زمانہ اس کا بدل ہو اور  
 حال سے پھرے اختیار اختیار سے یہ جانتے ہیں کہ اختیار حق کو اپنے اختیار پر اختیار  
 کرین یعنی جو کچھ حق تعالیٰ نے ان کے واسطے اختیار کیا ہے خیر و شر کی کافی ہوا اور اختیار کرنا بندہ کا  
 حق تعالیٰ کے اختیار کو بھی خیر یا حق کے ساتھ ہو کیونکہ اگر یہ نہ ہوتا کہ حق تعالیٰ اس کو  
 بے اختیار کرتا وہ ہرگز اپنا اختیار ترک نہ کرتا اور ابو یزید رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا۔



کہ امین کون ہوتا ہے کہا وہ کہ اوسکو اختیار نہ رہا ہوا اور اختیار حق اوسکو اختیار ہوا ہوا اور جنید  
رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ ایک وقت اوسکو بخیر آیا کہا یا خدا یا مجھ کو آرام دے اوس  
کے سر میں ندا آئی کہ تو کون ہے جو میرے ملک میں کلام کرتا ہے اور تو اختیار کرتا ہے میں تدبیر اپنے  
ملک کی تجھ سے بہتر جانتا ہوں تو میرا اختیار اختیار کرنے آپکو اپنے اختیار سے ظاہر کر۔  
**امتحان** اس لفظ سے اولیاء کے دلوں کا امتحان چاہیں طرح طرح کی بلاؤں کے ساتھ جو حق  
تعالیٰ سے اوسکے دل پر پہنچ جیسے خوف و حزن اور قبض و جبر اور مانعہ کی جیسا کہ خداوند عز و  
جل نے کہا اولئک الذین امتحن اللہ قلوبہم للتقویٰ لہم مغفرة و اجر عظیم  
یعنی وہ وہ لوگ ہیں کہ امتحان کیا اللہ نے اوسکی قلبوں پر پرہیزگاری کے سبب اوسکی واسطی بخشش  
ہے اور اجر عظیم اور کچھ درجہ بلند ہے۔ بلاؤں سے دوستوں کی تن کا امتحان چاہیں طرح طرح  
کی مشقتوں اور بیماریوں اور تکلیفوں سے جس قدر کہ بلاؤں پر قوت بہت زیادہ پیدا کرے  
قرابت زیادہ ہوتی ہے اوسکو حق کے ساتھ کیونکہ بلا اولیاء کا لباس ہے اور اصفیاء کا گھوارہ اور  
انبیاء کی غذا توتلے نہ دیکھا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رغن معاشرا لانبیاء اشد  
للتاس بلاؤں ہم گروہ انبیاء کے سخت ترین آدمیوں کے از روئے بلا کے ہیں اور نیز فرمایا  
اشد الناس بلاؤا لانبیاء ثم الاولیاء ثم الاصل فالاصل سب سے زیادہ  
سخت آدمیوں کے از روئے بلا کے انبیاء ہیں پھر اولیاء پھر اصحاب پھر فقہاء پھر سب بلا ایک سب  
کا نام ہو جو بندہ مومن کے دل میں نہ پیدا ہو کہ حقیقت اوسکی نعمت ہو اور اس سبب کہ بھید  
اوسکا بندہ پر پوشیدہ ہو پھر وہ جو کافروں پر ہو وہ بلاؤں ہو و کیونکہ وہ شقاوت ہو ہرگز کافروں کو  
شقاوت سے فضا نہ ہو پس مرتبہ بلا کا مرتبہ امتحان سے زیادہ بڑا ہو کیونکہ تاثیر امتحان  
بدن پر ہو اور تاثیر بلا کی دل اور حق و نفع پر ہو تجلی تشبیہ ہو قوم ستودہ کے ساتھ قول و عمل سے اور  
پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیس الا لیسان بالتحل والتمنی لکن ما و قوی القلوب  
وصدقہ العمل پس مانند کرنا آپکو ایک گروہ کے ساتھ بے حقیقت ان کی معاملت کی تجلی ہو



اور وہ لوگ جو دکھلا دیں اور نہ ہو وہی بہت جلد بدنام ہوں اور اونکا بھید ظاہر ہو ہر چند کہ  
اہل تحقیق کے نزدیک یہ لوگ فضیحت ہوں اور اونکا بھید آشکارا التجلی، انوار حق کا اثر  
کرنا مقبول بندہ و نیکے لو پر بسبب توجہ کے کیونکہ اوس کے سبب اس امر کی لائق ہوں کہ دل میں  
حق تعالیٰ کو دیکھیں اور فرق درمیان اس رؤیت کی جو دل کے ساتھ ہو اور رؤیت ظاہر  
میں یہ ہے کہ متجلی اگر چاہے دیکھے اور چاہے نہ دیکھے یا ایک وقت دیکھے اور ایک وقت نہ دیکھے  
پھر اہل عیاں بہشت میں اگر چاہیں کہ دیکھیں نہیں سکتا کہ نہ دیکھیں کہ تجلی پر ستر جائز ہو اور رؤیت  
کے ساتھ حجاب جائز نہ ہو متجلی اون اشغال سے جو بندہ کی واسطے خداوند تعالیٰ سے مانع ہوں اعراض  
کرنیکو تخلی کہتے ہیں ایک وہیں سے دُنیا ہے کہ ہاتھ اوس سے خالی کرے اور دوسرا ارادت  
پر غفلی ہے کہ دل اوس سے خالی کرے اور تیسرے متابعت ہو اکی ہے کہ سر اوس سے خالی  
کرے اور چوتھی صحبت خلق کہ آپ کو اُس سے خالی کرے اور دل کو اُنکے اندیشہ سے خالی کرے  
شُرود طلب حق ہو خلاصی کے ساتھ آفتوں اور حجابوں اور بیقراری سے اوس میں  
کیونکہ تمام بلائیں طالب کی حجاب واقع ہوں پس طالبوں کی خیالات کو کشف حجاب میں  
اور اونکے سفر و نکو اور اونکے تعلق کو جس چیز کے ساتھ ہو شرود کہیں کیونکہ ابتدا ہی طلب  
وصل میں بیقرار زیادہ ہوا نہ تھا وصل میں متمکن زیادہ ہو قصود مراد اونکی قصود سے  
اونکے ارادے کا صحیح ہونا ہو حقیقت مقصود کی طلب پر اور قصد اس گروہ کا حرکت اور سکون  
میں متعلق نہیں ہے اس سبب کہ دوست دوستی میں اگرچہ ساکن ہو قاصد ہو اور یہ  
خلاف عادت ہے کیونکہ قاصدوں کا قصد اُنکے ظاہر پر قصد ایک تاثیر ہو یا اُنکے باطن  
میں ایک نشان سمجھ دوستانوں کے کہ باعث و طلب کہیں اور بغیر اپنی حرکتوں کے  
قاصد ہوں جب دوستی حاصل ہو یا نکل قصد ہو اصطلاح اس یہ چاہیں کہ بندہ کو خداوند  
تعالیٰ مہذب کرے اوسکے جملہ نصیبوں کی فنا کے ساتھ اور تمام نفسانی لذتوں کے دور  
ہونے کے ساتھ اور اُسکے نفس کی خواہشات پر ہرگز لغظوں کے روائے و صفات نفسانی کے



تبدیل ہونے کے ساتھ آپ کے پیچود ہو اور مخصوص ہیں اس درجہ کے ساتھ پیغمبر بدون اولیاء کے اور ایک گروہ متاسخ رحمہم اللہ سے انبیاء کریم پر اولیا پر بھی یہ بات جائز رکھیں واللہ اعلم اصطفاۃ اصطفا وہ ہو وہی کہ حق تعالیٰ بندہ کے دل کو اپنی معرفت کی واسطے فاسخ کرے تاکہ معرفت اپنی صفائی اور سکے دل میں کچھائے اور اس درجہ میں خاص ہو اور عام تمام مومن سب ایک ہیں عاصی اور فرمانبردار اور ولی اور نبی سے جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے فرمایا: **ثُمَّ ارَدْنَا لَكُمُ الْكِتَابَ الَّذِي نَصَّصْنَا فِيهِ مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِنَفْسِهِ وَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ - اَصْطَلَامٌ** اصطلام تجلیات حق ہوں جو بالکل بندہ کو اپنا مقہور کریں امتحان لطف کا اس کو ارادہ کی نفی میں قلب متحن اور قلب مصطم دونوں ایک معنی ہیں ہوں سوائے اسکے کہ اصطلام انحصار امتحان سے ہے۔ اس طریقت والوں کی اعیسارتوں میں۔ سابقین ازین ایک حجاب ہو دل پر کہ اس کا کشف سوائے ایمان کے نہ ہو اور وہ حجاب کفر و ضلالت جیسا کہ خدا نے عزوجل نے فرمایا اور کافروں کے دل کو اس کے ساتھ صفت کیا۔ **كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَى قُلُوبِهِمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ** ایک گروہ نے کہا کہ بھو وہ ہے جس کا زوال ہرگز ممکن نہ ہو کسی صفت کے ساتھ کہ کافروں کا دل اسلام پذیر نہ ہو اور وہ جو ان سے اسلام لاویں خدا نے عزوجل کے علم میں مومن تھے، غیبت اور غین ایک حجاب ہو دل پر جو استغفار سے اوٹھے اور وہ دو قسم ہو ایک خفیف اور دوسری غلیظ جو غفلت والوں اور گناہ کبیرہ والوں کو دل پر ہو اور خفیف سب کے واسطے ہو خواہ ولی ہو خواہ نبی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **اِنَّ لِيْغَانًا عَلٰی قَلْبِيْ وَ اِنِّيْ لَا اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ مَّا اَتَتْهُ مَرَّةً - يٰسَ غِيْنٌ غَلِيْظٌ كَوْثَرٌ يَشْرَطُ** کے ساتھ چاہیے اور خفیف کو ایک مجموع صادق حق کے ساتھ اور تو بہ لوٹتا ہو وہی عصیت طاعت کی طرف اور رجوع لوٹتا ہو وہی آپ خداوند کی طرف پس تو بہ مجرم سے کریں اور مجرم بندوں کا امر کی مخالفت ہو اور دوستوں کی جانب سے مخالفت ارادت کی پس مجرم



ہندو کا معصیت ہو اور دوسنوں کی جانب سے رویت اپنی وجود کی اگر کوئی خطا کا سبب کی طرف لوٹے تو کہیں تائب ہو  
 اور اگر اپنی دید خدا کی نظر لوٹے کہیں راجح ہو یہ سب کچھ کے باب میں کہا گیا ہے۔ (تلبیس) کسی چیز کو  
 اس کی تحقیق کے خلاف ظاہر کرنے کو خالق میں تلبیس کہتے ہیں جیسا کہ خدائے تعالیٰ  
 نے فرمایا۔ وَلَلْبَیِّنَاتُ عَلَیْہِم مَّا سِوَاِیْ حَقِّ تَعَالٰی کے یہ صفت محال ہو اس  
 سبب کہ کافر کو نعمت کے ساتھ مومن کرنا ہے اور مومن کو نعمت کے ساتھ کافر تو وقت  
 اظہار کے اس کا حکم ہو اور اس کی حقیقت ہر کسی میں اور جب ایک اس گروہ سے نیک خصلتوں  
 کو چھپا دے صفات مذمومہ کے ساتھ کہتے ہیں کہ تلبیس کرتا ہے اور سوائے انجگہ کے  
 عبارت استحصال نہ کرین اور تفاق دریا کو تلبیس نہ کہیں ہر چند کہ اصل میں تلبیس ہو اس سبب  
 تلبیس سوائے فعل حق کے قایم کر نہیں ستمل نہ ہو (شریب) طاعت کی عداوت کو اور بزرگی  
 کی لذت کو اور انس کی راحت کو یہ طائفہ شرب کہیں اور کوئی آدمی کوئی کام بدون لذت  
 شرب کے نہیں کر سکتا اور جیسا کہ شرب تن کا پانی سے ہو اسی طرح شرب دل کا راحتوں  
 سے اور طاعتوں کی عداوتوں سے ہو اور یہ کسر شیخ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مرید  
 بے شرب اور عارف با شرب ارادت اور معرفت سے بیگانہ ہوں اس سبب کہ مرید  
 کو چاہیے کہ اپنی کردار سے شرب ہو تاکہ طلب کا حق ارادت میں بجالا دے لیکن عارف  
 کو نہ چاہیے کہ شرب ہو تو بدون حق کے شرب کے ساتھ اس کو کوئی حال ہو اگر نفس کی طرف  
 لوٹے آرام نہ پاوے وَاللّٰہُ اَعْلَمُ (ذوق) مانند شرب کی ہو لیکن شرب سوائے راحت میں  
 مستعمل نہیں ذوق اور ریح نون میں مستعمل ہو جیسا کہ کوئی کہتا ہے ذوق الحلاوة وذوقنا ہلاہ وذوقنا  
 الراحة سب درست آویں اور پھر شرب کو کہیں شربت یکاس الوصول ویکاس الود  
 اور مثل اس کے سبب کہ خدائے تعالیٰ نے جو شرب کی حدیث یاد کی کہا کلاوا واشربوا  
 ہذینا اور جب ذوق سے یاد کی تو کہا ذق انک انت العزیز الکریم صریح فرمایا ذوق  
 سفورہ الفاظ جو استعمال میں ہوں ان کے احکام یہ ہیں جو میں نے بیان کیے ہیں اور اگر ان سے کسی کو



بیان کروں کتاب طول ہو دانشرا علم

## گیارہ سوال کشف الحجاب سمع میں

جانتا چاہیے کہ علم کے حاصل ہونے کی پانچ سبب ہیں۔ ایک سمع، دوسرا بصر، تیسرا ذوق، چوتھا شمع، پانچواں لمس خداوند تعالیٰ نے دل کے واسطے یہ پانچ دروازہ پیدا کئے ہیں۔ اور ہر جنس کا علم ان میں سے ہر ایک کے ساتھ متعلق ہے جیسے سمع کو علم آوازوں اور خبروں کیساتھ اور بصر کو علم رنگتوں کے ساتھ ذوق کو علم میٹھو اور گڑی کے ساتھ شمع کو علم خوشبو اور بدبو کے ساتھ لمس کو علم خشونت اور لینت کے ساتھ اور ان پانچ حواسوں سے چار کو محل مخصوص میں رکھا ہے اور ایک کو پھیلا دیا تمام اعضا میں یعنی سمع کیواسطی کان کو جگہ بنایا اور بصر کیواسطی آنکھ کو اور ذوق کیواسطی کام و زبان کو اور شمع کیواسطی ناک کو اور لمس کی تمام اعضا میں قدرت دی ہے اس سبب کہ آنکھ کے سوا کسی چیز سے نہ دیکھے اور سوائی کان سے نہ سنی اور سوائی ناک سے نہ سونگھے اور سوا کام و مزہ نہ پاویں لیکن تمام بدن ترم کو درشتی اور گرم کو سردی پہنچا لیکن بازو کے مکان جائز ہو کہ انہیں سے ہر ایک تمام اعضا میں شائع ہو جیسا کہ لمس اور مغز لہ کے نزدیک ہر ایک سوائے محل مخصوص میں جائز نہ ہو کیونکہ ہر ایک کیواسطی محل مخصوص باطل ہے قول انکا سوائے لمس کے کیونکہ اسکو محل مخصوص نہیں ہے جبکہ ایک کا ان پانچ سے محل مخصوص نہیں ہے اور بچہ ایک اس صفت کیساتھ جائز ہو پس دوسروں کو بھی یہ صفت جائز ہو۔ اور مراد اچھا یہ ناجرا نہیں ہے لیکن اس قدر جو تحقیق معنی بیان کئے گئے۔ مجبوری تھی پس چار حواس کہ ذکر اوں کا گذرا بغیر پانچویں کو وہ سمع ہے ایک دیکھے اور ایک سونگھے اور ایک چکھے اور ایک چھوئی جبکہ اس عالم بدیع کو دیکھے اور اچھی چیزوں کو سونگھے اور نعمتوں کو چکھے اور نرم چیزوں کو چھوئی اور آوازوں کو سنے جائز ہے کہ عقل کو دلیل ہو اور اس کے خداوند کی ہر طرف راہ دکھلا دے اس سبب کہ جانے عالم محدث ہے اور



محفل تخبہ ہے اور وہ جو حادث سے خالی نہ ہو محدث ہو اور اس عالم کا کوئی پیارا کر نیوالی ہونے  
 اسکی جنس سے کیونکہ یہ ملکوتی ہے اور آفریدگار اور سکالکون اور کچھ مجسم ہے اور آفریدگار  
 اور سکالک مجسم پیدا کر نیوالا اور سکالک ناسناہی ہے اور پیدا کر نیوالا قادر ہے سب چیز و پیر اور سب کچھ  
 تو نا اور عالم ہے سب معلومات پر اور اور سکالک صرف ملک میں جائز ہے جو چاہی کر سکتا ہے اور  
 رسول کو بھیجا ہے دلیلونکی ساتھ لیکن لانا اور مقتدر بنا ان کا ممکن نہیں جتنکے خوب معرفت کو  
 سمع سے معلوم نہ کریں اور اور سکالک جو موجب شرع اور دین ہی اور اسکی سبب اہلسنت سمع  
 کو بصر پر فضیلت دیں اس در تکلیف میں اور اگر مخطی کھے کہ سمع محفل تخبہ ہے اور بصر  
 موضع نظر اور دیدار خداوند اسکے کلام سننے سے زیادہ فاضل ہے ہذا چاہی کہ بصر محفل تخبہ ہے  
 کہ کچھ چاہی کہ بت خداوند کی جائز ہو مسلمانوں کو بہشت میں کیونکہ جواز رؤیت میں عقل کے ساتھ حجاب  
 اسکا کشف زیادہ اولی نہ ہو اس سبب کہ ہم نے حدیث سے جانا ہی کہ مومنوں کو مکاشفہ کر لگا  
 اور حجاب انکی آنکھ کے آگے اٹھاویگا تاکہ خدای عزوجل کو دیکھیں پس سمع زیادہ فاضل  
 ہوئی بصر سے اور نیز چلہ احکام شریعت کے سمع پر مبنی ہیں اور اگر سمع نہ ہوئی ثبوت اور سکالک  
 محال ہوتا اور نیز انبیاء علیہ السلام جو آئی پہلے انہوں نے کہا تاکہ جن لوگوں نے سنا وہ ایمان لائے اور انکی  
 بعد معجزی ظاہر کیے اور معجزی کے دیکھنے میں تاکید اور انکی بھی سمع کیساتھ ہے اور ان دلیلوں کے  
 ساتھ جو کوئی سماع سے انکار کری یا کفر شریعت سے انکار کری یا اب میں اسکا حکم ظاہر کرتا ہوں  
 انشاء اللہ تعالیٰ +

## الباب الثالث من فیہ بیان اس کے جوہر سے ہے

سب اچھا سماع دل کو واسطے مفید اور سر کو مزید اور کان کو لذتیں دینے والا کلام خداوند کا ہے  
 عزائمہ اور سب مومن نامور ہیں اور سب کا فرم کلفت ہیں خواہ آدمی ہوں خواہ پری۔



خداوند تعالیٰ کے کلام سننے کے ساتھ اور قرآن کے معجزوں سے ایک بچہ ہے کہ اوس کی پٹھنے اور سننے سے مائل نہ ہو وہی اس سبب کہ اوس میں رقت عظیم ہے یہاں تک کہ کفار قریش رات کو آنے پر شبیدہ ہو کر اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ناز میں ہوتے اور یہ سننے تھے جو کچھ وہ پڑھتے تھے اور وہ شکر تعجب کرتے تھے مانند نضر بن الحارث کجوان میں زیادہ فصیح تھا اور عتبہ بن جیحہ جو بلا عتہ میں سحر ظاہر کرتا تھا اور ابو جہل بن ہشام جو خطبوں اور برائوں میں یدِ بضیا دکھاتا تھا اور نظم پیدا کرتا تھا اور انکی مانند یہاں تک کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات کو ایک سورت پڑھ رہے تھے عتبہ کی ہوش جاتی رہی ابو جہل سے کہا مجھ کو معلوم ہوا کہ یہ کلام مخلوق کا نہیں ہے اور خداوند تعالیٰ نے پریوں کو بھیجا تو کثرت سے آئیں۔ اور خدا کا کلام پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا جیسا کہ خداوند عزوجل نے فرمایا فقالوا اناسمعتنا قرا ناعجباً اوس کے بعد ہمو خبر دی پریوں کے قول سے کہ یہ قرآن ایک ہتھما ہی بیمار دل کا راہِ صواب کی طرف اور کہا یھدی الی الرشدا فامنا بہ ولن نشرك بربنا احد ا پس اوسکی نصیحت بہت اچھی ہے سب نصیحتوں سے اور اوسکے لفظ سب لفظوں زیادہ مختصر ہیں اور اوسکا حکم زیادہ لطیف ہے تمام حکموں سے اور اوسکی ہنی بہت سخت ہے سب نبیوں سے اور اوسکا وعدہ زیادہ دل ربا ہے سب وعدوں سے اور اوسکا وعید جان کا گھٹا نیوالا سب وعیدوں سے اور اوس کے قصے خوشگوار زیادہ سب قصوں سے اور اوسکی مثالیں زیادہ فصیح سب مثالوں سے اور اوسکے کلام نے ہزاروں لوگوں کو شکار کیا ہے اور اوس کی لطیفیوں نے ہزاروں جانوں کو موہ لیا اور دنیا کے عزیزوں کو ذلیل کر کے اور دنیا کے ذلیلوں کو عزیز کر کے جبکہ عمر بن خطابؓ نے سنا کہ اونکی ہمیشہ اور اون کے داماد مسلمان ہو گئے انکے پاس جانبکا ارادہ کیا تو اور کھینچی ہوئی کے ساتھ اور انکے قتل کا ارادہ کیا اور انکے واسطے دل خالی کیا تو حق تعالیٰ نے ایک لشکر کو لطف سورہ طہ کے زاویوں میں پوشیدہ کر کے ٹھہرایا جب ہمیشہ کے دروازہ پر آئے اونکی بہن پڑھتی تھی طہ ما انزلنا



عليك القرآن لتشفى الاذن كثر لمن يخشى او سكي جان او سكي باريكيوں کی شکار ہوئی  
 اور اوسکے لطیفوں کے فتراک میں اوسکا دل متعلق ہوا صلح کا طریق ڈھونڈا اور جنگ  
 کے پکڑاؤ تلے مخالفت سے موافقت کی طرف آئی اور مشہور ہے کہ جب رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو اس آیت کو پڑھی گئی ان لدینا انکالا وجیمما وطعاما  
 ذا غصنة وعذابا الیہما اور آپ شکر و بیہوش ہو گئے اور کہتے ہیں کہ ایک مرد نے عمر رضی  
 اللہ عنہ کے روبرو اس آیت کو پڑھا ان عذابا سبک لوقع ماله من دفع آپ نے نعرہ  
 مارا اور بیہوش ہوئے اُن کو اٹھایا اور گھر میں لیگئے اور خداوند تعالیٰ کے خوف اور ڈر  
 سے ایک مہینہ بیمار رہا اور کہتے ہیں کہ ابیہر نے عبد اللہ بن حنظلہ کو آگے اس آیت کو  
 پڑھا۔ لہم من جہنم مہادومن فوقہم غواش او پیر نے کی کیفیت طاری ہوئی  
 حکایت بیان کرنیوالا کہتا ہے کہ میں نے جانا کہ اوسکی جان اُس سے جدا ہوئی لوگوں نے  
 کہا اے اوستاد بیٹھ کہا اس آیت کی نسبت مجھ کو بیٹھنے سے روکتی ہے اور کہتے ہیں  
 کہ جنید رضی اللہ عنہ کے روبرو اس آیت کو پڑھا۔ یا ایہا الذین امنوا لہم تقولون  
 صلا تفعولون۔ انہوں نے کہا یا خدا یا ان قلنا قلنا بک دان فعلنا فعلنا بتوفیقک  
 فابین فی القول۔ یعنی جو کچھ کہوں گا وہ تیرے ساتھ کہوں گا۔ اور اگر کروں گا۔  
 تیری توفیق سے کروں گا پس کہاں ہی میرا قول اور شبلی رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ  
 اوسکے روبرو کسی نے پڑھا اذ ذکر ربک اذا النیت اوسنے کہا شرط ذکر کی  
 بیان میں ہوا و تمام جہاں اوسکے ذکر میں رہتی ہیں ایک چیخ ماری اور ہوش اوس ہی گئی  
 حجب ہوش میں آئی کہا مجھ کو تعجب آتا ہے اُس جان سے کہ خدا تعالیٰ کا کلام سنی اور نہ کرے  
 ایک مشائخوں سے کہتے ہیں کہ ایک وقت خداوند تعالیٰ کا کلام میں پڑھتا تھا۔ وان تقوا  
 یومًا تزجھون فیہ الی اللہ۔ ایک ہائف نے آواز دی کہ زیادہ نرم پڑھ کیونکہ چار  
 شخص جنوں سے اس آیت کی نسبت سے مر گئے۔ ایک درویش نے کہا کہ دس برس میں



ہوئی ہیں کہ قرآن نماز میں سوائے مقدار جواز کے بیٹے نہیں پڑھتے اور نہ سُناتے ایک روز  
 میں شیخ ابوالعباس شافعی کے پاس آیا اور سکو بیٹے پایا کہ پڑھتا تھا۔ ضرب اللہ مثلاً  
 عبد مملوک لا یقد علی شیء اور روتے تھے اور نعرہ مارتے تھے یہاں تک بیہوش  
 ہو گئے بیٹے جانا کہ دُنیا سے گئی بیٹے کہا اے شیخ یہ کیا حالت ہو اوسنے کہا گیارہ برس  
 ہوئی ہیں تو میرا اور اس جگہ پہنچا ہے اس جگہ سے گذر نہیں سکتا ہوں اور ابوالعباس  
 عطف سے پوچھا گیا کہ آپ ہر روز کتنا قرآن پڑھتی ہیں کہا اس آگے ایک رات دن میں دو ختم  
 کرتا تھا لیکن اب چودہ برس ہوئی ہیں ابھی تک سورہ انفال پر آج پہنچا ہوں کہتے ہیں کہ  
 ابوالعباس قصاصی قاری سے کہا پڑھ اوسنے پڑھا یا ابیہا العزیز مَسْتَا وَاہْلُنَا الضَّرْفُ  
 وَجَعَلْنَا بَعْضًا عِنْدَهُ مِنْ جِثَّةٍ پھر کہا پڑھ۔ پڑھا کہ قالوا ان لیسرق فقد سرق اخ  
 له من قبل۔ پھر کہا پڑھ اوسنے پڑھا کہ لا تأثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم  
 اُس وقت کہا یا خدا یا میں جفا میں برادران یوسف سے زیادہ ہوں اور تو کرم میں  
 یوسف سے زیادہ میرے ساتھ وہ کر کہ اوسنے گناہگار بھائیوں کے ساتھ کیا اور تمام اہل  
 اسلام خواہ مطہج ہوں خواہ عاصی استماع قرآن کے ساتھ مامور ہیں اس سبب سے کہ خدائے  
 عزوجل نے فرمایا۔ وَاِذَا قُرِیَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهُ وَانصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۔  
 خلق کو سُننے کیواسطی سکوت کے ساتھ حکم دیا اُس وقت میں کہ کوئی قرآن پڑھے  
 اور نہ فرمایا۔ فبیش اعبادی الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ۔ پس  
 خوشخبری دے اوسکو جو سُننے کی حالت اچھا اتباع کرے جو انا یعنی اوسکے اوامر کیساتھ  
 قیام کری اور تعظیم کے ساتھ سُننے اور نہ فرمایا الذین اذا ذکر اللہ وجعلت قلوبہم  
 حق کے سُننے والوں کے دل پُنجوت ہوں اور نہ فرمایا الذین امنوا وطمعت قلوبہم  
 بذکر اللہ الا یذکر اللہ تطمئن القلوب اوسکے دلوں کا آرام خداوند کر  
 ذکر کے ساتھ متعلق ہے اور اس کی مثل آیتیں اس قول کے حکم کی تاکید کرنے والی



بہت ہیں اور پھر اس کے برخلاف بڑا کہا اس گروہ کو کہ ان کے کلام کو سنتے ہیں اور کان  
 سے دل کی طرف راہ نہیں دیتے اور کہا خدا تعالیٰ نے خاتم اللہ علی قلوبہم۔  
 علی سمعہم وعلی بصاہم غداؤہ یعنی ان کے سینے کے مقاموں پر نہر لگی  
 ہوئی ہے اور نیز فرمایا قیامت میں دوزخ والے کہیں گے۔ اوکذا انہم اول عقل صاکن  
 فی اصحاب السعیر یعنی اگر ہوتی تو ہم شے یا سمجھتے نہ ہوتے ہم بیچ بہتہ والوں دوزخ کی جہنم  
 کے ساتھ ہیں نرا سناتا اور تحقیق کے ساتھ جانتا دوزخ میں گرفتار نہ ہوتا اور کہا ومنہم  
 من یستمع الیک ویطعننا علی قلوبہم اکثر ان یقفوہ فی اذانہم وقرآن  
 یعنی جو گروہ کہ تجھ سے سنتا ہے ان کے دل پر حجاب ہو اور ان کے کانوں میں  
 بہر اپن گویا ایسے ہیں کہ انہوں نے سننا ہی نہیں اور نیز فرمایا وکانکونوا کالدین  
 قالوا سمعنا وہم لا یسمعون بطور شکایت کے کہا ایسے مت ہو کہ اس گروہ نے  
 کہا کہ ہم نے سنا حالانکہ انہوں نے نہ سنا یعنی سن لیکن دل سے نہ سنا اور اسکی مانند  
 آئینہ بہت ہیں خدا تعالیٰ کی کتاب میں اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ ابن  
 مسعود سے کہا۔ اقرا علی فقال انا اقراہ علیک وعلیک انزل فقال رسول اللہ صلی  
 اللہ علیہ وسلم انی احب ان اسمع من غیری اور پھر بات پڑی واضح ہے کہ سننے  
 والا قاری سے زیادہ کامل حال ہو کہ کہا میں اسکو زیادہ دوست رکھتا ہوں کہ اپنی غیر سے  
 سنوں اس سبب کہ قاری حال سے پڑھے یا غیر حال سے اور سننے والا سچے حال کو نہ سنے  
 کیونکہ فطرت میں ایسا نہیں ہے ہوا ورائع میں ایک نوع تو وضع سے اور نیز پیغمبر صلی اللہ علیہ  
 وسلم نے کہا شب بدتی مسوۃ ہو یعنی سوتہ ہو دوسرے مجھ کو پڑا کر دیا کہتے ہیں یہ اس سبب تھا کہ آخر سوتہ  
 ہو نہیں بجا کہتے اصل تھی قائم مقام کہا موت اور حقیقت میں آدمی خوشی پسے قائم کرنے کی خبر دے  
 کیونکہ بندہ بغیر توفیق حق کے نہیں کر سکتا پس سبب قائم مقام کہا اور خبر ہو کہ کچھ آدمی ہوگا  
 کہ ان اس امر کو ہم پر قیام کر سکوں دل کے سبب قوت اس کی گئی اور سچ بہت زیادہ ہوگا کہ



اپنے گھر میں اڑھے اور ماتھ زمین پر رکھ کر اٹھے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا یہ کیا حال ہے  
 یا رسول اللہ آپ ابھی تک جوان تندرست ہیں فرمایا مجھ کو سوہ ہونی پڑا کر یا بخیر است  
 کے سننے فی سبیل اللہ اس قدر قوت پکڑی کہ میری قوت ساقط ہوئی اور صحابہ سے ایک صحابی  
 ابو سعید خدری نے روایت کی کہ فرمایا کنت فی عصایہ فیہا ضعفاء المہاجرین  
 وان بعضهم یسئرون بعضا من العہری وقادی یقرء علیہنا ونحن نسئرون القراءۃ قال  
 فجاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی قام علیہنا فلما ساء القاری سکت  
 قال فسلم فقال ماذا کنتم تصنعون قلنا اکان قادی یقرء علیہنا ونحن نسئرون  
 لقراءتہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحمد للہ الذی جعل فی امتی  
 من امرت ان اصبر نفسی معهم قال ثم جلس فسطنا البعدال بنفسہ فبناثر قال  
 بینہم ہکذا فتخلق القوم فلم یعرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منہم احدا قال  
 فکالوا ضعفاء المہاجرین فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم البشر اضعاء لیک  
 المہاجرین بالفوز التام یوم القیمۃ تدخلون الجنة قبل اغنیاءکم بنصف  
 یوم کان مقدرا من خمس مائۃ عام بین ایک گروہ کے ساتھ تھا جس میں فقہاء اور مجاہدین  
 تھے کہ بعض اذکی بعض دھڑلے کو چھپاتے تھے جو برہنگی کی شرم سے حجاب میں تھے اور قاری ہمارے  
 رویہ پر پڑھتا تھا اور ہم سنتے تھے اوسکی قرأت کو یہاں تک کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے  
 اور تکبیر و تہنید کھڑے ہوئے اور جب قاری نے آپ کو دیکھا قلموش ہو گیا اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے ہم پر سلام علیکم کی اور فرمایا تم کیا کرتے تھے یعنی کہا یا رسول اللہ قاری پڑھتا تھا اور ہم سنتے  
 تھے اوسکی قرأت کو اسوقت پیغمبر نے کہا اے میری امت میں ایک گروہ پیدا کیا کہ مجھ کو  
 حکم دیکھ انکی صحبت میں صبر کروں اوسکی بعد ہم پہنچیں گے کہ آپ کو ہمارے ساتھ برابر کریں پس حلقہ  
 کیا اس گروہ نے کوفی پہرے پہن کر پیغمبر کو پہنچا دیا تھا اوسکے بعد بن کو کہا خوشخبری ہو تم کو  
 اے درویشان مہاجرین تمہاری تمام کے ساتھ قیامت میں بہشت میں آؤ گے میرے اگر



آدھے روز میں اور وہ پالتوسیرس ہوں اور اس خبر کو کئی مختلف روایتوں کو ساتھ ساتھ بیان کرتے ہیں  
لیکن اختلاف صرف جملہ عبارتوں اور معنی سب کے ایک ہیں اور درست ہے

نرسارہ بن ابی اوفی صحابہ کہ اسے تھیضوان اللہ علیہم اجمعین آدمیوں کی  
امت کرتے ایک آیت پڑھی اور نعوذ باللہ اور جان دی ابو جعفر ایک بزرگ

## فصل دوسری

تالبعین تھے اور صالح مری رحمۃ اللہ علیہ فی ایک آیت اذکے سامنے پڑھی شعلہ اون سے چھڑا ہوا  
اور دنیا سے گئی اور اس پر اسیمہ مضمی روایت کرتے ہیں کہ ایک گاؤں میں کوفہ کے گاؤں میں جانا تھا  
ایک بوری عورت کو مینی دیکھا نماز میں کھڑی ہوئی خیر کی نشانیاں اوپر ظاہر ہوئیں تو وہ کان سے  
فارغ ہوئی بچہ کے لئے کہ اس کو مینی سلام کیا مجھ سے کہا تو قرآن جانتا ہی نہیں کہا ہاں اوسے  
کہا کوئی آیت پڑھ مینی پڑھی اوسے ایک آواز کی اور جان رویت کے استقبال کے واسطے بھیجی چھا  
اللہ اور احمد بن ابی الحواری روایت کرتے ہیں کہ بیٹے جنگل میں ایک جوان کو دیکھا کنوئیں کی من  
پر کھڑا ہو مجھ سے کہا اے احمد تو وقت پر آیا کیونکہ مجھ کو سماع کرنا چاہیے تاکہ جان دوں۔ کوئی  
آیت پڑھ کہہ مجھ کو خداوند تعالیٰ نے الہام دیا تو پڑھی میں نے ان الذین قالوا ربنا اللہ  
ثم استقاموا کہ اے احمد قسم ہے خدا کی کہ تو نے وہی آیت پڑھی کہ اس وقت مجھ پر  
فرشتہ پڑھتا تھا اسی وقت جان دی اگر وہ سب حکایتیں جو اس معنی کے ساتھ متعلق ہیں یہاں  
بیان کر دیں اپنی مراد سے پانچ ہوں \*

## الباب الحادی والثلاثون یعنی باب سماع شہدین اور سجدہ جو اس سے متعلق ہے

حقیقتاً یہ شعر کلنا جائز ہے اور بغیر نے سنہ اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا ہے اور سنہ اور نفع  
صلعم من قبل ہذا من الشعر الحکمة اور نیز فرمایا والحکمة ضالة المؤمن حیث جدها فہو راجع بہا  
مراد شعر ہے وہ شعر ہی کہ حکمت ہو اور حکمت ضالہ مؤمن کی ہو کہ اس کے غائب وہ جو پاوے اس سے  
بہت اچھی ہو اور نیز بغیر نے فرمایا اصدق کلمۃ قالھا العراب قول لبید



سب زیادہ بڑا کہ جو عزت کہا ہے قول الیہ کا ہر اکمل شیء بالخالق اللہ باطل و کُلّ فیہ عجز و قناعت یعنی  
 آگاہ ہو ہر شے سوا اللہ کے باطل ہے ماکولات خواہ مخواہ رائل ہونے والی ہے اور عزت اللہ عزوجل  
 سرچشمہ پرانی پاپ رضی اللہ عنہما کہا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا تو کچھ بیان کر دیکھا اشقا امیبین ابی  
 اصدت کرینے کہا ان میں سو بیس روایت ہیں اور آخر میں ہر چہ کہ جو میں پڑھتا تھا وہ کہتی تھے کوئی دوسری  
 نہیں آتی فرمایا شمر بن اوس بن ہاشم اور اس کی مانند بہت روایتیں ہیں اس علیہ صلوٰۃ والسلام و اور صحابہ رضی اللہ  
 عنہم و اور عمر نے کہا کہ اویس کا وہ عیسیٰ واقع ہوتی ہے ایک گروہ حملہ شہادت کے لئے کہ حرام کہتی ہیں رات میں کھانا  
 کی غیبت کرتے ہیں اور ایک گروہ ان سب کو حلال کہتی ہیں اور رات میں غزلیں پہنچ اور زلف اور خال معشوق کی صفات کہتی  
 سنتی ہیں اور اس معنی میں ہر ایک ایک دوسرے دلیل لاتے ہیں اور میری راویاں شانی گفتار نمودار کی ہیں کچھ شایع متصرف  
 کا اس باب میں طریقہ ہے کہ پیغمبر و پوچھا شمر کہ فرمایا کہ چھ او سکا اچھا ہے اور سکا بڑا ہے جو چہ کہ سننا اور سکا  
 مشرک کے ساتھ حلال ہے ماتہ حکمت اور نصیحتیں اور استدلال کی جو آیات خداوند میں ہوں اور  
 نظر شنوا بد حق میں ہوا اور ان کی مانند نظم کے ساتھ بھی حلال ہوا اور سب میں جس کی نظر ایسے جمال میں  
 محل آفت کا دیکھنا اور سکا حرام و منظور اس طرح دیکھنا بھی نظم و مشرب ساتھ حرام و منظور  
 ہوا اور ان کی حیثیت کا سننا بھی اسوجہ حرام ہوا اور وہ بھی معنی کو مطلق عدال کہی نظر اور سننے کو  
 بھی حلال کہنا چاہی اور وقت وہ کفر و زندقہ ہوا و کفر وہ کہتا ہے کہ میں آنکھیں اور رخسارہ اور  
 خال اور زلف میں بالکل حق سننا ہوں اور حق ڈھونڈنا ہوں پس چاہی کہ کسی کوئی  
 دوسرے کہیں نہ خال میں کو دیکھتا ہوں پس ان شخص کو کہ وہ سننا اور کی صفت کا جائز ہے اور وہ سنا دیکھنا جائز کہنا  
 نہ ہے اور کہیں کہیں بھی وہ سننا ہوں اس وقت کلیت شریعت کی باطل ہوا رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا العدنان تزیین حکم اور سکا اٹھے اور نیز امت نامہ منوکی مامت کی قطع ہو  
 اور نیز حد و شرعی ساقط ہوں اور یہ گمراہی ظاہر ہوا و جبکہ چاہوں متصور نے مستغرقوں اور  
 ساقطیوں کو دیکھا کہ کس کے تھے اٹھے حال ہی جانا کہ نفس کی ساتھ کرتی ہیں جب آپ کو دیکھا  
 کہا حلال ہے اگر ظالی نہ ہو تلبہ کہہ کر لے اٹھے ساتھ تقلید کی ظاہر اختیار کیا یا ظن کو



چھوڑا تو آپ ہلاک ہوئے اور ایک قوم کو ہلاک کیا اور کچھ راہ کی آفتوں سے بچا اور اپنے وقت پر کسی  
شرح پڑھنے سے طریقہ کیونکہ انشاء اللہ تعالیٰ

## الباب الثانی فی بیان قولی یا علی بن ابی طالب الخ الحان کے سنہین

یہ نمبر نے فرمایا بتو اصوات کما بالقرآن یعنی اپنی آوازوں کو قرآن خوانی کے ساتھ کرنا کہ خدا  
عزوجل نے فرمایا توبیہ فی الخلق مایشاء مفسرین نے کہا کہ یہ صحت میں ہے اور یہ نمبر نے فرمایا  
من اراد ان یسمع صوتہ او دلیسہ صوتہ ابی جوسی الا لشعر ہی یعنی وہ شخص کہ چاہے آواز دے  
کی سنی اس کی کہ آواز الودی شعر کی سنی اور حدیثوں میں مشہور ہے کہ بہشت میں بہشت والوں کو  
سماع ہوا اور وہ ایسا ہوگا کہ ہر ایک فرشتہ کی ایک آواز اور ایک شخص مختلف آواز کی جگہ آواز جو ایک  
دوسرے کیساتھ مختلف ہوں کٹھی ہوں طبعیتوں کو وہ ہیں ایک لذت عظیم ہو اور یہ نوع سماع کی عام  
ہو مخلوق میں آدمی اور غیر آدمی اور غیر آدمی سے جو زندہ ہیں اس سبب کہ کشف لہجۃ اور آوازوں  
میں لطافت کی نسبت جنس جنس کی ساتھ مثال ہو اور یہ قول ایک کردہ کا ہے جو کہا ہے یعنی اور اطباء کی کو اور  
ان لوگوں کو جو تحقیق کا دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کا کلام بہت ہی اور تابعت الحان میں کتابیں بنائی ہیں تو  
اوسکو بزرگی دی آج کے روزانہ کی صنعت کی آثار ظاہر ہیں جن میں جنس کی اس کو مرتب کیا ہے نہ صکر  
قوت ہوا اور طلب لہو و لعب کو شیطان کی موافقت کیوٹی یہاں تک کہ کہتے ہیں کہ اسحاق ہولی  
ایک شخص بن گیا تاکہ تمام اشیاء کو اپنے ہاتھ سے اس کی غنا کی لذت سے خاموش ہوا اور وہ سماع  
راہ کی تو وہ بہت چپے کر دیکھے اس قسم کی حکایتیں میں بہت سنی ہیں لیکن میری مراد سوائے اس کی ہے کہ  
یہ کہتے ہیں کہ تمام راحت تالیف طبع کی آوازوں کی تالیف ہے کہ ہوں اور الحان سے اور  
اب یہ جو اس نے کہتے ہیں کہ ایک وقت میں عرب کو رہا ہے ایک گان میں پہنچا اور امیر میں ایک  
امیر کے ہاں تھا نہ میں نے تزلزل کیا ایک حبشی کو مینو دیکھا طوق و پیری میں قید پڑا ہوا خیم کے  
دورہ پہنچا وہاں اس کو تزلزل میں پہنچا ہوا فی اڑنے ارادہ کیا کہ اس کو



سفلش کو کے چھوڑاؤں امیر جیٹا لائے مہمان اگر اکرام کیو سطلی امیر یا تو میر ساتھ موافقت  
 کر کے جیسا اوسنے کھانا کھا کر اراوہ کیا بیٹھا نکار کیا اور عرب کے نزدیک اس کوئی بات سخت  
 وناگوار معلوم نہیں ہوتی کہ کوئی کھانا انکا نہ کھا شے عجیب سے کہا اسے جوان مرد تجھ کو کون چیز  
 میر کھانا کھا جیسے باز کہتی ہو جیسے کہا میرے کرم پڑ میں اُمید کرتا ہوں اوسنے کہا میری سب چیز تیری  
 واسطی ہے تو میرا کھانا کھا بیٹے کہا مجھ کو تیری ملک کی حاجت نہیں ہے اس غلام کو میرے کام میں  
 کر اوسنے کہا تو پہلے اوسکا جرم دریافت کر لے کے بعد اوسکو قیدری چھڑاؤ کیونکہ تجھ کو میری سب چیز ویر  
 اختیار کیے ہیں کہا کہ اس کی جرم ہوا ہے اوسنے کہا جان کہ یہ غلام جدی نیوالا ہے اور نہایت خوش آواز  
 رکھتا ہے بیٹے اوسکو چند اونٹ دیکر ایک مقام کو بھیجا تھا تاکہ میرے واسطے غلہ لاوے  
 اوسنے دو اونٹ کا بوجھ پہر اونٹ پر رکھا اور راہ میں جدی آگ کرتا تھا اور اونٹ دوڑتے  
 تھے یہاں تک کہ تھوڑی مدت میں اس جگہ آیا دوتے بوجھ کے ساتھ اوس سے کہ مینی کہا  
 تھا جبکہ اونٹوں کا بوجھ نیچے اوتارا ایک ایک دو ہو کر اونٹ سب مر گئے۔ ابراہیم کہہا مجھ کو  
 سخت تعجب ہو بیٹے کہا کہ اسے امیر تیری شرافت اور بزرگی تجھ کو سوائے سچ کہنے کے نہیں  
 چاہتی لیکن مجھ کو اس قول پر کوئی بُرا مان چاہئے ہم اس بات میں تھے کہ چند اونٹ کو جنگل سے  
 پانی پیئے کی جگہ میں لائے تاکہ پانی دیں امیر نے پوچھا کہ کتنے روز سے ان اونٹوں نے پانی  
 نہیں پیا ہے۔ انہوں نے کہا تین روز ہوئی ہیں۔ اس غلام کو فرمایا تو ٹھہری کر ایسی آواز نکالی  
 کہ اونٹ اوسکی آواز کے سننے میں مشغول ہو کر کسی نے نہ پیا جو ناگاہ ایک ایک چلے گئے اور  
 اوس جنگل میں منتشر ہو گئی اور اس غلام کو کھولا اور مجھ کو بخشید اور اس قسم کی بعض باتیں ہم شاہد کرتی ہیں جب شربان  
 اور گدھوں کی پانی والے گاڑیوں میں اونٹوں اور گدھوں میں طرح پیدا ہوتی ہے اور خراسان اور عراق میں عادت ہے کہ گدھا  
 تیس ہرن پکڑے گا ایک تھالی بجاتی ہے ہرن اسکی آواز سن کر اپنی جگہ پر کھڑے ہوتے ہیں یہ اونکو پکڑ لیتی ہیں اور شہر کو  
 ہندستان میں ایک گروہ ہو کہ جنگل میں باہر چلے ہیں اور گاڑیوں اور سرو کو کرتی ہیں ہرن جبکہ وہ سنتی ہیں ان کا ارادہ  
 کرتے ہیں یہ اونکے آس پاس پھرتے ہیں اور گاتے ہیں تو اوسکی لذت سے آنکھ بند کر کے



سو جاتے ہیں اور یہ اونکو پکڑ لیتے ہیں چھوٹے بچوں میں یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ جب گہودہ میں  
 روتے ہیں کوئی انکی کڑھ تو نہ ٹھیکے ہو جاتے ہیں اور اوس آواز کو سنتے ہیں اور اطمینان لڑکے  
 کو کہتے ہیں کہ اوسکی جس درست ہی وہ بزرگی میں وانا ہوگا اور اسی قبیلہ سے ہے کہ ایک گچم کے بادشاہ  
 کو وفات آئی اور اوسکو دو برس کا لڑکا رہا۔ وزیروں نے کہا کہ اسکو بادشاہ کے تخت پر بٹھلانا چاہیئے  
 بزرگبھر سے ہکا تذکرہ کیا اور کہا ہر ایک بچہ کہ اتھان کریں آیا اسی جس سے اوس امید تھی کہ  
 سکتے ہیں لوگوں کی کہا اوسکی تدریس کیا ہے۔ فرمایا تو گانے والے اسکے سر پر گاتے تھے وہ اس درمیان میں  
 خوشی میں آیا اور ماتھے پر تار شروع کئے بزرگبھر نے کہا اس امید داری ملک میں ہے اور اوسکی  
 تاثیر ظاہر زیادہ ہے اوسکے عقائد کے نزدیک اونکے بڑا کی ظاہر کرنے کی حاجت ہو اور جو کوئی کہی  
 کہ عجیب گانے اور مزامیر اور اوصاف اچھے نہیں لگتے یا جھوٹ کہتا اور اتفاق کرتا ہے یا جس نہیں کھتا اور انسانوں  
 اور جانوروں کے طبقہ سے باہر ہے اور جو لوگ اس سے منع کرتے ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ منہ خداوند ہی کی عایت کرتے  
 ہیں اور فقہا اس بات پر متفق ہیں کہ انضر امیر اور آلات ظاہری ہو اور دل میں اوس سن کر سننے سے فتن ظاہر  
 ہوا ورسکا سننا جائز ہے اور اسکو استدلال میں آتا اور حدیث میں بہت لاتی ہیں عیساکہ عالیشان روایت کرتی ہیں قالت  
 کانت عندی جاریۃ تغنی فاستاذن عمر فلما احسنت وسمعت حضرت فلتما دخل عمر تبسم رسول اللہ صاعدا  
 فقال لہ عمر ما اضحکک یا رسول اللہ قال کانت عندی جاریۃ تغنی فلما سمعت حضرت فلتما فقال عمر ابوح  
 حتی اسمع ما کان سمع رسول اللہ فلعاء عار لہ و اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و لیسمع و بہت صحابہ رضی اللہ عنہم شام کی  
 روایت تھی ہیں و شیخ ابو عبد اللہ محمد بن مسلمی نے ان سے کو جمع کیا ہے کتاب السماع میں اور اسکی اباحت کا فیصلہ کیا ہے اور اسکا  
 متصوف کی حدیث کیساتھ سماع کے ڈھونڈنے کی اباحت کر سوا کچھ اور ہے اس سے کہ اعمال میں ناپائے چاہیں  
 اباحت ڈھونڈنا عام لوگوں کا کام ہے جو جو پاویں کہ حکم میں ہیں بندگان تکلف کو چاہیئے کہ دوسرے فائدہ تلاش  
 کریں ایک وقت میں میں تھا ایک امیر بیت وہ جوان میں سے زیادہ مشہور تھی مجھ سے کہا کہ میں نے  
 اباحت سماع میں ایک کتاب لکھی ہے میں نے کہا ایک بڑی مصیبت ہے جس نے میں میں ظاہر ہوتی ہے کہ  
 خواجہ امام نے اُس کو جو اصل ہمہ گیر لکھی ہے حلال کیا مجھ سے کہا میں اگر تو حلال نہیں



رکھتا ہے اور کسے سے کرنا ہے یعنی کہا حکم اسکا چند جہوں پر ہے ایک چیز پر قطع نہیں کر سکتا اگر دل  
میں تاثیر حلال کی ہو مکمل حلال ہو اور اگر حرام کی ہو حرام ہو اور اگر مبہم کی ہو مبہم ہو اس چیز  
کو کہ حکم ظاہر اسکا فسق ہے اور باطن میں حال اسکا روشن چند جہوں پر ہے اطلاق  
اسکا ایک چیز پر حال ہو +

## الباب الثالث والعشرون یعنی باب سی کے حکموں میں

جانتا چاہیے کہ سماج کو طبیعتوں میں حکم مختلف ہیں جیسو کہ ارادت و لو نہیں مختلف ہو اور ظہر کوئی  
اوسکو ایک حکم کے ساتھ قطع کر دیا اور سب کے والوں کے دو گروہ ہیں ایک کہ معنی نہیں دوسری  
وہ کہ صوبہ نہیں اور اندولوں میں فائدہ ہیں اور آفتیں اس سب کے کہ سننا ابھی آوازوں کا  
اوس معنی کہ جو کچھ سنا آدھی میں مرکب ہو اگر حق ہو اور اگر باطل ہو باطل اس آدھی کو کہے  
کہ اوسکی طبیعت میں فساد ہو وہ جو کچھ سنی بالکل فساد ہو اور یہ سب مٹنے والا و علیہ السلام کی حکایتوں  
میں آویس کے کیونکہ حقیقت میں اسکو اپنا خلیفہ کیا اور اسکو ایک آواز خوش عطا فرمائی اور اس کے  
خلق کو خرامیر کیا اور ندی اور پرندہ کی پہاڑوں اور جنگلوں اس کے سننے کی واسطے آئے اور پانی  
چلنے سے کھڑا ہوتا اور جانور ہوا میں سے بچ کر گرتے اور آند میں آیا ہے کہ ایک مہینہ اس جنگل  
میں وہ مخلوق کوئی چیز نہ کھاتی اور بچے دیکھتے اور دودھ نہ مانگتے اور جبکہ خلق اس جگہ سے  
واپس ہوئی بہت آدھی اس کے کلام اور آواز اور سخن کی لذت سے مردہ رہتے یہاں تک کہ کہتی ہیں کہ  
ایک بار سات گنوا ری کینرک شمار میں آئیں کہ مردہ تھیں اور بارہ و نہار بڑھ کر بھی مردہ تھے اس کے بعد جبکہ  
حق تعالیٰ نے چاہا کہ آواز سننے والوں اور طبیعت کا اتباع کر مچالوں کو حق والوں اور حقیقت  
سننے والوں کو خدا کر می بلیس کو خضر اب طبیعت سے قوت پکڑی اور ارادہ و سو اس انسان  
کا اسکے دل میں پیدا ہوا اور اپنے خیالات ظاہر کر کے کی جارت غلب کی اور اجازت پائی اور ایک بالشری اور  
طنبوہ بنایا اور داؤد کی مجلس کے مقابل میں ایک مجلس قائم کی تاکہ وہ لوگ جو داؤد



کی آواز سنتے وہ دو گروہ ہو گئے ایک وہ جو بد بخت تھے اور دوسرا اہل سعادت اور وہ گروہ جو اہل شقاوت  
تھا وہ المیہ مزامیر کی طرف مائل ہوا اور سعادت مند کا گروہ داؤد کی آواز کیسا تھا ہے اور پھر وہ لوگ جو اہل  
معنی تھے داؤد علیہ السلام کی آواز کے سوا اور کون کے روبرو کوئی چیز نہ بنی تھی اس سبب بالکل  
حق کو دیکھتے تھے اگر مزماریلو کی سنتے اور ہمیں حق سے فتنہ دیکھتے اور اگر آواز داؤد کی سنتے اوس میں  
حق کی طرف سے ہدایت جانتی تو کل سے باز رہی اور متعلقات سے اعراض کیا اور دونوں کو جیسا کہ تھے دیکھا صواب کو صواب کہ  
ساتھ اور خطا کو خطا کے ساتھ اور اسکو کہ سماع اس صفت پر ہو وہ جو کچھ سنی اسکو سب حلال  
ہوا اور ایک گروہ کہتا ہے مدعیوں کہ ہم کو سماع سے اسکی خلاف معلوم ہوتا ہے جو ہم اور یہ حال ہو کیونکہ  
کمال ولایت کا وہ ہو کہ ہر چیز کو ایسا دیکھے جیسا کہ وہ ہوتا ہے تیرا دیکھنا واقعی ہو اور اگر اوسکے خلاف  
دیکھے تو تیرا دیکھنا خلاف واقع ہو یہ نہیں دیکھا بلکہ پیغمبر نے کہا اللہم نافعنا کمال الانبیاء کے ماہی بار خدا یا  
ہم کو دکھلا ہر چیز کو جیسے کہ ہے اور جبکہ ہر چیز کا وہ دیکھنا درست ہو کہ اس صفت کی تھادیکھ  
جیسا کہ واقع ہو چاہیے کہ سماع بھی درست ہو کہ سنی تو ہر چیز کو جیسا کہ ہے وہ چیز صفت  
اور حکم میں اور وہ لوگ جو مزامیر میں مفتون ہیں خواہش و شہوت کے ساتھ مقرون ہیں یہی  
وجہ ہے کہ خلاف کو سنتی ہیں جس طرح واقع ہیں ہر سماع میں حکم کی موافقت کرتی اسکی تمام آفتوں سے  
چھوٹی تو نے نہ دیکھا کہ اہل ضلالت نے خدا تعالیٰ کی کلام کو سننا اور اس گمراہی اون کی زیادہ ہوئی  
جیسا کہ نضر بن الحارث نے کہا ہذا اساطیر الاولین یہ پہلوگوں کی قصے ہیں اور عبد اللہ  
بن سعد ابی سرح نے جو کاتب حی تھا کہا سنازل ما انزل اللہ فتبارک اللہ احسن الخالقین  
اور ایک گروہ نے لایند کہ الا بصاکو رویت کی نفی کی دلیل کہا اور ایک گروہ نے استوی  
علی العرش کو اثبات مکان اور جہت کی دلیل کیا اور ایک گروہ وجاء دیک و المملک صفحا  
صفحا کو دلیل گردانتے ہیں چونکہ انکا دل محل ضلالت تھا ان کو خداوند کی کلام سننے سے کچھ  
فائدہ نہ ہوا اور پھر حدیث عربی کی نظر کی اور اسکی طبیعت کے پیدا کرنے والا دیکھا  
اور اسکی خاطر کے آرائے کرنے والا تو انکو اوس میں مطالعہ کیا اور بطریق غیب کے اسکی فعل کو فعل پر



دلیل کیا ہیں اس کی گروہ نے حق میں راہ کو گم کیا اور گم گروہ نے باطل میں راہ پائی اور اس معنی میں ابکا  
 کر نام کیا و ظاہر ہوا اللہ عالم **فصل دوسری** اور اس معنی میں شاخ رضی اللہ عنہم کو کلمات لطیفہ  
 ہیں اس زیادہ کہ ان سب کو یکجا کتاب حمل کر کے لیکن حقیقت کہ ممکن ہو گا ہن اس فصل میں اس کو  
 ثابت کرنا ہوں تاکہ پورا فائدہ ہو اللہ تعالیٰ رزوالنون مصری کہتے ہیں۔ السماع داد  
 الحق یزید القلب الی الحق فمن اضعی الیہ یحق تحقیق ومن اضعی الیہ ینفس تزدنق  
 سماع وارد حق ہو کہ لوں کو اس کے واسطے خواہش پیدا ہوتی ہے اور اس کی طلب سے جو کوئی  
 اس کو حق کے ساتھ نئی حق کی طرف راہ پامی اور جو کوئی نفس کو ساتھ نئی زندگی میں پڑی اس پیر کی مراد  
 اس سے یہ نہیں ہے کہ سماع ضروری ہے تاکہ وصل حق کی علت ہو بلکہ مراد اس کی یہ ہے کہ سننے  
 والے کو چاہیے کہ معنی حق کو ساتھ سننے نہ مجرد آواز اور اس کا دل وارد حق کا محل ہو پس جب  
 وہ معنی دل میں پہنچتے ہیں دل کو پرانی گتہ کرتے ہیں وہ جو سماع میں متابع حق کا ہو مکاشف ہو اور وہ  
 جو نفس کا متابع ہو محجوب ہو اور تاویل کے ساتھ تعلق کرے اس وقت اس کا سماع کا ثمرہ کشف  
 ہو اور اس دوسرے کے سماع کا ثمرہ چہ اور حجاب ہو لیکن ندقہ پارسی ہے معربا و عرب کی زبان میں ندقہ تاویل ہو  
 اور اس سبب سے پارسی گوئی کی کتاب کی تفسیر کو زندہ پازند کہیں اور جب چاہا کہ اس کے اہل کا کوئی نام رکھیں  
 زندیق نام رکھا اس سبب کہ ہر اچھے کو یہ مسلمان کہتے ہیں اس کی تاویل ہو کیونکہ ظاہر حکم اس کے کو  
 نقص کرتا ہے اور نہ سبب دل خول ہو و یاقت میں اور تاویل نکلتا ہے اور یہ اسم زندیقی ان کے واسطے  
 اسم علم ہوا پس مراد و النون کی اس کہ یہ ہر کمال تحقیق سماع میں محقق ہوں اور اہل ہوا اول  
 کیونکہ اس کی تاویل ہمید کریں اور اس سبب سے حق میں پڑیں اور شعلی کہتے ہیں السماع  
 ظاہر فتنہ و باطنہ عبرۃ فمن عرف الاشارة حل لہ السماع العبرۃ والا فقد  
 استدعی الفتنۃ و تعرض البلیۃ یعنی ظاہر سماع کا فتنہ ہے اور اس کا باطن  
 عبرت دہ ہے اور اشارت ہے ان کو خاص کر سننا عبرت کا حلال ہو و الا دوسروں کے واسطے  
 طلب فتنہ کی ہے اور تعلق بلا کے ساتھ یعنی اس کو کہ کالیۃ اس کا دل حدیث حق میں تخرق نہیں



سماع بلا ہودی اور اُسکی آفت گاہ ابوعلی رودباری اُس آدمی کے سوال کا جواب میں کہتے ہیں کہ سماع کے بارہ میں کئی تھے۔ لیکن تاتخلص منہ داسا براہیں کا شک ہے کہ ہم اس سماع سے سر بہ سر رہا ہوتے اُس سے کہ آدمی سب چیزوں کی حق ادا کو نہیں علم کرتا ہے اور جبکہ حق کسی چیز کا قوت ہو بندہ اپنا قصور دیکھے اور جب اپنا قصور دیکھا کا شکے برابر چھوڑتا اور ایک مشائخ سے کہتا ہے السماع یقتضی الاصلاح لیسافہما من المغیبات یعنی سماع بھیدوں کا پیدا کرنا۔ غیب کی چیزوں سے واجب کرے تو اس کے سبب ہمیشہ حاضر ہوں حق کے ساتھ اس لیے کہ غیبت ہماری مدیعوں کے حق میں سخت نگوہیدہ ہے اور ان کے بدتر اوصافوں سے پھر اس سبب کہ دوست دوست سے اگرچہ غائب ہو حاضر ہوں دل کے ساتھ اور غیبت جب فی دوستی اٹھی۔ اوس سے میرے شیخ نے کہا السماع زاد المضطربین فزاد حال استغنی عن السماع۔ سماع تھکے ہوؤں کا قوت ہے جو کہ پہونچا اوس کو سماع کے ساتھ حاجت نہ ہو۔ اس سبب کہ وصل کے مقام میں حکم سمع کا معزول ہو کیونکہ سماعت خبر کی ہوتی ہے اور خبر غائب ہو جبنا یہ ہو سمع متلاشی ہو حصری کہتے ہیں تسمع الیہ عمل بالسماع ینقطع اذا انقطع صمن لیس منہ ینبغی ان یکون سماعک منصلاً غیر منقطع کہا کیا کروں میں اُس سماع کو کہ جب قاری خاموش ہو وہ وجد منقطع ہو چاہے کہ سماع تیرا متصل ہو اور ہمیشہ کہ ہرگز برید نہ ہو اور یہ نشان اجتماع ہمت دیا ہر وقت کہ باغ میں کیونکہ جب بندہ اُس رجہ پر پہونچے کہ تمام عالم اوس کا سماع ہے اور یہ درجہ بزرگ ہے اندر توفیق دینے والا ہے۔

## الباب الرابع والثلاثون یعنی باب ان کے اختلاف کے سماع میں

اختلاف در میان مشائخ اور محققوں کی سماع میں ایک گروہ نے کہا کہ سماع غیبت ہے اور دلیل لائے ہیں کہ مشاہد میں سماع محال ہو کیونکہ دوست محل وصل میں درست ہیں حال میں نظر اوس کی طرف ہو سماع میں بے پروا ہو جاتا ہے اس سبب کہ سماع خبر کا ہو اور خبر محل عیان میں دوری اور حجاب ہے پس سماع آلت



مبتدئوں کا ہوا لت سے پر آگندیاں غفلت کی جمع ہوں وہ جو مجتمع ہو اور بالضرور اُس کی سبب پر آگندہ ہو اور پھر ایک گروہ فی کہا کہ سماع آلت حضور کا ہے اس سبب کہ محبت کلیت چاہے جب تک محب کل محبوب کے ساتھ مستغرق نہ ہو وہ محبت میں ناقص ہو پس جیسا کہ دل کو محل وصل میں حصہ جنت کا ہو اور سر کو مشاہدہ اور روح کو وصل اور تن کو خدمت چاہی لیکن کو کبھی نصیب ہونا چاہیے جیسا کہ آنکھ کو ہے رویت سے اور کہتی ہیں کہ سماع آلت حضور ہے کہ غائب آپ غائب اور غائب منکوحہ ہو اور منکر اُس کا اہل کہ نہ ہو پس سماع دو قسم ہو ایک بواسطہ اور دوسرا بلا واسطہ وہ جو فارسی سے آلت غیبت ہو اور وہ جو کسی یا سے سُنی آلت حضور ہو اور اُس سے ہو کہ اُس پیر نے کہا میں مخاوقات کو اُس محل میں نہیں رکھتا ہوں کہ انکی بات سنوں یا انکی بات کہوں سوائے خاصگان حق کے واللہ اعلم \*

## الباب الخامس والثلاثون یعنی باب اکتب اور حقیقت سماع میں

جانتا چاہئے کہ ہر ایک کو ان سماع میں ایک مرتبہ کہ مشرب ذوق اوس کا اوس کے مرتبہ کے لائق ہو جیسا کہ تو یہ کرنیوالا جو کچھ سُنے اوسکو مد و حسرت اور ندامت کی ہو اور اشتاق کو مایہ شوق اور رویت کیا اور موقن کو تائید یقین کی اور مرید کو تحقیق بیانی اور محبت کو باعث القطار تعلقات اور فقہر کو اساس نمیدی کی اور مثال اصل سماع کی مثال افتاب کی ہو کہ سب چیز پر چمکے لیکن ہر چیز کو اوس کے مرتبہ کے لائق اُس سے ذوق و مشرب ہو ایک جلاتا ہو اور ایک کو روشن کرتا ہے۔ اور ایک کو گلاتا ہے اور ایک کو نوازتا ہے اور یہ سب گروہ جن کو بیان کیا گیا اوسکی تحقیق میں میں مجانبہ پر ہیں ایک اونیس بتندی ہیں اور دوسری متوسط ہیں اور تیسری کامل ہیں اور میں ہر ایک کی حال کی شرح میں سماع میں ایک فصل لیا ہوں تاکہ فہم سے زیادہ قریب ہو انشاء اللہ عزوجل \*

فصل جانتا چاہیے کہ سماع دارد حق ہے اور ترکیب اس جبر کی ہزاراں ہوتے ہیں اور کسی حال میں طبیعت بتندی کی حدیث حق کے قابل نہ ہو اور اُس معنی ربانی کے ورود کو سبب طبیعت



کو زیر وزیر سو وقت اور قہر کے ساتھ جیسا کہ ایک گروہ سماع میں پہنچا ہوا اور ایک گروہ ہلاک  
 ہوا اور کوئی آدمی نہ ہو مگر کہ طبیعت اسکی حد اعتدال کا ہر چہ چاہے راز ظاہر نہ ہو اور شہور نہ ہو مگر میں ایک  
 چیز بنائی ہے بیمارستان میں بہت عجیب کہ اسکو انکیون کہتی ہیں اور جس چیز میں کہ عجائب  
 ہوں یونانی اسکو اس نام کے ساتھ پکاریں جیسا کہ صحت کو انکیامون کہتی ہیں اور وضع مانی کو اس  
 اسکی مانند کو اور مراد اسکا اظہار حکم کا ہے اور وہ مانند دل کی ہے کہ ہفتہ میں دور وزیروں  
 کو اسجگہ لیا دیں اور حکم دیں کہ بچانا شروع کریں اس بیمار کے مرض کی موافق اس کو آوازوں  
 کی سنوائیں اس وقت اسکو اسجگہ سے باہر لادیں اور جب چاہیں کہ کسیکو ہلاک کریں ایک مادہ  
 زیادہ اسجگہ اسکو رکھیں تو ہلاک ہو وی اور حقیقت میں وقت لکھا ہوا ہوتا ہے لیکن موت کی  
 اسباب ہوتے ہیں لیکن اطباء ہمیشہ وہ سنتے ہیں اور انہیں کچھ اثر نہ کریں اس سبب وہ موافق ہر انکی  
 طبیعت کے ساتھ اور مخالف متبریون کی طبیعت کے ساتھ اور ہندوستان میں بینی دیکھا  
 کہ ہر قاتل میں ایک کبیرا پیدا ہوتا ہے اور اسکی زندگی اس زہر کے ساتھ ہوتی ہے اس سبب  
 کہ کلیت انکی بالکل وہ ہوا رہیں نے ترکستان میں اسلام کی سرحد پر ایک شہر میں دیکھا کہ پہاڑ میں آگ لگی ہوئی  
 تھی اور جل رہا تھا اور اس کے پتھر سے نوساد جھوٹ مار رہا تھا اور اس آگ کو درمیان ایک قسم کا چوڑا  
 تھا جب آگ کی تپش سے باہر نکلتا تھا اور مراد یہ ہے کہ اضطراب مبتدیوں کا دار و حق کی ترویل کی وقت اس جہر  
 ہوتا ہے کہ ان کا جہنم اس کے مخالف ہے یعنی وارید حق متواتر ہو مبتدی اوپس کن ہوتوں نے نہ دیکھا کہ جب جبرائیل ابتدا  
 میں آیا پیغمبر صلعم اس کے دیکھنے کی طاقت نہ رہتی تھی اور جب نہایت کو پہنچا اگر ایک سنت نہ آتی نہ خیر ہوتا اور اسکی مثالیں  
 بہت ہیں اور یہ حکایتیں بھی مبتدیوں کی اضطراب کی بلیں ہیں اور نیز متہینوں کو سکون کی بران سماع میں مشہور ہے  
 کہ جنید رضی اللہ عنہ کو ایک مرید تھا کہ سماع میں اضطراب بہت کرتا اور درویش لوگ اس کے ساتھ مشغول ہوتے  
 تھے چہ کے اگر شکایت کی اسکو کہا کہ اگر بعد اس سماع میں تو اضطراب کریں گے تو اسے صحت نہ کروں گا  
 اور چہ میری کہتی ہیں میں اس درویش کو دیکھتا تھا اب اس میں نہ تھی اور چکا تھا اور ہر جگہ سے بدن ایک  
 جاری ہو گیا تھا کہ وہ پہنچا ہو گیا اور ایک روز اس طرح پہنچا کہ وہ اپنے آپ کو آدراست تھا اور یا بزرگی



پیر کی اونکو دلیر یا دہی تھی کہ تو ایک دینے سماع میں نعرہ ملا اور اونکو پیر اس سے کہا کہ خاموش رہو اس نے سر تڑپ کر کھلب  
 لوگوں نے دیکھا مردہ تھا شیخ نو مسلم فارس بن غالب الفارسی سے بیٹے رُشا کہ انہوں نے کہا کہ ایک  
 درویش سماع میں خطر اپ کرتا تھا ایک شخص نے ہاتھ اُس کے سر پر رکھا کہ بیٹھ اوس کا بیٹھنا تھا  
 کہ دُنیا سے رخصت ہوا جنید کہتے ہیں کہ میں نے ایک فقیر کو دیکھا کہ اوس نے سماع میں جان  
 دی اور وہ دلچ سے رعایت کرتے ہیں کہ کہا میں ابن الفری کے ساتھ دجلہ کے کنارہ پر جاتی تھے  
 درمیان بصرہ اور ابلہ کے ایک مکان پر پہنچے ایک خوبصورت عورت نکبت آدمی کو دیکھا اُس دروازہ پر  
 بیٹھا ہوا تھا ایک لونڈی اُس کے آگے بیٹھی ہوئی گاتی تھی اور ایک بیت پڑھتی تھی اور میں نے دیکھا  
 ایک جوان کو کہ محل کے بچے کھڑا ہوا اوس نے کہا اے کنیزک اس بیت کو پھر کہہ کہ میری زندگانی  
 یک نفس سے زیادہ نہیں رہی ہے تو ابیکار اسکو شکر یا ہر آئے کنیز نے دوسری مرتبہ اُس بیت  
 کو پڑھا اوس جوان نے آواز دیا اور او کی جان باہر آئی صاحب محل نے کنیزک سے کہا کہ تو آزاد  
 ہے اور آپ نیچے آیا اُس جوان کی بھینز میں مشغول ہوا تمام بصرہ والوں نے اوسکی نماز پڑھی  
 پس اُ آدمی کھڑا ہوا اور کہا اے بصرہ والو میں کہ فلاں ابن فلان ہوں اپنے تمام املاک  
 کو میں نے خدا کی راہ دیا اور میں نے املاک کو آزاد کیا اور نیز اُس جگہ سی جلا گیا اور کسی فی اوسکی خبر بھی  
 نہ پائی اور فائدہ اس حکایت کا یہ ہے کہ مرید کو سماع کی غلبہ میں حلال اس قدر چاہی کہ سماع اوس کا  
 فاسقوں کو فسق سے نجات دے اور اس زمانہ میں گمراہوں کا گروہ فاسقوں کی سماع کے ساتھ  
 حاضر ہوتا ہے اور کہتی ہیں کہ ہم سماع حق کے ساتھ کرتی ہیں اور فاسق لوگ اس سبب کہ یہ  
 ان کے ساتھ اوس میں موافقت کرتے ہیں سماع کرنے پر اور فسق و فجور پر زیادہ حریص ہوں  
 تو یہ آپ ہلاک ہوں اور جنید سے پوچھا کہ اگر ہم بطور ظاہر کلیسا میں جاویں جائز ہو اور  
 اوس سے ہماری مراد سوائے اسکے نہ ہو کہ انکے کفر کی ذلت کو دیکھیں اور سلام کی نعمت  
 پر شکر کریں اوس نے کہا کہ کلیسا میں تم جب جا سکتے ہو کہ جب تم باہر آؤ چند نتوں کو ان سے اپنی  
 ساتھ درگاہ میں لا سکو ورنہ نہ جاؤ پس یہاں جو مسجد اگر خرابات یعنی شراب خانہ



میں جاؤ خراباتی ہو جاؤ اور خراباتی جب صومعہ میں جاؤ وہ صاحب صومعہ ہو جاؤ ایک بے نشان شخص کہتے ہیں  
 کہ میں بغداد میں ایک فقیر کے ہمراہ جارہا تھا کہ مغنی کی ہنر آواز سنیں اس وقت میں نے غبار اور نیا سی گیا ابو علی و دیاری  
 کہتے ہیں کہ ایک فقیر کو مینے دیکھا کہ ایک مغنی کی آواز میں مشغول ہوا تھا اور میں بھی کان لگا کر  
 سنا کہ آواز باریک ایک مصرعہ پڑھتا تھا اس وقت اس فقیر نے ایک آواز ماری اور گر پڑا جب  
 میں اس کے پاس گیا اس کو مردہ پایا۔ ایک شخص شخص کہتا ہے کہ میں ابراہیم خواص کے ساتھ پہاڑ میں  
 ایک تہ میں جاتا تھا خوشی میگردل میں پیدا ہوئی میں نے دو شعر پڑھے ابراہیم نے مجھ سے  
 کہا کہ پھر کہ وہ بتیں مینی پھر پڑ ہیں اس نے تو اجد کے طور پر چند قدم زمین پر مارے جب میں نے نگاہ  
 کی وہ قدم اس کے جسطرح کہ موم میں جاتے ہیں پتھر میں جاتے تھے اس وقت یہ ہوش ہو کر گر پڑی جب  
 ہوش میں آئی مجھ سے کہا کہ میں بہشت کی بلع میں تھا اور تونے نہیں دیکھا اس قسم کی حکایتیں اس قدر  
 ہیں کہ اس کتاب میں نہیں سکتیں۔ **فصل دوسری** اور ایک گروہ مشائخ اس طائفہ سننا  
 قصیدوں اور اشعار کا اور پڑھنا قرآن کا الحان کے ساتھ مکروہ سمجھتے ہیں اور مریدوں کو خذر کرنے  
 کے واسطے حکم دیا ہے اور آپ پر سیر کیا ہے اور ایک گروہ اون میں سے وہ ہی کہ اس کی حرمت  
 میں اونہوں نے روایات پائی ہیں اور او میں پہلے نیک لوگوں کا اتباع ہونا اور ان کی تقلید کی جیسا کہ  
 پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے شیر بن سہیل حسان بن ثابت کو گائے کو منع فرمایا اور جھڑکا اور عمر رضی  
 ایک صحابی کے دئے مارے جو گائی تھی اور علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت معاویہ کو منع فرمایا اس سے کہ  
 کہ وہ کینز کیس منیہ کہتے تھے اور انہوں نے محسن کو منع فرمایا اس عورت کے دیکھنے سے جو حبشہ  
 کی رہنے والی اور گائی تھی اور کہتے تھے وہ تزدیک شیطان کے ہی اور اس کی مانند اور نیز کہتے ہیں کہ  
 سے بڑی دلیل ہمارے واسطے غنا کے مکروہ سمجھنے کی اہمیت کا اجتماع ہے ہمارے زمانہ میں او  
 ہم سے آگے اس بات پر کہ یہ مکروہ ہے یہاں تک ایک گروہ اس کو حرام مطلق کہتے ہیں۔ اور  
 اس معنی میں ابوالحارث بنافی سے روایت کرتے ہیں کہ ہمیں علم نہیں کہ کوشش کرتا تھا۔ رات کو  
 ایک شخص میرے صومعہ کے دروازہ پر آیا اور کہا کہ ایک جماعت طالبان درگاہ حق تعالیٰ کی



مجتمع ہوئی ہے اور شیخ کئے پیدار کی مشتاق ہے اگر ہر بانی کو قدم رنجہ فرمائیے کہا میں یا ہر  
 آیا اور اسکے پیچھے جاتا تھا بہت دیر نہ گذری تھی کہ ایک گروہ میں پہونچا کہ حلقہ کئے ہوئے  
 تھے اور ایک پیران میں تھا میری بزرگی کی انتہا سے زائد اور اس پیر نے کہا کہ اگر حکم دے  
 تو کچھ بتیہیں پڑیں مینی قبول کیا دو آدمیوں نے خوش الحانی کے ساتھ بتیہیں پڑھنا شروع کیں  
 وہ بتیہیں جو شاعروں نے فراق میں کہی تھیں اور یہ سب نواجد کیواسطے اُٹھے اور آواز میں خوش  
 مارنے لگے تھے اور اشارے لطیف کرتے تھے اور بین انکی حالت عجیب ہو کہ انکا وقت بہت خوش تھا  
 یہاں تک کہ صبح نزدیک کی اُسوقت اُس پیر نے مجھ سے کہا اسی شیخ مجھ سے نہیں بچھتا کہ تو کون  
 ہی اور یہ گروہ کون ہیں مینی کہا تیری حشمت مجھ کو اس سوال سے باز رکھتی ہے اونی کہا میں عزابیل  
 تھا اب اللہ ہیں اور یہ سب اسکے فرزند ہیں اور اس مٹھن ہیں اور غنا کرنے میں مجھ کو دو فائدہ  
 ہیں ایک یہ کہ اپنی فراق کی مصیبت رکھتا ہوں اور اپنی دولت کا زمانہ یاد کرتا ہوں اور دوسری  
 یہ کہ پار سادوں کو راہ سے لیاؤں اور غلطی میں ڈالوں اوسنے کہا کہ اُسوقت سے سماع کا عقیدہ  
 میرکل سے جاتا رہا اور میں نے کہ علی بن عثمان الجلابی ہوں شیخ امام ابو العباس الاشتقانی سے  
 سنا ہے کہ اوسنے کہا ایک زمین ایک جماعت میں تھا ایک گروہ سماع کرتی تھی اور انکو اندر نیکی شیطان مینی دیکھے لوگوں  
 میں بازی کرتے تھے اور یہ انکو دیکھتے تھے اور ان گروہ تھے اور ایک گروہ دوسرا بھی جو سماع سے پرہیز کرتے ہیں کہ  
 زمینوں کو خوف خطر سے تاکہ بلا اور بطلان میں نہ پڑیں اور انکی تقلید نہ کریں اور سر تو یہی معصیت پڑاویں اور انہیں  
 قوت نہ پکڑے اور خواہش کا ارادہ ان کی اصلاح کو فاسد نہ کری کیونکہ وہ معرض بلا اور بے یقینہ ہونے خود  
 سماع کیا اور نہ انہیں نہ بیٹھنے اور جلیڈ سے منقول ہے کہ خاص کر ایک مرید سے کہا ابتدا تو یہ  
 کے وقت کہ اگر سلامتی دین کی چاہی اور رعایت تو یہ کی کر سماع میں کہ صوفی لوگ کرتے  
 ہیں منکر ہوئی اور آپکو اہل مت جان جیتک تو جوان ہے جبکہ بوڑھا ہو وی آدمیوں  
 کو آپ کہہ گار نہ بنا اور ایک دوسری گروہ نے کہا کہ اہل سماع دو گروہ ہیں ایک وہ ہیں کہ لاہی ہوا  
 دوسرے کہ آہی ہوں لاہی علی بن فتنہ میں ہوں اور اُس سے ڈریں اور آہی مجاہدات



اور ریاضات اور دل کے قطع کرنے میں مخلوقات مصروف رہیں اور دنیا سے منہ پھیریں اور فتنہ کو آپ سے دور کرنے رہیں اور اس کے بے خوف ہوئی چونکہ ہم نہ اس گروہ سے اور نہ اس گروہ سے ہیں اس کا ترک کرنا ہم کو بہتر اور کسی چیز میں مشغول ہونا جو ہمارے وقت کو مناسب بہت اچھا ہے اور ایک دوسرے گروہ نے کہا جبکہ عوام کو سماع میں فتنہ ہو اور ہمارے سننے سے آدمیوں کا اعتقاد خراب ہو جائے اور ہماری جہ سکاہی اور عین محبوب گمراہ ہوتے ہیں پس عام لوگوں کو ہم شفقت کرتے ہیں اور خاص کو نصیحت اور توبہ کی خاطر اس باز رہتے ہیں اور یہ طریقہ کافی ہے اور ایک گروہ نے کہا کہ پیغمبر نے فرمایا ومن حسن اسلام المؤمن ترك ما لا يفنيه هم فاقه اس چیز سے اٹھاتے ہیں کہ اس سے گریز ہی کیونکہ لایعنی میں مشغول ہو جو وقت ضائع ہو اور وقت نہ تو نکار عزیز دوستوں کے ساتھ ضائع نہ کرنا چاہیے اور ایک گروہ خواص نے کہا کہ سماع خبر ہے اور لذت اور سکی یافت مراد کی اور یہ کام بچو نہ لہا ہی کیونکہ شاید میں خبر کی کیا مقدار ہو پس کام مشاہدہ رکھے یہ ہیں احکام سماع کے جو ہم نے بیان کیے بطور اختصاص کے اب میں وجہ اور وجود اور تواجد میں ایک باب مرتب کرتا ہوں \*

## الباب الثانی فی التشنون یعنی ما وجد و انما وجد اور اس کے مراتب میں

جانتا چلیے کہ وجہ اور وجود مصدق ہیں ایک بمعنی اندوہ کے اور دوسرا بمعنی غم کے اور فاعل دونوں کا جب ایک اور دوسرا مصدق کے ساتھ فرق نہیں کر سکتے جیسا کہ کہتے ہیں فہد یجد وجودا او وجد ناجب پایا وجد یجد وجد ناجب اندونگیں ہوا اور نیزہ وجد یجد وجد ناجب انگر ہوا وجد یجد وجد ناجب غصہ میں ہوا اور فرق ان سب کا مصدق کے ساتھ ہونا فعال کی ساتھ مراد اس گروہ کی وجہ اور وجود کی اثبات دو حال کا ہو جو حاصل ہو کھڑا ہر سماع میں کہ ایک مقرون اندوہ کا ہو اور دوسرا موصول یافت مراد اور حقیقت اندوہ کی فقد محبوب اور منع مراد ہو اور حقیقت یافت کی حصول مراد اور فرق میان حزن اور وجد کو یہ ہو کہ حزن نام ایک اندوہ کا ہو جو غم و غیب میں ہو اور وجد نام اس نڈھ کا جو غم و غیب میں ہو بسبب محبت اور غم و غیب سے بغیرت صفت طلب کی ہو اور جو غم و غیب نہیں



ہوتا اور کیفیت وجد کی عبارت کے تحت میں نہیں آتی ہر اس سبب سے کہ وہ عالم ہے معاینہ میں اور عالم  
 کو قلم کو ساتھ بیان نہیں کر سکتے ہیں جد ایک سر ہو در میان طالب اور مطلوب کے کہ بیان اس کا  
 کشمکش میں کیفیت کے ساتھ ہو و ہر اور ساتھ کیفیت وجود کے نشان اور اشارہ درست آویں سبب کے واسطے  
 مشاہدہ میں اور طرب کو طلب میں نہیں پاسکتے ہیں وجود ایک فضل ہو محبوب کے محب کی طرف  
 کہ اشارہ اس کی حقیقت سے معزول ہو اور ایک نزدیک جد پنچیا الم کا ہڈل کے واسطے یا فرح کی  
 اور سماط سے اور یا تعب اور یا طرب سے اور وجود آلت کے نہیں ہوتا ہے دل سے اور اس کی  
 مراد مصادفت ہو اور صفت واحد کی یا تو حرکت ہو و جوش شوق میں حجاب کی حالت میں  
 اور یا سکون مشاہدہ کے تحت میں کشف کی حالت میں اور مشائخ مختلف ہیں کہ وجد پورا ہو یا جو  
 ایک گروہ کہتا ہے کہ وجود مرید کی صفت ہو اور وجد رقص کے نعت اور چونکہ عارفوں کا درجہ مریدوں  
 کے درجہ زیادہ بلند ہو چاہیے کہ وصف بھی ان کا اُس سے زیادہ بلند ہو اور زیادہ کامل اس  
 سبب سے کہ جو چیز کے یافت کے تحت میں داخل ہوئی مد رک ہو و ہر اور وہ صفت جنس ہے اس  
 واسطے کہ ادراک جد کی اقتضا کرتا ہے اور خداوند تعالیٰ سچا ہے پس وہ جنید نے پایا سوا مٹی  
 شر کے نہ ہو اور وہ جو نہ پایا اس کا طالب میں منقطع ہو اور اس کی طلب سے عاجز اس کا  
 واحد حق کی حقیقت ہو اور ایک گروہ کہتا ہے کہ وجد مریدوں کی حرقت ہو اور وجد مجنون کا تحفہ و  
 مجنون کا درجہ مریدوں کے زیادہ بلند ہونا چاہیے کہ تحفہ کے ساتھ آرام پورا ہو حرقت طلب میں اور یہ معنی  
 ایک حکایت کو سوا میں ظاہر نہ ہونگے اور وہ یہ ہے کہ ایک زبلی اپنے حال کی جوش میں جنید کے  
 پاس آئی اس کو نگین پایا اور کہا اسی شیخ کیا ہوا ہے جنید نے کہا من طالب جد شبلی نے کہا  
 لاجل من جد طلب اُس وقت مشائخ نے ہمیں کلام کیا ہے اس کے ایک نشان وجد سے  
 دیا اور اس نے اشارہ وجود کی طرف کیا اور میرے نزدیک جنید کا قول معتبر ہے کیونکہ جب  
 بنده نے پہچاننا کہ اس کا معبودہ جنس ہیں اس کا غم دراز ہوا اور اس معنی میں کلام ہوا ہے اس  
 کتاب میں اور مشائخ رضی اللہ عنہ متفق ہیں کہ دلیل علم کی زیادہ قوی ہو و دلیل وجد سے



کیونکہ جب قوت دلیل وجد کو ہو تو واحد محل خطر میں ہو اور جب قوت دلیل علم کو ہو عالم محل امن  
 میں ہو اور مراد ان سے یہ ہے کہ طالب کو ہر حال میں چاہی کہ علم اور شرع کا تابع ہو کیونکہ جب  
 وجد کیساتھ مغلوب ہو خطاب اس سے اٹھے اور جبکہ خطاب اٹھا ثواب عقاب اٹھی اور جب  
 ثواب عقاب اٹھا برتری اور امانت اٹھی پس اس وقت اس کا حکم مجتہدوں کا حکم ہوا نہ اولیا  
 اور مقربوں کا اور جبکہ سلطان علم غالب سلطان حال پر بندہ اور اولیاء میں ہو سر پر  
 عزت میں مذکور اور ہمیشہ مشکور اور پھر جبکہ سلطان حال غالب ہو سلطان علم پر بندہ حدود  
 خارج ہو اور خطاب محروم ہے اپنے نقص کے محل میں توجہ مضور خواہ مغرور اور علین  
 ان معنی کے ساتھ قول جنید کا ہے کہ کہا اس سبب کہ راہ دوست کی یا علم کیساتھ ہو یا روش  
 کے ساتھ اور وہ روش جو بے علم کی ہو اگرچہ اچھی ہو جہل اور نقص ہو اور علم اگرچہ بے روش  
 کے ہو عزت اور رفعت جی جہر کہ بوزید نے کہا اهل المنة اشرف من اسلام اهل المدينة اہل ہمت  
 پر کفر و کفران صوت نہ پکڑے لیکن اگر فرض کریں اہل ہمت کفر کیساتھ زیادہ کامل ہو  
 اہل مہمت سے ایمان کیساتھ اور جنید نے شبلی سے کہا الشبلی سکران و لوافاق من  
 سکرة الجلاء منذ ان علم ينتفع به اور حکایتوں میں مشہور ہے کہ جنید اور محمد بن سروق  
 اور ابوالعباس بن عطاء جمع تھے ایک قوال بیت پڑھتا تھا یہ تواجہ کرتے تھے اور جنید رہ  
 ساکن تھے انہوں نے کہا اے شیخ تجھ کو اس سماع سے کچھ حصہ نہیں ہوا اس نے خدا تعالیٰ کا  
 قول پڑھا تحسبہا حمداً وہی تموم السحاب لیکن تواجہ تکلف ہو و وجد کے لانے  
 میں ور یہ پیش کرنا انعام اور ثواب حق کا ہو دلپور البصاال و ننی کا خیال کرنا مژدہ کا کام ہو اور ایک گروہ  
 استیلا سم پر ارا کہ حرکات ظاہر کے ساتھ تقلید کی ہو اور رقص کا ترتیب بنا اور ان کے  
 اشارات کو زینت بنایا حرام محض ہو اور ایک گروہ محقق ہے کہ ان کی مراد ان کے اشارات کے  
 حال اور وجہ کا تلاش کرنا ہے نہ حرکات اور رسوم اور پیغمبر نے فرمایا من تشبه بقوم  
 فهو منهم اور نیز فرمایا اذا قرأتم القرآن فابکوا وان لم تبکوا فلتبکوا یعنی جو وقت



قرآن پڑھا ہے۔ پس تم بکا کرو اور اگر بکا نہ کرو تو صوٹ بکا والوں کی بناؤ اور یہ حدیث ناطق ہے تو اجد کے جائز کرنے کے واسطے اور اسی قبیلہ سے ہو کہ اُس پیر نے کہا کہ ہمارے کوس جھوٹ کی ساتھ چلوں میں تو ایک قسم اوس سے بچ آئے اور سب اب میں کلام اس زیادہ ہی لیکن میں نے اس پر اختصا کیا واللہ اعلم بالصواب \*

## الباب السابع والثمانون یعنی باب فصل اور اس کے متعلقات میں

جانتا چاہیے کہ شریعت اور طریقت میں قص کی کوئی اصل نہیں ہے کیونکہ عقیدہ کا اتفاق ہے کہ وہ لہو ہوا اور لغو شاخو نہیں کسی نے اوسکی تعریف نہیں کی ہے اور اس میں غلو نہیں کیا ہے اور اثر کمال حشو و سہل و سہل وہ سب باطل ہو چکے حرکات و جدی اور معاملات اہل تواجہ کو اوسکی مانند ہیں ایک گروہ اہل ہزل و اوسکے ساتھ تقلید کی ہے اور اوس میں غلو کیا اور اُس سے ایک ہت بنا یا ہے اور مینے ایک گروہ کو عام لوگوں دیکھا ہے کہ جانتے ہیں کہ مذہب تصوف کا سوائے اسے نہیں ہے اور اوس کو اختیار کیا ہے اور ایک گروہ اوسکی اصل سے منکر ہوئے ہیں غلامانہ یہ کہ پامی بازی عقلی اور شرعیاری ہے سب آدمیوں اور محال ہو کہ فضل آدمی اوسکو کریں لیکن جبکہ خدمت دل کو ظاہر ہوئی وقت نے قوت پکڑی حال نے اپنا اضطراب ہر کیا اور رسوم کی ترتیب عادی ہوئی اور وہ اضطراب ظاہر ہو دی نہ قص ہو پامی بازی ہو اور نہ طبعیت پالنا کیونکہ وہ جہان گلانا ہوا اور بہت دور پڑے وہ شخص طریقت صواب کہ اوسکو قص کھی اور یہ ایسا حال ہے کہ نطق کے ساتھ کسی کے رو برو بیان نہیں کر سکتے اور ہر حال میں انکے ساتھ صحبت کرنا مخطور ہے اور اس کا جائز نہ کرنا لاکھ ہوا اور جو اثر کہ اس میں لاف و جھوٹ اور جہالت ہو اور مینی جاہلوں سے دیکھا۔ ایک گروہ ایسی تہمت کے ساتھ اہل اس طریقت سے منکر ہوئی اور مینی دیکھا کہ اس ایک مذہب بنایا ہے اور شاخ ان سب باتوں کو آفت جانتے ہیں اور یہ اثر حلو لیاں کار ہا ہے زمین



اولیاء خداوند تعالیٰ کے اور متصوفہ کے واللہ اعلم +

## الباب الثامن والثلاثون یعنی باب ترقی میں

جانتا چاہیے کہ خرقہ کرنا جامہ کا درمیان اس گروہ کی معتاد ہی اور بڑی مجموعوں میں کہ بڑے  
 مشائخ حاضر ہوتے ہیں یہ گروہ ہی اور مینی علماء سے ایک گروہ کو دیکھا ہے کہ اسکے منکر تھی اور انہوں  
 نے کہا کہ جامہ درست کا پارہ کرنا جائز نہ ہو اور یہ فساد ہو اور یہ محال ہے کہ وہ فساد کہ مراد اُس کی  
 صلاح ہو صلاح ہو جاوی اور سی آدمی درست کپڑے کو پارہ کوں اور پھر میں جیسا کہ آستین  
 اور تنہ اور تھمیر اور جیب ایک دوسرے جدا کریں اور پھر درست کریں کچھ فرق نہ ہو درمیان اُس  
 شخص کے کہ کپڑے کو سوکھڑی کرے اور آپس میں سیوے اور درمیان اُس آدمی کے پانچ ٹکڑے کرے  
 اور آپس میں سیوے یا جو داگے کہ ہر پوند میں کہ اوکو تین اس کمون کے دل کی راحت ہو اور اُس سے  
 حاجت کا پورا ہو اگرچہ جامہ خرقہ کرنیکی طریقت میں کوئی اصل نہیں ہو اور البتہ سماع میں ہو  
 جیلا نہ کرنا چاہیے کیونکہ یہ بات سوائے اسراف کے نہ ہو اور لیکن اگر سننے والی کو غلبہ حاضر ہو جیسا  
 کہ خطاب اوس کے اوٹھے اور بخیر ہو معذور ہو اور جب ایک کو ایسا اتفاق پڑے اگر ایک جماعت اوسکی  
 موافقت پر خرقہ کریں جائز ہو اور جلد خرقہ اس طریقہ والوں کا تین طرح پر ہو ایک وہ کہ درویش  
 آپ خرقہ کرے اور وہ اُس حال سماع میں ہو بسبب غلبہ کی اور دوسرے وہ کہ جماعت اور اصحاب  
 بسبب پیری اور مریدی کے جامہ کو خرقہ کریں ایک شغفار کے حال میں کسی جرم اور دوسرا  
 سکر کے حال میں بسبب جد کے اور ان سب میں سب سے زیادہ مشکل خرقہ سماعی ہو اور وہ دو  
 طرح ہو ایک مجروح اور دوسرا درست اور جامہ مجروح کی شرط دو چیز ہوں یا سینے کو پھروں  
 اس جماعت کو یا کسی درویش کو اور دوسرا تیار کرے یا تبرک کی واسطے پارہ پارہ کریں۔  
 اور تقسیم کریں لیکن جب درست ہو ہم دیکھیں کہ مراد اُس فقیر سماع سننے والے کی جس نے جامہ  
 کو ڈالا کیا تھی اگر مراد قوال تھا اوسکو دیں اور اگر مراد جماعت ہو ان کو دیں اور اگر بے مراد



گرا ہو تو پیر کے حکم کے موافق کیا جائے جیسا وہ حکم دے یا تو جماعت کو دینا چاہیے تو وہ  
 خرقة کریں یا ایک کو انہیں سے دینا چاہی یا قوال کو دینا چاہیے پس اگر مراد وریش کی قوال کو  
 ہو وہی اصحاب کی موافقت شرط نہ ہو اس سبب کہ وہ جامہ اہل کے ساتھ نہ ہو وہے او  
 اس وریش نے یا اختیار کے ساتھ دیا ہو یا اضطراری کے ساتھ اور دوسری کو او میں  
 کچھ موافقت نہیں ہے پس اگر مراد جماعت کی خرقة جدا ہوا ہے یا مراد انکی موافقت شرط کی ہو  
 اور جب جامہ ڈالنے میں موافقت کی پیر کو نہ چاہی کہ قوال کو دے فقیر و نکاح جامہ لیکن جائز  
 ہو کہ کوئی محبان کی جانب سے کوئی چیز اس پر فلا کری اور کپڑے فقیر و نکاح پیر کا اور یا سب خرقة  
 کریں اور قیمت کریں اور اگر جامہ حال مغلوبی میں گرے ہے مثلاً اس میں مختلف ہیں اور اکثر کہتے ہیں  
 قوال کو ہو حدیث کو موافق پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا من قتل قتیلہ فلا فلہ سلبہ یعنی جامہ  
 مقتول کا قاتل کو ہو وہی اور اگر قوال کو نہ دیں طریقت کی شرط سے باہر آویں اور یہ ایک گروہ کہتا  
 ہے اور مینی یہ اختیار کیا ہے جیسا کہ مذہب میں بعض فقہاء کے ہی جیتنگ امام اذن نہ دے جاہ  
 مقتول کا قاتل کو نہ دیں یہاں بھی سوائی پیر کے حکم کے یہ جامہ قوال کو نہ دیں لیکن اگر پیر  
 چاہے کہ کسی کو نہ دے کوئی مضایفہ نہیں ہے واللہ اعلم

## الباب التاسع والثلاثون یعنی باب سماع کے آداب میں

جاننا چاہئے کہ آداب سماع کی شرطیں یہ کہ جب تک ضرورت نہ ہو نہ کہ عادت نہ ہو اور دیر دیر میں کرے تو تاکہ  
 اسکی تعظیم دل سے نہ جائے جبکہ تو سماع کرے کوئی پیروں جگہ حاضر ہو اور جگہ سماع کی علم  
 لوگوں سے خالی ہو اور قوال بزرگی کے مقیم اور دل شغلوں سے خالی اور طبیعت لہو سے  
 نفرت کرنیوالی اور تکلف درمیان سے اٹھا ہوا اور جیتنگ فوت سماع کی پیدا نہ ہو وہی  
 شرط نہ ہو کہ او میں میا لٹھ کری تو اور جب فوت پکڑے شرط نہ ہو کہ آپے دفع کرے تو اور قوت  
 کا اتباع کرنیوالا ہو وہی اس چیز کے ساتھ کہ اقتضا کرے اگر بلا ہے تو اور اگر ساکن



رکھے ساکن ہو کر اور فرق کر کے درمیان قوت طبع اور عرفت بوجہ کے، و بد چاہیے کہ  
سننے والے کو استقدر زیر کی دیدار کی ہو کہ وارد حق کو قبول کر سکے اور دادا کی نہ سکے اور  
جب غلبہ اور سکاد پر پیدا ہو تکلف کے ساتھ آپسے دفع نہ کری اور جب قوت او کی ٹوٹ جاوے  
تکلف کیساتھ جذبات کرے اور چاہیے کہ حرکت کے وقت میں کسی سی مساعدت کی امید نہ  
رکھے اور جو کوئی مساعدت کرے منع نہ کری اور او کی مراد کو او کی اوس نیت کیساتھ اندازہ نہ  
کری کہ او میں پر آگندگی اور بے برکتی بہت ہو اُس زمانے والے کو اور کسی کی سماع میں دخل نہ کری  
اور کا وقت پریشان ہو کر اور اوس کے زمانہ میں تصرف نہ کری اور چاہیے کہ اگر قوال چھاگاتا  
ہی تو اوس سے یہ نہ کہے کہ تو اچھا گاتا ہے اور اگر بُرا گاتا ہو بُرا نہ کہے اور یا شعر ناموزون کہے  
جس کی طبیعت پر آگندہ ہو یہ نہ کہے زیادہ اچھا پڑھ اور دل میں اُس سے خصوصیت نہ کرے  
اور او کو درمیان میں نہ دیکھے حق کے ساتھ حوالہ کرے اور وہ راست ہستی اور اگر کسی گروہ نے  
سماع کو اختیار کیا ہو او کو اُس حصہ نہ ہوا ہو شرط نہیں ہے کہ اپنے صحو کے ساتھ ان کے  
سکر میں دیکھے۔ اور میں کہ علی بن عثمان الجلابی ہوں اس بات کو زیادہ دوست رکھتا ہوں کہ  
میتند یونکو سماع میں نہ چھوڑیں تو کہ ان کی طبیعت خراب ہو کر کیونکہ او میں بڑی خطری ہیں اور  
آفتیں اس سبب کہ عورتیں بالا خانہ سے با کسی جگہ سے درویشوں کو دیکھتے ہوں ان کے  
حال میں اور اسات کے سننے والوں کو سخت حجاب واقع ہوں اور چاہیے کہ امدادوں کو

انہیں نہ بٹھلاویں اور جاہل صوفیوں ان سے بکاو پناہ نہ رہ قرار دیا ہو اور صدق درمیان اٹھا با او  
بیش معافی چاہتا ہوں اس قسم کی آفتوں سے جو مجھ پر گزری ہیں اور خداوند تعالیٰ سے مدد  
مانگتا ہوں تاکہ میرے ظاہر باطن کو آفتوں سے نگاہ رکھو اور اس کتاب کے پڑھنے والوں کو نصیب  
کرتا ہوں کہ اس کتاب کے موافق حقوق کی رعایت کریں اور اللہ کی طرف توفیق ہے واللہ  
رب العالمین الصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمدؐ والہ اجمعین سلم تسلیم اکثر اکثر



خانم کتاب

الحمد لله والمنة ان اول كتاب لاجوابي صغير وكبير مصنفه و مؤدونه حضرت قرة العيون  
زبدة العارفين حضرت سيد علي هجویری المخاطب به داتلج بخش لاهوری کہ جسکا ترجمہ  
ہم نے یہ صرف زرب کثیر مولانا فضل اولانا تاج الشریعت متناج الامتہ فضل الفضل جناب مولانا  
الحافظ الحکیم شاہ طہیر احمد صاحب ظہیری لیسوا انی ثم البدا یونی المخاطب بہ ظہیر العلماء  
مؤلف و مصنف کتاب اسلام سے کرایا ہے اور نام اس ترجمہ کا ظہیر للطلوب فی ترجمہ کشف المحجوب  
خدا تعالیٰ مقبول عام فرمائے۔ واضح ہو کہ یہ ترجمہ مولانا صاحب یکم رمضان المبارک ۱۳۲۲ھ  
کو شروع کیا اور ۲۲ ماہ شوال کو اس ترجمہ کو ختم کیا۔ آپ کی تصانیف اس شہر ہوں میں بہت کچھ کتب  
طبع بھی ہوئی ہیں اور ہندوستان کے دیگر مطابع میں بھی شائع ہوئی ہیں۔

اطلع

چونکہ یہ کتاب ہم نے یہ صرف زر کثیر ترجمہ کر اگر چھپوائی ہے۔  
لہذا کوئی صاحب اس کے چھاپنے کا قصد نہ فرمائیں۔ ہاں جس قدر نسخے  
مطلوب ہوں ہم سے بذریعہ ویلیو پی ایل یا نقد قیمت بھیج کر طلب فرماویں۔  
ورنہ نقصان اٹھائیں گے۔ اسی وجہ سے ہم نے اس ترجمہ کی رجسٹر می با ضابطہ  
کرادی ہے۔ \* یکم جولائی ۱۹۰۹ء

حاجی محمد الدین رح الدین تاج عمران کتب خانہ کشمیری لاہ



# المعتمد علیہ سلسلہ شہشاہ خاں قاسی وقالہ نپول قصہ کی پس از

نام کی تو معلوم ہوتا ہے کہ محض ایک قصہ ہے جس طرح پنجابی عرو  
فی اس قصہ کو نظم کیا ہے۔ اس طرح یہ فارسی میں منظوم ہے لیکن پڑھنے  
سے واضح ہوتا ہے کہ چودہری شہباز خاں صاحب مرحوم نے اس  
قصہ کو آڑ بنا کر روز حقیقت کو آشکارا کر دیا ہے۔ چنانچہ  
مولانا روم فرماتے ہیں ۷

خیر شتر آں باشد کہ ستر دلبران گفتہ آید در حدیث دیگراں  
لطف یہ ہے کہ فارسی ہر جہت پر نئی طرز میں شعر کہا گیا ہے۔  
ہر ہر جہد مصرع کا نیا قافیہ نیا ردیف۔ ہر ہر بند میں تجنیس وغیرہ  
صنائع بللح کی بھر مار کر دی ہو اور صنعت گری عام کتب کی طرح  
دیباچہ ہی تک ختم نہیں ہو جاتی۔ بلکہ ساری کتاب ایک رنگ  
میں لطائف شاعرانہ سی رنگیں ہیں۔ پہلی بھی یہ کتاب طبع تو ہو چکی  
ہے لیکن اب کے خاص مقام سے خوشخطی اور صحت و صفائی طبع کو  
لمحوظ رکھ کر چھپوایا گیا ہے۔ جو نسبت سابق نہایت خوشنما ہے۔  
شایقین اس ایڈیشن کو دیکھ کر یقین ہو کہ ہماری محنت کی  
ضرورت ہی داد دیں گے۔ قیمت صرف ۴

حجۃ طائف محصلہ ششیا  
مجموعہ وظیفہ ششیا

دلائل الخیرات۔ شیخ شریف مدرود متغاث عشرہ احوالی  
دعائے کبیر سلسلہ خاندان چشتیہ بل شہت سلسلہ خاندان قادریہ۔  
یہ مجموعہ باہار خواجہ محمد لدین صاحب سلیمانی نظامی۔ فخری  
سیالوی خلیفہ حضرت خواجہ سلیمان صاحب تونسوی رحمۃ اللہ علیہ نہایت  
ہی خوشنما عمدہ کاغذ پر چھپوایا ہے شایقین جلد ہی اس کو ہر ذی  
خریدیں نہ کہف ہنسوں ملنے کے علاوہ دوسری ایڈیشن کا

نہ تھا بھی کرنا پڑیگا قیمت مجدد علیہ اور بلا جلد علیہ  
قصص المحسنین کرم الحساب اور بھی کوہیت سی  
کتب محسنین مولوی

قصص المحسنین تیار شدہ ہے ان موجود ہیں مگر قصص المحسنین  
ایک نیا ہی طرح اور عمدگی سے نہایت پاکیزہ جن قصص حضرت یوسف  
اور دیگر حکایات مستندہ دینی مطابق لغز و حدیث و روح میں نہایت  
درآمد کیا گیا ہے جس کے دیکھنے سے ہر ایک سطر پر رنگے کھڑے ہو جاتے ہیں  
مفضل مدح ہیں شایقین دیکھ کر لکھ کر سرور کا اندازہ کر سکتے ہیں قیمت ۴

قدوس اذ فیصل جل حکیم شاہ ظہیر احمد صاحب  
ترجمہ وری دوین ظہیری باب سائل فقہ حدیث

کتاب عربی سے ترجمہ کیا گیا ہے شکل بھی زینت نام مسلمانان جو عربی سے  
محض ناواقف تھے۔ نہ کو انہی دینی سائل شریعت طریق منازعہ  
زکوٰۃ شریک بدعت اور تمام قانون شرعی و لای علیہ کچھ پوری  
و تفہیم حاصل نہیں ہوتی تھی سنی عام فہم ہو کر دینی اسان زبان اردو  
میں ترجمہ کر لیا گیا ہے۔ کتاب کو راتھوں راتھ یک ہی قیمت ۴  
نرس الوعظین اذ فیصل جل حکیم شاہ  
ایس ابین اردوین ظہیر احمد صاحب

ظہیری۔ یہ کتاب غلط پند و نصائح مطابق آیات اور  
احادیث۔ آنحضرت و روکائنا صلی اللہ علیہ و آلہ  
و صحابہ وسلم جو مومنوں کے دلوں کو صاف اور پاک  
اور پاک لوگوں کو بد رجہ غفرت لائوالی ہے۔ اور گناہوں سے  
متنفر اور پرہیزگار بنوالی ہے جو لوگ گناہوں کو گناہ  
نہیں سمجھتے۔ ان کو صحن عصیان سے بچانے کے لئے  
یہ کتاب اللہ تعالیٰ کے نظر سے۔ باوجود کہ کتابی چھپائی  
عمدہ ہونیکے قیمت بھی صرف ایک روپیہ آئے



# ضروری اہتمام

صاحبانِ اہل کتب خانہ ۱۸۵۶ء سے جاری ہے جو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے روز افزوں ترقی پ رہے۔ اس کتب خانہ میں ہر علم و فن کی کتابوں کا کافی ذخیرہ فروخت کے لئے موجود رہتا ہے۔ نیز ہر قسم کے قرآن شریف مترجم و تفسیر اور حائلیں بھی موجود ہیں۔ جو صاحب کتابیں خریدنا چاہیں تیریل قیمت پیشگی یا بعد میں دینی اہل محبت منگوا سکتے ہیں۔ فہرست کتب خانہ ہذا پوشکاٹ آنے پر مفت روانہ ہو سکتی ہے۔

المستحق حاجی حجاج الدین سراج الدین صاحب کتب خانہ کشمیری لاہور

صاحبانِ اہل کتب خانہ ۱۸۵۶ء سے جاری ہے جو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے روز افزوں ترقی پ رہے۔ اس کتب خانہ میں ہر علم و فن کی کتابوں کا کافی ذخیرہ فروخت کے لئے موجود رہتا ہے۔ نیز ہر قسم کے قرآن شریف مترجم و تفسیر اور حائلیں بھی موجود ہیں۔ جو صاحب کتابیں خریدنا چاہیں تیریل قیمت پیشگی یا بعد میں دینی اہل محبت منگوا سکتے ہیں۔ فہرست کتب خانہ ہذا پوشکاٹ آنے پر مفت روانہ ہو سکتی ہے۔



SRI PRATAP COLLEGE LIBRARY  
SRINAGAR (Kashmir)

DATE LOANED

Class No. \_\_\_\_\_ Book No. \_\_\_\_\_

Acc. No. \_\_\_\_\_

This book may be kept for 14 days. An over - due charge will be levied at the rate of 10 Paise for each day the book is kept over - time.

[illegible]



**SRI PRATAP COLLEGE LIBRARY**  
**SRINAGAR (Kashmir)**

DATE LOANED

Class No. \_\_\_\_\_ Book No. \_\_\_\_\_

Acc. No. \_\_\_\_\_

This book may be kept for 14 days. An over - due charge will be levied at the rate of 10 Paise for each day the book is kept over - time.

[illegible]



Extract from the Rules:—

Books are issued for  
fourteen days only.

A fine of one anna per  
day will be charged for each  
volume kept over time.

Books lost, defaced or  
injured in any way shall  
have to be replaced  
by the Borrowers.